شفاء الارواح

شرح

نور الایضاح

مرتّب

مولوی محمد رفیق سُورتی

(استاد مدرسہ رحمانیہ، نشاط سوسائٹی، سورت)

ناشر

مدرسہ رحمانیہ

نشاط سوسائٹی، اڈاجن پاٹیا، سورت

﴿فہرست﴾

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو اپنے محترم والدین جن کی پرورش اور نگرانی کے ذریعہ میں پڑھ لکھ کر کسی قابل ہوا؛ اور انہوں نے اپنی جانب سے کوئی کمی نہیں کی ”اللہ تعالیٰ دونوں کے سایہ کو بصحت وعافیت تادیر سلامت باکرامت رکھے“آمین“ اور جملہ اساتذہ کرام کی نذر کرنا اپنی سعادت سمجھتاہوں، جن کی شبانہ روز مساعی علومِ نبویہ کو ہماری طرف منتقل کرنے کی نذر ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام اساتذہ کو دارین میں اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے، جو اس دارِ فانی سے رُخصت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماکر ان کو ہر نوع کی راحت و آرام نصیب فرمائے

دعائیہ کلمات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری (دامت برکاتہم)

صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے مدارسِ عربیہ کے نصابِ تعلیم میں فقہ حنفی کے موضوع پر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اُن میں علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نورالایضاح کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، مسائل عبادات میں یہ کتاب جامع ہے، محب محترم مولانا رفیق احمد صاحب سورتی سلمہ نے درسِ نظامی محنت وتوجہ سے پڑھا زمانۂ طالب علمی میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے اور فراغت کے بعد کاروبار کے ساتھ ساتھ شہر سورت میں تدریسی سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں آپ نے نور الایضاح کی ایک اُردو شرح تیار فرمائی ہے جس کے ابتدائی چند اوراق سرسری نظر سے دیکھے، بحمد اللہ عمدہ طریقہ سے کتاب کو حل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو حسنِ قبول عطا فرما کر طلبہ ومستفیدین کے لئے نافع بنائے۔

فقط

املاہ:- احمد خانپوری

۱۷/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی (دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم دینیہ میں تفسیر قرآن مجید اور احادیث کے بعد علمِ فقہ کا درجہ ہے، ہماری عبادتوں کی صحت اور حسنِ ادائیگی اسی علم کے سیکھنے پر موقوف ہے، اسی مبارک علم کے ذریعہ انسان تقویٰ کے اعلیٰ مقام تک پہونچ سکتا ہے، جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ رشید اور امام جلیل محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے،

تفقہ فان الفقہ افضل قائد   الی البر والتقوی و اعدل قاصد

تدوینِ فقہ کے بعد علماء امت نے ہر دور میں کتب فقہ و فتاویٰ کی تصنیف و تالیف میں قابلِ قدر محنت فرمائی ہے مبتدی اور نَو عمر بچوں کے لئے بھی مختلف علماء نے کتابیں مرتب فرمائی ہیں، ہندوستان کے مدارسِ عربیہ میں منیۃ المصلی، خلاصہ کیدانی وغیرہ متون پڑھائے جاتے تھے، پھر جب مصر کے مشہور فقیہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ جو اس دور اخیر میں فقہاء احناف کے سرخیل اور فتویٰ و فقہ میں مرجع کا درجہ رکھتے تھے۔ کی تالیف لطیف نور الایضاح طبع ہوئی تو اس کی آسان عبارت، حسنِ ترتیب اور عبادات کے ضروری مسائل کے احاطہ کی وجہ سے اس کو بہت پسند کیا گیا اور مدارس میں داخلِ نصاب کر دی گئی۔ طلباء عزیز کی آسانی کے لئے حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عربی میں بہترین تعلیق فرمائی، پھر ہمارے زمانے کے طلباء کی سہولت پسندی کی وجہ سے کئی علماء نے اس کا اردو ترجمہ اور تشریح بھی فرمائی۔

اسی سلسلہ کی یہ اردو شرح شفاء الارواح شرح نور الایضاح بھی ہے جس کو ہمارے نوجوان عزیز عالم مولوی محمد رفیق صاحب سورتی زادہ اللہ علماً وفقہاً نے مرتب فرمائی، موصوف جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے فاضل ہیں اور فاضل گرامی و مفتیٔ شہر مولانا احمد خانپوری زید مجدہ کے خصوصی شاگرد و مسترشد ہیں، فراغت کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ جاری ہے، آپ نے طلباء کے طبائع اور ان کی فہم کی رعایت فرما کر اس اہم کتاب کی عمدہ شرح کی ہے۔ امید ہے کہ یہ شرح طلباء عزیز کے لئے بہترین رفیق ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرما کر اس کے فیض کو عام و تام فرمائے، اور طلباء کو اس سے استفادہ کرنے اور تفقہ پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کسی نے خوب کہا ہے۔

فان فقیھاً واحداً متورعاً   اشد علی الشیطان من الف عابد

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

والسلام۔ احقر عبد اللہ غفر لہ کاپودروی

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

عرضِ مرتب

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حمد و صلوٰۃ کے بعد بندہ محمد رفیق بن عبد الوہاب میمن عرض گذار ہے کہ جامعہ ڈابھیل سے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں فراغت کے بعد سے لے کر تاہنوز الحمد للہ خدا تعالیٰ نے کسی نہ کسی شکل میں مدرسہ کے ساتھ وابستہ رکھا۔ پچھلے دس (۱۰) سالوں سے بندہ نشاط سوسائٹی، سورت کے مدرسہ رحمانیہ میں تدریسی خدمت انجام دے رہا ہے، بندہ کے ذمہ جب پہلی بار نورالایضاح کا سبق سپرد ہوا تو اس وقت دورانِ مطالعہ جن کتابوں کے ذریعہ مواد فراہم ہوتا اس کو کاغذ پر لکھ لیتا تھا تب اسے باقاعدہ شرح کی شکل دینے کا خیال نہیں تھا بلکہ اپنی سہولت پیش نظر تھی، لیکن بعد میں بعض مخلص دوستوں نے اسے دیکھ کر شرح کی شکل دینے پر توجہ دلائی (جن میں میرے ہم سبق و ہم نشین مفتی محمد طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم آگے آگے تھے۔

بندہ نے اپنے ساتھیوں کے مشورہ پر لبیک کہی اور پوری کوشش کی کہ کتاب کی ہر عبارت پوری طرح حل ہو جائے۔ اور طلبہ کے لئے آسانی پیدا ہو جائے۔

پھر اس کے بعد بندہ نے اپنے مخدوم و مربی حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم سے ڈرتے ڈرتے اس کی اشاعت کی بابت مشورہ کیا اور حضرت سے مشورہ کرنے بعد اسے طبع کرانے کی ہمت باندھ لی اور فیصلہ کر لیا۔ بندہ نے اس ہمت کے بعد کتاب کے مواد کو صحیح کرنے اور درستگی کے ساتھ کتابی شکل دینے کے لئے مفتی طاہر صاحب کو آمادہ کیا موصوف نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس کو پورا کیا اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے اور اس خدمت پر انھیں بہترین بدلہ دونوں جہاں میں دے۔

اب کتاب کی تصحیح کے بعد ایک بڑا مرحلہ اس کی کمپیوٹر کتابت کا تھا جس کے لئے مجھے اپنے دیرینہ دوست اور قدیم ہم سبق حافظ مولوی سلمان منیار سورتی سلمہ کی خدمات حاصل کرنا ضروری تھا آنجناب نے پوری خوشی کے ساتھ اس کام میں ہاتھ بٹایا اور انجام تک پہونچایا، باری تعالیٰ ان کو بھی اپنی شایان شان دارین میں بہترین بدلہ اور اجر سے نوازے۔ (آمین)

اپنے قیمتی اوقات میں وقت نکال کر حوصلہ افزا کلمات بابرکات عطا فرمانے پر بندہ اپنے دونوں بزرگوں مخدومی و مطاعی حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب و حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی مدظلہما کا تہہ دل سے شکر گذار ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے کلماتِ دعائیہ میرے لئے سرمایۂ دارین ہیں۔

بندہ نے اپنی اس شرح میں سب سے زیادہ استفادہ عمدۃ الفقہ سے کیا اور اس کے علاوہ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، حاشیہ نور الایضاح وغیرہ سے بھی مدد لی۔ ہر جگہ ان کتب کی طرف رموز کے ذریعہ اشارہ کر دیا ہے یعنی عمدۃ کے لئے (ع) طحطاوی کے

لئے (ط) اور حاشیہ کے لئے (ح) متعین کیا ہے۔ اصل خدمت تو انہی مصنفین اور بزرگوں کی ہے بندہ نے صرف ترتیب کا کام کیا ہے، اور اس کا نام شفاء الارواح رکھا ہے، ناظرین سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی محسوس فرماویں اسے میری کم علمی سمجھ کر اس کی اصلاح فرمائیں اور مجھے مطلع کریں۔ اخیر میں بارگاہ رب ذوالجلال میں دعا گو ہوں کہ اس میں اخلاص وللّٰہیت عطا فرما کر اس کو شرفِ قبول عطا کرے اور میرے لئے نجات اخروی اور رضائے الٰہی کے حصول کا سامان بنائے ''آمین یارب العالمین ''

بندہ محمد رفیق سورتی (میمن) غفرلہ

خادم:- مدرسہ رحمانیہ، نشاط سوسائٹی، سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبادیات

کسی بھی فن یا کتاب کو شروع کرنے سے قبل اس کے مبادیات کا جاننا ضروری ہوتا ہے، تا کہ اس فن یا کتاب سے مناسبت ہو سکے، جیسے خطیب بیان شروع کرنے سے قبل تمہیدی کلمات کہتا ہے تا کہ ماحول بنے۔ انہی مبادیات کو مقدمہ کہا جاتا ہے۔

پہلے زمانہ میں جب کوئی لشکر روانہ ہونا ہوتا تھا تو اس کی روانگی سے قبل ایک مختصر ٹولی اس مقصد سے روانہ کر دی جاتی تھی کہ وہ آگے جا کر لشکر کے قیام وغیرہ اس کی ضروریات و سہولیات کا انتظام کرے۔ اس ٹولی کو "مقدمة الجیش" کہا جاتا تھا۔ تو مقدمۃ الکتاب، کتاب کا وہ ابتدائی حصہ ہوا جو اصل کتاب شروع کرنے سے قبل اس سے روشناس کرنے کے لئے لکھا جائے۔

یہ کتاب فن فقہ کی ہے۔ اور فن فقہ کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کو سمجھنا اہم ہے۔

(۱) **فقہ کی لغوی تعریف:-** فقہ مصدر ہے، باب سمع اور کرم سے آتا ہے۔ سمع سے معنی ہیں کسی چیز کا جاننا اور سمجھنا، کسی چیز کو کھولنا اور واضح کرنا۔ اور کرم سے معنی فقیہ ہونا، علم میں غالب ہونا۔ فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو شریعت کے احکام کو واضح کر دے۔

(۲) **فقہ کی اصطلاحی تعریف:-** تفصیلی دلائل سے احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا۔ اور تفصیلی دلائل چار ہیں ؛(۱) قرآن۔ (۲) حدیث۔ (۳) اجماع۔ (۴) قیاس۔ جن احکام کا تعلق قلب سے ہو ان کو احکام اصلی کہتے ہیں۔ اور جس احکام کا تعلق عمل سے ہو ان کو احکام فرعی کہتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو جاننے کا نام فقہ ہے۔ اور حضرات صوفیاء کے نزدیک علم و عمل کے مجموعہ کے نام فقہ ہے۔

(۳) **فقہ کا موضوع:-** مکلف کا فعل ہے حلال و حرام کے اعتبار سے جس کے احوال سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً اس کا صحیح ہونا نہ ہونا، حلال یا حرام ہونا، حلال یا حرام نہ ہونا۔

(۴) **علم فقہ کی غرض و غایت:-** سعادت دارین ہے۔ دارین سے مراد دنیا و آخرت ہے۔ دنیا کی کامیابی تو یہ ہے کہ فقہ سے احکام شرع کا علم ہو گا تو مامورات پر عمل کیا جائے گا اور منہیات سے اجتناب کیا جائے گا۔ اور آخرت کی کامیابی یہ ہے کہ جنت ملے گی۔

(۵) **تدوین فقہ:-** فقہ کی تعلیم حضرت نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ سے ہی شروع ہو چکی تھی۔ صحابہ حضور اکرم ﷺ سے حاصل کرتے تھے اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ اس میں اپنی امتیازی شان رکھتے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حدیث وفقہ دونوں میں کامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں کثرت سے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے فقہائے صحابہ کہتے تھے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ہم سے مت پوچھو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے کوفہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے شاگرد تھے جن میں علقمہ رحمۃ اللہ علیہ بہت نامور ہوئے۔ انہوں نے کثرت سے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی صحبت اٹھائی ہے کوفہ کے ممتاز علماء میں تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی انہوں نے استفادہ کیا پھر تو صحابہ بھی ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین ہوئے۔ فقہ میں اتنی مہارت تھی کہ فقیہ العراق کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ ان کے زمانہ میں مسائل کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا تھا لیکن یہ مجموعہ غیر مرتب تھا۔ حضرت ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین بنے جو ان کے مجموعہ کے بڑے حافظ تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے آپ کی جگہ پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا۔ اس طرح سے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے علوم سے فقہ حنفی تیار ہوا لیکن مرتب نہ تھا۔ فقہاء رحمۃ اللہ علیھم نے تدوین فقہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ (اَلْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ النَّخْعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَعَجَنَهُ أَبُوْ يُوْسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ فَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُوْنَ مِنْ خُبْزِهِ) یعنی فقہ کا کھیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا (مطلب یہ ہے کہ اجتھاد کا طریقہ ان سے شروع ہوا) اور حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پانی دے کر سیراب کیا (یعنی اس کی توضیح وتشریح کی) اور ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کاٹا (یعنی فوائد متفرقہ کو جمع کیا) اور حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گاہا (یعنی اس کو خوب منقح کیا) اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا آٹا پیسا (یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس کے عرصہ میں اپنے نامور شاگردوں میں سے جو ماھرین فن تھے جن کی تعداد چالیس تھی، مثلاً امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے ساتھ ملکر تقریباً بارہ لاکھ نوے ہزار مسائل کو منقح کرکے ابوابِ فقہ پر مرتب کیا یعنی باب الطھارۃ باب الصلوٰۃ۔ باب الصوم........الخ اسی وجہ سے امام صاحب کو فقہ کے مدون وبانی کہا جاتا ہے۔) اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گوندھا (یعنی امام صاحب کے اصول میں خوب غور کرکے اس سے فروعی مسائل کو مستنبط کیا) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائی اور تمام لوگ کھا رہے ہیں (یعنی انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذھب کو خوب منقح اور مہذب بنا کر پیش کیا اور باقاعدہ اسے کتابی شکل دی۔ یہاں تک کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے نوسو ننانوے دینی کتابیں تصنیف کیں۔) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف حنفی فقہ میں اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن تمام کتابیں استناد کے اعتبار سے مساوی درجہ کی نہیں ہے اس لئے علماء نے ان کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔ پہلی قسم کتب ظاھر الروایۃ کی ہے اور یہ چھ کتابیں ہیں، فقہ حنفی کا اعتبار انہی کتابوں پر ہے۔ (۱) المبسوط۔ (۲) الزیادات۔ (۳) الجامع الصغیر۔ (۴) الجامع الکبیر۔ (۵) السیر الصغیر۔ (۶) السیر الکبیر۔ ان کو اصول بھی کہتے ہیں۔ ان کو ظاہر الروایۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق تواتر مروی ہیں۔ دوسری قسم کتب غیر ظاھر الروایۃ جو امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے میں پہلی قسم کے برابر نہیں وہ یہ ہیں (۱) کیسانیات ۔ (۲) ھارونیات ۔ (۳) جرجانیات ۔ (۴) الرقیات ۔ (۵) زیادۃ الزیادات ۔ ان کو نوادر بھی کہتے ہیں۔

(۶) علم فقہ کی فضیلت:- علم فقہ، تفسیر و حدیث اور عقائد کے بعد جملہ علوم سے افضل ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً (الآیۃ)"، مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت کی تفسیر علم شرائع سے کی ہے۔ اور علم شرائع علم فقہ بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ {من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ۔} {فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ۔}

......فقہ کے چار بڑے امام......

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سن ہجری ۸۰ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو حنیفہ ہے۔ نام نعمان بن ثابت ہے۔ جہاں آپ بڑے عالم زاہد فقیہ تھے وہیں آپ تاجر بھی تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو شریکِ تجارت بنا رکھا تھا۔ اسی لئے آپ کا آنا بازار میں صرف اس قدر تھا کہ منڈی کی رفتار و احوال کا پتہ چلتا رہے۔ اور آپ سال بھر کا نفع مشائخ و محدثین کی ضروریات میں صرف کر دیتے۔ خلیفہ منصور نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عھدہ پیش کیا آپ نے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ سے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور سختی کی گئی۔ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے ایک مرتبہ سو کوڑے بھی لگائے گئے۔ اور ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ آپ کے منھ میں زبردستی زہر ڈال دیا گیا اور بعض کتابوں میں ہے کہ بے خبری میں زہر پلا دیا گیا۔ جب آپ کو موت کا احساس ہوا تو آپ سجدہ میں چلے گئے اور اس حالت میں شھید ہو گئے۔ الغرض آپ کا انتقال ستر برس کی عمر میں سن ھجری ۱۵۰ میں ہوا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مالک ہے۔ والد کا نام انس، کنیت ابو عبد اللہ، لقب امام دار الھجرۃ۔ اصل وطن آباء و اجداد کا یمن تھا۔ سب سے پہلے آپ کے دادا مدینہ منورہ آئے۔ آپ کی پیدائش سن ہجری ۹۳ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ نو سو سے زائد شیوخ سے علم حاصل کیا۔ حافظہ اعلیٰ درجہ کا تھا۔ آپ کی مشہور تالیف مؤطا ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ایک فتوے کی وجہ سے جو بادشاہ وقت کے مطابق نہ تھا سن ھجری ۱۴۱ میں ۷۰ کوڑے مارے گئے۔ ربیع الاول کے مہینہ میں سن ھجری ۱۷۹ میں وصال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد بن ادریس ہے۔ کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ شافعی کے نام سے مشہور ہوئے۔ شافعی نام ان کے جد اعلیٰ کا ہے۔ آپ کی پیدائش سن ھجری ۱۵۰ میں مقام غزّہ بعض نے کہا ہے منیٰ میں ہوئی۔ سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ دس برس کی عمر میں

موطا امام مالک کو یاد کر لیا۔ پندرہ برس کی عمر میں مشہور علماء اور مشائخ سے فتویٰ نویسی کی اجازت حاصل ہو گئی آپ کی وفات رجب سن ھجری ۲۰۴ میں جمعہ کے دن مصر میں ہوئی۔ ۵۴ سال کی عمر پائی۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

نام احمد بن حنبل، کنیت ابو عبد اللہ، خالص عربی النسل ہیں۔ سن ھجری ۱۶۴ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ بغداد کے علماء و مشائخ سے علم حاصل کیا۔ ۱۲ ربیع الاول سن ھجری ۲۴۱ کو وفات پائی۔ آپ نے ۷۷ سال کی عمر پائی ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

شیخ حسن بن عمار بن علی اور کنیت ابو الاخلاص ہے۔ مصر کے ایک شہر شر نبلولہ کے باشندے تھے۔ جس کی طرف خلافِ قیاس منسوب کر کے آپ کو شر نبلالی کہا جاتا ہے۔ سن ھجری ۹۹۴ میں ولادت ہوئی۔ جامعۃ ازھر میں تعلیم پائی۔ آپ زمانہ کے ممتاز فقہاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ دور دور تک آپ کی شہرت تھی۔ آپ کثیر التصنیف مصنف ہیں۔ خود آپ نے اپنی کتاب نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح لکھی ہے۔ جس پر احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی کا حاشیہ ہے۔ سن ھجری ۱۰۶۹ میں وفات پائی۔

فقہ کی اصطلاحات

فرض:۔ جو بات قرآن و حدیث دونوں سے یا صرف قرآن سے یا بے شمار حدیثوں سے ثابت ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو وہ فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔ فرض کی دو قسمیں ہیں : (۱) فرض عین۔ (۲) فرض کفایۃ۔

(۱) فرض عین: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

(۲) فرض کفایۃ: وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری تو ہو لیکن اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو عام لوگ گناہ سے بچ جائیں گے۔

سنت:۔ وہ فعل جس کو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سنت مؤکدہ۔ (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

(۱) سنت مؤکدہ :۔ سنت مؤکدہ وہ عمل جس کو نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر اس کو کبھی نہ چھوڑا ہو۔ سنت مؤکدہ کو بلا عذر چھوڑنے والا گنہگار اور قابل ملامت ہے۔

(۲) سنت غیر مؤکدہ:۔ وہ عمل جسے نبی اکرم ﷺ نے کیا ہو اور کبھی بلا عذر چھوڑ دیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور چھوڑنے والا گنہگار نہیں ہوتا۔

واجب:- وہ حکم ہے جو جو دلیل ظنی سے ثابت ہو (یعنی حدیث آحاد اور مجتھد کے قیاس سے ثابت ہو) اس کا درجہ فرض کے برابر ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ فاسق ہے۔

مستحب:- وہ کام جس کو نبی اکرم ﷺ نے کبھی کبھی کیا ہو اس کے کرنے میں ثواب ہو گا لیکن نہ کرنے میں کوئی گناہ بھی نہیں۔ اس کو نفل، مندوب، تطوع اور سنن زوائد بھی کہتے ہیں۔

حرام:- جن چیزوں سے بچنے کی قرآن اور حدیث میں تاکید کی گئی ہو وہ حرام ہے۔ اگر کوئی حرام کو حرام نہ سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر حرام سمجھتا ہے لیکن اس سے بچتا نہیں ہے تو وہ فاسق ہے۔ مثلاً شراب کا پینا، جوا کھیلنا، سود لینا دینا، جھوٹ بولنا، نماز و دیگر فرائض چھوڑنا وغیرہ۔

مکروہ:- اس کی دو قسمیں ہیں۔ **(۱)** مکروہ تحریمی۔ **(۲)** مکروہ تنزیہی۔

(۱) مکروہ تحریمی:- جس کی چیز کی حرمت غیر متواتر یا غیر مشہور روایات سے ثابت ہو (یعنی دلیل ظنی سے) اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ یہ حرام سے قریب تر ہے اس لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔

(۲) مکروہ تنزیہی:- اگر ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا کرنے سے بہتر ہے۔

(مقدمة الكتاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو بسملہ سے شروع کیا(۱) کلام اللہ کا اتباع کرتے ہوئے۔(۲) حدیث کا اتباع کرتے ہوئے۔ (۳) اکابرین و صلحاء کا اتباع کرتے ہوئے۔(۴) برکت کے لئے۔

الرحمٰن الرحیم حمد و ثناء کے لئے ہے۔ حرف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے قَطَعَ۔ کاٹا، قطّع خوب اچھی طرح کاٹا۔ رحمٰن میں پانچ حرف ہیں اور رحیم میں چار حرف ہیں۔ اس لئے رحمٰن کے معنی میں زیادتی ہے یعنی مہربانی عام ہے چاہے وہ کافر ہو یا مؤمن ہو سب پر رحم آتا ہے۔ الرحیم خاص ہے۔ اس کا تعلق آخرت سے ہے یعنی اس وقت صرف مؤمنین پر رحم ہو گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ صَحَابَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو نبیوں کے آخری ہیں اور آپ کی پاک اولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

تشریح:- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ حمد کے لغوی معنی تعریف کرنا۔ خوبیاں بیان کرنا۔ اصطلاح میں حمد نام ہے زبان سے کسی کی تعریف کرنا خواہ اس نے اس کے ساتھ احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اللہ نام ہے اس ذات کا جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے۔ ربّ اس کی اصل رابب ہے۔ الف کو حذف کر کے باء کا باء میں ادغام کر دیا گیا۔ ربّ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں پالنے والا۔ عالمین عالم کی جمع ہے اس کا معنی ماسوی اللہ ساری مخلوق۔

والصلوٰۃ:- لفظ صلوۃ کا استعمال چار طریقوں پر ہوتا ہے۔ اگر صلوٰۃ کی اضافت اللہ کی طرف ہو تو اس وقت رحمتِ کاملہ کے معنی ہوں گے۔ اور اگر ملائکۃ کی طرف ہو تو استغفار کے معنی اور مؤمنین کی طرف ہو تو دعاء کے معنی اور غیر ذوی العقول کی طرف ہو تو تسبیح کے معنی۔

والسلام:- اس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ یعنی ہر مکروہ سے سلامت ہو۔

سیدنا:- اس کے معنی سردار کے ہیں۔ یہ لفظ حضور اکرم ﷺ نے اپنے لئے اور اپنے علاوہ کے لئے بھی استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا أنا سید ولد آدم و لا فخر ۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا قوموا لسیّد کم ۔۔۔الخ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ لہٰذا سید کا لفظ ہر بڑے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ رتبہ کے اعتبار سے بڑا ہو یا بزرگی کے اعتبار سے بڑا ہو۔

محمد:- مصنف رحمۃ اللہ علیہ دوسرے ناموں کو چھوڑ کر اس جگہ لفظ محمد لائے تاکہ قرآن کریم کا اتباع ہو جائے کلام اللہ کے مطابق ہو جائے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ محمد رسول اللہ۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی ہے۔ جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا۔ یہ اسم مفعول ہے مطلب یہ ہوا کہ جس کے اندر کثرت سے اچھے اوصاف ہوں۔

خاتم:- اسم فاعل ہے (ض) سے جمع خواتم معنی ختم کرنے والا۔ یہ بھی آپ ﷺ کے کمالات میں سے ہے حضور اکرم ﷺ کی یہ صفت ساری صفات پر بھاری ہے کہ آپ ﷺ کو ایسی کتاب اور شریعت دی گئی کہ جس کے بعد اب کسی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

النبیین:- نبیؑ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والے۔ خبر دینے والے۔

نبی اور رسول میں فرق ہے یا پھر اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ (۲) بعض فرماتے ہیں کہ دونوں میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ رسول اس کو کہتے ہیں جس کو نئی شریعت نئی کتاب دی گئی ہو۔ اور نبی وہ ہے جس کو نئی شریعت اور نئی کتاب نہ دی گئی ہو بلکہ وہ پہلی شریعت ہی کی تبلیغ کرے۔

اٰلہ:- اٰل سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد ہیں۔ اور بعض کے نزدیک ہر مؤمن متقی آپ کی اٰل میں ہے۔ یہاں پر اٰل سے مراد تمام مسلمان ہیں اس لئے کہ یہ مقام دعاء کا ہے۔

الطاہرین:- اشارہ کر دیا کہ آپ ﷺ کی اٰل وہی جماعت ہوگی جو شکوک وشبہات سے پاک ہو۔

صحابتہ:- صاحب کی جمع ہے لغوی معنی ساتھی کے ہیں۔ اصطلاح میں آپ ﷺ کے اصحاب کو کہا جاتا ہے۔

صحابی کی تعریف:- جس نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر خاتمہ ہوا ہو۔

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ الٰى مَوْلَاهُ الْغَنِيِّ اَبُو الْاِخْلَاصِ حَسَن الْوَفَائِى الشُّرُنْبُلَالِيُّ الْحَنَفِيُّ اِنَّهُ اِلْتَمَسَ مِنِّي بَعْضُ الْاَخِلَّاءِ (عَامَلَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاهُمْ بِلُطْفِهِ الْخَفِيِّ) اَنْ اَعْمَلَ مُقَدِّمَةً فِي الْعِبَادَاتِ تُقَرِّبُ عَلَى الْمُبْتَدِئِ مَا تَشَتَّتَ مِنَ الْمَسَائِلِ فِي الْمُطَوَّلَاتِ فَاسْتَعَنْتُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَ اَجَبْتُهٗ طَالِباً لِلثَّوَابِ وَلَا اَذْكُرُ اِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِهٖ اَهْلُ التَّرْجِيْحِ مِنْ غَيْرِ اِطْنَابٍ (وَسَمَّيْتُهٗ) نُوْرَ الْاِيْضَاحِ وَنَجَاةَ الْاَرْوَاحِ وَاللّٰهَ اَسْأَلُ اَنْ يَّنْفَعَ بِهٖ عِبَادَهٗ وَيُدِيْمَ بِهِ الْاِفَادَةَ۔

تشریح:- قال العبد الفقیر عرض کرتا ہے بندہ جو محتاج ہے اپنے مولیٰ بے نیاز کا ابو الاخلاص حسن شرنبلالی حنفی مصری کہ فرمائش کی مجھ سے کچھ دوستوں نے (معاملہ کرے اللہ میرے ساتھ اور ان کے ساتھ اپنی پوشیدہ مہربانیوں کا) یہ کہ میں لکھوں چھوٹا رسالہ عبادات میں، جو قریب کر دے مبتدی پر ان مسائل کو جو پھیلے ہوئے ہیں بڑی بڑی کتابوں میں۔

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ وجہ تصنیف بیان کرتے ہیں کہ دوستوں کی خواہش پر اس کتاب کی تصنیف ہوئی۔

فاستعنت:- پس میں نے مدد طلب کی اللہ تعالیٰ سے اور میں نے قبول کر لیا دوستوں کی فرمائش کو ثواب کو طلب کرتے ہوئے۔ اور نہیں بیان کروں گا میں مگر اسی بات کو کہ یقینی فیصلہ کیا ہے اس کے صحیح ہونے کا اہل ترجیح نے بغیر طول کے۔ اور میں نے اس کا نام رکھا"نور الایضاح و نجاۃ الارواح"۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ نفع پہنچائے اس کتاب سے اپنے بندوں کو اور ہمیشہ رکھے اس سے فائدہ پہنچانے کو۔

اس میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مدد طلب کرنے کے بعد ایک بات کو خاص طور پر ذکر کیا وہ یہ ہے کہ اس کتاب کے اندر انہی مسائل کو اور انہی اقوال کو ذکر کیا جائے گا جس کو اہل ترجیح نے اختیار کیا ہے۔ اہل ترجیح فقہاء کے سات طبقوں میں پانچواں طبقہ ہے۔ فن فقہ کے ماہرین کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع:- ایسا فقیہ جو بلا تقلید کے محض قرآن پاک اور احادیث مقدسہ اور اجماع کی روشنی میں قواعد کو خود مرتب کرے اور فروعی احکام کو ان کے ذریعہ مستنبط کرے۔ جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۔

(۲) مجتہد فی المذہب:- ایسا فقیہ جس نے کسی مجتہد فی الشرع کے اصول کو لیکر احکام کا استنباط کیا ہو۔ جیسے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ ۔ (اصول و قواعد میں ان کا امام صاحب سے اختلاف نہیں رہتا لیکن فروعی احکام میں خود مجتہد ہیں اس لئے ان میں اختلاف ہوا ہے۔)

(۳) مجتہد فی المسائل:- ایسا فقیہ جو اپنے امام کے اصول کو لیکر صرف ایسے مسائل کا استنباط کرے جن کے متعلق کوئی روایت ان سے ثابت نہ ہو۔ یہ حضرات کسی ایسے مسئلہ میں جس میں امام سے کوئی روایت ہو مخالفت نہیں کرتے۔ مثلا امام طحاوی کرخی، شمس الائمۃ سرخسی، شمس الائمۃ حلوانی، فخر الاسلام بزدوی، قاضی خان رحمھم اللہ۔

(۴) اصحاب تخریج:- ایسا فقیہ جو قول مہمل اور قول محتمل کی تعیین پر قدرت رکھے۔ جیسے ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ اجتھاد پر قدرت نہیں رکھتے

(۵) اصحاب ترجیح:- یہ وہ حضرات ہیں جو امام صاحب سے منقول دو روایتوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتے ہیں جیسے امام ابو الحسن قدوری رحمۃ اللہ علیہ ، صاحب ھدایۃ رحمۃ اللہ علیہ ، صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ ۔

(۶) مفتی:- یہ وہ حضرات ہیں جو قوی اور ضعیف ، راجح اور مرجوح کے درمیان فرق کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں جیسے صاحب کنز ، صاحب نور الایضاح ۔

(۷) مقلدین محض: یہ حضرات نہ اجتھاد پر قادر ہیں نہ اچھے برے میں تمیز کر سکتے ہیں بلکہ ہر حکم میں فقہاء کا اتباع کرتے ہیں۔

(کتاب الطھارۃ)

(یہ کتاب پاکی کے احکام کے بیان میں ہے)

فقہاءاور محدثین کے یہاں ایک طریقہ رہاہے کہ جب وہ کوئی کتاب لکھتے ہیں تو وہ عنوان کے طور پر چند چیزوں کو ذکر کرتے ہیں۔ کتاب۔ باب۔ فصل۔ جہاں لفظ کتاب کو ذکر کرتے ہیں وہاں جنسِ مسائل کو ملحوظ رکھتے ہیں، مثال کے طور پر پاکی کے احکام ایک جنس، صلوۃ کے احکام ایک الگ جنس، اور زکوۃ، روزہ وغیرہ الگ الگ جنس ہیں اور جہاں باب استعمال کرتے ہیں وہاں انواع مسائل کو ملحوظ رکھتے ہیں، مثلاً وضو کے مسائل تیمم کے مسائل وغیرہ اور جہاں لفظ فصل استعمال کرتے ہیں وہاں اپنے ماقبل کے مسائل سے جدائی کو ملحوظ رکھتے ہیں، یعنی بعض جزئیات کو ماقبل سے الگ کرکے بیان کرتے ہیں، مثلاً وضو کے بیان میں فرائض وضو کو سنن وضو سے فصل کے ذریعہ الگ کردیتے ہیں۔

اب اس جملہ یعنی کتاب الطھارۃ میں تین باتیں ہیں

(۱) ترکیب نحوی (۲) لفظ کتاب کا مطلب (۳) لفظ طھارۃ کا مطلب

(الف) ترکیب نحوی میں تین احتمال ہیں

(۱) یہ مبتدا محذوف ھٰذا کی خبر ہو یعنی ھٰذا کتابُ الطھارۃِ۔

(۲) یہ مبتدا ہو اور اس کی خبر ھٰذا کو محذوف مانیں یعنی کتابُ الطھارۃِ ھٰذا

(۳) اس کو مفعول مانیں ایک فعل محذوف کا یعنی اقرأ کتابَ الطھارۃِ

(ب) لفظ کتاب کی وضاحت

کتاب کے لغوی معنٰی جمع کرنا جیسے کہا جاتا ہے کَتَبْتُ الشَّیْئَ اَیْ جَمَعْتُہٗ پس کتاب الطھارۃ بمعنٰی جَمْعُ مَسَائِلِ الطَّھَارَۃِ ہے اور یہاں جمع بمعنٰی مجموع ہے۔

اور اصطلاح میں کتاب مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جس کو مستقل مان لیا گیا ہو، خواہ وہ مختلف انواع کو شامل ہو جیسے کتاب الطھارۃ کہ اسمیں طھارتِ وضوءاور طھارتِ غسل اور طھارۃ بالماءاور طھارۃ بالتراب یعنی پاکی کی تمام انواع اس میں داخل ہیں۔ یا مختلف انواع کو شامل نہ ہو جیسے کتاب اللقطہ، کتاب الآبق، کتاب المفقود کہ اس کے تحت نہ کوئی باب ہے اور نہ کوئی فصل

(ج) لفظ طھارۃ کی وضاحت

طھارۃ مصدر ہے باب نصر اور کرم سے آتا ہے جس کے لغوی معنی صفائی اور پاکیزگی کے ہیں اور اصطلاح میں طھارۃ حدث اور نجاست سے پاکی کا نام ہے کتاب الطھارۃ اضافت بمعنٰی لام ہے اور لام کے بعد دو مضاف محذوف ہیں پوری عبارت اس طرح ہو گی۔ ھٰذا کتاب لبیان احکام الطھارۃ (یہ کتاب پاکی کے احکام کے بیان میں ہے)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو کتاب الطھارۃ سے شروع کیا حالانکہ مقدمہ میں کہا تھا کہ یہ رسالہ عبادات کے بیان میں لکھا گیا ہے اس لئے کسی عبادت سے شروع کرنا چاہیے تھا، مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم اس کے بجائے کتاب الطھارۃ سے شروع کیا اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے، اس کے بغیر نماز تک رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے پہلے طہارت کو ذکر کریں گے اس کے بعد عبادات میں سے نماز کو ذکر کریں گے۔ اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے تو اب یہ بتلا دینا ضروری تھا کہ کن کن چیزوں سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان چیزوں کو ذکر کرتے ہیں جن سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

المیاہ التی یجوز التطھیر بھا سبعۃ میاہ۔

ترجمہ۔ وہ پانی کہ صحیح ہوتا ہے پاکی حاصل کرنا ان سے، سات قسم کے پانی ہیں۔

تشریح۔ المیاہ، یہ ماء کی جمع ہے جس کے معنٰی پانی ہے۔ پانی ایک لطیف اور بہنے والا جسم ہے جس سے ہر چیز کی زندگی ہے

ماء السماء وماء البحر وماء النھر وماء البئر وماء ذاب من الثلج والبرد وماء العین۔

ترجمہ۔ آسمان کا پانی، اور سمندر کا پانی، اور نہر کا پانی، اور کنویں کا پانی، اور وہ پانی جو پگھلا ہو برف اور اولے سے، اور چشمے کا پانی۔

تشریح۔ ماء السماء آسمان کا پانی یعنی بادل کا پانی جس کو بارش کہتے ہیں یہاں سحاب (بادل) کو "سماء (آسمان) سے تعبیر کیا، اس لئے کہ ہر وہ شئی جو اوپر ہو اور سایہ کرے اس کو بھی مجازاً سماء کہتے ہیں، چونکہ سحاب اوپر ہے اور سایہ کرتا ہے اس لئے اس کو سماء سے تعبیر کر دیا، جیسے کہ گھر کی چھت کو اوپر ہونے کی وجہ سے سماء کہہ دیتے ہیں۔

وماءُ البحرِ۔ بحر کثیر پانی کو کہتے ہیں، میٹھا ہو یا کھارا، لیکن اکثر کھارے کثیر پانی پر بحر کا اطلاق ہوتا ہی۔۔ ماء البحر کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے سمندر کا پانی چونکہ کڑوا ہوتا ہے اور اس میں ایک قسم کی بو ہوتی ہے تو اس سے شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید اس سے طھارۃ حاصل کرنا جائز نہ ہو جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ شبہ پیش آیا تو انھوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ھو الطھور ماءہ۔

وماء النھر۔ دریا کی شاخ یا بڑی نالی جو آب پاشی کے لئے کھودی جائے، اسے نہر کہتے ہیں۔

وماء ذاب۔ جو پانی برف یا اولے سے پگھل کر نکلا ہو اس پانی سے طہارت حاصل کرنا صحیح ہے، یہاں پر الثلج اور البرد کی قید لگائی، اس لئے کہ جو پانی نمک سے پگھل کر نکلا ہو اس سے وضو صحیح نہیں ہے۔

ثم المیاہ علی خمسۃ اقسام، طاھر مطھر غیر مکروہ وھو الماء المطلق۔

ترجمہ۔ **پھر پانی پانچ قسموں پر ہے، پاک ہو پاک کرنے والا ہو مکروہ نہ ہو اور وہ ماء مطلق ہے۔**

تشریح۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ پانی کی اوصاف کے اعتبار سے پانچ قسمیں بیان کرتے ہیں، اور پانی کے اوصاف اس کا پاک ہونا یا ناپاک ہونا یا مکروہ ہونا ہے۔ تو پانی کی طہارت و نجاست و کراہت کے لحاظ سے پانچ قسمیں ہیں

(۱) ماءِ مطلق وہ پانی ہے جو اپنی اصلی خلقت پر ہو کہ جب محض پانی بولا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہو۔ جیسے بارش چشموں و دریاؤں اور کنوئوں وغیرہ کا پانی، یہ پانی اپنی ذات میں پاک ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی دونوں کو دور کر سکتا ہے، یعنی اس سے وضو اور غسل کرنا اور بدن و کپڑے کو حقیقی نجاست سے پاک کرنا درست ہے، اور اس کا استعمال مکروہ بھی نہیں۔

وطاھر مطھر مکروہ وھو ما شرب منه الھرۃ ونحوھا وکان قلیلاً۔

ترجمہ۔ **اور پاک ہو پاک کرنے والا ہو مکروہ ہو اور وہ ایسا پانی ہے کہ پی لیا ہو اس میں سے بلی اور اس جیسے جانور نے جب کہ پانی تھوڑا ہو۔**

تشریح۔ دوسری قسم پانی کی اوصاف کے اعتبار سے، مائِ مکروہ ہے، ماء مکروہ وہ پانی ہے جس میں سے بلی نے پی لیا ہو یہ پانی پاک ہے پاک کرنے والا بھی ہے لیکن اس سے طہارت حاصل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ ماءمطلق موجود ہو اگر ماءِ مطلق نہ ہو تو پھر بلی کے جھوٹے سے پاکی حاصل کرنا مکروہ نہیں ہے یہ حکم گھریلو بلی کا ہے اگر جنگلی بلی ہو تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے۔

ونحوھا۔ بلی جیسے جانور سے مراد مرغی، شکاری پرندے باز، شاہین سانپ چوہا وغیرہ ہیں، ان کے جھوٹے پانی سے وضو اور غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور وہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی مکڑی مچھر وغیرہ ان کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے بلکہ ان کے مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

وکان قلیلاً۔ یعنی بلی اور بلی جیسے جانور کے پانی میں منھ ڈال دینے سے وضو اور غسل کرنا اس وقت مکروہ تنزیہی ہے جبکہ وہ پانی تھوڑا ہو، لہٰذا اگر وہ پانی کثیر ہو تو اب کراہت باقی نہیں رہے گی۔

وطاھر غیر مطھر وھو ما استعمل لرفع حدث او لقربۃ کالوضوء علی الوضوء بنیته

ترجمہ۔ اور پاک ہو پاک کرنے والا نہ ہو اور وہ ایسا پانی ہے جس کو استعمال کیا گیا ہو حدث کے دور کرنے کے لئے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے جیسے وضو پر وضو کرنا وضو کی نیت سے۔

تشریح۔ تیسری قسم پانی کی اوصاف کے اعتبار سے غیر مطہر پانی ہے، اور وہ ایسا پانی ہے جس سے محدث نے وضو کیا ہو اگرچہ اس نے وضو کی نیت نہ کی ہو، اسی طرح وہ پانی ہے جس سے غیر محدث (باوضو آدمی) نے ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کیا ہو، اس کو مستعمل پانی کہتے ہیں یہ پانی پاک ہے مگر اس کے اندر دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رہی یعنی اس سے وضو اور غسل جائز نہیں، البتہ بدن یا کپڑے پر نجاستِ حقیقی لگی ہو تو اس سے پاک کرنا درست ہے۔ یہاں پر ایک قید لگائی ہے، لقربۃٍ کی۔ لہٰذا اگر وضو پر وضو کیا اور اس میں قربت کی نیت نہیں کی، تو اب یہ پانی مطھر رہے گا اور اس کو اسراف کہا جائے گا۔ یہاں پر ایک اور قید ہونی چاہئے اور وہ ہے باختلاف المجلس، یعنی وضو پر وضو کیا ہو قربت کی نیت سے دوسری مجلس میں لہٰذا اگر وضو پر وضو کیا قربت کی نیت سے ایک ہی مجلس میں تو بھی پانی مستعمل نہیں کہلائے گا اور وہ پانی مطھر رہے گا اور اس طرح وضو پر وضو کرنا مکروہ ہے (ح)

ویصیر الماء مستعملاً بمجرد انفصالہ عن الجسد۔

ترجمہ۔ اور ہو جاتا ہے پانی مستعمل محض بدن سے جدا ہونے سے۔

تشریح۔ یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ پانی مستعمل کب ہو گا، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ پانی اس وقت مستعمل کہلائے گا جبکہ بدن سے جدا ہو کر کسی جگہ ٹھہر جائے مثلاً زمین یا ہتھیلی یا کپڑے میں ٹھہر جائے اور حرکت بند ہو جائے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے (جو متن میں ہے) کہ پانی جیسے ہی بدن سے جدا ہو گا وہ مستعمل ہو جائے گا۔ اگرچہ کسی جگہ قرار نہ پکڑے (م)

اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہو گا جبکہ ایک شخص ایک عضو کو دھو رہا تھا اور اس عضو سے پانی بہہ کر دوسرے عضو پر گر گیا جس سے وہ عضو بھی دھل گیا تو پہلے قول کی بنا پر اس دوسرے عضو کو دوبارہ دھونا فرض نہیں اس لئے کہ یہ پانی مستعمل نہیں تھا اور دوسرے قول کی بنا پر اس دوسرے عضو کو دوبارہ دھونا پڑے گا اس لئے کہ یہ پانی مستعمل تھا (ح)۔

ولا یجوز بماء شجرٍ وثمرٍ ولو خرج بنفسہ من غیر عصرٍ فی الاظھر۔

ترجمہ۔ اور نہیں جائز ہے وضو کرنا درخت اور پھل کے پانی سے اگرچہ نکلا ہو خود ہی بغیر نچوڑے ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ماءِ مقید کا حکم بیان کرتے ہیں یعنی وہ پانی جو اپنی اصلی طبیعت پر نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسی چیز مل چکی ہو کہ وہ پانی اسی کے ساتھ موسوم ہو اسی لئے درخت سے نکلے ہوئے پانی کو، پانی نہیں کہتے بلکہ عرق اور رس کہتے ہیں اسی طرح پھل سے نکلے ہوئے پانی کو، پانی نہیں کہتے بلکہ تربوز کا پانی انگور کا پانی کہتے ہیں، ایسے پانی سے ظاہر روایت کے مطابق وضو جائز نہیں

ہے، یہاں فی الاظہر کہہ کر اشارہ کر دیا کہ اس کے خلاف بھی ایک قول ہے اور وہ صاحب ھدایہ اور زیلعی کا ہے کہ اگر پانی درخت سے خود ہی بغیر نچوڑے قطرہ قطرہ ٹپکے تو اس سے وضو جائز ہے، لیکن یہ قول درست اور قابل عمل نہیں ہے۔

ولا بمآء زال طبعه بالطبخ او بغلبة غيره عليه۔

ترجمہ۔ اور نہ ایسے پانی سے کہ زائل ہو گئی ہو اس کی طبیعت اصلیہ پکانے کی وجہ سے یا کسی دوسری چیز کے غالب آجانے کی وجہ سے اس پر۔

تشریح۔ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:۔

(۱) اگر پانی میں کوئی ایسی پاک چیز ڈال کر پکائی گئی ہے۔ جس سے میل صاف کرنا مقصود نہیں ہے جیسے چنے اور مسور کو پانی میں ڈال کر پکایا گیا تو اب اس سے وضو اور غسل جائز نہیں خواہ اس پانی میں رقت اور سیلان باقی رہے یا نہ رہے کیونکہ اس طرح مل جانے سے اس پر سے پانی کا نام جاتا رہا اور وہ پانی مقید ہو گیا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود ہے جیسے بیری کے پتے، تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے لیکن اگر اس پانی میں رقت اور سیلان باقی نہ رہے تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں، اسی طرح جب پانی میں کوئی دوسری چیز ڈالی گئی اور اس چیز کے غالب آجانے کی وجہ سے پانی کی طبیعت اصلیہ زائل ہو گئی اس سے بھی وضو کرنا جائز نہیں، اب یہ غلبہ کا حکم کب لگایا جائے گا تو چونکہ پانی میں ملنے والی چیزیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی جامد ہوتی ہے کبھی بہنے والی اس لئے غلبہ کا حکم بھی مختلف ہو گیا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ والغلبة سے غلبہ کی چار صورتیں بیان کرتے ہیں۔

والغلبة فی مخالطة الجامدات باخراج الماء عن رقته وسیلانه ولا یضر تغیر اوصافه کلها بجامد کزعفران وفاکهة وورق شجر

ترجمہ۔ اور غلبہ منجمد چیزوں کے ملنے میں پانی کا نکل جانا ہے اس کے پتلے پن اور بہنے سے اور نہیں نقصان دیتا ہے اس کے تمام اوصاف کا بدل جانا جامد کے سبب سے جیسے زعفران اور پھل اور درخت کا پتہ۔

تشریح۔(۱) اگر پانی میں جمی ہوئی چیز مل گئی جیسے زعفران یا پھل یا درخت کے پتے تو اب دیکھا جائے گا کہ ان چیزوں کے ملنے سے پانی کی جو طبیعت ہے، رقیق ہونا، یعنی اگر کپڑے میں ڈال کر چھانا جائے تو اس میں سے نکلے، اور بہنا یہ ہے کہ اگر اس کو کسی عضو پر ڈالا جائے تو بہہ سکے، اگر یہ رقت اور سیلان ختم ہو جائے تو دوسری شی کا غلبہ کہلائے گا اور اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہو گا، اور اگر منجمد شی کے ملنے کی صورت میں پانی کی طبیعت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ رقت و سیلان علیٰ حالہ باقی ہے تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے اگر چہ پانی کے اوصاف (رنگ، بو، مزہ،) بدل گئے ہوں۔

والغلبة فی المائعات بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط کاللبن له اللون والطعم ولا رائحة له۔

ترجمہ۔ اور غلبہ بہنے والی چیزوں میں ،ایک وصف کے ظاہر ہونے سے ہے، اس بہنے والی چیز میں جس کے دو(۲) وصف ہوں فقط، جیسے دودھ، اس کا رنگ اور مزہ ہے اور اس کی بو نہیں ہے۔

تشریح۔(۲)اور اگر پانی میں ملنے والی چیز جمی ہوئی نہیں ہے بلکہ بہنے والی ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ بہنے والی شی جو پانی میں ملی ہے، وہ تین اوصاف میں سے کتنے وصف والی ہے اگر دو وصف والی ہے جیسے کہ دودھ، اس میں دو وصف ہیں (۱) رنگ، یعنی اس کا سفید ہونا (۲) مزہ، اس میں تیسرا وصف، بو، نہیں ہے، لہٰذا اگر ان دو وصفوں میں سے ایک وصف پانی کے اندر سرایت کر جائے، تو اس کو اصلی پانی پر دوسری شی کا غالب آنا کہیں گے اور اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے

وبظهور وصفين من مائع له ثلاثة كالخل۔

ترجمہ۔ اور دو وصف کے ظاہر ہونے سے اس بہنے والی چیز میں جس کے تین وصف ہوں۔ جیسے سرکہ

تشریح۔(۳) اور اگر وہ بہنے والی شی جو پانی میں ملی ہے اس کے تین وصف ہوں، مثلاً سرکہ، اس میں تین وصف ہیں۔ رنگ، بو، مزہ، تو ان تین وصفوں میں سے دو وصف پانی میں سرایت کر جائیں اب اس کو اصلی پانی پر دوسری شے کا غالب آنا کہیں گے اور اس سے وضو وغسل جائز نہیں ہو گا۔ اگر کوئی ایک ہی وصف بدلا ہو تو وضو غسل جائز ہو گا۔

والغلبة فی المائع الذی لا وصف له کالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحة تكون بالوزن فان اختلط رطلان من الماء المستعمل برطل من المطلق لا یجوز به الوضوء وبعكسه جاز۔

ترجمہ۔ اور غلبہ (کا اعتبار) اس بہنے والی چیز میں جسکا کوئی وصف نہو جیسے استعمال کیا ہوا پانی اور گلاب کا پانی کہ ختم ہوگئی ہو اس کی خوشبو، ہو گا وزن سے، پس اگر مل گئے دو رطل استعمال کئے ہوئے پانی کے، مطلق پانی کے ایک رطل میں، نہیں جائز ہو گا اس سے وضو اور اس کے عکس کی صورت میں جائز ہے۔

تشریح۔(۴)اور اگر پانی میں ایسی بہنے والی شی مل گئی جس کے اندر کوئی وصف نہیں ہے جیسے ماء مستعمل، اسی طرح وہ عرق گلاب جس کی خوشبو ختم ہو گئی ہو کہ اس میں بھی اب کوئی وصف باقی نہیں رہا، تو ماء مستعمل یا عرق گلاب اگر مطلق پانی میں مل جائے تو اب غلبہ کا اعتبار وزن سے ہو گا یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ کیا زیادہ ہے؟ اگر ماء مستعمل یا عرقِ گلاب دو رطل ہے اور ماء مطلق ایک رطل ہے تو اس کو دوسری شی کا غالب آنا کہیں گے اور اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ اور اس کے عکس کی صورت میں جائز ہے یعنی ماء مطلق دو رطل ہو اور مستعمل پانی یا عرقِ گلاب ایک رطل ہو تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔ رطل، پرانا وزن ہے جو ۴۰۷ گرام کا ہوتا ہے۔

والرابع ماء نجس وهو الذى حلت فيه نجاسة وكان راكداً قليلاً والقليل مادون عشر فى عشرٍ فينجس وان لم يظهر اثرها فيه اوجارياً وظهر فيه اثرها والاثر طعم اولون اوريح۔

ترجمہ۔ اور چوتھا ناپاک پانی ہے، اور یہ وہ پانی ہے کہ گر گئی ہو اس میں نجاست، اور ہو وہ پانی ٹھیرا ہوا تھوڑا، اور قلیل وہ پانی ہے جو دہ در دہ(۲۲۵؍مربع فٹ) سے کم ہو پس وہ ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نہ ظاہر ہوا ہو ناپاکی کا اثر اس میں، یا جاری ہو اور ظاہر ہو گیا ہو اس میں ناپاکی کا اثر، اور اثر، مزہ یا رنگ یا بو ہے۔

تشریح۔ اگر پانی میں کوئی ناپاک چیز گر جائے مثلاً پیشاب یا شراب، تو اگر وہ پانی بہنے والا یا کثیر نہ ہو بلکہ قلیل ہو تو وہ ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے اندر ناپاکی کے اثر (رنگ، بو، مزہ،) میں سے کوئی ایک ظاہر نہ ہو، اور اگر پانی کثیر ہو یا بہنے والا ہو اور اس میں کوئی ناپاکی گر جائے اور ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہو اس صورت میں پانی ناپاک نہیں ہو گا۔ ماء قلیل اور ماء کثیر کی مقدار میں امام صاحب کا اصل مذہب یہ ہے کہ خود اس کی رای اور اندازہ معتبر ہو گا، اگر اس کا غالب گمان کثیر کا ہے تو کثیر ورنہ قلیل(ط) لیکن متاخرین فقہاء نے عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے ماء کثیر کی ایک مقدار مقرر کی ہے وہ یہ ہے کہ جو پانی دہ در دہ سے کم ہو وہ قلیل ہے، اور جو پانی دہ در دہ ہو یا اس سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہے۔

والخامس ماء مشكوك فى طهوريته وهو ما شرب منه حمار اوبغل۔

ترجمہ۔ اور پانچویں وہ پانی کہ شک کیا گیا ہے اس کے پاک کرنے والا ہونے میں، اور یہ وہ ہے کہ پی لیا ہو اس میں سے گدھے یا خچر نے۔

تشریح۔ پانی کی پانچویں قسم ماء مشکوک ہے اور وہ گدھے یا خچر (یعنی جو گدھے اور گھوڑی کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو) کا بچا ہوا پانی ہے، یہ پانی طاہر ہے لیکن اس کا مطہر ہونا مشکوک ہے، اور ماء مشکوک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں بلکہ ان کے جھوٹے کو مشکوک کہنے سے مراد توقف ہے یعنی نہ اس کے مطہر ہونے کا حکم یقین کے ساتھ لگایا ہے اور نہ اس کے مطہر ہونے کی نفی کی گئی ہے اور توقف بھی ایک حکم ہے اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے اور توقف کا حکم اس وقت ہوتا ہے جبکہ دلائل میں تعارض ہو جائے اس لئے فقہاء ماء مشکوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مائِ مطلق کے نہ ہونے کے وقت ماء مشکوک کے استعمال کے بعد تیمم بھی احتیاطاً کر لے تاکہ یقین کے ساتھ اس کو پاک کہا جاسکے۔

فصل۔ فى احكام السور

والماء القليل اذا شرب منه حيوان يكون علىٰ اربعة اقسامٍ ويسمىٰ سوراً۔

ترجمہ۔ اور تھوڑا پانی جب کہ پی لیا ہو اس میں سے کسی جاندار نے، ہو گا چار قسموں پر۔ اور نام رکھا جاتا ہے جھوٹا۔

تشریح۔اس فصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے کے احکام بیان فرماتے ہیں:- جو پانی تھوڑا ہو مثلاً برتن میں ہو اور اس میں سے کوئی جاندار پی لے تو پینے کے بعد جو باقی رہ جائے اس کو جھوٹا پانی کہتے ہیں یہاں پر مائِ قلیل کی قید لگائی اس لئے کہ اگر پانی کثیر ہو اور اس میں سے کوئی جاندار پی لے تو اس کو جھوٹا پانی نہیں کہیں گے جیسے کہ کوئی جاندار نہر میں منھ ڈالدے تو اس پانی کو جھوٹا نہیں کہیں گے۔اور چونکہ جھوٹے پانی کے پاک وناپاک اور مکروہ ومشکوک ہونے میں جھوٹا کرنے والے جانور کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے جانوروں کے جھوٹے کی چار قسمیں ہو جائیں گی۔

الاول طاھر مطھر وھو ما شرب منہ آدمی او فرس او ما یؤکل لحمہ

ترجمہ۔ پہلی قسم پاک ہو پاک کرنے والا ہو اور یہ وہ پانی ہے کہ پی لیا ہو اس میں سے آدمی نے یا گھوڑے نے یا اس جانور نے کہ کھایا جاتا ہے اس کا گوشت۔

تشریح۔ماء سور کی پہلی قسم اس کا طاہر و مطہر ہونا ہے اور وہ آدمی کا جھوٹا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر بڑا ہو یا چھوٹا حائضہ ہو یا جنبی سب کا جھوٹا پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے جب کہ اس کا منہ پاک ہو لیکن اگر کسی آدمی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا مثلاً اگر شراب پینے والا شخص شراب پی کر اسی وقت پانی پیئے تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر وہ شخص اتنی دیر کے بعد پانی پیئے کہ کئی بار تھوک کے نگلنے سے اس کا منھ دھل جائے تو شیخین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ پانی ناپاک نہیں ہو گا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اب بھی اس کے جھوٹے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تھوک سے نجاست پاک نہیں ہوتی (ح) اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی طاہر و مطہر ہے اور یہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چار روایتیں منقول ہیں (۱) ناپاک ہے۔ (۲) مکروہ ہے۔(۳) مشکوک ہے۔(۴) پاک ہے (ط) اور یہ روایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی امام صاحب سے ہے اور یہی ان کے مذہب کی صحیح روایت ہے اسی کو بعض مشائخ بلکہ تمام متاخرین نے اختیار کیا ہے۔اور امام صاحب نے اس کے گوشت کو جو مکروہ فرمایا ہے وہ اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کے احترام کی وجہ سے اس لئے کہ وہ آلہ جہاد ہے لہٰذا یہ کراہت اس کے جھوٹے پر اثرانداز نہیں ہو گی (ع) اسی طرح ان جانوروں کا جھوٹا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، طاھر ومطھر ہے لیکن اس حکم سے وہ اونٹ اور گائے اور بھیڑ بکری جو نجاست کھاتے ہیں مستثنیٰ ہیں یعنی ان کا جھوٹا مکروہ ہے (ح)

والثانی نجس لا یجوز استعمالہ وھو ما شرب منہ الکلب او الخنزیر او شئی من سباع البھائم کالفھد والذئب۔

ترجمہ۔اور دوسری قسم ناپاک ہے، نہیں جائز ہے اس کا استعمال، اور وہ وہ پانی ہے کہ پی لیا ہو اس میں سے کتے نے یا خنزیر نے یا درندوں میں سے کسی نے، جیسے چیتا اور بھیڑیا۔

تشریح۔ماء سور کی دوسری قسم اس کا ناپاک ہونا ہے نہ اس سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں نہ اس کو پی سکتے ہیں اور وہ کتا خنزیر، اور چوپائے درندوں کا جھوٹا ہے، چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنے نوک دار دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیتا اور بھیڑیا۔امام شافعی رحمۃ

اللہ علیہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کے سوا تمام درندے چوپایوں کا جھوٹا پاک ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے خنزیر اور تمام درندے چوپایوں کا جھوٹا پاک ہے (ع)۔

والثالث مکروہ استعمالہ مع وجود غیرہ وھو سؤر الھرۃ والدجاجۃ المخلاۃ وسباع الطیر کالصقر والشاھین والحداۃ وسواکن البیوت کالفارۃ لا العقرب۔

ترجمہ۔ اور تیسری قسم (وہ پانی) کہ مکروہ ہے اس کا استعمال کرنا دوسرے پانی کے پائے جانے کے وقت، اور وہ بلی اور کھلی پھرنے والی مرغی اور شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین، چیل اور گھروں میں رہنے والے جانور مثلاً چوہے کا جھوٹا ہے، نہ کہ بچھو (کا جھوٹا)

تشریح۔ ماء سور کی تیسری قسم مکروہ ہے یعنی مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال طھارۃ میں اور پکانے اور پینے میں مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اگر مطلق غیر مکروہ پانی نہ ہو تو اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے بلکہ اس سے وضو کرے، تیمم جائز نہیں ہو گا۔ اور یہ تیسری قسم کا جھوٹا جو مکروہ ہے وہ بلی کا جھوٹا ہے اور یہاں بلی سے مراد گھریلو بلی ہے اس لئے کہ جنگلی بلی کا جھوٹا نجس ہے (ح) اسی طرح کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا مکروہ ہے، مخلاۃ سے مراد وہ مرغی ہے جو گندگیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس میں دانہ ہو تو چن لیتی ہے جس کی وجہ سے اس کی چونچ کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے لہٰذا اگر اس کی چونچ کے پاک ہونے کا علم نہ ہو تو اس کا جھوٹا شک کی وجہ سے مکروہ ہے، لیکن جس مرغی کو ڈربے میں بند رکھا جاتا ہو اور وہیں اس کو خوراک دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اب اس کی چونچ گندگی میں استعمال نہیں ہوئی (ح) اسی طرح شکاری پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جیسے صقر (باز) اور شاہین (یہ ایک سفید رنگ کا شکاری پرندہ ہے) اور چیل وغیرہ چونکہ یہ اکثر مردار کھاتے ہیں اس لئے ان کا حکم کھلی پھرنے والی مرغی کے مانند ہو گیا۔ اسی طرح گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ تنزیہی ہے مثلاً چوہا چھپکلی وغیرہ ان میں بہنے والا خون ہوتا ہے اور بچھو کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ اس میں بہنے والا خون نہیں ہے۔

والرابع مشکوک فی طھوریتہ وھو سور البغل والحمار فان لم یجد غیرہ توضاء بہ وتیمم ثم صلی۔

ترجمہ۔ اور چوتھی قسم وہ ہے کہ شک کیا گیا ہے اس کے مطہر ہونے میں اور وہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے، پس اگر نہ پائے (محدث) اس کے علاوہ (اور پانی) تو وضو کرلے اس سے اور تیمم کرے پھر نماز پڑھے۔

تشریح۔ ماء سور کی چوتھی قسم مشکوک ہے یعنی جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک ہے اور شک سے مراد یہ نہیں کہ شریعت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اس کا حکم معلوم ہے اور وہ توقف ہے اور توقف بھی ایک حکم ہے یعنی نہ اس کو یقین کے ساتھ مطہر کہا ہے اور نہ اس کے مطہر ہونے کی نفی کی ہے کیونکہ کچھ اس قسم کے دلائل موجود ہیں کہ کسی ایک جانب قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ مشکوک خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے اس لئے فقہاء ماء مشکوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر مشکوک پانی کے سوا پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرنے کے بعد تیمم بھی کرلے، ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے اور اس کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو

چاہے مقدم کرے لیکن افضل یہ ہے کہ وضو کو مقدم کرے، پھر نماز پڑھے یعنی وضو اور تیمم کو جمع کرنے کے بعد پھر نماز پڑھے اور یہ افضل ہے لہٰذا اگر وضو کے بعد نماز پڑھ لی پھر تیمم کر کے وہی نماز پڑھی تو یہ بھی صحیح ہے لیکن مکروہ ہے(ح)۔

(فصل۔فی التحری)

لو اختلط اوان اکثرھا طاھر تحریٰ للتوضوء والشرب۔

ترجمہ۔اگر مل جائیں چند ایسے برتن کہ ان میں اکثر پاک ہوں تو تحری کرے گا وضو اور پینے کے لئے۔

تشریح۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس فصل کے اندر تحری کے مسئلہ کو بیان فرمارہے ہیں۔ تحری کے معنیٰ،طاھر شیء کو غیر طاھر شیء سے الگ کرنے کے لئے اپنی غور وفکر کی پوری کوشش صرف کر دینا(ح) ایک شیء کا ملنا دوسری شیء میں دو طریقہ سے ہوتا ہے۔(۱)ایک شیء کے اجزا دوسری شیء کے اجزا میں پورے ملجائیں۔(۲)ایک شیء دوسری شیء کے ساتھ باعتبار مجاورت کے مل جائے اس سے پہلی فصل میں قسم اول کو بیان کیا اور اس فصل میں دوسری قسم کو بیان کرتے ہیں کیونکہ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں(ط) مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی جگہ چند برتن پانی بھر کر رکھے تھے ان میں سے کچھ برتن میں کتا منھ ڈال گیا اب یہ خیال نہیں رہا کہ کن برتنوں میں منھ ڈالا تھا گویا پاک برتن اور ناپاک برتن مل جل گئے تو اگر یہ ناپاک برتن کم ہوں اور پاک برتن زیادہ ہوں اور مل جل جانے کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا کہ کون پاک ہے اور کون ناپاک ہے تو اب وضو کے لئے اور پینے کے لئے تحری کرے گا یعنی سوچ بچار جن برتنوں کو پاک کہے اس کو وضو اور پینے کے لئے استعمال کرے۔

وان کان اکثرھا نجساً لا یتحریٰ الا للشرب۔

ترجمہ۔اور ان برتنوں میں زیادہ ناپاک ہوں تو نہیں تحری کرے گا مگر پینے کے لئے۔

تشریح۔ اگر ناپاک برتن زیادہ ہوں اور پاک برتن کم ہوں تو اب صرف پینے کے لئے تحری کرے گا،وضو کے لئے تحری نہیں کرے گا بلکہ تیمم کر لے گا،دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وضو کا نائب تیمم موجود ہے لیکن پیاس کا نائب موجود نہیں ہے بغیر پانی پئے پیاس نہیں بجھ سکتی،اس لئے اس میں تحری کرے گا۔

وفی الثیاب المختلطۃ یتحریٰ سواء کان اکثرھا طاھراً او نجساً۔

ترجمہ۔اور ملے ہوئے کپڑوں میں تحری کرے گا خواہ ان کپڑوں میں زیادہ پاک ہوں یا ناپاک۔

تشریح۔ اگر پاک وناپاک کپڑے ایک دوسرے میں مل جائیں اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ کون سے کپڑے پاک تھے اور کون سے ناپاک تھے تو اب تحری کرے گا چاہے ان کپڑوں میں زیادہ پاک ہوں یا ناپاک ہوں، اس لئے کہ کپڑے کا کوئی بدل نہیں ہے کہ جس سے ستر چھپایا جاسکے۔

(فصل۔ فی مسائل الآبار)

تنزح البئر الصغیرۃ بوقوع نجاسۃ وان قلت من غیر الارواث کقطرۃ دم او خمر۔

ترجمہ۔ کھینچا جائیگا چھوٹے کنویں (کا پانی) کسی ناپاکی کے گرنے سے اگرچہ وہ ناپاکی تھوڑی ہو مینگنیوں کے علاوہ جیسے خون یا شراب کا قطرہ۔

تشریح۔ اس فصل میں کنویں کے پانی کے احکام بیان کرتے ہیں یعنی کنویں کے اندر جب کوئی شی گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔ اگر کنواں چھوٹا ہو یعنی دہ در دہ سے کم ہو اور عموماً کنویں دہ در دہ سے کم ہی ہوتے ہیں دہ در دہ یا اس سے بڑے کنویں شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں (عمدہ) اور اس میں مینگنیوں کے علاوہ تھوڑی سی بھی ناپاک چیز گر جائے جیسے خون کا یا شراب کا ایک قطرہ، تو پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اس کا پورا پانی نکالا جائے گا، یہاں پر مینگنیوں کو اس لئے الگ کر دیا کہ اس سے بچنا عموماً ممکن نہیں، ہاں اگر کثیر مقدار میں ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

وبوقوع خنزیر ولو خرج حیاً ولم یصب فمہ الماء۔

ترجمہ۔ اور خنزیر کے گر جانے سے اگرچہ وہ نکل آئے زندہ اور اگرچہ نہ پہنچا ہو اس کا منہ پانی میں۔

تشریح۔ خنزیر کے کنویں میں گرنے سے پورا پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے اور اگرچہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے یعنی اس کا پورا بدن اور بدن کا ہر ایک جز پیشاب پاخانہ کی طرح ناپاک ہے اس لئے اس کے گرتے ہی پانی ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالا جائے گا۔

وبموت کلبٍ او شاۃٍ او آدمیٍ فیھا۔

ترجمہ۔ اور کتے یا بکری یا آدمی کے مر جانے سے کنویں کے اندر۔

تشریح۔ اگر کتا کنویں میں گر کر مر جائے تو اس کا پورا پانی نکالا جائے گا، یہاں پر کنویں کے اندر کتے کے مرنے کی قید لگائی اسی لئے اگر کتا کنویں سے زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی میں داخل نہیں ہوا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ صحیح قول کے مطابق کتا نجس العین نہیں ہے بخلاف خنزیر کے، کہ وہ نجس العین ہے۔ (ح) اسی طرح کنویں میں بکری یا آدمی مر جائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

وبانتفاخ حیوانٍ ولو صغیراً۔

ترجمہ۔اور جانور کے پھول جانے سے اگرچہ وہ چھوٹا ہو۔

تشریح۔ اگر کوئی جاندار کنویں میں گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے تو اس کنویں کا پورا پانی ناپاک ہو جائے گا اور اس کا پورا پانی نکالا جائے گا خواہ وہ جانور چھوٹا ہو، یعنی چوہا وغیرہ ہو یا بڑا، یعنی آدمی یا ہاتھی وغیرہ ہو، سارا پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی نکال دیا جائے کہ اگر اب ڈول ڈالیں تو آدھا بھی نہ بھر سکے۔

ومائتا دلو لو لم یمکن نزحھا۔

ترجمہ۔اور دو سو ڈول اگر نہ ممکن ہو اس کنویں کا کھینچنا (پورا پانی نکالنا)۔

تشریح۔ اگر کنواں ایسا ہو کہ اس کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو اس طور پر کہ کنواں چشمہ دار ہو یعنی جتنا پانی نکالتے ہیں ساتھ اتنا ہی یا اور زیادہ پانی اس میں آجاتا ہے تو اس میں سے دو سو ڈول نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا، اور یہ واجب کے درجہ میں ہے، اور تین سو ڈول مستحب ہے، اور یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جب انہوں نے بغداد کے کنوؤں کو دیکھا کہ چشمہ دار ہونے کے باوجود ان میں زیادہ سے زیادہ ۲۰۰/ ڈول پانی ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتا تب یہ فتویٰ دیا(ح) اور اس بارے میں فقہ کے زیادہ موافق وہ قول ہے جو امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور وہ یہ کہ دو متقی دیندار مسلمان جن کو پانی کی مقدار پہچاننے اور اندازہ کرنے میں مہارت ہو، اندازہ لگائیں کہ اندر اس وقت کتنا پانی ہے اور جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے نکال دیئے جائیں، یہی صحیح اور فقہ کے زیادہ مشابہ ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے اور معراج الدرایہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اس کو ایک جماعت نے صحیح کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے سو اگر ان دو آدمیوں نے مثلاً یہ کہا کہ اس میں ایک ہزار ڈول پانی ہے تو اتنا پانی نکال دیا جائے(ع) اور کنویں کا پانی اوسط درجہ کے ڈول سے نکالا جائے گا اور اس سے مراد وہ ڈول ہے جو اس کنویں پر عموماً استعمال ہوتا ہے اور ڈول کا بھرا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ نصف سے زیادہ ہونا کافی ہے۔

وان مات فیھا دجاجۃ او ھرۃ او نحوھما لزم نزح اربعین دلواً۔

ترجمہ۔اور اگر مر جائے کنویں کے اندر مرغی یا بلی یا ان دونوں کے مانند، تو لازم ہوگا چالیس ڈول کا نکالنا۔

تشریح۔ اگر کنویں میں مرغی یا بلی یا ان جیسا کوئی اور جانور گر کر مر گیا اور وہ پھولا پھٹا نہ ہو تو اس کنویں سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور پچاس یا ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے، اور پانی نکالنے سے پہلے جس نجس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اس چیز کو نکالنا ضروری ہے نجس چیز کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے گا وہ بے فائدہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور اگر کنویں میں گری ہوئی نجس چیز کا نکالنا دشوار ہو مثلاً ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا اگر کنویں میں گر کر غائب ہو جائے اور اس کا نکالنا دشوار ہو جائے تو اس

صورت میں واجب مقدار پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ اور کنویں کے پاک ہوتے ہی وہ ناپاک چیز لکڑی یا کپڑا ابھی پاک ہو جائے گا (ح)

وان مات فیھا فارۃ او نحوھا لزم نزح عشرین دلوا و کان ذالک طھارۃ للبئر والدلو والرشاء وید المستقی۔

ترجمہ۔ اور اگر مر جائے کنویں کے اندر چوہا یا اس کے مانند لازم ہو گا بیس ڈول کا نکالنا اور ہو جائے گی اس سے پاکی کنویں، ڈول، رسی اور پانی نکالنے والے کے ہاتھ کی۔

تشریح۔ اگر چوہا یا اس کے مثل کوئی جانور چڑیا وغیرہ کنویں میں گر کر مر جائے، اور پھولنے یا پھٹنے سے پہلے اس کو کنویں سے باہر نکال دیا جائے تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ اور تیس ڈول تک نکالنا مستحب ہے۔ اور پانی کی مذکورہ مقدار کے نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی اور پانی نکالنے والے کے ہاتھ بھی پاک ہو جائیں گے دوبارہ الگ سے ان کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح ہر صورت میں مقدار واجب پانی نکال دینے سے کنویں کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ اور پانی نکالنے کا یہ حکم اس مردہ چوہے یا چڑیا وغیرہ کو کنویں سے باہر نکالنے کے بعد ہے، کنویں میں گرے ہوئے اس مردہ جانور کو نکالنے سے پہلے جس قدر پانی نکالا جائے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

ولا تنجس البئر بالبعر والروث والخثی الا ان یستکثرہ الناظر او ان لا یخلو دلو عن بعرۃ۔

ترجمہ۔ اور نہیں ناپاک ہوتا ہے کنواں مینگنی، لید اور گوبر کے گرنے سے مگر یہ کہ زیادہ سمجھے اس کو دیکھنے والا یا یہ کہ نہ خالی ہو کوئی ڈول مینگنی سے۔

تشریح۔ بعرؔ، اونٹ اور بھیڑ بکری کے پاخانے کو کہتے ہیں۔ روثؔ، گھوڑے گدھے اور خچر کے پاخانے کو۔ خثیؔ، گائے بیل کے پاخانے کو۔

اگر کنویں میں مینگنیاں یا لید یا گوبر گر جائے تو جب تک وہ کثیر مقدار میں نہ ہو اس وقت تک کنواں ناپاک نہیں ہوتا خواہ مینگنیاں سالم ہوں یا ٹوٹی ہوئی اور لید یا گوبر تر ہو یا خشک ہو اور جنگل کا کنواں ہو یا شہر کا سب کے لئے یکساں حکم ہے (ح)، کثیر کی حد میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں ان میں سے دو قول جن کی تصحیح کی گئی ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ کثیر وہ ہیں جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہیں جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے اگر کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ آتا ہو تو کثیر ہیں ورنہ قلیل ہیں۔

ولا یفسد الماء بخرء حمام وعصفور۔

ترجمہ۔ نہیں ناپاک ہوتا ہے پانی کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے۔

تشریح۔ اگر کبوتر یا چڑیا کی بیٹ کنویں میں گر جائے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی بیٹ ہمارے فقہاء کے نزدیک نجس نہیں ہے۔

ولا بموت مالا دم له فيه كسمك وضفدع وحيوان الماء وبق وذباب وزنبور وعقرب۔

ترجمہ۔ اور نہ ایسے جاندار کے مر جانے سے کہ جس میں بہنے والا خون نہ ہو پانی کے اندر جیسے مچھلی، مینڈک اور پانی کے جانور اور پسو، مکھی، بھڑ اور بچھو۔

تشریح۔ اگر ایسا جانور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو پانی یا کسی اور مائع مثلاً سرکہ دودھ وغیرہ میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے تو وہ پانی یا مائع ناپاک نہیں ہوتا جیسے مچھلی اور مینڈک، ضفدع یہاں پر مطلق ہے لیکن اس سے مراد دریائی مینڈک ہے کیونکہ اگر خشکی کے مینڈک میں بہنے والا خون ہو تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے خشکی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی نہیں ہوتی اور پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے (ح) اور پانی کا جانور جیسے کچھوا کیکڑا دریائی سانپ وغیرہ کے گر کر مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا، دریائی اور خشکی کے جانور میں حد فاصل یہ ہے کہ جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ پانی کا جانور ہے اور جو جانور خشکی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ خشکی کا جانور ہے اور جو جانور خشکی اور پانی دونوں جگہوں میں رہتا ہے جیسے بطخ، اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ قاضی خاں نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے (ح) اور پسو، مکھی، بھڑ، اور بچھو کے پانی میں گر کر مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا یعنی اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

ولا بوقوع آدمی وما یؤکل لحمه اذا خرج حیاً ولم یکن علی بدنه نجاسة۔

ترجمہ۔ اور نہ آدمی اور اس جانور کے گر جانے سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو جبکہ نکل آئے وہ زندہ اور نہ ہو اس کے بدن پر کوئی ناپاکی۔

تشریح۔ اگر کوئی آدمی کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہو گا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین نہ ہو خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو بشرطیکہ گرتے وقت حیض و نفاس والی عورت کا خون بند ہو لہٰذا اگر ان میں سے کسی کے بدن پر نجاست لگی تھی تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے جیسے اونٹ گائے اور بکری، ان میں سے کوئی کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہو گا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین نہ ہو۔

ولا بوقوع بغل وحمار وسباع طیر ووحش فی الصحیح۔

ترجمہ۔ اور نہ خچر اور گدھے اور شکاری پرندہ اور وحشی جانور کے گر جانے سے صحیح قول کے مطابق۔

تشریح۔ اگر خچر یا گدھا یا کوئی شکاری پرندہ جیسے شاھین یا چیل وغیرہ یا صحیح قول کے مطابق کوئی جنگلی جانور جیسے بندر وغیرہ کنویں میں گرا اور زندہ نکل آیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہو گا، کیونکہ ان جانوروں کے بدن پاک ہیں اور یہ موت سے ناپاک ہوتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کا منھ پانی تک نہ پہنچا ہو۔

وان وصل لعاب الواقع الی الماء اخذ حکمه۔

ترجمہ۔ اور اگر پہنچ جائے گرنے والے جانور کا لعاب پانی تک تو لے گا پانی لعاب کا حکم۔

تشریح۔ جاندار پانی میں گر کر زندہ نکل آیا اور اس کا منھ پانی تک پہنچ گیا تو اس کے لعاب کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مطابق پانی نکالنے یا نہ نکالنے کا حکم کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر اس کا لعاب پاک ہو جیسے آدمی کا اور ان جانوروں کا جنکا گوشت حلال ہے تو پانی پاک رہے گا، اور اگر لعاب ناپاک ہو جیسے درندے کا لعاب تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر لعاب مکروہ ہو جیسے شکاری پرندے کا تو پانی بھی مکروہ ہو گا، اور اگر لعاب مشکوک ہو جیسے خچر اور گدھے کا، تو پانی بھی مشکوک ہو گا۔(ح)

ووجود حیوان میتٍ فیھا ینجسھا من یوم ولیلة ومنتفخ من ثلاثة ایام ولیالیھا ان لم یعلم وقت وقوعه۔

ترجمہ۔ اور مرے ہوئے جانور کا پایا جانا کنویں میں ناپاک کر دیتا ہے اس کو ایک دن اور ایک رات سے۔ اور پھولے ہوئے جانور کا پایا جانا (ناپاک کر دیتا ہے اس کو) تین دن اور تین رات سے اگر نہ معلوم ہو اس کے گرنے کا وقت۔

تشریح۔ اگر کنویں میں مرنے والے جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اگر وہ جانور پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن رات پہلے سے اس کنویں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہو تو تین دن رات سے اس کنویں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اسی میں احتیاط ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جس وقت لوگوں کو معلوم ہو گا اسی وقت سے پانی کی نجاست کا حکم ہو گا اس سے پہلے کوئی چیز لازم نہیں ہو گی (م) پس اگر کنویں میں چوہا یا اور کوئی جانور مرا ہوا پایا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کب گرا تھا اور وہ پھولا یا پھٹا بھی نہیں تو ایک دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں وہ لوٹائی جائیں اور اس عرصہ میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن رات کی نمازیں اور جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں وہ لوٹائی جائیں اور اس عرصہ میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک کسی نماز کو نہیں لوٹائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب گرا تھا یعنی جس وقت معلوم ہوا اس وقت سے ہی اس کی نجاست کا حکم ہو گا۔ یہاں پر ان لم یعلم الخ، کی قید لگائی لہٰذا اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم ہو جائے تو اس پر اجماع ہے کہ اس وقت سے وضو اور نمازیں لوٹائیں گے (ح)۔

(فصل فی الاستنجاء)

ترجمہ۔ یہ **فصل استنجاء کے بیان میں ہے۔**

تشریح۔ استنجاء نجو سے ماخوذ ہے اور نجو اس گندگی کو کہتے ہیں جو انسان کے پیٹ سے نکلتی ہے اور موضع نجو یعنی ناپاکی کے نکلنے کی جگہ کے پاک کرنے کو استنجاء کہتے ہیں۔

یلزم الرجل الاستبراء حتیٰ یزول اثر البول ویطمئن قلبه علیٰ حسب عادته اما بالمشی اوالتنحنح والاضطجاع اوغیرہ۔

ترجمہ۔ لازم ہوتا ہے مرد کو صفائی حاصل کرنا یہاں تک کہ زائل ہو جائے پیشاب کا اثر اور مطمئن ہو جائے اس کا دل اس کی عادت کے مطابق یا تو چلنے سے یا کھنکھارنے یا کروٹ پر لیٹنے سے یا اس کے علاوہ سے۔

تشریح۔ تین لفظ ہیں استنجاء، استنقاء، استبراء۔ اگر ناپاکی کو پانی یا پتھر سے صاف کیا گیا ہو تو اسے استنجاء کہتے ہیں۔ اور استنجاء کرتے وقت پتھر سے اپنے عضو مخصوص کو ملنا یا پانی ڈال کر انگلی سے اتنا ملنا کہ بدبو جاتی رہے اسے استنقاء کہتے ہیں اور استبراء یعنی پیشاب کے بعد ایسا کرنا کہ اگر قطرہ رکا ہوا ہو تو گر جائے۔ اور یہ استبراء اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ نجاست جو سوراخ میں تھی وہ سب خشک ہو گئی اور استبراء کی مختلف صورتیں ہیں:۔

(۱) پیشاب کے بعد چند قدم چلنا۔ (۲) یا کھنکھارنا۔ (۳) یا کروٹ پر لیٹ جانا یا اس کے علاوہ جیسے زمین پر پاؤں مارنا، ذکر کو نرمی سے دبانا۔ اور استبراء کا ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے طھارت حاصل کر لے۔

ولا یجوز له الشروع فی الوضوء حتیٰ یطمئن بزوال رشح البول۔

ترجمہ۔ اور نہیں جائز ہے اس کے لئے وضو شروع کرنا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو جائے پیشاب کا ٹپکنا ختم ہو جانے سے

تشریح۔ یعنی جب تک پیشاب کے قطروں کے بالکل ختم ہو جانے کا یقین نہ ہو وہاں تک وضو کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ محض تری کے ظاہر ہونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

والاستنجاء سنة من نجس یخرج من السبیلین مالم یتجاوز المخرج۔

ترجمہ۔ اور استنجاء سنت ہے اس ناپاکی سے جو نکلے دونوں راستوں سے جب تک کہ آگے نہ بڑھے نکلنے کی جگہ سے۔

تشریح۔ پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد اگر نجاست صرف مخرج پر ہی لگی ہو مخرج سے پھیلی نہ ہو تو اس وقت پانی یا پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے یہاں پر نجس کی قید لگائی اس لئے کہ اگر سبیلین سے کوئی پاک چیز نکلے مثلاً ریح، اس کے نکلنے سے استنجاء کرنا سنت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔

وان تجاوز وکان قدر الدرھم وجب ازالتہ بالماء۔

ترجمہ۔ اور اگر آگے بڑھ جائے اور وہ ایک درہم کی مقدار ہو تو واجب ہو گا اس کا زائل کرنا پانی سے۔

تشریح۔ اگر نجاست اپنے مخرج سے ایک درہم کے بقدر بڑھے تو دھونا واجب ہے، ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا، اب درہم کی مقدار بڑھنے کا اعتبار مخرج کی نجاست کے ساتھ مل کر کیا جائے گا یا مخرج کی جگہ کو چھوڑ کر ایک درہم کی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا، تو شیخین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ مخرج کی جگہ چھوڑ کر ایک درہم کی مقدار بڑھنے کا اعتبار کیا جائے گا لہٰذا اگر مخرج کو چھوڑ کر نجاست ایک درہم کے بقدر تجاوز کر گئی ہو تو اس کو پانی سے دھونا واجب ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درہم کی مقدار بڑھنے کا اعتبار مخرج کی نجاست کے ساتھ ملکر کیا جائے گا لہٰذا جب مخرج کی نجاست اور بڑھنے والی نجاست دونوں مل کر درہم کے بقدر ہو تو اس کو پانی سے زائل کرنا یعنی دھونا واجب ہے، لہٰذا اگر مخرج سے باہر پھیلی ہوئی نجاست درہم کی مقدار سے کم ہے لیکن جب اس کو مخرج کی نجاست کے ساتھ ملائیں تو درہم کی مقدار سے زیادہ ہو جائے تو شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر اس کو ڈھیلے سے دور کر لیا اور پانی سے نہ دھویا تو جائز ہو گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے دھونا واجب ہے۔ اور ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو احوط کہا ہے۔(ط) اور درہم کی مقدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناپاکی درہم کے وزن پر ہو اور ایک قول یہ ہے کہ پیمائش میں درہم کے بقدر ہو اور درہم کی پیمائش ہتھیلی کی چوڑائی ہے اور بعضوں نے دونوں قولوں میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر نجاست مائع ہو یعنی جسم والی نہ ہو تو اس میں درہم کی مقدار کا اندازہ پیمائش سے ہو گا اور اگر نجاست جسم والی ہو تو اسمیں درہم کی مقدار کا اندازہ وزن سے ہو گا (ح) اور ایک درہم ۳ گرام ۶۲ ملی گرام کے برابر ہوتا ہے۔

وان زاد علی الدرھم افترض غسلہ۔

ترجمہ۔ اور اگر زائد ہو جائے ایک درہم پر تو فرض ہو گا اس کا دھونا۔

تشریح۔ اگر نجاست اپنے مخرج سے درہم کی مقدار سے زیادہ پھیلی ہو تو اس کا پانی سے دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے پونچھ لینا کافی نہیں ہو گا۔

ویفترض غسل ما فی المخرج عند الاغتسال من الجنابۃ والحیض والنفاس وان کان ما فی المخرج قلیلاً۔

ترجمہ۔اور فرض ہے اس ناپاکی کا دھونا جو مخرج میں ہو جنابت اور حیض ونفاس سے غسل کرنے کے وقت اگرچہ وہ ناپاکی جو مخرج میں ہے تھوڑی ہو۔

تشریح۔ یعنی جب جنابت یا حیض ونفاس کا غسل کرے اس وقت مخرج کے اندر جو ناپاکی ہو اس کو پانی سے دھونا فرض ہے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

وان یستنجی بحجر منقٍ ونحوہ۔

ترجمہ۔اور (مسنون ہے) یہ کہ استنجاء کرے ایسے پتھر سے جو صاف کر دینے والا ہو اور اس جیسے سے۔

تشریح۔ یعنی ایسے پتھر سے استنجاء کرنا جو صاف کر سکے مسنون ہے، ایسے پتھر سے نہ کرے جو کھردرا ہو یا چکنا ہو اس لئے کہ مقصود صفائی ہے جو اس سے حاصل نہیں ہو گی۔اور جو چیزیں پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہوں جیسے پھٹا ہوا بے قیمت کپڑا، چمڑا، وغیرہ اس سے بھی استنجاء کرنا مسنون ہے۔

والغسل بالماء احب والافضل الجمع بین الماء والحجر فیمسح ثم یغسل۔

ترجمہ۔ اور پانی سے دھونا مستحب ہے اور افضل ہے جمع کرنا پانی اور پتھر کے درمیان، پس پونچھ لے پھر دھوئے۔

تشریح۔ اگر ناپاکی مخرج سے آگے نہ بڑھی ہو تو پتھر سے صاف کرنے کے بجائے پانی سے دھونا مستحب ہے، اور پانی اور پتھر دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے اور دونوں کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد پتھر سے پیشاب کو سکھائے اس کے بعد پانی سے دھوڈالے، اور پاخانہ کے بعد پتھر سے پاخانہ کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھوڈالے۔

ویجوز ان یقتصر علی الماء او الحجر۔

ترجمہ۔اور جائز ہے اکتفاء کرنا صرف پانی پر یا صرف پتھر پر۔

تشریح۔ یعنی صرف پانی کا یا صرف پتھر کا استعمال کرنا بھی صحیح ہے اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن دونوں کے استعمال کرنے کی فضیلت مستقل ہے، اللہ تعالیٰ نے اھل قبا کی قرآن پاک میں تعریف فرمائی چونکہ یہ لوگ استنجے میں پانی اور پتھر دونوں کو استعمال کرتے تھے۔

والسنۃ انقاء المحل والعدد فی الاحجار مندوب لا سنۃ موکدۃ فیستنجی بثلاثۃ احجار ندباً ان حصل التنظیف بمادونھا

ترجمہ۔ اور سنت جگہ کا صاف کرنا ہے، اور تعداد پتھروں میں مستحب ہے نہ کہ سنت موکدہ، پس استنجاء کرے تین پتھروں سے استحباباً اگر حاصل ہو جائے صفائی تین سے کم میں۔

تشریح۔ یعنی پتھر سے استنجاء کرنے میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے بلکہ سنت تو صرف محل نجاست کو صاف کرنا ہے یہاں تک کہ اگر ایک پتھر سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو گئی اور اگر تین پتھروں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہو گی، البتہ تین پتھر سے کم میں صفائی حاصل ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کر لینا مستحب ہے۔

و کیفیة الاستنجاء ان یمسح بالحجر الاول من جهة المقدم الی خلفٍ وبالثانی من خلفٍ الی قدامٍ وبالثالث من قدامٍ الی خلفٍ اذا کانت الخصیة مدلاة وان کانت غیر مدلاة یبتدئ من خلفٍ الی قدامٍ والمرأة تبتدئ من قدامٍ الی خلفٍ خشیة تلویث فرجها۔

ترجمہ۔ اور استنجے کا طریقہ یہ ہے کہ پونچھے پہلے پتھر سے آگے سے پیچھے کی طرف، اور دوسرے سے پیچھے سے آگے کی طرف، اور تیسرے سے آگے سے پیچھے کی طرف جب کہ خصیے ڈھیلے ہوں، اور اگر ڈھیلے نہ ہوں تو شروع کرے پیچھے سے آگے کی طرف۔ اور عورت شروع کرے گی آگے سے پیچھے کی طرف اس کی شرمگاہ کی آلودگی کے خوف سے۔

تشریح۔ دبر میں استنجاء کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے تین پتھر لے اور پہلے پتھر کو آگے کی جانب سے پونچھتا ہوا پیچھے کی طرف لے جائے اور پھر دوسرے پتھر کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور تیسرے پتھر کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے اور یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے کیونکہ اس موسم میں عموماً خصیہ لٹکا ہوا ہوتا ہے، پیچھے سے آگے لانے میں خصیہ گندہ ہونے کا اندیشہ ہے، لیکن جاڑوں کے موسم میں پہلے پتھر کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لیجائے پھر تیسرے کو آگے لائے اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے گی جو مرد گرمیوں میں کرتا ہے، اور استنجاء کا یہ طریقہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود صفائی ہے جس طریقہ سے بھی حاصل ہو جائے۔

ثم یغسل یده اولاً بالماء ثم یدلك المحل بالماء بباطن اصبع او اصبعین او ثلاث ان احتاج۔

ترجمہ۔ پھر پہلے اپنے ہاتھ کو پانی سے دھوئے پھر ملے جگہ کو پانی کے ساتھ ایک انگلی یا دو انگلیوں کے باطن سے یا تین انگلیوں کے باطن سے اگر ضرورت ہو۔

تشریح۔ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھولے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے (ید) کا لفظ استعمال فرمایا لیکن اکثر علماء احناف نے (یدیه) تثنیہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے (ط) پھر مقام نجاست کو ملے اور اس ملنے میں ابتداء ہی سے زیادہ انگلیوں کو استعمال نہ کرے بلکہ ابتداء میں ایک دو انگلیاں استعمال کرے اور انگلی سے ملنے کے ساتھ لگاتار پانی کا استعمال کرے اگر دو

انگلی سے ضرورت پوری نہ ہو تو تیسری انگلی کو استعمال کرے اور تین انگلیوں سے زیادہ استعمال نہ کرے اس لئے کہ عموماً اس سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

ویصعد الرجل اصبعه الوسطیٰ علیٰ غیرها فی ابتداء الاستنجاء ثم یصعد بنصره ولا یقتصر علیٰ اصبع واحدة۔

ترجمہ۔ اور اوپر کرلے مرد اپنی بیچ کی انگلی کو اس کے علاوہ سے استنجے کے شروع میں، پھر اوپر کرلے اپنی بنصر کو (یعنی وسطیٰ اور چھنگلیا کے بیچ والی) اور نہ اکتفا کرے ایک انگلی پر۔

تشریح۔ استنجے کے شروع میں بیچ کی انگلی کو اور انگلیوں سے کچھ اونچا کرے اور اس سے مقام نجاست کو دھوئے پھر چھنگلیا کے پاس والی انگلی اٹھائے اور اس سے اس مقام کو دھوئے، صرف ایک انگلی سے استنجاء نہ کرے اس لئے کہ اس سے مرض پیدا ہوتا ہے۔

والمرأة تصعد بنصرها واوسط اصابعها معاً ابتداءً خشیة حصول اللذة۔

ترجمہ۔ اور عورت اوپر کرلے اپنی بنصر اور بیچ کی انگلی کو ساتھ ساتھ شروع ہی میں لذت کے حاصل ہونے کے خوف سے (یعنی عورت شروع سے ہی حصول لذت کے خطرہ سے بچنے کے لئے بنصر اور وسطیٰ سے ایک ساتھ استنجاء کرے گی)

ویبالغ فی التنظیف حتیٰ یقطع الرائحة الکریهة۔

ترجمہ۔ اور مبالغہ کرے صفائی میں یہاں تک کہ ختم ہو جائے بدبو۔

تشریح۔ مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ دھونے میں خوب زیادتی کرے یہاں تک کہ بدبو محل سے اور اس انگلی سے جس سے استنجاء کیا ہے دور ہو جائے، اب یہ کیسے معلوم ہو کہ بدبو دور ہو گئی، تو اس کے لئے پاکی کا یقین یا غلبہء ظن ہو جانا کافی ہے اس کے لئے کوئی خاص عدد مقرر نہیں، اور اگر وسوسے والا ہے تو اپنے لئے تین مرتبہ یا سات مرتبہ دھونے کی مقدار مقرر کرلے (ح)

وفی ارخاء المقعدة ان لم یکن صائماً۔

ترجمہ۔ اور (مبالغہ کرے) مقعد کے ڈھیلا کرنے میں اگر وہ روزہ دار نہ ہو۔

تشریح۔ استنجاء کرنے ولا اگر روزہ دار نہ ہو تو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا کر کے بیٹھے اور اگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے کہ کہیں پانی مقعد کے اندر جذب ہو جائے اور روزہ فاسد ہو جائے۔

فاذا فرغ غسل یده ثانیاً ونشف مقعدته قبل القیام ان کان صائماً۔

ترجمہ۔ پس جب فارغ ہو جائے دھوئے اپنے ہاتھ کو دوسری مرتبہ اور پونچھ لے اپنے مقعد کو کھڑے ہونے سے پہلے اگر وہ روزہ دار ہو۔

تشریح۔ یعنی جس طرح پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے تھے اسی طرح پانی سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دھولے، اور استنجے کے بعد اپنے مقعد کو کپڑے سے پونچھ لے اور کپڑا نہ ہونے کی صورت میں بائیں ہاتھ سے ایک دو مرتبہ پونچھ لے جبکہ وہ روزہ دار ہو تاکہ پانی کا کچھ حصہ مقعد کے اندر نہ جائے۔

(فصل۔لا یجوز کشف العورة للاستنجاء)

ترجمہ۔ نہیں جائز ہے (لوگوں کے سامنے) ستر کا کھولنا استنجاء کے لئے۔

تشریح۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس فصل کے اندر یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ استنجاء کہاں کیا جائے؟ اور کس چیز سے استنجاء کرنا جائز ہے؟ اور کس چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے اور کونسا کام قضائے حاجت کے وقت مکروہ ہے؟ پس استنجے کے لئے ایسی جگہ تلاش کی جائے جہاں پردے کا پورا اہتمام ہو جیسے کہ بیت الخلاء بنا ہوا ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں کسی کا گزر نہ ہوتا ہو لہٰذا اگر بیت الخلاء ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں کسی کا گزر نہ ہوتا ہو ایسی جگہ ستر کے کھولنے میں مضائقہ نہیں، اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں سے لوگ گزرتے ہوں اور انکی نظر استنجا کرنے والے پر پڑتی ہو تو استنجے کے لئے ستر کا کھولنا جائز نہ ہو گا اس لئے کہ ستر کا کھولنا لوگوں کے سامنے حرام ہے اور حرام کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے (ح) پس اگر نجاست مخرج سے تجاوز نہ کر گئی تو کپڑوں کے اندر ہی پتھر وغیرہ سے استنجاء کر لے۔

وان تجاوزت النجاسة مخرجها وزاد المتجاوز علیٰ قدر الدرهم لاتصح معه الصلوٰة اذا وجد ما یزیله ویحتال لازالته من غیر کشف العورة عند من یراه۔

ترجمہ۔ اور اگر تجاوز کر گئی ہو نجاست اپنے مخرج سے اور زیادہ ہو تجاوز کرنے والی درہم کی مقدار پر، نہیں صحیح ہوگی اس کے ساتھ نماز جبکہ پائے وہ ایسی چیز جو اس کو زائل کر سکے، اور تدبیر کر سکے اس کے زائل کرنے کی ستر کے کھولے بغیر ایسے شخص کے پاس جو اس کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح۔ اگر نجاست مخرج سے آگے بڑھ جائے اور یہ مخرج سے آگے بڑھنے والی ناپاکی ایک درہم کی مقدار سے زائد ہو تو پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے، بغیر استنجے کے دو صورتوں میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ ایک یہ کہ پانی یا مائع (بہنے والی چیز) میں سے کوئی چیز اس کے پاس موجود ہو جس سے اس بڑھنے والی نجاست کو دور کر سکے۔ لہٰذا اگر پانی وغیرہ موجود نہ ہو تو بغیر استنجے کے نماز درست ہو جائے گی۔ اور دوسری صورت نماز کے صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس کو دیکھنے والے کے سامنے بغیر ستر کھولے استنجاء کرنا ممکن ہو۔ اگر ستر کو کھولے بغیر استنجاء کرنا ممکن نہ ہو تو وہ طہارت نجاست کے چھوڑنے میں معذور سمجھا جائیگا اس لئے کہ کسی کے سامنے ستر کا کھولنا حرام ہے۔

ویکره الاستنجاء بعظم وطعام لآدمي او بهیمة وآجر وخزف وفحم وزجاج وجص وشیء محترم کخرقة دیباج وقطن وبالید الیمنیٰ الا من عذر۔

ترجمہ۔اور مکروہ ہے استنجاء کرنا ہڈی سے اور ایسے کھانے سے جو آدمی یا چوپائے کے لئے ہو۔ اور پکی اینٹ سے اور کنکری سے اور کوئلے سے اور کانچ سے اور چونے سے اور قیمتی چیز سے جیسے ریشم اور روئی کے کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے مگر عذر کی وجہ سے۔

تشریح۔ یہاں سے ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ ہڈی سے استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے اور آپ ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور انسان اور چوپائے کی خوراک سے جیسے گوشت گھاس وغیرہ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ اسمیں اللہ کی نعمت کی توھین ہے اور اللہ کی نعمت کو ضائع کرنا ہے۔ اور پکی اینٹ سے۔ اور کنکری سے اس لئے کہ اس سے پوری صفائی نہیں ہوگی اور ہاتھ بھی ملوث ہوگا۔ اور کوئلہ سے اس لئے کہ بجائے صفائی کے محل ملوث ہوگا۔ اور کانچ اور چونہ سے اس لئے کہ یہ محل کو نقصان دے گی۔ اور ایسی چیز سے جسکی کچھ قیمت ہو جیسے ریشمی کپڑے سے، سوتی کپڑے سے، اس لئے کہ یہ بلاوجہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجاء نہیں ہوسکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

ويدخل الخلاء برجله اليسرىٰ۔

ترجمہ۔ اور داخل ہو بیت الخلاء میں اپنے بائیں پیر سے۔

تشریح۔ یہاں سے بیت الخلاء کے آداب بیان کرتے ہیں۔ الخلاء، خالی مکان کو کہتے ہیں جہاں کوئی نہ ہو تنہائی ہو چونکہ پائخانے میں تنہائی ہوتی ہے اس لئے اس کو بیت الخلاء سے موسوم کردیا گیا۔ بیت الخلاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ اس میں بائیں پیر سے داخل ہو۔

ويستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله۔

ترجمہ۔ اور پناہ مانگے اللہ کی شیطان مردود سے داخل ہونے سے پہلے۔

تشریح۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:-

بسم الله اللهم انى اعوذبك من الخبث والخبائث۔

ترجمہ۔اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں سے اور ناپاک جنیوں سے۔

اس دعا میں شیطان سے پناہ مانگی گئی ہے اس لئے کہ یہ جگہ شیطان کے حاضر ہونے کی ہے تاکہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچاسکے۔ اور اگر میدان یا کسی اور جگہ میں قضاء حاجت کا ارادہ ہو تو ستر کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے۔ اور اگر دعا پڑھنا بھول جائے تو دل میں پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے۔(ح)

ویجلس معتمداً علیٰ یسارہ۔

ترجمہ۔اور بیٹھے اپنے بائیں پیر پر سہارا دے کر۔

تشریح۔ یعنی بائیں طرف جھکا رہے اس لئے کہ اس میں فارغ ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور کشادہ ہو کر بیٹھے۔(ح)

ولا یتکلم الا لضرورۃ۔

ترجمہ۔اور نہ بات کرے مگر ضرورت کی وجہ سے۔(جیسے کسی اندھے کو کنویں میں گرتے ہوئے دیکھا تو اس صورت میں کلام کرنا مکروہ نہیں ہے۔)

ویکرہ تحریماً استقبال القبلۃ واستدبارھا ولو فی البنیان۔

ترجمہ۔اور مکروہ تحریمی ہے قبلہ کی طرف منہ کرنا اور اس کی طرف پیٹھ کرنا اگرچہ آبادی میں ہو۔

تشریح۔ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منھ یا پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ جنگل میں ہو یا بنے ہوئے پاخانوں میں ہو دونوں کے لئے یہی حکم ہے۔

واستقبال عین الشمس والقمر ومھب الریح۔

ترجمہ۔اور سورج اور چاند کے عین کی طرف منھ کرنا، اور ہوا کے چلنے کی سمت کا رُخ کرنا۔

تشریح۔ ایسی جگہ استنجا کرنا کہ سورج یا چاند اس کے سامنے ہو، مکروہ ہے اور اگر ایسی بند جگہ ہو کہ سورج یا چاند کا استقبال تو ہو رہا ہے لیکن وہ نظر نہیں آتے تو مکروہ نہیں۔ اور یہاں پر استقبال کی قید لگائی، اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور ہوا کے رخ منھ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں ناپاکی اس کی طرف لوٹے گی اور اس کو ناپاک کر دے گی۔

ویکرہ ان یبول او یتغوط فی الماء والظل والجحر والطریق وتحت شجرۃ مثمرۃ۔

ترجمہ۔ اور مکروہ ہے پیشاب کرنا یا پاخانہ کرنا پانی میں اور سایہ میں اور بل میں اور راستے میں اور پھل دار درخت کے نیچے۔

تشریح۔ پانی میں پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے، اس میں ذرا تفصیل ہے، بند قلیل پانی میں حرام ہے بند کثیر میں مکروہ تحریمی ہے اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔(عمدۃ الفقہ)

سایہ سے وہ سایہ مراد ہے جس میں لوگ آرام کے لئے بیٹھتے ہوں، لیکن اگر سایہ ایسا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا تو اس میں مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ کراھت اس وقت ہے جبکہ وہ سایہ کی جگہ مباح ہو جیسے عام راستہ، اور اگر کسی کی مملوک ہو تو اس کے مالک کی

اجازت کے بغیر اس میں پیشاب پاخانہ کرنا حرام ہے۔(ح)اور سوراخ میں خواہ وہ زمین میں ہو یا دیوار میں، کیونکہ ہو سکتا ہے اس میں کوئی موذی جانور سانپ وغیرہ ہو۔ اور راستہ میں۔ اور پھل دار درخت کے نیچے، کیونکہ اگر پھل گرے گا تو خراب ہو گا اور مال ضائع ہو گا۔

والبول قائماً الا من عذر۔

ترجمہ۔ **اور پیشاب کرنا کھڑے ہو کر مگر عذر سے۔**

تشریح۔ بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض نے تحریمی کہا ہے۔ لیکن اگر عذر ہو جیسے کمر میں درد ہو تو مکروہ نہیں۔

ویخرج من الخلاء برجله الیمنیٰ ثم یقول الحمد الله الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی۔

ترجمہ۔ اور نکلے بیت الخلاء سے اپنے داہنے پاؤں سے پھر کہے، تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے دور کر دیا مجھ سے گندگی کو اور مجھ کو عافیت دی۔

تشریح۔ بیت الخلاء سے باہر آتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور یہ دعا پڑھے، الحمد الخ، یعنی اس پر اللہ کی حمد ہے کہ اللہ نے ان فضلات کو میرے اندر سے دور کر دیا کہ اگر وہ خارج نہ ہوتے تو قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی، اور جس غذا سے فائدہ ہو سکتا تھا اس کو باقی رکھ کر اللہ نے عافیت دی۔ اور اس دعا سے پہلے نبی ﷺ (غفرانك) بھی کہتے تھے کہ جتنی دیر بیت الخلاء میں رہے اتنی دیر اللہ کا ذکر نہ کر سکے اس پر آپ ﷺ استغفار فرماتے تھے(م)۔

(فصل فی الوضوء)

ترجمہ۔ **یہ فصل وضو کے بیان میں ہے۔**

تشریح۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے احکام کو پہلے بیان کیا اور اس کے بعد غسل کو، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے وضو کو بیان کیا اور غسل کو بعد میں، چنانچہ پہلے فرمایا ہے، فاغسلوا وجوھکم (الآیۃ)۔ اور اس کے بعد وان کنتم جنباً فالطھروا فرمایا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے وضو کا محل غسل کے محل کا جز ہے اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے وضو کو غسل پر مقدم کیا۔ تیسری وجہ یہ ہے وضو کی ضرورت غسل کی بہ نسبت زیادہ پیش آتی ہے(ح)۔

الوُضوء بضم الواو مصدر ہے (باب کرم سے، وضُوء یوضُوء وضُوءً، پاکیزہ ہونا، خوبصورت ہونا، وضُوء الرجلُ۔ (مرد پاکیزہ ہو گیا) اور شریعت کی اصطلاح میں اعضاء ثلاثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا نام وُضوء ہے۔ اور وَضو، واو کے فتحہ کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جو وضو کے لئے مہیا کیا گیا ہو (م)۔

ارکان الوضوء اربعة وهي فرائضه۔

ترجمہ۔ وضو کے ارکان چار ہیں اور وہی اس کے فرائض ہیں۔

تشریح۔ ارکان، رکن کی جمع ہے اس کے لغوی معنٰی جانب قوی کے ہیں، اور اصطلاح میں وہ اجزاء جن سے ماہیت یعنی حقیقت مرکب ہوتی ہے جیسے اعضائے ثلاثہ کے دھونے اور مسح کرنے سے وضو کی حقیقت ترکیب دی گئی ہے اس لئے یہ اس کے ارکان ہوئے اور یہی ارکان وضو کے فرائض ہیں۔ فرائض، فرض کی جمع ہے۔ فرض کی دو قسمیں ہیں، قطعی، ظنی، فرض قطعی وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں شبہ نہ ہو جیسے آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جو تاویل کا احتمال نہ رکھتی ہوں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق اور اس کو چھوڑنے والا سزا کا مستحق ہو گا اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ فرض ظنی، وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو جیسے وہ آیات اور احادیث جس میں تاویل کی گئی ہو۔ اس کا حکم بھی فرض قطعی جیسا ہے لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہو گا اور اس کو فرض عملی بھی کہتے ہیں (ح) پھر فرض کی اور بھی دو قسمیں ہیں، فرض عین، فرض کفایہ۔ فرض عین وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہو جیسے وضو۔ فرض کفایہ وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری تو ہو لیکن اگر کچھ لوگ ادا کرلیں تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے جیسے نماز جنازہ۔

الاول غسل الوجه وحده طولاً من مبدأ سطح الجبهة الى اسفل الذقن وحده عرضاً ما بين شحمتي الاذنين۔

ترجمہ۔ پہلا چہرے کا دھونا اور چہرے کی حد لمبائی کے لحاظ سے پیشانی کی سطح کے شروع ہونے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور اس کی حد چوڑائی کے لحاظ سے وہ تمام حصہ ہے جو دونوں کانوں کی لو کے درمیان ہے۔

تشریح۔ وضو کا پہلا فرض منھ کا ایک بار دھونا ہے یہاں پر غَسل فرمایا، اور غسل کا مطلب عضو پر پانی کا جاری کرنا (بہانا) ہے اس طرح کہ کم از کم اس عضو سے دو قطرے ٹپکیں، صرف تر ہاتھ کا پھیر دینا کافی نہیں ہو گا (ح)۔ سو اگر وضو کے کسی عضو پر برف ملا اور اس عضو سے کوئی قطرہ نہیں ٹپکا تو کافی نہیں ہے اس سے دھونے کا فرض ادا نہیں ہو گا۔ اور چہرے کی حد یہ ہے کہ لمبائی میں ابتدائے پیشانی سے یعنی جہاں سر کے اگلے حصہ کے بال عام طور پر اگنے شروع ہوتے ہیں خواہ اس جگہ میں بال ہوں یا نہ ہوں سو اگر کسی کے سر کے بال پیشانی کی معروف حد سے نیچے تک اگیں تو وہ چہرے کی حد میں داخل ہیں اور پیشانی پر اُگے ہوئے بالوں کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے سر کے بال گر گئے ہوں یا نہ اگیں تو عام طور پر جہاں سے بال اگنے شروع ہوتے ہیں وہاں سے دھونا فرض ہے اس سے اوپر دھونا فرض نہیں ہے۔ وہاں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھونا فرض ہے (ح)۔

والثانی غسل یدیه مع مرفقیه والثالث غسل رجلیه مع کعبیه

ترجمہ۔ اور دوسرا اپنے دونوں ہاتھوں کا دھونا اپنی دونوں کہنیوں کے ساتھ۔ اور تیسرا اپنے دونوں پاؤں کا دھونا اپنے دونوں ٹخنوں کے ساتھ۔

والرابع مسح ربع رأسه۔

ترجمہ۔ اور چوتھا اپنے چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

تشریح۔ مسح کے لغوی معنی کسی شی پر ہاتھ کا پھیرنا۔ اور شرعاً مسح کے عضو پر تری کا پہنچانا ہے اگرچہ کسی عضو کو دھونے کے بعد ہو نہ کہ کسی عضو پر مسح کے بعد اور نہ کسی عضو سے تری لے کر (ح) پس سر کے مسح سے بچی ہوئی تری سے موزہ کا مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اعضائے وضو میں سے کسی عضو سے تری لی تو اس سے بھی مسح جائز نہیں۔ سر کے مسح کی فرض مقدار میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق سر کا مسح فرض ہے پس تین بالوں کا یا ایک روایت میں ایک بال کا مسح کیا تو بھی فرض ادا ہو جائے گا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

وسببه استباحة مالا یحل الا به وهو حکمه الدنیوی وحکمه الاخروی الثواب فی الآخرۃ۔

ترجمہ۔ اور اس کا سبب ان چیزوں کی اباحت کو طلب کرنا ہے جو حلال نہیں ہوتی ہیں مگر اسی (وضو) سے۔ اور یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور اس کا اخروی حکم آخرت میں ثواب ہے۔

تشریح۔ وضو کے واجب ہونے کا سبب اس فعل کے کرنے کا ارادہ ہے جو وضو کے بغیر حلال نہیں ہوتا خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہ ہو جیسے قرآن مجید کا چھونا۔ پس وضو سے ان چیزوں کا مباح اور حلال ہو جانا یہ وضو کا دنیوی حکم ہے کہ جس نے وضو کیا اس کے لئے دنیا میں ان چیزوں کا کرنا حلال ہو گیا اور آخرت میں اس وضو کے بدلے ثواب ملے گا یہ وضو کا اخروی حکم ہے۔

وشرط وجوبه العقل والبلوغ والاسلام وقدرۃ علی استعمال الماء الکافی ووجود الحدث وعدم الحیض والنفاس وضیق الوقت۔

ترجمہ۔ اور وضو کے واجب ہونے کی شرط عاقل ہونا، اور بالغ ہونا، اور مسلمان ہونا ہے، اور قادر ہونا اتنے پانی کے استعمال پر جو کافی ہو، اور حدث کا پایا جانا، اور حیض و نفاس کا نہ ہونا، اور نماز کے وقت کا تنگ ہونا۔

تشریح۔ شرط وہ شی ہے کہ جس کے نہ ہونے سے حکم بھی لازماً موجود نہ ہو اور اس کے ہونے سے نہ حکم کا موجود ہونا لازم ہو اور نہ حکم کا موجود نہ ہونا لازم ہو پس انسان پر وضو اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ اس میں آٹھ شرطیں پائی جائیں، اگر اس میں سے ایک

شرط بھی نہیں پائی جائے گی تو وضو واجب نہیں ہو گا (۱) عاقل ہونا پس پاگل پر وضو واجب نہیں کیونکہ پاگل پر نماز واجب نہیں۔ (۲) بالغ ہونا، پس بچے پر نماز واجب نہیں تو وضو بھی واجب نہیں۔ (۳) مسلمان ہونا، پس کافر پر وضو واجب نہیں کیونکہ عمل کے صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے۔ (۴) اتنی مقدار پاک پانی کے استعمال پر قادر ہو کہ تمام اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھولے۔ پس اگر اتنا پانی ہو لیکن وہ استعمال پر قادر نہ ہو مثلاً وہ بیمار ہو یا اتنی مقدار پانی ہو اور وہ تندرست بھی ہو لیکن وہ پانی ناپاک ہو یا پانی بھی پاک ہو لیکن اتنا نہ ہو کہ تمام اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھو سکے تو اس پر وضو واجب نہ ہو گا۔(ح) (۵) اور حدث کا پایا جانا یعنی بے وضو ہونا پس اگر وہ باوضو ہے تو اس پر نماز وغیرہ کے لئے وضو واجب نہیں۔ (۶۔ ۷) اور حیض و نفاس کا نہ ہونا، پس اگر عورت حالت حیض یا نفاس میں ہو تو اس پر وضو واجب نہیں کیونکہ اس پر نماز واجب نہیں۔ (۸) وقت کا تنگ ہونا۔ یعنی وضو نماز کے وقت کے داخل ہوتے ہی واجب نہیں ہوتا بلکہ جب وقت تنگ ہو جائے گا تو اس پر وضو واجب ہو گا پس اگر وقت میں وسعت ہے تو اس پر وجوب نہیں ہو گا۔

وشرط صحته ثلاثة عموم البشرة بالماء الطهور وانقطاع ما ينافيه من حيض ونفاس وحدث وزوال ما يمنع وصول الماء الى الجسد كشمع وشحم۔

ترجمہ۔ اور وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں تین ہیں، کھال کے اوپر کے حصہ پر عام کر دینا (پہونچا دینا) پاک پانی کو۔ اور اس چیز کا ختم ہو جانا جو وضو کے منافی ہے یعنی حیض اور نفاس اور حدث، اور اس چیز کا نہ ہونا جو روکتا ہے پانی کے پہنچنے کو جسم تک جیسے موم اور چربی۔

تشریح۔ وضو کے صحیح ہونے کا حکم اس وقت لگائیں گے جبکہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔ (۱) جن اعضاء کا وضو میں دھونا فرض ہے ان پر پوری طرح پاک پانی کا پہنچانا پس اگر ایک سوئی کے سوراخ کے برابر یا ایک بال کے برابر بھی جگہ سوکھی رہ گئی تو وضو صحیح نہ ہو گا(ح) (۲) جس وقت وضو کرے اس وقت حیض یا نفاس یا حدث نہ ہو جیسے پیشاب کے قطرات جاری نہ ہوں کیونکہ ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس جب تک یہ چیزیں بند نہ ہوں اس کا وضو صحیح نہ ہو گا۔ (۳) جن اعضاء کو وضو میں دھونا فرض ہے ان میں سے کسی پر ایسی کوئی چیز نہ لگی ہو جس کی وجہ سے پانی چمڑی تک نہ پہنچے پس اگر وضو کرنے والے نے اپنے پاؤں کی پھٹنوں میں موم بھر رکھا تھا تو جب تک موم کو زائل نہیں کریگا اس کا وضو صحیح نہیں ہو گا اس لئے کہ موم ایسی چیز ہے جو جسم تک پانی کے پہنچنے کے لئے مانع ہے اس لئے اس کے ساتھ وضو صحیح نہ ہو گا۔

(فصل) فی احکام الوضوء

يجب غسل ظاهر اللحية الكثة فى اصح ما يفتىٰ به ويجب ايصال الماء الىٰ بشرة اللحية الخفيفة۔

ترجمہ۔ واجب ہے گھنی ڈاڑھی کے ظاہر کا دھونا صحیح تر مذہب میں کہ فتویٰ دیا جاتا ہے اس پر، اور واجب ہوتا ہے پانی کا پہنچانا ہلکی ڈاڑھی کی جلد تک۔

تشریح۔اس فصل میں وضو کے فرائض کا تتمہ بیان فرماتے ہیں۔لحیۃ بکسر اللام ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے اوپر نکلتے ہیں۔لحیہ دو طرح کی ہوتی ہے دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔(۱)اللحیۃ الکثۃ، گھنی ڈاڑھی وہ ہے جس کے اندر سے کھال نظر نہ آئے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ظاہری (اوپری) حصے کا دھونا فرض ہے ڈاڑھی کے نیچے کی کھال تک پانی پہچانا فرض نہیں ہے یہ صحیح اور مفتٰی بہ مذہب ہے، یہ کہہ کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمادیا کہ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں (۱) گھنی ڈاڑھی کے تہائی حصہ کو دھونا فرض ہے (۲) چوتھائی ڈاڑھی کا دھونا فرض ہے (۳) صرف مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے، لیکن یہ اقوال مفتٰی بہ نہیں ہیں۔(۲)اللحیۃ الخفیفۃ ہلکی (خشخشی) ڈاڑھی وہ ہے جس کے اندر سے کھال نظر آئے ایسی ڈاڑھی کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔

ولا یجب ایصال الماء الی المسترسل من الشعر عن دائرۃ الوجہ۔

ترجمہ۔اور نہیں واجب ہوتا ہے پانی کا پہنچانا ان بالوں تک جو چہرہ کے دائرہ سے لٹکے ہوئے ہوں۔

تشریح۔یعنی جو بال ٹھوڑی کے نیچے لٹکے ہوئے ہوں ان کا دھونا یا ان پر مسح کرنا فرض نہیں ہے بلکہ ان کا مسح کر لینا سنت ہے۔(ح)۔

ولا الی ما انکتم من الشفتین عند الانضمام۔

ترجمہ۔اور نہ اس حصہ تک جو کہ چھپ جاتا ہے دونوں ہونٹوں کے ملنے کے وقت۔

تشریح۔عام حالت میں ہونٹ بند کرتے وقت جو حصہ چھپ جاتا ہے وہ منھ کے اندرونی حصہ کے ساتھ ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ عام طور سے ہونٹ بند کرتے وقت جس قدر کھلا رہتا ہے وہ چہرے میں شامل ہے وضو میں اس کا دھونا فرض ہے۔

ولو انضمت الاصابع او طال الظفر فغطی الانملۃ او کان فیہ ما یمنع الماء کعجین وجب غسل ما تحتہ۔

ترجمہ۔اور اگر ملی ہوں انگلیاں یا لمبا ہو جائے ناخن اور ڈھانپ لے وہ پوروے کو یا ہو ناخن کے اندر ایسی چیز جو روک دے پانی کو جیسے آٹا تو واجب ہوگا اس حصہ کا دھونا جو اس کے نیچے ہے۔

تشریح۔اگر انگلیاں کسی وجہ سے اس درجہ مل گئی ہوں کہ بغیر ان کو الگ کئے پانی خود سے ان کے درمیان نہ پہنچتا ہو تو ان کے درمیان پانی کا پہنچانا فرض ہے۔اور اگر پیدائشی جڑی ہوئی ہوں تو ان کے درمیان پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔اسی طرح اگر ناخن اتنے بڑے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو ان کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔اسی طرح اگر ناخن کے اندر گندھا ہوا آٹا بھرا ہوا ہو تو اس آٹے کو دور کر کے پانی پہنچانا واجب ہے اس لئے کہ آٹا جسم تک پانی کے پہنچنے کے لئے مانع ہے۔پس اگر کسی کے ناخن

میں آٹالگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا وضو کرنے کے بعد جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اس کو چھڑا کر اس جگہ پر پانی ڈالے۔

ولا یمنع الدرن وخرء البراغیث ونحوھا۔

ترجمہ۔ اور نہیں روکتا ہے میل اور مچھروں کی بیٹ اور ان کے مثل۔

تشریح۔ یعنی پانی کے بدن تک پہنچنے کے لئے میل اور مچھر اور اس کے مثل جیسے مکھی، پسو، کی بیٹ مانع نہیں ہے پس اگر کسی کے ناخن میں میل جما ہوا ہو یا وضو کے اعضاء میں سے کسی عضو پر مچھر، مکھی، وغیرہ کی بیٹ لگی ہو تو انکو دور کر کے پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

ویجب تحریك الخاتم الضیق۔

ترجمہ۔ اور واجب ہے تنگ انگوٹھی کا حرکت دینا۔

تشریح۔ اگر کسی کے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہو اور وہ ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو وضو کرتے وقت اس کو حرکت دینا فرض ہے تاکہ پانی اس کے نیچے کی جگہ تک پہنچ جائے، اور اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو حرکت دینا فرض نہیں ہے۔

ولو ضرہ غسل شقوق رجلیه جاز امرار الماء علی الدواء الذی وضعه فیھا۔

ترجمہ۔ اور اگر نقصان دے وضو کرنے والے کو اپنے دونوں پیروں کی پھٹنوں کا دھونا تو جائز ہے پانی کا گزارنا اس دواء پر جس کو پھٹنوں میں رکھا ہے۔

تشریح۔ اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور اس میں دوائی بھر دی ہو اور اس دوائی کے نیچے یعنی پھٹن میں پانی پہنچانا نقصان کرتا ہے تو اوپر سے پانی بہا دینے سے اس کا وضو ہو جائے گا۔ اور اگر پھٹن پر پانی کا بہانا بھی نقصان کرتا ہو تو مسح کافی ہے، اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو اس جگہ کو چھوڑ دے۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز نقصان نہ کرے تو جس قدر نقصان نہ کرے اتنا طے ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور وہ اس پر قادر ہے تو اس کو گرم پانی استعمال کرنا لازم ہوگا۔(ح)۔

ولا یعاد المسح ولا الغسل علی موضع الشعر بعد حلقه ولا الغسل بقص ظفرہ وشاربه۔

ترجمہ۔ اور نہیں اعادہ کیا جائے گا مسح کا اور نہ دھونے کا بالوں کی جگہ پر بالوں کے مونڈنے کے بعد۔ اور نہیں اعادہ کیا جائے گا دھونے کا اپنے ناخن اور مونچھ کے کاٹنے سے۔

تشریح۔ اگر کسی نے وضو کرتے وقت سر کا مسح کیا پھر وضو کرنے کے بعد سر منڈوا دیا، یا غسل کرنے کے بعد خواہ وہ جنابت کا غسل ہو سر منڈوا دیا تو پھر سے مسح کرنا یا دھونا لازم نہ ہو گا۔ اسی طرح وضو کرنے کے بعد ناخن تراشے یا مونچھیں کٹوائیں تو دوبارہ ناخن کے نیچے کے حصے کا دھونا یا مونچھوں کا دھونا لازم نہ ہو گا۔

(فصل) فی سنن الوضوء

یسن فی الوضوء ثمانیۃ عشر شیئاً۔

ترجمہ۔ مسنون ہیں وضو میں اٹھارہ چیزیں۔

تشریح۔ سنت کے لغوی معنٰی طریقہ اور عادت کے ہیں اور اصطلاح میں دین اسلام کے اس جاری طریق کو کہتے ہیں جس پر حضور ﷺ نے واجب کئے بغیر عمل کیا ہو پس اگر آپ ﷺ کا یہ عمل بجز ایک دو مرتبہ کے بطریق ہمیشگی ہوا ہو تو وہ سنت مؤکدہ ہے جیسے اذان، اقامت، جماعت، سنن رواتب، مضمضہ اور استنشاق۔ اور اس کو سنن ھدیٰ بھی کہتے ہیں یعنی اس پر عمل کرنا ھدایت ہے اور اس کو چھوڑ دینا ضلالت و گمراہی ہے۔ سنت موکدہ اور واجب عمل کے لحاظ سے برابر کا درجہ رکھتے ہیں، فرق یہ ہے کہ واجب کے ترک پر عذاب کی وعید ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک پر عتاب ہے یعنی ملامت و ناراضگی ہے جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری سنت کو چھوڑ دے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک پر گناہ اس وقت ہے جبکہ اس کی عادت بنالے۔ اور اگر آپ ﷺ کا یہ عمل بطریق ہمیشگی نہ ہو تو وہ سنت غیر مؤکدہ ہے جیسے وضو میں گردن کا مسح کرنا، اور داہنی طرف سے شروع کرنا، اور نفل نماز و روزہ و صدقہ، اور تمام طبعی و عادی افعال جیسے لباس و قیام و قعود میں آپ کی عادت، اس کو سنن زوائد و مستحب و مندوب و ادب بھی کہتے ہیں، سننِ ھدیٰ اور سننِ زوائد کا یہ فرق فقہاء کے یہاں ہے۔ اصولیین کے نزدیک ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ سنن زوائد کے ترک پر نہ عذاب ہے نہ عتاب ہے۔ (ط۔م)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کی سنتیں اٹھارہ بتلائی ہیں۔ یہ عدد حصر کے لئے نہیں ہے یعنی یہ مطلب نہیں کہ وضو کی اٹھارہ ہی سنتیں ہیں بلکہ یہ عدد طالب کی سھولت کے لئے ہے۔

غسل الیدین الی الرسغین۔

ترجمہ۔ دونوں ہاتھوں کا دھونا دونوں گٹوں تک۔

تشریح۔ الرسغین۔ رسغ کا تثنیہ ہے راء کے ضمہ کے ساتھ، کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں (ح) وضو کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا سنت ہے خواہ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کر رہا ہو یا سویا ہی نہ ہو لیکن سو کر اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کے دھونے کی حدیث میں تاکید آئی ہے (ح)۔

والتسمیۃ ابتداءً۔

ترجمہ۔ اور بسم اللہ پڑھنا شروع میں۔

تشریح۔ نیت (نیت کا ذکر متن میں آگے آرہا ہے صفحہ ٦٦ پر) اور بسم اللہ پڑھنا اور ہاتھوں کا دھونا ان تینوں امور سے وضو کی ابتدا کرنا سنت ہے اور یہ تینوں ابتدا میں ادا ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ پڑھنا زبان کا فعل ہے اور دھونا ہاتھوں سے تعلق رکھتا ہے پس یہ تینوں بیک وقت ادا ہو گئے۔ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہر ذکر سے بسم اللہ کی سنت ادا ہو جائے گی پس اگر ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بجائے اللہ اکبر کہے یا الحمد للہ کہے یا لا الہ الا اللہ کہے تو بھی بسم اللہ پڑھنے کی سنت ادا ہو جائے گی (ط) اور وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے لئے سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں بسم اللہ العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں (ح) اور وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتدا میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہ ہو گی بخلاف کھانے کے کہ وہاں اگر درمیان یا اخیر میں یاد آنے پر بسم اللہ پڑھ لے تو جتنا کھا چکا ہے اور جتنا کھانا ہے دونوں کی سنت ادا ہو جائے گی، اس لئے کہ وضو پورا فعل واحد ہے اور کھانا پورا ایک فعل نہیں ہے بلکہ اس کا ہر لقمہ ایک نیا فعل ہے اس لئے وضو کے درمیان بسم اللہ کہنے سے مافات کی تلافی نہ ہو گی (ح)۔

والسواك فی ابتدائه ولو بالاصبع عند فقده۔

ترجمہ۔ اور مسواک کرنا وضو کے شروع میں اگرچہ انگلی سے مسواک کے نہ ہونے کے وقت۔

تشریح۔ سواک بکسر السین کے معنیٰ مسواک کرنا اور جس لکڑی سے مسواک کرتے ہیں اس کو بھی مسواک کہتے ہیں لیکن یہاں مراد اول ہے یعنی مسواک کرنا، وضو میں مسواک کرنے کا وقت یہ ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے کی جائے (ح) اور عمدۃ الفقہ میں نہایہ اور فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کلی کے وقت کی جائے اور اکثر کا عمل اسی قول پر ہے کیونکہ اس میں صفائی بہتر ہوتی ہے، دونوں قول راجح ہیں اور دونوں پر عمل کی گنجائش ہے، بہتر یہ ہے کہ جس کے دانتوں سے خون نکلتا ہو وہ وضو شروع کرنے سے پہلے اور جس کو خون نہ نکلتا ہو وہ کلی کے وقت کرے۔

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے یا نماز کی یا دین کی سنتوں میں سے ہے شوافع رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک یہ نماز کی سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دین کی سنت ہے پس قرآن مجید کی تلاوت کے وقت، حدیث شریف پڑھتے وقت، نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت، لوگوں کے مجمع میں جاتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت، اور سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے (م۔ط) مسواک کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسواک کڑوے درخت کی ہو کیونکہ اس سے بلغم اچھی طرح کٹ جاتا ہے اور سینہ خوب صاف ہو جاتا ہے اور کھانا خوب ہضم ہوتا ہے اور افضل ہے کہ پیلو کے درخت کی ہو، ہر درخت کی

لکڑی سے مسواک کرنا صحیح ہے سوائے انار اور بانس کی لکڑی سے کہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور مسواک تر لکڑی کی ہونا مستحب ہے اگر خشک ہو تو اس کو بھگو کر تر کر لینا مستحب ہے۔ اور مسواک کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہو کیونکہ اس سے زیادہ لمبی مسواک پر شیطان سوار ہو جاتا ہے اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہو (ط)۔

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو پانی میں تر کر کے دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے برابر میں اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر کی جانب رہیں، مٹھی باندھ کر نہ پکڑے کیونکہ یہ ہیئت مسنونہ کے خلاف ہے اور اس سے بواسیر کا مرض لاحق ہو جاتا ہے پھر داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائے پھر اسی طرح داہنی طرف کے نیچے کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائے یہ ایک بار ہوا، اسی طرح تین بار کرے اور ہر بار مسواک کو منھ سے نکال کر نچوڑے اور نئے سرے سے پانی میں تر کر کے دوبارہ کرے زبان اور تالو کو بھی مسواک سے صاف کرے، مسواک دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھرائیں دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں کیونکہ اس سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے ہیں اور خون نکل آتا ہے، دانتوں پر مسواک کرنے کی کوئی مقدار مسنون نہیں ہے بلکہ اس قدر کرے کہ منھ کی بدبو اور دانتوں کی زردی دور ہو جائے (عمدۃ) مسواک موجود ہوتے ہوئے انگلی لکڑی کی مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی لیکن اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں یا اس کے منھ میں تکلیف ہو تو مسواک کا ثواب حاصل کرنے کے لئے انگلی اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

مسواک کے فوائد۔ مسواک کے فوائد بکثرت ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔ (۱) موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے (۲) پل صراط پر سے بجلی کے مانند گزارنے والی ہے (۳) نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے (۴) بڑھاپا دیر میں آتا ہے (۵) نگاہ کو تیز کرتی ہے (۶) بلغم کو کاٹتی ہے (۷) کھانا ہضم کرتی ہے (۸) انبیاء اور رسل اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں (۹) اس پر ہمیشگی کرنے سے فراخی و تونگری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہو جاتی ہے (۱۰) شیطان کو غصہ دلاتی ہے (۱۱) سر کے درد کو دور کرتی ہے (۱۲) دانتوں کو مضبوط کرتی ہے (۱۳) منھ میں خوشبو پیدا کرتی ہے (۱۴) انسان کے حافظہ اور عقل و فصاحت کو زیادہ کرتی ہے (۱۵) معدہ کو درست رکھتی ہے (۱۶) اولاد کی پیدائش کو بڑھاتی ہے (۱۷) کمر کو مضبوط بناتی ہے (۱۸) دل کو پاک کرتی ہے (۱۹) سمجھ کو تیز کرتی ہے (۲۰) فرشتے خوش ہوتے ہیں (۲۱) اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں وغیرہ (ط)۔

والمضمضة ثلاثاً ولو بغرفة۔

ترجمہ۔ **اور کلی کرنا تین مرتبہ اگرچہ ایک ہی چلو سے ہو۔**

تشریح۔ مضمضہ، مصدر ہے اس کے لغوی معنٰی حرکت دینا اور اصطلاح میں پانی کا پورے منھ کو گھیر لینا، یعنی کلی کرنا۔ یہ سنت موکدہ ہے اگر بلا عذر اس کے ترک کی عادت بنالے گا تو گنہگار ہو گا۔ کلی کی حد یہ ہے کہ پورے منھ کے اندر پانی پہنچ جائے، پانی منھ میں

پھرانا اور پانی کو باہر پھینکنا شرط نہیں ہے لیکن باہر پھینک دینا افضل ہے(ح) اور تین دفعہ کلی کرنا اور ہر دفعہ نیا پانی لینا مسنون ہے یہ دونوں الگ الگ سنتیں ہیں پس اگر ایک بار چلو میں پانی لیکر اس میں سے تین دفعہ منھ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کرلے تو اس سے کلی کرنے کی سنت ادا ہوجائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

والاستنشاق بثلاث غرفات۔

ترجمہ۔ اور ناک میں پانی ڈالنا تین چلوؤں سے۔

تشریح۔ استنشاق یہ نشق سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ سونگھنا ہے، اور اصطلاح میں ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا، یہ بھی سنت مؤکدہ ہے، ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرط نہیں ہے(ح) اور استنشاق کی سنت تب ادا ہوگی جب کہ تین چلوئوں سے ناک میں پانی ڈالے، پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو استنشاق کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

والمبالغة فی المضمضة والاستنشاق لغیر الصائم۔

ترجمہ۔ اور مبالغہ کرنا کلی کرنے میں اور ناک میں پانی ڈالنے میں غیر روزہ دار کے لئے۔

تشریح۔ کلی میں مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ غرغرہ کرے یعنی پانی کو حلق میں پہنچا کر پھرائے۔ اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (بانسہ) تک پانی چڑھائے، یہ بھی سنت ہے لیکن اگر روزہ دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے اگرچہ اس کا روزہ نفلی ہو کیونکہ ان میں مبالغہ کرنے سے روزہ فاسد ہوجانے کا احتمال ہے۔(ح)۔

وتخلیل اللحیة الکثة بکف ماء من اسفلها۔

ترجمہ۔ اور گھنی ڈاڑھی کا خلال کرنا ایک چلو پانی سے ڈاڑھی کے نیچے کی جانب سے۔

تشریح۔ خلال کا وقت تین بار چہرہ دھونے کے بعد ہے ڈاڑھی میں خلال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کہ اس وقت ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی جانب ہو اور ہاتھ کی پشت نیچے کی طرف ہو اور ڈاڑھی میں انگلیاں ڈالنے کی کیفیت یہ ہے کہ ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کردے اور پھر ڈاڑھی میں انگلیاں نیچے کی جانب سے ڈال کر اوپر کو لائے(ط)۔

وتخلیل الاصابع۔

ترجمہ۔ اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

تشریح۔ یعنی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے۔ اور دونوں پاؤں میں خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا پاؤں کی پیٹھ کی جانب سے انگلیوں کے درمیان داخل کر کے نیچے سے اوپر کو کھینچے۔ دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے خلال شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔

وتثليث الغسل۔

ترجمہ۔ اور دھونے کو تین مرتبہ کرنا۔

تشریح۔ وضو میں جن اعضا کو دھونا فرض ہے جیسے دونوں ہاتھ اور چہرہ اور دونوں پاؤں ان کو تین تین بار دھونا سنت ہے، ایک بار پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو مرتبہ اور دھونا صحیح مذہب کے مطابق سنت موکدہ ہے، ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ دھونا سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھلنا سنت موکدہ ہے چلوئوں کا اعتبار نہیں ہے یعنی اگر ایک چلو سے پورا عضو نہ دھلے تو جب پورا عضو دھل جائے گا تو وہ ایک مرتبہ کا دھونا ہوگا۔ یہاں پر غسل کی قید لگائی اس لئے کہ ہمارے نزدیک مسح میں تکرار نہیں ہے۔(ح)

واستيعاب الرأس بالمسح مرة۔

ترجمہ۔ اور سر کو گھیر لینا مسح سے ایک مرتبہ۔

تشریح۔ ایک بار پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے۔ سر کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کرکے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر پچھلے حصے کی طرف اس طرح لیجائے کہ پورے سر پر ہاتھ پھر جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے (ط) بعض علماء نے دوسرا طریقہ بیان کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کرکے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں یعنی چھنگلیا اور اس کے پاس والی اور بیچ کی انگلی کے سرے ملا کر سر کے آگے کے حصے پر رکھے اور آگے سے پیچھے یعنی گدی کی طرف کھینچے اس وقت دونوں انگوٹھوں، اور دونوں انگشت شہادت اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے الگ اٹھا ہوا رکھے اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو گدی کی طرف سے وسطِ سر کی دونوں جانب رکھے اور گدی سے آگے کی طرف کھینچے تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے پھر دونوں انگشت شہادت کے اندرونی حصے سے کانوں کے اندر کا اور دونوں انگوٹھوں کے اندرونی حصے سے دونوں کانوں کے باہر کا مسح کرے(ح) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں تکلف اور مشقت ہے اور سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے ،لیکن عمدۃ الفقہ میں ،،منحۃ الخالق علی البحر الرائق،، کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے مسح کا طریقہ اسی طرح روایت کیا ہے، اسی لئے صاحب عمدۃ الفقہ فرماتے ہیں کہ دونوں طریقے درست ہیں خواہ جس پر عمل کرے۔

ومسح الاذنین ولو بماء الرأس۔

ترجمہ۔ اور دونوں کانوں کا مسح کرنا اگرچہ سر کے پانی سے ہو۔

تشریح۔ کانوں کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ کانوں کے اندر کا مسح سوراخ کو چھوڑ کر انگشت شہادت سے کرے اور دونوں ہاتھوں کی چھنگلیا دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کر کے ان کو حرکت دے اور کانوں کے باہر کا مسح دونوں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے کرے (ح) اور کانوں کے مسح کے لئے الگ سے پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سر کے مسح کے بعد جو تری ہے اس سے مسح کر لینے سے سنت ادا ہو جائے گی لیکن پہلی تری کے باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لینا اچھا ہے۔ **والدلك والولاء والنية۔**

ترجمہ۔ اور ملنا۔ یعنی اعضائے وضو کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا سنت ہے۔ اور پے در پے کرنا۔ اور نیت کرنا۔

تشریح۔ ولاء واؤ کے کسرہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معتدل موسم میں پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھونا شروع کر دینا۔ پس اگر ہوا تیز چل رہی ہو یا گرمی بہت زیادہ ہو کہ پانی عضو پر ڈالتے ہی سوکھ جاتا ہے تو اس کو،،ولاء،، چھوڑنے والا نہیں کہا جائے گا۔

والنية۔ نیت کے لغوی معنٰی ارادہ کرنا۔ اور اصطلاح میں کسی کام کے کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کر لینا۔ وضو کی نیت کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے، میں نے حدث دور کرنے کی نیت کی۔ یا یوں کہے کہ میں نے نماز قائم کرنے کی نیت کی۔ یا یوں کہے کہ میں نے وضو کی نیت کی۔ یا میں نے اللہ کا امر بجا لانے کی نیت کی۔ اور نیت کا محل دل ہے یعنی نیت دل سے کرے، اگر نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کئے تا کہ دل کے ساتھ زبان کا فعل جمع ہو جائے تو اس کو مشائخ نے پسند کیا ہے (ح) ورنہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وصحابہ کرام و تابعین وائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا کسی روایت میں وارد نہیں ہوا ہے (م۔ط)

والترتیب کما نص اللہ تعالیٰ فی کتابہ۔

ترجمہ۔ اور ترتیب جیسا کہ تصریح فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں۔

تشریح۔ ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے ادا کرے پس پہلے چہرہ دھوئے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ترتیب کو اس آیت سے ثابت کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ آیت میں ترتیب کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ترتیب سنت ہے اس لئے کہ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ترتیب کی رعایت فرمائی ہے۔

والبداءۃ بالمیامن ورؤس الاصابع ومقدم الرأس ومسح الرقبۃ لا الحلقوم۔

ترجمہ۔اور داہنی طرف سے شروع کرنا، اور انگلیوں کے سروں کی طرف سے شروع کرنا۔اور سر کے اگلے حصے سے شروع کرنا۔(یعنی سر کا مسح کرتے وقت سر کے اگلے حصے کی طرف سے شروع کرنا)اور گردن کا مسح کرنا نہ کہ گلے کا۔

تشریح۔ وضو کے اعضا جو دو دو ہیں اور وہ دھوئے جاتے ہیں جیسے ہاتھ اور پاؤں ،تو ان میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے دھونا اور داہنے پاؤں کو بائیں پاؤں سے پہلے دھونا مسنون ہے ،پس اگر عضو دو ہوں لیکن دھوئے نہ جاتے ہوں جیسے دو کان، تو ان دونوں کا ایک ساتھ مسح کرنا سنت ہے۔اسی طرح اگر ایک عضو ہے جیسے چہرہ، تو اس میں بھی ایک ساتھ پورا چہرہ دھوئے، نہ یہ کہ پہلے داہنا رخسار پھر بایاں رخسار (ح) اور ہاتھ پاؤں کو دھوتے وقت انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا ۔

ومسح الرقبة:- اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا سنت ہے، گلے کا مسح نہ کرے کیونکہ یہ بدعت ہے۔

وقيل ان الاربعة الاخيرة مستحبة۔

ترجمہ۔اور کہا گیا ہے کہ اخیری چار مستحب ہیں۔

تشریح۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ البدائة بالمیامن سے جو چار سنتیں بیان کی گئی ہیں وہ مستحب کا درجہ رکھتی ہیں، اور فقہاء کے نزدیک مستحب وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہو گیا ہو۔

(فصل من آداب الوضوء اربعة عشر شيئا)

ترجمہ۔چودہ چیزیں وضو کے آداب میں سے ہیں۔

تشریح۔ آداب یہ ادبؑ کی جمع ہے۔ادب کے چند معنٰی بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) شئی کو اس کی جگہ پر رکھنا (۲) اچھی عادت (۳) پرہیز گاری (۴) اور شرح ہدایہ میں ہے کہ ادب وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیا ہو اس پر ہمیشگی نہ کی ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ملے گا اور اس کے چھوڑنے پر کوئی ملامت نہیں ہے (ح)۔

الجلوس فی مکان مرتفع واستقبال القبلة۔

ترجمہ۔اونچی جگہ پر بیٹھنا۔(اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا تاکہ مستعمل پانی کپڑوں پر نہ لگے) اور قبلہ کا استقبال کرنا۔(وضو کرنے کے لئے قبلہ کی طرف منھ کرکے بیٹھنا)۔

وعدم الاستعانة بغيره۔

ترجمہ۔ اور اپنے علاوہ سے مدد نہ چاہنا۔

تشریح۔ وضو خود کرنا، کسی دوسرے کی مدد نہ لینا، دوسرے سے مدد لینے کی دو صورتیں ہیں (۱) خود کچھ نہ کرے بلکہ دوسرا شخص اس کے اعضا کو دھوئے یہ ادب کے خلاف ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ خادم پانی ڈالتا جائے اور خود دھوتا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس کو خلاف اولیٰ کہیں گے اس لئے کہ ایسا نبی کریم ﷺ نے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اور بڑے بڑے تابعین نے کیا ہے۔(ط)۔

وعدم التكلم بكلام الناس۔

ترجمہ۔ اور بات نہ کرنا لوگوں کے کلام سے۔

تشریح۔ وضو کے دوران بلا ضرورت ایسی باتیں نہ کرے جو لوگوں سے کیا کرتے ہیں یعنی دنیوی باتیں نہ کرے، اگر کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس وقت بات نہ کہنے میں وہ ضرورت فوت ہو جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ادب نہیں ہے۔

والجمع بين نية القلب وفعل اللسان۔

ترجمہ۔ اور جمع کرنا دل کے ارادے اور زبان کے فعل کے درمیان۔ (یعنی وضو کی نیت میں دل اور زبان دونوں کو شریک کرے)

والدعاء بالماثور۔

ترجمہ۔ اور منقول دعاؤں کا پڑھنا۔

تشریح۔ ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت منقول دعائیں پڑھنا۔ منقول دعائوں سے مراد وہ دعائیں ہیں جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔

والتسمية عند كل عضو وادخال خنصره في صماخ اذنيه۔

ترجمہ۔ اور بسم اللہ پڑھنا ہر عضو کے دھونے کے وقت۔ (پس پہلے بسم اللہ پڑھے اور اس کے بعد ماثور دعا پڑھے۔) اور اپنی چھوٹی انگلی داخل کرنا اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں (یعنی کانوں کے مسح کے وقت کانوں کے سوراخ میں چھنگلیا ڈال کر اس کو حرکت دینا)

وتحريك خاتمه الواسع۔

ترجمہ۔ اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

تشریح۔ تاکہ اس کے نیچے کی کھال پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے یہاں پر ،،واسع،، کی قید لگائی پس اگر انگوٹھی تنگ ہو لیکن اس کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچ جانے کا اطمینان ہو تب تو انگوٹھی کو حرکت دینا مستحب ہے ورنہ فرض ہو گا(ح)

والمضمضة والاستنشاق باليد اليمنى والامتخاط باليسرى والتوضوء قبل دخول الوقت لغير المعذور۔

ترجمہ۔ اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا داہنے ہاتھ سے، اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا۔ اور وضو کرنا وقت کے داخل ہونے سے پہلے معذور کے علاوہ کے لئے۔

تشریح۔ والتوضوء وضو کے آداب میں سے یہ ہے کہ نماز کا وقت آنے سے پہلے وضو کر لے جبکہ وہ معذور نہ ہو اگر وہ معذور ہو تو وہ وقت کے داخل ہونے کے بعد وضو کرے اس لئے کہ طرفین کے نزدیک معذور کا وضو وقت کے ختم ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے، اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقت کے داخل ہونے سے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقت کے دخول وخروج دونوں سے ٹوٹ جاتا ہے پس اگر معذور وقت کے آنے سے پہلے وضو کرے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ وقت مہمل ہو گا(یعنی کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو، جیسے ظہر سے پہلے کا وقت) یا وہ وقت مہمل نہ ہو گا۔ پس اگر وہ وقت مہمل ہے اور اس مہمل وقت میں معذور دوسرے وقت کے لئے مثلاً ظہر کے لئے وضو کرے تو طرفین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ طرفین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک معذور کا وضو وقت کے خروج سے ٹوٹتا ہے اور یہاں وہ نہیں پایا گیا۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ وقت کا دخول پایا گیا اور ان کے نزدیک وقت کے دخول سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
اور اگر وہ وقت مہمل نہ ہو بلکہ کسی نماز کا وقت ہو مثلاً عصر سے پہلے کا وقت، پس اگر معذور عصر کا وقت آنے سے پہلے عصر کے لئے وضو کرے تو کسی کے نزدیک بھی اس وضو سے عصر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ طرفین کے نزدیک وقت کا خروج پایا گیا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقت کا دخول، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے(ح) معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی فرض اور واجب نماز طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر جاری ہو یا ریح یا پیشاب خارج ہوتی رہے۔ معذور کے احکام آگے بیان کرینگے۔

والاتيان بالشهادتين بعده۔

ترجمہ۔ اور شہادتین کو وضو کے بعد پڑھنا۔ (بھی مستحب ہے)

تشریح۔ وضو کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله، پڑھنا اور اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرنا مستحب ہے(م۔ط)

وان یشرب من فضل الوضوء قائماً وان یقول اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین۔

ترجمہ۔ اور مستحب ہے پیناوضو کے بچے ہوئے پانی میں سے کھڑے ہوکر۔ اور یہ پڑھنا، اے اللہ بنادے تو مجھ کو ان لوگوں میں سے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور بنادے تو مجھ کو پاک صاف رہنے والوں میں سے۔

تشریح۔ وضوسے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچاہوا پانی کھڑے ہوکر قبلہ کی طرف منہ کرکے پینا یہ بھی ادب ہے، آپ ﷺ نے وضو کا بچاہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہوکر پیاہے، پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی بلاعذر کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے(م)اور پانی پینے کے وقت یہ دعاپڑھے:-

اللھم اشفنی بشفائك وداونی بدوائك واعصمنی من الوھل والامراض والاوجاع۔

اے اللہ اپنی رحمت سے مجھ کو کامل شفاعطافرما اور بہترین علاج عنایت فرما اور ضعف سے بیماری سے اور دردوں سے مجھ کو محفوظ رکھ(ح)اور وضو کے بعد یہ دعاپڑھے اللھم الخ

التوابین:- یعنی ہر گناہ سے رجوع کرنے والا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ توابین وہ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتاہے توتوبہ کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ اور ''تواب'' اللہ کی صفت بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو قبول فرماکر اس کی طرف انعام کے ساتھ رجوع ہوتاہے(م)

المتطھرین:- بے حیائی کی باتوں اور کاموں سے مجھے پاک کردے۔

(فصل ویکرہ للمتوضی ستة اشیاء)

ترجمہ۔ مکروہ ہیں وضو کرنیوالے کے لئے چھ چیزیں۔

تشریح۔ یکرہ باب سمع سے ہے کَرِہَ یَکْرَہُ کَرَاھَةً۔ ناپسند کرنا۔

مکروہ(یعنی ناپسندیدہ)فقہاء کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مکروہ تحریمی، اور دوسرا مکروہ تنزیہی۔ جس چیز کی حرمت دلیل ظنی (غیر متواتر یا غیر مشہور) سے ثابت ہو اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی حرام فرماتے ہیں اور شیخین رحمۃ اللہ علیہم اس کو حرام کے قریب کہتے ہیں۔ یعنی اس کے مرتکب کو جہنم کی سزا نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے کہ حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم ہونا۔ اور جب فقہاء مطلق مکروہ لکھتے ہیں تو اس سے ان کی مراد اکثر مکروہ تحریمی ہوتی ہے مگر یہ کہ کوئی دلیل اس کو تنزیہی کی طرف پھیر دے تو وہ تحریمی نہیں رہے گی۔ اور اگر ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اس کا چھوڑنا کرنے سے بہتر ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہے۔(ط) مکروہ تحریمی، واجب اور سنت موکدہ کے بالمقابل ہوتاہے یعنی واجب اور سنت موکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہوتاہے اور

مکروہ تنزیہی سنت غیر موکدہ یعنی مستحب کے بالمقابل ہوتا ہے پس مستحب کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے (ع) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہات میں صرف چھ چیزیں شمار کرائی ہیں تاکہ مبتدی کے لئے آسانی ہو پس یہ چھ کا عدد حصر کے لئے نہیں ہے۔

الاسراف فی الماء۔

ترجمہ۔ پانی میں اسراف۔

تشریح۔ حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے اور وہ عدد مسنون یعنی تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور مقدار معہود یعنی ایک مُدُ (تقریباً ایک سیر پانی) سے زیادہ استعال کرنا اور یہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر پر وضو کرتا ہو یا اپنے مملوک پانی سے وضو کرتا ہو اور وقف کے پانی میں اسراف کرنا جیسے مسجد مدرسوں کا پانی، یہ تو حرام ہے (ح) لیکن اگر تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے شک کے وقت طمانینت کے لئے تین دفعہ سے زیادہ دھویا تو کوئی کراہت نہیں ہے۔ (ع)۔

والتقتیر فیہ۔

ترجمہ۔ اور پانی میں کمی کرنا۔

تشریح۔ عدد مسنون اور مقدار مسنون سے کم پانی استعمال کرنا تقتیر ہے جیسے اعضائے وضو کو مثل مسح کے دھوئے لیکن اس میں ضروری ہے کہ ایک دو قطرے ٹپکیں ورنہ وضو ہی صحیح نہ ہو گا، یا اعضائے وضو کو تین مرتبہ سے کم دھونا، پس اگر اعضائے وضو کو تین مرتبہ سے کم دھویا تو بعض علماء فرماتے کہ وہ گنہگار ہو گا اور بعض فرماتے ہیں کہ گنہگار نہیں ہو گا، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر تین مرتبہ سے کم دھونے کی عادت بنالے تو گنہگار ہو گا۔ (ح)

وضرب الوجہ بہ۔

ترجمہ۔ اور چہرے پر مارنا پانی کو۔ (یہ مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا پیشانی کے اوپر سے پانی کو آہستہ ڈالے اور پھر ہاتھ سے ملے)

والتکلم بکلام الناس۔

ترجمہ۔ اور بات کرنا لوگوں کے کلام سے (یعنی دنیوی باتیں کرنا کیونکہ اس سے وہ دعائوں واذکار میں مشغول ہونے سے محروم رہے گا۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اگر وضو میں استحضار ہے اور وضو دنیوی معاملات سے خالی ہے تو نماز میں بھی استحضار حاصل ہو گا اور اگر وضو میں استحضار نہیں ہے تو نماز میں بھی استحضار حاصل نہیں ہو گا)

والاستعانۃ بغیرہ من غیر عذر وتثلیث المسح بماء جدید۔

ترجمہ۔ اور مدد چاہنا اپنے علاوہ سے بغیر عذر کے۔(تفصیل مستحبات میں گزر چکی ہے) اور مسح کا تین بار کرنا نئے پانی سے۔(تین مرتبہ مسح کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا مکروہ ہے)

(فصل الوضوء علیٰ ثلاثۃ اقسام)

ترجمہ۔ وضو تین قسم پر ہے۔

تشریح۔ یہ فصل وضو کے اقسام کے بیان میں ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کی تین قسمیں بیان کی ہیں لیکن یہ تین کا عدد حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی وضو کی قسمیں ہو سکتی ہیں جیسے مکروہ، حرام، مکروہ وضو کی مثال جیسے وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا جبکہ پہلے وضو کے بعد مجلس تبدیل نہ ہوئی ہو یا اس سے کوئی ایسی عبادت ادا نہ کی ہو جو وضو کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔ حرام وضو کی مثال جیسے وقف و مدارس کے پانی سے وضو پر وضو کرنا۔(ح)

الاول فرض علی المحدث للصلوٰۃ ولو کانت نفلاً۔

ترجمہ۔ پہلی قسم فرض ہے اس شخص پر جو بے وضو ہو نماز کے لئے اگرچہ وہ نماز نفل ہی ہو(یعنی ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو)

ولصلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ۔

ترجمہ۔ اور جنازے کی نماز اور سجدۂ تلاوت کے لئے۔

تشریح۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور سجدہ کی آیت پڑھنے یا سننے کے بعد جو سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے اس کے لئے بھی وضو کرنا فرض ہے اس لئے کہ یہ دونوں نماز کے مشابہ ہیں جب نماز کے لئے وضو فرض ہے تو ان کے لئے بھی وضو فرض ہوگا۔

ولمس القرآن ولو آیۃ۔

ترجمہ۔ اور قرآن پاک کے چھونے کے لئے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

تشریح۔ قرآن مجید کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے قرآن مجید کو چھونے کے مسئلہ میں آیات لکھی ہوئی جگہ اور صفحات کے کنارے کی خالی جگہ دونوں کو چھونے کا حکم یکساں ہے بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، صرف ترجمہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو بغیر وضو کے چھونا حرام ہے، اسی طرح قرآن پاک کی ایک آیت کو چھونے کے لئے خواہ وہ آیت دیوار یا پردے یا درہم پر لکھی ہوئی ہو وضو کرنا فرض ہے۔(م،ط)۔

والثانی واجب للطواف بالکعبۃ۔

ترجمہ۔ دوسری قسم واجب ہے کعبہ مکرمہ کے طواف کے لئے۔

تشریح۔ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے باوضو ہونا واجب ہے اگر بے وضو طواف کرے گا تو جائز ہو گا مگر واجب کا تارک ہو گا اور واجب کے ترک پر کیا چیز دینی ہو گی اس کی تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

والثالث مندوب للنوم علیٰ طھارۃ۔

ترجمہ۔ اور تیسری قسم مستحب ہے پاکی کی حالت پر سونے کے لئے۔

تشریح۔ سونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مستحب اس وقت ادا ہو گا جبکہ نیند آنے تک وضو قائم رہے پس اگر کوئی شخص وضو کر کے لیٹا پھر نیند آنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس کے بعد سو گیا تو مستحب ادا نہیں ہو گا (ح)۔

واذا استیقظ منه۔

ترجمہ۔ اور جب جاگے نیند سے۔ (سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا، یہ بھی مستحب ہے)

وللمداومة علیه۔

ترجمہ۔ اور وضو پر ہمیشگی کرنے کے لئے (کہ جب وضو ٹوٹ جائے اسی وقت پھر وضو کر لے تاکہ ہر وقت باوضو رہے)

وللوضوء علی الوضوء۔

ترجمہ۔ اور وضو پر وضو کے لئے۔

تشریح۔ یہاں پر مطلق ہے حالانکہ یہ مقید ہونا چاہئے یعنی وضو پر وضو اس وقت مستحب ہے جبکہ مجلس تبدیل ہو جائے یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا کی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے ورنہ یہ اسراف ہے (ح)۔

وبعد غیبة و کذب۔

ترجمہ۔ اور غیبت کرنے کے بعد۔ اور جھوٹ بولنے کے بعد۔

تشریح۔ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بھائی کا اس کے پیٹھ پیچھے ایسے انداز میں ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو یعنی اگر اس کو پتہ چلے کہ میرا ذکر اس طرح اس مجلس میں کیا گیا تھا، تو اس کو تکلیف ہو اور وہ اس کو برا سمجھے۔ پس اگر وہ خرابی اس کے اندر واقعۃً موجود

ہو تب تو یہ غیبت ہے اور اگر وہ خرابی اس کے اندر موجود نہ ہو تو وہ بہتان ہے اور اس میں دوہرا گناہ ہے۔ اور کذب کے معنیٰ کسی بات کو گھڑ لینا جو واقع میں نہ ہو (ح) یہ دونوں حرام فعل ہیں لیکن اگر کبھی غلطی سے ایسا ہو جائے تو توبہ کرے اور اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ دونوں باطنی نجاستیں ہیں۔

ونمیمة۔

ترجمہ۔ اور چغلی کرنے کے بعد۔

تشریح۔ چغلی، یعنی کسی کی بات کو سن کر دوسرے کے سامنے اس کو فساد کی غرض سے نقل کرنا۔

وکل خطیئة۔

ترجمہ۔ اور ہر گناہ کے بعد۔

تشریح۔ اس میں گناہ پر ترغیب دینا مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

وانشاد شعر۔

ترجمہ۔ (برا) شعر پڑھنے کے بعد۔

تشریح۔ برا شعر وہ ہے جو حمد و نعت اور حکمتوں سے خالی ہو، مثلاً اس میں عورتوں و امردوں کے محاسن کو بیان کیا گیا ہو یا کسی مسلمان کی برائی کی گئی ہو۔

وقهقهة خارج الصلوٰة۔

ترجمہ۔ اور کھلکھلا کر ہنسنے کے بعد نماز کے باہر۔

تشریح۔ نماز کے اندر قہقہہ کے ساتھ ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور پھر وضو کرنا فرض ہو گا، نماز کے باہر قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

وغسل میت وحمله۔

ترجمہ۔ اور میت کو غسل دینے کے بعد اور جنازہ اٹھانے کے بعد۔

ولوقت کل صلوٰة۔

ترجمہ۔ اور ہر نماز کے وقت کے لئے (یعنی وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے)

وقبل غسل الجنابة۔

ترجمہ۔ اور جنابت کے غسل سے پہلے۔

تشریح۔ جنابت وہ ناپاکی ہے جو مرد و عورت کے صحبت کرنے یا احتلام سے ہوتی ہے چونکہ جنابت سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے تو اس غسل سے پہلے وضو کرلینا مستحب ہے۔

وللجنب عند اكل وشرب ونوم ووطیء۔

ترجمہ۔ اور جنبی کے لئے کھانے پینے سونے اور وطی کرنے کے وقت۔

تشریح۔ جنبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو جماع یا احتلام کی وجہ سے غسل کی حاجت ہوئی ہو۔ پس جنبی شخص کو غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے سونے یا دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ یہاں پر جنبی کے لئے دو قسم کے وضو بیان کئے ہیں، ایک تو سونے اور دوبارہ جماع کرنے کے لئے۔ اور دوسرا کھانے پینے کے لئے۔ پس جنبی کے لئے غسل سے پہلے سونے اور دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنے سے مراد شرعی وضو ہے یعنی نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا مستحب ہے، اور کھانے پینے کے لئے وضو کرنے سے مراد لغوی وضو ہے یعنی اپنے ہاتھ اور منھ کو دھولینا مستحب ہے اور بغیر ہاتھ منھ دھوئے کھانا اور پینا مکروہ اور فقر کا سبب ہے۔

ولغضب وقرآن وحديث وروايته ودراسة علم۔

ترجمہ۔ اور غصہ کے وقت اور قرآن وحدیث اور حدیث کی روایت کے لئے اور کسی علم شرعی کے پڑھنے کے وقت۔

تشریح۔ جب کسی کو غصہ آجائے اس وقت وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور چھوئے بغیر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ اور علم حدیث پڑھنے کے لئے، یعنی حدیث کو اس کے معنٰی ومطلب کے ساتھ پڑھنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ اور حدیث کی روایت کرنے کے لئے، یعنی صرف حدیث کی سند اور متن کو پڑھنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ اور علوم شرعیہ کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے بھی وضو کرنا مستحب ہے۔

واذان واقامة وخطبة وزيارة النبی ﷺ۔

ترجمہ۔ اور اذان کے لئے اور اقامت کے لئے اور خطبہ کے لئے (اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو) اور نبی ﷺ (کے روضۂ اطہر) کی زیارت کے لئے۔

ووقوف بعرفة وللسعی بین الصفا والمروۃ واکل لحم جزور۔

ترجمہ۔ اور وقوف عرفہ کے لئے (یعنی نویں ذی الحجہ کو جب حاجی عرفات کے میدان میں پہنچ کر وقوف کرتے ہیں اس درمیان باوضو رہنا مستحب ہے) اور صفاو مروہ کے درمیان سعی کے لئے (صفاو مروہ مکہ مکرمہ کے اندر دو پہاڑیاں ہیں جو اب حرم محترم سے مل گئی ہیں حاجی وعامر کے لئے اس کی سعی یعنی سات چکر لگانا واجب ہے تو اس کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے۔) اور اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔

وللخروج من خلاف العلماء کما اذا مس امرأۃ۔

ترجمہ۔ اور علماء کے اختلاف سے نکلنے کے لئے جیسا کہ جب چھولے کسی عورت کو۔

تشریح۔ یعنی ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور کسی دوسرے امام کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے مثلاً نامحرم قابل شہوت عورت کو چھونے سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں ٹوٹ جاتا ہے پس اگر حنفی شخص ایسا کرلے تو اس کو نماز کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے تا کہ اس کی عبادت بالاتفاق صحیح ہو جائے۔ یہاں پر امرأۃ مطلق ہے لیکن اس سے مراد وہ عورت ہے جو نامحرم قابل شہوت ہو پس محرم یا نا قابل شہوت یعنی بہت چھوٹی لڑکی کے چھونے سے بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا۔(ح)

(فصل ینقض الوضوء اثنا عشر شیأ)

ترجمہ۔ توڑ دیتی ہیں وضو کو بارہ چیزیں۔

تشریح۔ وضو کو توڑ دینے کا مطلب بظاہر سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ کسی چیز کو اس وقت توڑ سکتے ہیں جب کہ اس کے لئے جسم ہو اور وضو کا تو کوئی جسم نہیں ہے بلکہ وہ معنوی شی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب نقض کی اضافت معنوی شی مثلاً وضو کی طرف ہو تو اس کے معنٰی مطلوب کے قائم کرنے سے نکل جانا ہے یعنی وضو سے جو مطلوب تھا (نماز قائم کرنا) اب وہ مطلوب قائم نہیں ہو سکتا۔(ح)۔

ماخرج من السبیلین الاریح القبل فی الاصح۔

ترجمہ۔ وہ چیز جو نکلے سبیلین سے مگر قُبُل کی ہَوا اصح قول کے مطابق۔

تشریح۔ (ا) پہلی شی جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سبیلین یعنی مرد و عورت کے پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کوئی چیز نکلے خواہ وہ عادت کے طور پر نکلنے والی ہو مثلاً پیشاب پاخانہ ریح وغیرہ، یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو مثلاً کیڑا کنکری پتھری وغیرہ۔ قبل و دبر کا نام سبیلین اس لئے رکھدیا کہ یہ دونوں نکلنے والی شی کے لئے راستہ ہیں(ح)

الا ریح القبل کہہ کر ایک صورت کو مستثنیٰ کر دیا یعنی سبیلین سے جو بھی چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے مگر جو ریح مرد و عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے اس سے صحیح مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ یہ حقیقت میں ریح نہیں ہے بلکہ اس عضو کا اختلاج (پھڑکنا) ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دبر کی ہوا پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ قبل کی ہوا سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا(ح)۔

وینقضہ ولادۃ من غیر رویۃ دم۔

ترجمہ۔اور توڑ دیتی ہے وضو کو پیدائش بغیر خون نظر آئے۔

تشریح۔ (۲) یعنی صرف بچے کی پیدائش ناقض وضو ہے اگرچہ پیدائش کے بعد خون نظر نہ آیا ہو اور اگر خون نظر آگیا تو بدرجۂ اولیٰ ناقض وضو ہو گی۔

ونجاسۃ سائلۃ من غیرھما کدم وقیح۔

ترجمہ۔اور سبیلین کے علاوہ سے بہنے والی ناپاکی۔مثلاً خون اور پیپ۔

تشریح۔ (۳) یعنی سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ سے خون پیپ وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس اگر بدن میں سوئی یا کانٹا چبھ جانے سے کچھ خون نکلے اور وہ اپنی جگہ ہی پر رہے آگے نہ بڑھے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو وضو یا غسل میں دھونا یا مسح کرنا فرض یا مستحب ہے پس اگر کسی کی آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے ایک گوشے سے بہہ کر دوسرے گوشے تک چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا مستحب نہیں ہے اور اگر خون دماغ سے اتر کر ناک کی ہڈی تک آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وضو میں اس حصہ تک پانی پہنچانا سنت ہے۔(ح)۔

وقئ طعام او ماء او علق او مرۃ اذا ملأ الفم وھو ما لا ینطبق علیہ الفم الا بتکلف علی الاصح۔

ترجمہ۔اور کھانے یا پانی یا جمے ہوئے خون یا پت کی قے جبکہ منھ بھر کر ہو اور منھ بھر ہونے کی حد یہ ہے کہ نہ بند رکھ سکے قے آنے پر منھ کو مگر مشقت سے اصح قول کے مطابق۔

تشریح۔(۴) یعنی اگر کسی کو کھانے یا پانی یا جمے ہوئے خون یا پت کی قے منھ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ کوئی چیز کھانے یا پینے کے بعد فوراً اسی وقت اس کی قے ہو گئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو بشرطیکہ منھ بھر کر ہو(ح) اور اگر منھ بھر سے کم ہوئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور منھ بھر کر ہونے کی حد میں اختلاف ہے اصح قول کے مطابق منھ بھر کر ہونے کی حد یہ ہے کہ اس کو دقت و مشقت کے بغیر نہ روک سکے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو کلام سے روک دے(ح)۔

ویجمع متفرق القیٔ اذا اتحد سببہ۔

ترجمہ۔ اور جمع کیا جائے گا متفرق قے کو جبکہ قے کا سبب ایک ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر تھوڑی قے چند بار ہوئی اور قے کا سبب ایک ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متفرق قے کو اندازہ سے جمع کیا جائے گا پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور یہی قول اصح ہے، سبب ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ متلی ہو کر قے آئی اور وہ متلی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی متلی کی حالت میں دوبارہ قے آئی تو ان دونوں مرتبہ کی قے کا سبب ایک ہے اور ان دونوں قے کو اندازہ سے جمع کیا جائے گا اور اگر پہلی مرتبہ کی قے کی متلی دور ہونے کے بعد دوبارہ قے آئی تو یہ سبب مختلف ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہے پس اگر تھوڑی تھوڑی قے ایک ہی مجلس میں چند بار آئے تو اس کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر کر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔(ح)

پس اس مسئلہ کی چا صورتیں ہیں، اول سبب و مجلس دونوں کا ایک ہونا، اس صورت میں بالاتفاق جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ دوم، سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو اس صورت میں بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ سوم، سبب متحد ہو اور مجلس متعدد ہو تو اس صورت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع کیا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا چہارم، سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع کیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔

ودم غلب علی البزاق اوساواہ۔

ترجمہ۔ اور وہ خون جو غالب ہو تھوک پر یا اس کے برابر ہو۔

تشریح۔ (۵) یعنی اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خون مغلوب اور تھوک غالب ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور خون کے غالب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ گہرا سرخ ہو گا اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ کم سرخ یعنی نارنجی رنگ کا ہو گا اور خون کے مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہو گا۔

ونوم لم تتمکن فیہ المقعدۃ من الارض۔

ترجمہ۔ اور ایسی نیند کہ نہ جمی ہو اس میں سرین زمین سے۔

تشریح۔(٦) مثلاً پہلو کے بل یا تورک (سُرین پر سہارا لے کر) یا چت سویا تو ان صورتوں میں سُرین زمین سے جمی ہوئی نہیں ہوتی اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

وارتفاع مقعدۃ نائم قبل انتباھہ وان لم یسقط فی الظاھر۔

ترجمہ۔ اور سونے والے کی سرین کا اٹھ جانا اس کے بیدار ہونے سے پہلے اگر چہ وہ گرا نہ ہو ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح۔ (۷) مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو گیا اور سونے کی حالت میں وہ آگے کو جھک جاتا ہے تو اگر سرین زمین سے اٹھنے سے پہلے وہ ہوشیار ہو گیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس کے ہوشیار ہونے سے پہلے اس کی سرین زمین سے اٹھ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اگر چہ وہ پورا گرا نہ ہو، اسی کو متن میں بیان کیا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین پر گرنے سے پہلے یا زمین پر اس کا پہلو لگنے سے پہلے وہ بیدار ہو گیا یا گرنے کے بعد زمین پر اس کا پہلو لگتے ہی فوراً بیدار ہو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور اگر گرنے کے ذرا دیر بعد ہوشیار ہوا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔(ط)

واغماء وجنون وسکر۔

ترجمہ۔ اور بیہوشی، اور پاگل پن، اور نشہ۔

تشریح۔ (۸،۹،۱۰) اغماء یہ ایک بیماری ہے جس میں قوت زائل ہو جاتی ہے اور عقل مستور ہو جاتی ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ جنون ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زیادہ ہو جاتی ہے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (ح) اور سکر اس سُرور کا نام ہے جو کسی نشہ لانے والی چیز کے استعمال سے عقل پر غالب ہو جائے اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کر سکتا لیکن اس کی عقل زائل نہیں ہوتی اس لئے وہ شریعت کے خطاب کے قابل رہتا ہے (ط) یہ نشہ بھی وضو کو توڑتا ہے نشہ کی حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مرد و عورت میں تمیز نہ کر سکے اور اسی قول کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے اور صحیح وہ ہے جو شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا اور ادھر ادھر جھکتا ہوا چلے۔(ح)

وقھقھۃ بالغ یقظان فی صلوٰۃ ذات رکوع وسجود ولو تعمد الخروج بھا من الصلوٰۃ۔

ترجمہ۔ اور بالغ بیدار شخص کا قہقہہ لگانا ایسی نماز میں جو رکوع اور سجدہ والی ہو اگر چہ اس نے قصد کیا ہو اس قہقہہ سے نماز سے نکلنے کا۔

تشریح۔ (۱۱) یعنی اگر بالغ شخص بیداری کی حالت میں نماز کے اندر قہقہہ کے ساتھ (ٹھٹھا مار کر) ہنسے تو خواہ وہ عمداً ہنسے (یعنی یہ جانتے ہوئے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے) یا سہواً (یعنی اس کو یاد نہ ہو کہ وہ نماز میں ہے) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اگر چہ اس نے بقدر تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد نماز سے باہر ہونے کے لئے عمداً قہقہہ لگایا ہو اس لئے کہ وہ ابھی نماز میں ہے اور نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اسکی نماز باطل نہیں ہو گی اس لئے کہ اس پر نماز کا کوئی فرض باقی نہیں رہا اور سلام کے ساتھ نماز سے باہر

ہونا ترک ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز میں کوئی ایسا نقصان نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے (ح)۔ قہقہہ وہ ہنسی ہے جس کو ہنسنے والا اور اس کے پاس کے لوگ سن لیں یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑ تا ہے۔ اور ایسی ہنسی جس کو ہنسنے والا خود سنے اور پاس والے لوگ نہ سنیں اس کو ،، ضحک ،، کہتے ہیں اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور ایسی ہنسی جس کو نہ خود سنے اور نہ پاس والے لوگ سنیں بلکہ صرف دانت ظاہر ہوں اس کو تبسم کہتے ہیں اس سے نماز اور وضو دونوں نہیں ٹوٹتے (ح) یہاں پر بالغ ہونے کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نابالغ نماز کی حالت میں قہقہہ مار کر ہنسے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور بیدار ہونے کی قید لگائی، پس اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ مارا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور نماز کی حالت میں ہونے کی قید لگائی، پس نماز کے باہر قہقہہ کے ساتھ ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کامل کی قید لگائی یعنی وہ نماز رکوع و سجود والی ہو، پس نماز جنازہ یا نماز سے باہر کے سجدۂ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ح)۔

ومس فرج بذَکر منتصب بلا حائل.

ترجمہ۔ اور فرج کا چھونا منتشر آلہ سے بغیر کسی حائل کے۔

تشریح۔ (۱۲) مرد کا ذکر استادگی کی حالت میں عورت کی فرج کو کسی حائل کے بغیر مس کرے اس سے مرد و عورت دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی کا نام مباشرتِ فاحشہ ہے یعنی مرد و عورت دونوں ننگے ہو کر شہوت کے ساتھ ذکر کی ایستادگی کی حالت میں ایک دوسرے سے لپٹیں اور ان کی شرمگاہیں آپس میں مل جائیں۔ یہاں پر فرج کی قید اتفاقی ہے اسی لئے اگر ذکر سے عورت کی دبر کو چھویا یا دو مردوں نے یا دو عورتوں نے شہوت کے ساتھ اپنی شرمگاہ کو ملایا تب بھی ان کا وضو ٹوٹ جائیگا۔ (ح) یہاں پر بلا حائل کی قید لگائی ، پس اگر حائل ہو مثلاً موٹا کپڑا جو جسم کی حرارت کو مانع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر حائل ہو لیکن باریک ہو جو جسم کی حرارت کو مانع نہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ح)

(فصل) عشرة اشياء لا تنقض الوضوء ظهور دم لم يسل عن محله.

ترجمہ۔ دس چیزیں وضو کو نہیں توڑتی ہیں (۱) خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے بہا نہ ہو۔ (یعنی اس قدر خون کا ظاہر ہونا جو بہنے کی حد تک نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔)

وسقوط لحم من غير سيلان دم كالعرق المدنى الذى يقال له رشته.

ترجمہ۔ (۲) اور گوشت کا گرنا خون کے بہے بغیر جیسے عرق مدنی جس کو فارسی میں رشتہ کہا جاتا ہے۔

تشریح۔ عرق مدنی ایک بیماری ہے جو چمڑی کے اوپر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ پھنسی رگ سے پھوٹتی ہے اور اس میں سے کیڑے کی مانند کوئی شی نکلتی رہتی ہے اور اس کی نسبت مدینہ منورہ کی طرف اس لئے کر دی کہ یہ بیماری مدینہ منورہ میں زیادہ پائی جاتی ہے (ط) تو اس طرح زخم وغیرہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کے گرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

وخروج دودۃ من جرح واذن وانف۔

ترجمہ۔ (۳) اور کیڑے کا نکلنا زخم یا کان یا ناک سے۔

ومس ذکر، ومس امرأۃ۔

ترجمہ۔ (۴) اور ذکر کا چھونا۔ (۵) اور عورت کا چھونا۔

تشریح۔ یعنی مرد کے پیشاب کے مقام کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہاں ذکر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے پس دبر کو اور فرج کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور ذکر کا چھونا مطلق ہے لہٰذا اپنا چھوئے یا کسی دوسرے کا، شہوت سے چھوئے یا بغیر شہوت کے، باطن کف (ہتھیلی) سے چھوئے یا کسی اور چیز سے، وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ح) اور عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ محرم ہو یا غیر محرم۔

وقئ لا یملأ الفم، وقئ بلغم ولو کثیراً۔

ترجمہ۔ (۶) اور قے جو نہ بھرے منھ کو (۷) اور بلغم کی قے اگرچہ زیادہ ہو۔ (یعنی منھ بھر کر ہو)۔

وتمایل نائم احتمل زوال مقعدته ونوم متمکن ولو مستنداً الیٰ شیء لو ازیل سَقَطَ علی الظاھر فیھما ونوم مصل ولو راکعاً او ساجداً علیٰ جھة السنة واللہ الموفق۔

ترجمہ۔ اور سونے والے کا جھک جانا (اس طرح سے کہ) احتمال ہو اس کی مقعد کے اٹھ جانے کا، اور زمین سے جمے ہوئے کا سونا اگرچہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہو ایسی چیز پر کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے ظاہر مذہب کے مطابق ان دونوں صورتوں میں، اور نماز پڑھنے والے کا سو جانا اگرچہ وہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو مسنون طریقے پر۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح۔ مثلاً کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو گیا اور اس حالت میں وہ بار بار جھک جاتا ہے جس کی بنا پر اس کی مقعد کے زمین سے اٹھ جانے کا احتمال ہے یعنی یقینی طور پر مقعد زمین سے جدا نہ ہوئی ہو تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

ونوم متمکن۔ مثلاً کسی دیوار یا ستون سے ٹیک لگا کر اس طرح سو جائے کہ اس کی دونوں سرین زمین سے جدا نہ ہوں بلکہ زمین سے جمی ہوئی ہوں تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ اس سہارے کو ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے، ان دونوں صورتوں میں ظاہر مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا۔

ونوم مصل۔ نماز کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا یہاں تک کہ اگر رکوع یا سجدے کی حالت میں سوجائے تب بھی وضو نہیں ٹوٹتا لیکن سجدہ میں سوجانے کے لئے یہ شرط ہے کہ سجدہ مسنون طریقے پر کررہاہو اس طرح کہ اس کا پیٹ رانوں سے اور اس کے بازو پسلیوں سے جدا ہوں پس اگر مسنون طریقے کے خلاف سجدہ کررہا ہو اور اس میں سوجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔(ط)

فصل۔ ما یوجب الاغتسال ۔یفترض الغسل بواحد من سبعة اشياء۔

ترجمہ۔ فصل، وہ چیزیں جو غسل کو واجب کر دیتی ہیں۔ فرض ہو جاتا ہے غسل سات چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے۔

تشریح۔ غسل لغت کے اعتبار سے غین کے ضمہ کے ساتھ اغتسال کا اسم ہے اور اس کا معنٰی پورے جسم کا دھونا ہے اور یہ لفظ لغت میں اس پانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس سے غسل کیا جائے لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غسل لغت میں غین کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ صحیح ہے اور غین کے فتحہ کے ساتھ زیادہ فصیح و مشہور ہے اور ضمہ کے ساتھ فقہاء یا ان کی اکثریت میں مستعمل ہے اور اصطلاح میں پہلا لغوی معنی یعنی پورے بدن کا دھونا مراد ہے۔(ع)

خروج المنی الی ظاهر الجسد اذا انفصل عن مقره بشهوة من غير جماع ۔

ترجمہ۔ منی کا نکلنا بدن کے ظاہر کی طرف جبکہ جدا ہوئی ہو اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ بغیر جماع کے۔

تشریح۔ سب سے پہلی چیز جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ دخول کے بغیر شہوت کے ساتھ منی کا ظاہر بدن کی طرف نکلنا ہے یعنی منی کے نکلنے سے غسل دو شرطوں کے ساتھ واجب ہوتا ہے ایک یہ کہ منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ (پیٹھ) سے جدا ہوئی ہو پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر جدا ہوئی اور شہوت کے بغیر ہی باہر نکلی مثلاً کسی نے اس کی پیٹھ پر قوی ضرب لگائی یا اس نے کوئی بھاری بوجھ اٹھایا یا وہ بلندی سے گرا اور منی نکلی تو احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا، اور دوسری شرط یہ ہے کہ منی عضو مخصوص سے باہر یا جو باہر کے حکم میں ہے وہاں تک نکل جائے جیسے عورت کی فرج خارج میں آجائے اور بے ختنہ مرد کے قلفہ (ختنہ والی کھال) میں آجائے پس جب تک منی عضو مخصوص کی ڈنڈی یا فرج داخل کے اندر رہے احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

یہاں پر من غير جماع کی قید اس لئے لگائی تاکہ غسل کی فرضیت خروج منی کی طرف منسوب ہو۔ کیوں کہ جماع سے جو غسل فرض ہوتا ہے وہ خروج منی سے نہیں بلکہ حشفہ کے چھپنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس من غير جماع کا مطلب یہ ہے کہ منی کا نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا احتلام سے یا جلق سے (ہاتھ سے رگڑ کر) یا کسی کے خیال و تصور سے، ان سب صورتوں میں غُسل فرض ہو جائے گا۔

نوٹ:- یہاں پر تین چیزیں قابلِ ذکر ہیں۔ منی، مذی، ودی۔ اول موجب غسل ہے اور ثانی و ثالث موجب وضو ہیں۔ ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ مرد کی منی غلیظ و سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ بہت لذّت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور لمبائی میں پھیلتی ہے۔

اس کے نکلنے کے بعد عضوِ مخصوص سُست ہو جاتا ہے۔ عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے۔ مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے۔ جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے یا شہوانی خیالات و تصورات کے آنے سے بغیر کودے اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے۔ اس کے نکلنے پر جوش کم نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ودی منی کے مانند گاڑھی رطوبت ہوتی ہے۔ یہ پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر نکلتی ہے۔

وتواری حشفة وقدرها من مقطوعها فی احد سبیلی اُدمی حیی۔

ترجمہ۔ اور حشفہ کا چھپ جانا اور حشفہ کٹے ہوئے کا حشفہ کی مقدار (چھپ جانا) زندہ آدمی کے سبیلین میں سے کسی ایک میں۔

تشریح۔ دوسری چیز جو غسل کو واجب کر دیتی ہے وہ دخول ہے۔ یعنی اگر ذکر صحیح سالم ہو اور حشفہ یعنی ذکر کا منہ (سُپاری) زندہ آدمی کے (خواہ مرد ہو یا عورت) قبل یا دبر میں چھپ جائے تو فاعل و مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جائے گا۔ خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا حشفہ کٹا ہوا ہو تو ایسے شخص کا بقیہ آلہ میں سے حشفہ کے بقدر داخل کرنے سے غسل فرض ہو جائے گا۔ یہاں پر حشفہ کا چھپ جانا فرمایا۔ پس انگلی یا کسی جانور کا ذکر یا کوئی چیز لکڑی وغیرہ ذکر کی مانند بنا کر کسی کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو۔ اسی طرح یہاں پر اُدمی کی قید لگائی۔ لہذا اگر چوپایہ سے جماع کیا تو بغیر انزال کے غسل واجب نہ ہو گا۔ اور حی کی قید لگائی۔ پس اگر مردہ سے جماع کیا تو بھی بغیر انزال کے غسل واجب نہ ہو گا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

وانزال المنی بوطئی میتة اوبھیمة

ترجمہ۔ اور منی کا نکلنا مردہ یا چوپائے کے ساتھ وطی کرنے سے۔

تشریح۔ تیسری چیز جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے مردہ یا چوپایہ کے ساتھ جماع کیا اور انزال ہو گیا تو اس پر غسل فرض ہو گا۔ بغیر انزال کے محض وطی سے غسل فرض نہیں ہو گا۔

ووجود ماء رقیق بعد النوم اذا لم یکن ذکرہ منتشراً قبل النوم

ترجمہ۔ اور سونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا جبکہ اس کا ذکر سونے سے پہلے منتشر نہ ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اُٹھے اور اپنی ران یا کپڑے یا بچھونے پر تری دیکھے تو غسل واجب ہے جب کہ سونے سے پہلے ذکر ایستادہ نہ ہو یہ طرفین کا مسلک ہے۔ اس مسئلہ کی کُل چودہ صورتیں ہیں۔ سات صورتیں احتلام یاد ہونے کی ہیں اور یہی سات صورتیں احتلام یاد نہ ہونے کی صورت میں ہیں۔ البحر الرائق میں صرف بارہ صورتیں ہیں۔ لیکن شامی میں دو کا اضافہ کیا ہے۔

احتلام۔ یہ حُلم سے ماخوذ ہے۔حلم کے معنی خواب اور احتلام یعنی خواب دیکھنا اور اصطلاح میں اس مخصوص خواب کو کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ انزال ہوتا ہے۔اس قسم کے خواب شیطانی اثر سے ہوتے ہیں اسی لئے انبیاء اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

احتلام یاد ہو۔

شکل۔	حکم۔
ا۔منی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۲۔مذی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۳۔ودی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب نہیں۔
۴۔منی اور مذی میں شک ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۵۔منی اور ودی میں شک ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۶۔مذی اور ودی میں شک ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۷۔تینوں میں شک ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔

احتلام یاد نہ ہو۔

شکل۔	حکم۔
ا۔منی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب ہے۔
۲۔مذی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے۔
۳۔ودی کا یقین ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب نہیں۔
۴۔منی اور مذی میں شک ہونا۔	طرفین کے نزدیک احتیاطاً غسل ہے جب کہ سونے س پہلے ذکر استادہ نہ ہو۔
۵۔منی اور ودی میں شک ہونا۔	متن میں یہی (۴) اور (۵) والی شکل کو بیان کیا ہے۔
۶۔مذی اور ودی میں شک ہونا۔	بالاتفاق غسل واجب نہیں۔
۷۔تینوں میں شک ہونا۔	اختلافی صورت۔

ووجود بلل ظنہ منیاً بعد افاقتہ من سکر و اغماء۔

ترجمہ۔اور ایسی تری کا پایا جانا جس کو منی گمان کرے نشہ اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی شخص پر بے ہوشی طاری ہوئی ہو یا نشہ سے مست و مدہوش ہو گیا ہو پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے اپنے جسم یا کپڑے پر تری پائی اور اس کو یقین ہو گیا کہ یہ منی ہے تو بالاتفاق اس پر غسل واجب ہو گا۔

وبحیض و نفاس ولو حصلت الاشیاء المذکورۃ قبل الاسلام فی الاصح۔

ترجمہ۔اور حیض ونفاس سے اگرچہ پیدا ہوئی ہوں مذکورہ چیزیں اسلام سے پہلے۔اصح قول کے مطابق

تشریح۔ غسل فرض کرنے والی چیزوں میں سے حیض و نفاس ہے۔ یعنی نفس حیض و نفاس موجبِ غسل نہیں ہے بلکہ حیض و نفاس کا بند ہونا موجبِ غسل ہے۔

ولو حصلت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو چیزیں موجبات غسل میں بیان کی ہیں مثلاً حشفہ کا چھپ جانا، جنابت، حیض و نفاس وغیرہ ان میں سے کوئی چیز اگر اسلام لانے سے پہلے وجود میں آئی ہو تب بھی غسل فرض ہو گا۔ مثلاً ایک کافر جنبی ہوا، اور اس نے غسل نہیں کیا یا غسل کیا مگر شرعاً اس کا غسل صحیح نہیں ہوا۔ پھر وہ اسلام لے آیا تو اصح قول کے مطابق اس پر غسل واجب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ اسی طرح ایک کافرہ عورت حیض و نفاس کا خون بند ہونے کے بعد مسلمان ہوئی تو اصح قول کے مطابق اس پر غسل واجب ہے اور بعض کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں۔

ویفترض تغسیل المیت کفایۃً۔

ترجمہ۔ اور فرض ہے میت کو غسل دینا، فرضِ کفایہ کے طور پر۔

تشریح۔ یعنی مسلمان میّت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے۔ اگر بعض لوگوں نے اس کو ادا کر دیا تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر کسی نے غسل نہیں دیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

(فصل عشرۃ اشیاء لا یغتسل منہا۔ مذی و ودی و احتلام بلا بلل)

ترجمہ۔ دس چیزیں ایسی ہیں جن سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ مذی اور ودی اور احتلام بغیر تری کے۔

تشریح۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو احتلام ہوا لیکن کوئی چیز نہیں نکلی یعنی اس کو احتلام یاد ہے لیکن تری ظاہر نہیں ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے اور یہی حکم عورت کے لئے ہے۔ یعنی احتلام کے متعلق عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہے۔

وولادۃ من غیر رویۃ دم بعدھا فی الصحیح۔

ترجمہ۔ اور پیدائش جس کے بعد خون نہ دِکھائی دے صحیح قول کے مطابق۔

تشریح۔ اگر کسی عورت کو بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو صحیح قول کے مطابق اس پر غسل فرض نہ ہو گا۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس عورت پر احتیاطاً غسل واجب ہے کیونکہ عام طور پر پیدائش کے وقت کچھ نہ کچھ خون ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ (ح)

وایلاج بخرقة مانعة من وجود اللذة۔

ترجمہ۔ اور داخل کرنا ایسے کپڑے کے ساتھ جو لذت کے حصول سے مانع ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی مرد نے اپنے عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر صحبت کی تو اگر کپڑا اتنا موٹا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس نہ ہو تو جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل فرض نہیں ہو گا۔ اور اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس ہو تو خواہ انزال نہ ہو اس پر غسل واجب ہو گا۔ اور احتیاط اس میں ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہو گا۔

وحقنة۔

ترجمہ۔ حقنہ کرانے سے۔

تشریح۔ پاخانہ کے راستہ سے پچکاری وغیرہ کے ذریعہ دوا پہنچانا یا فضلات کا خارج کرنا حقنہ کہلاتا ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ (ایضاح الاصباح)

وادخال اصبع ونحوه فی احد السبیلین۔ ووطؤ بهیمة او میتة من غیر انزال۔

ترجمہ۔ انگلی اور اس جیسی کسی چیز کا داخل کرنا، سبیلین میں سے کسی ایک میں اور جانور یا مردہ سے وطی کرنا، بغیر انزال کے۔

تشریح۔ یعنی انگلی یا اس کے مانند کوئی چیز مثلاً مصنوعی ذکر وغیرہ کسی کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے اسی طرح مردے یا جانور کے ساتھ وطی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہو گا۔

واصابة بکر لم تزل بکارتها من غیر انزال۔

ترجمہ۔ اور کسی باکرہ عورت سے ایسا جماع جو اس کی بکارت زائل نہ کر سکے بغیر انزال کے۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا مگر اس کا پردۂ بکارت زائل نہیں ہوا اور مرد کو انزال بھی نہیں ہوا تو کسی پر غسل فرض نہیں ہو گا کیوں کہ حشفہ کا پوری طرح اندر داخل ہونا نہیں پایا گیا۔

(فصل یفترض فی الاغتسال احد عشر شیئًا)

ترجمہ۔ غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں۔

تشریح۔ اس فصل میں غسل کے فرائض کو بیان فرماتے ہیں اور سارے فرائض کا خلاصہ یہ ہے کہ بدن کے جس حصہ تک بلا مشقت کے پانی پہنچانا ممکن ہو وہاں تک پانی کو پہنچانا ہے۔ پھر بھی یہاں پر تعلیم کی غرض سے گیارہ فرائض کہہ کر بیان فرمایا۔(ح) یہاں پر غسل سے مراد غسلِ فرض ہے۔ یعنی جنابت و حیض و نفاس کا غسل ہے۔ کیوں کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسلِ مسنون میں فرض نہیں ہے اس لئے کہ غسل مسنون ان دونوں کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے۔ البتہ غسلِ مسنون میں ان دونوں کو بجالانا سنّت ہے۔

غسل الفم والانف والبدن مرۃ۔

ترجمہ۔ منہ اور ناک اور بدن کا ایک مرتبہ دھونا۔

تشریح۔ منہ اور ناک کے دھونے سے مراد ان کو اندر سے دھونا ہے۔ یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ کلی کی حد یہ ہے کہ پورے منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ ناک کے نرم حصہ تک پانی پہنچ جائے اور پورے بدن کا ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ پورے بدن کا ایک مرتبہ دھونا فرض ہے یہ بیان کر دینے کے بعد الگ سے منہ اور ناک کے دھونے کی فرضیت کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کہ منہ اور ناک یہ بدن کا حصہ ہونے کی وجہ سے بدن میں داخل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں بدن میں داخل تھے مگر چونکہ ان دونوں میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسلِ فرض میں بھی مسنون ہے۔ اس لئے الگ سے بیان کر کے واضح کر دیا کہ یہ دونوں احناف کے نزدیک فرض ہیں۔

وداخل قلفۃ لا عسر فی فسحھا۔

ترجمہ۔ اور اس قلفہ کے اندر کے حصہ کا دھونا جس کے کھولنے میں دشواری نہ ہو۔

تشریح۔ قلفہ اس کھال کو کہا جاتا ہے جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے۔ اگر کسی کی ختنہ نہ ہوئی ہو اور وہ غسلِ جنابت کرے تو اگر حشفہ کے اوپر والی کھال کو کسی مشقت کے بغیر اُلٹ کر حشفہ کو کھولنا اور اس میں پانی پہنچانا ممکن ہو تو اس طرح سے پانی پہنچانا واجب ہے۔ اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ تنگ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے۔ جیسے کہ کان کی بالی کا سوراخ اگر بند ہو جائے تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے۔(ح)

وسرۃ وثقب غیر منضم۔

ترجمہ۔ اور ناف کا اور ایسے سوراخ کا جو مِل نہ گیا ہو (دھونا)۔

تشریح۔ناف کے سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہے۔اسی طرح بدن کے ہر اس سوراخ میں جو مل نہ گیا ہو مثلاً کان میں بالی پہنی ہے یاناک میں نتھ ہو تو غسل میں سوراخ کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔اگر کان کی بالی وغیرہ نکالنے کے بعد وہ سوراخ مِل گیا تو اُس میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

وداخل المضفور من شعر الرجل مطلقاً لاالمضفور من شعر المرأة ان سری الماء فی اصوله۔

ترجمہ۔اور مرد کا اپنے گندھے ہوئے بالوں کے اندر کے حصے کا دھونا بلا کسی قید کے نہ کہ عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا، اگر پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔

تشریح۔اگر مرد کے بال گندھے ہوئے ہوں یعنی چوٹی بنی ہوئی ہو اور غسل کرتے وقت بغیر چوٹی کو کھولے پانی ان بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے تب بھی اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا اور تمام بالوں کے درمیان اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں اور غسل کرتے وقت بغیر چوٹی کو کھولے ہوئے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے اپنی چوٹی کھولنا فرض نہیں ہے اور اس عورت کے لئے اپنی چوٹی کے بالوں کو بھگونا یعنی بالوں کے اندر پانی پہنچانا بھی فرض نہیں ہے۔ (م)۔

وبشرة اللحیة وبشرة الشارب والحاجب والفرج الخارج۔

ترجمہ۔ **اور داڑھی کے نیچے کی جلد کا اور مونچھ اور بھوؤں کے نیچے کی جلد کا دھونا اور فرجِ خارج کا دھونا۔**

تشریح۔مرد کو اپنی داڑھی کے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔اگرچہ وہ گنجان ہو۔(م) اسی طرح داڑھی کے بالوں کے درمیان میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔(م) اور مونچھ اور ابرو کے بالوں کی جڑوں میں اور ان کے درمیان میں پانی پہنچانا فرض ہے۔اور عورت کو غسلِ جنابت و حیض و نفاس میں باہر کی فرج کا دھونا فرض ہے۔

(فصل :-یسن فی الاغتسال اثنا عشر شیئاً الابتداء بالتسمیة والنیة و غسل الیدین الی الرسغین)

ترجمہ۔ **غسل میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا اور نیت کرنا اور دونوں ہاتھوں کا دھونا دونوں گٹوں تک۔**

تشریح۔دل سے غسل کی نیت کرنا سنّت ہے۔یعنی دل میں یہ ارادہ کرلے کہ میں یہ غسل جنابت دور ہونے کے لئے کرتا ہوں اور برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھولے۔یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ ابتداء تو کسی ایک چیز سے ہوسکتی ہے۔بیک وقت ان تینوں سے ابتداء کیسے ہوسکتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں سے ابتداء ہونا اس لئے ممکن ہے

کہ نیت دِل کا فعل ہے اور تسمیہ زبان کا اور دونوں ہاتھوں کا دھونا یہ اعضاء کا عمل ہے۔ اس لئے یہ تینوں چیزیں غسل کی ابتداء میں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گی۔

وغسل نجاسۃ لو کانت بانفرادھا وغسل فرجہ۔

ترجمہ۔ اور ناپاکی کا الگ سے دھونا اگر لگی ہو۔ اور اپنی شرم گاہ کا دھونا۔

تشریح۔ اگر جسم پر کسی جگہ نجاست مثلاً منی لگی ہو تو غسل اور وضو سے پہلے اس کو دھونا سنت ہے تا کہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیل جائے۔(ح)

وغسل مرد و عورت کا غسل سے پہلے اپنے پیشاب کے مقام کو دھونا سنت ہے اگرچہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔

ثم یتوضأ کوضوئہ للصلوٰۃ فیثلث الغسل ویمسح الرأس ولکنہ یؤخر غسل الرجلین ان کان یقف فی محل یجتمع فیہ الماء۔

ترجمہ۔ پھر وضو کرے نماز کے وضو کی طرح پس تین تین مرتبہ دھوئے اور سر کا مسح کرے لیکن وہ موئخر کر دے دونوں پیروں کے دھونے کو اگر کھڑا ہو ایسی جگہ میں جہاں پانی جمع ہوتا ہو۔

تشریح۔ یعنی جیسے نماز کے لئے وضو کیا کرتے ہیں اُسی طرح وضو کرے۔ پس وضو کے تمام مستحبات و سنن و فرائض ادا کرے۔ مثلاً جس جس عضو کا دھونا فرض ہے اس کو تین تین بار دھوئے۔ اسی طرح سر کا مسح بھی کرے اور یہ سر کا مسح کرنا ظاہر الروایت ہے اور امام حسن کی روایت کے مطابق سر کا مسح نہ کرے۔(ح) اور اس وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مطلق طور پر اس وضو میں پاؤں دھو لے، موئخر نہ کرے۔ اگرچہ وہاں پانی جمع ہوتا ہو اور اکثر مشائخ فرماتے ہیں کہ پاؤں کا دھونا مطلق طور پر مؤخر کر دے اس وضو میں نہ دھوئے اور اصح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ غسل کا پانی جمع ہونے کی جگہ پر کھڑا ہو، کسی تختہ وغیرہ پاک اور اونچی جگہ پر نہ ہو تو اس وقت پاؤں نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر کھڑا ہو تو اُسی وضو میں پاؤں بھی دھو لے۔(ح)

ثم یفیض الماء علی بدنہ ثلاثا۔

ترجمہ۔ پھر تین مرتبہ اپنے بدن پر پانی بہائے۔

تشریح۔ یعنی تین مرتبہ پورے بدن پر پانی ڈالنا سُنّت ہے۔ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور باقی دو مرتبہ سُنّت ہے۔ اگر تین مرتبہ پانی ڈالنے سے بھی پورے بدن پر پانی نہیں پہنچا تو چوتھی مرتبہ اور پانچویں مرتبہ پانی ڈالے۔ یہاں تک کہ سارے بدن پر پانی پہنچ جائے۔ (ط)

ولو انغمس فی الماء الجاری او ما فی حکمه و مکث فقد اکمل السنة ۔

ترجمہ۔ اور اگر غوطہ لگایا بہتے پانی میں یا ایسے پانی میں جو بہتے پانی کے حکم میں ہے اور ٹھہرا رہا پس یقیناً اس نے سنت کو مکمل کر لیا۔

تشریح۔ یعنی اگر کوئی شخص جاری پانی میں یا کثیر پانی میں جیسے بڑے حوض میں جو دہ دردہ یا اس سے بڑا ہو یا بارش میں وضو اور غسل کے بقدر رُکا رہا تو اس کا غسل مسنون طریقہ پر ادا ہو گیا۔ پس اگر کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ایسا کیا تب تو خیر ورنہ بعد میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا ہو گا اور اگر ایسا نہیں کیا تو غسل ادا نہ ہو گا۔

ویبتدی فی صب الماء برأسه و یغسل بعدها منکبه الایمن ثم الایسر ۔

ترجمہ۔ اور شروع کرے پانی کے بہانے میں اپنے سر سے اور اس کے بعد اپنے داہنے کندھے کو پھر بائیں کندھے کو دھوئے۔

تشریح۔ یعنی پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہانے میں ابتداء کہاں سے کرے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے داہنے کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے، پھر تین بار بائیں کندھے پر ڈالے، پھر تین بار سر اور پورے بدن پر ڈالے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلے دائیں کندھے پر تین بار پانی ڈالے، پھر سر پر تین بار ڈالے، پھر بائیں کندھے پر تین بار ڈالے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلے سر پر ڈالے، پھر دائیں کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر ڈالے اور یہی تیسرا طریقہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ (ح)

ویدلك جسده و یوالی غسله ۔

ترجمہ۔ اور اپنے بدن کو ملے اور لگاتار کرے اپنے غسل کو۔

تشریح۔ دلک کہتے ہیں اعضاء کو دھونے کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرنا۔ پہلی مرتبہ جب پانی ڈالے تو تمام اعضاء پر ہاتھ پھیرے تاکہ باقی دو دفعہ میں پورے جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے۔ پس غسل میں بدن کو ملنا سُنت ہے واجب نہیں ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں واجب ہے۔ (م) اور اپنے غسل کو لگاتار کرے یعنی تمام اعضائے بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کی حالت میں ایک حصہ خشک ہونے سے پہلے دوسرا دُھل جائے۔ ایسا نہ کرے کہ ایک عضو دھوئے پھر ٹھہر جائے یہاں تک کہ یہ عضو سوکھ جائے اس کے بعد باقی عضو دھوئے یہ لگاتار نہیں ہے۔

(فصل۔ وآداب الاغتسال ھی آداب الوضوء الا انہ لا یستقبل القبلۃ لانہ یکون غالباً مع کشف العورۃ و کرہ فیہ ما کرہ فی الوضوء)

ترجمہ۔ اور غسل کے آداب وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں۔ مگر یہ کہ وہ قبلہ کا استقبال نہ کرے اس لئے کہ غسل اکثر ستر کھول کر ہوتا ہے اور مکروہ ہے غسل میں وہی چیزیں جو مکروہ ہیں وضو میں۔

تشریح۔ غسل میں قبلہ کی طرف رُخ نہ کرنے کا حکم اُس وقت ہے جب کہ وہ برہنہ ہو۔ پس اگر لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کرتا ہو تو استقبالِ قبلہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ح)

فصل۔ یسن الاغتسال لاربعۃ اشیاء۔

ترجمہ۔ غسل چار چیزوں کے لئے مسنون ہے۔

تشریح۔ اس فصل میں غسل مسنون کو بیان فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے غسل کرنا مسنون ہے۔

صلوۃ الجمعۃ وصلوۃ العیدین وللاحرام وللحاج فی عرفۃ بعد الزوال

ترجمہ۔ جمعہ کی نماز کے لئے اور عیدین کی نماز کے لئے اور احرام کے لئے اور حاجی کے لئے عرفات میں، زوال کے بعد۔

تشریح۔ جمعہ کا غسل مسنون ہے۔ اب یہ جمعہ کے دن کا غسل، جمعہ کے دن کی وجہ سے مسنون ہے یا نمازِ جمعہ کی وجہ سے؟ سو اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ غسل جمعہ کے دن کی وجہ سے مسنون ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے سید الایام یوم الجمعۃ یعنی جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ غسل نمازِ جمعہ کی وجہ سے مسنون ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اصح کہا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صلوۃ جمعہ کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہو گا کہ ایک شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اس کو حدث ہو گیا اور اس نے وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نے غسلِ مسنون کی فضیلت حاصل نہیں کی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے غسل مسنون ہے اور اس غسل سے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نے غسل مسنون کی فضیلت حاصل کر لی۔ (ح) (امام حسن کے قول میں وسعت ہے اور فتویٰ کے لئے بھی علماء کے نزدیک مختار ہے۔ (ع)

وصلوۃ العیدین عیدین کا دن بھی بمنزلہ جمعہ کے ہے کیوں کہ اس میں بھی لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، پس اس روز بھی غسل کر لینا مسنون ہے تا کہ پسینہ وغیرہ کی بدبو سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور اس غسل کے بارے میں بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وہی اختلاف ہے جو جمعہ کے غسل کے بارے میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدین کی نماز کی وجہ سے مسنون ہے۔(ح)۔

وللاحرام:۔ یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا سُنت ہے۔ اور یہ غسل صفائی کے لئے ہے، پاکی کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے عورت اگر حیض و نفاس میں ہو تب بھی غسل کرے گی تا کہ صفائی حاصل ہو جائے۔ چونکہ حیض و نفاس کے جاری ہونے کی وجہ سے پاکی تو حاصل نہیں ہو سکتی۔(م)

وللحاج فی:۔ یعنی حاجی کے لئے عرفات کے میدان میں وقوف عرفہ کے لئے زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ حاجی کے علاوہ کے لئے عرفہ کے دن غسل کرنا مسنون نہیں ہے۔(ح)

ویندب الاغتسال فی ستۃ عشر شیئاً۔

ترجمہ۔ غسل سولہ (۱۶) چیزوں میں مستحب ہے۔

تشریح۔ یہاں سے غسل مستحب کو بیان فرماتے ہیں کہ سولہ (۱۶) صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے۔

لمن اسلم طاھرا ولمن بلغ بالسن ولمن افاق من جنون۔

ترجمہ۔(۱) اس شخص کے لئے جو اسلام لائے، پاک ہونے کی حالت میں

(۲) اور اس شخص کے لئے جو بالغ ہو اعمر کے لحاظ سے

(۳) اور اس شخص کے لئے جو افاقہ پائے جنون سے۔

تشریح۔ یعنی جب کوئی کافر مرد یا عورت جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہو تو جس وقت وہ اسلام لائے اُس کو آثارِ کفر سے نظافت حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ لہٰذا اگر جنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت اسلام لائے تو اس پر معتمد قول کی بناء پر غسل کرنا فرض ہے۔(ح)

ولمن بلغ:۔ یعنی نابالغ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے بالغ ہوں یعنی وہ پورے پندرہ برس کے ہو جائیں اور اُس وقت تک ان میں بلوغ کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو مفتی بہ قول کی بنا پر ان کو غسل کرنا مستحب ہے۔ لیکن جو نابالغ لڑکا احتلام یا انزال یا احبال (حاملہ کر دینے) کے ساتھ بالغ ہوا یا لڑکی احتلام یا حیض یا حاملہ ہو جانے کے ساتھ بالغ ہوئی تو ان صورتوں میں ان پر غسل فرض ہو گا۔(ح)۔

ولمن افاق:۔ مجنون کو جب افاقہ ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے۔ شاید یہ افاقہ کی نعمت کے شکرانہ کے لئے ہے۔(ح)

وعند حجامة وغسل میت وفی لیلة برأة ولیلة القدر اذا راٰھا ۔

ترجمہ۔(۴)اور پچھنے لگوانے کے بعد (۵) اور میت کے غسل کے بعد (۶)اور شبِ برأۃ میں (۷) اور شبِ قدر میں جب کہ اس کو دیکھے۔

تشریح۔ وعند حجامة:۔ کی تقدیر عبارت وعند الفراغ من حجامة ہے۔ یعنی سینگی لگوانے سے جب فارغ ہو جائے تو اس کے بعد غسل کرنا مستحب ہے، سینگی لگوانا یہ علاج کا ایک طریقہ ہے جو قدیم زمانہ میں خوب رائج تھا آپ ﷺ نے لگوائی ہے، اس میں پائپ نما کوئی چیز (سینگ وغیرہ) جسم کے کسی حصہ میں داخل کر کے فاسد خون کھینچ لیا جاتا تھا۔

وغسل میت یعنی میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے غسل کر لینا مستحب ہے۔

وفی لیلة برأة شعبان کی پندرہویں شب میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے اور پندرھویں شب کو شبِ برأت اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ ہر مومن کے لئے جب کہ وہ حقوقِ واجبہ ادا کرتا ہو جہنم سے براءت کا پروانہ عطا فرماتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں بندوں کی بخشش فرما کر ان کو گناہوں سے بری کر دیتے ہیں۔ (ح)

ولیلة القدر شبِ قدر میں جب کہ اس کو یقین کے ساتھ دیکھ لے مثلاً کشف والہام سے یا ان علامات سے جو اس کی تعیین میں وارد ہوئی ہیں، معلوم ہو جائے مثلاً وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل ہوتی ہے تو اس میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے۔(ط)۔

ولدخول مدینة النبی علیہ السلام

ترجمہ۔(۸)اور نبی کریم ﷺ کے شہر میں داخل ہونے کے لئے۔

تشریح۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا یہ مدینہ منورہ کی تعظیم و حرمت اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہے۔(م)

وللوقوفِ بمزدلفة غداة یوم النحر ۔

ترجمہ۔(۹) اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے یوم النحر کی صبح کو۔

تشریح۔ یعنی حاجی جب نو ذی الحجہ کو مغرب کے بعد مزدلفہ پہنچتے ہیں اور رات بھر وہاں رہتے ہیں تو ان کے لئے رات گذارنے کے بعد صبح صادق کے وقت غسل کرنا مستحب ہے اور یہ صبح یوم النحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ کی ہو گی۔ اور یہی وقوف کا اصلی وقت ہے۔

وعند دخول مكة ولطواف الزيارة

ترجمہ۔(۱۰) اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت (۱۱) اور طوافِ زیارت کے لئے۔(تا کہ طواف اکمل طہارت کے ساتھ ادا ہو اور بیت اللہ شریف کی تعظیم بھی ادا ہو جائے۔)(م)

ولصلوٰۃ کسوف و استسقاءٍ وفزع وظلمة وريح شديدة۔

ترجمہ۔(۱۲) اور سورج گرہن کی نماز کے لئے۔(۱۳) اور استسقاء کی نماز کے لئے (یعنی طلبِ بارش کے لئے)(۱۴) اور گھبراہٹ کی نماز کے لئے (یعنی خوف اور مصیبت کو دور کرنے کے لئے جب نماز پڑھے تو غسل کر کے پڑھنا مستحب ہے۔)(۱۵) اور دن میں تاریکی کی نماز کے لئے (یعنی دن میں تاریکی چھا جانے کے وقت کی نماز کے لئے غسل کرنا مستحب ہے)(۱٦) اور شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے (یعنی اس قسم کے ہولناک غیر معمولی حوادث کے پیش آنے پر اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان گھبرا کر اپنے مالک کی طرف جھک جائے اور گناہوں سے توبہ کرے اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نہا دھو کر خُدا کی طرف متوجہ ہو۔(ایضاح الاصباح)

(باب التیمم)

تیمم کا بیان

تشریح۔ پانی سے طہارت حاصل کرنے کے احکام کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے مٹی سے طہارت حاصل کرنے کے احکام کو بیان کرتے ہیں۔ چونکہ پانی سے طہارت حاصل کرنا اصل ہے اور مٹی سے طہارت (تیمم) حاصل کرنا اس کا بدل ہے اور بدل اصل کے بعد ہوتا ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بعد تیمم کو بیان کیا۔ اور مسح علی الخفین کو تیمم کے بعد لائیں گے۔ حالانکہ وہ پانی سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ تیمم کا ثبوت قرآن سے ہے اور مسح علی الخفین کا ثبوت سنت سے ہے۔(ح) تیمم کے لغوی معنی مطلقاً ارادہ کرنا اور حج کے لغوی معنی کسی معظم اور بڑی چیز کا ارادہ کرنا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں تیمم چہرے اور دونوں ہاتھوں کا پاک مٹی سے مسح کرنا ہے اور تیمم اسی امت کے ساتھ خاص ہے، اگلی امتوں میں نہیں تھا۔

یصح بشروط ثمانیة الاول النیة و حقیقتھا عقد القلب علی الفعل ووقتھا عند ضرب یدہ علی ما یتیمم بہ۔

ترجمہ۔ تیمم آٹھ شرطوں کے ساتھ صحیح ہوتا ہے۔ پہلی شرط نیت ہے اور اس کی حقیقت دل کو پختہ کر لینا ہے کسی فعل کے کرنے پر اور اس کا موقع ہاتھ مارتے وقت ہے اس چیز پر جس سے وہ تیمم کر رہا ہے۔

تشریح۔ تیمم صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ نیت کرے۔ بغیر نیت کے تیمم صحیح نہ ہوگا اور نیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی کام کے کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرے۔ اس ارادہ کا زبان سے اظہار ضروری نہیں ہے۔ البتہ پھر بھی دونوں کو جمع کر لے تو بہتر ہے۔ مثلاً تیمم میں یہ نیت کرے یعنی دل میں پختہ ارادہ کر لے کہ میں حدث یا جنابت دور کرنے کے لئے یا صلوٰۃ کو مباح کروانے کے لئے تیمم کرتا ہوں اور اسی ارادہ کا اظہار زبان سے کر دے تو بہتر ہے۔ نیت کے لئے کوئی خاص الفاظ ثابت نہیں ہیں۔

ووقتھا:- سے فرماتے ہیں کہ نیت کب کرے؟۔ چنانچہ مٹی وغیرہ پر تیمم کے لئے جب ہاتھ مارے اُس وقت نیت کرے۔

وشروط صحة النیة ثلاثة الاسلام و التمییز والعلم بما ینویہ۔

ترجمہ۔ اور نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں ۔ اسلام، تمیز اور اس چیز کا علم جس کی نیت کر رہا ہے۔

تشریح۔ یعنی اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی تو نیت صحیح ہوگی ورنہ نیت صحیح نہ ہوگی۔ پہلی شرط یہ ہے کہ تیمم کی نیت کرنے والا مسلمان ہو، پس اگر کافر نے مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کیا اور مسلمان ہوا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ جس وقت اس نے تیمم کیا ہے وہ اُس وقت نیت کا اہل نہیں تھا۔

دوسری شرط تمیز ہے۔ یعنی سمجھ اور ہوش ہو کہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھے۔ (ایضاح الاصباح) پس اگر ایسا بچہ ہو جس کو اتنی سمجھ نہ ہو یا ایسا نشہ ہو کہ اس کو اتنا ہوش نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کا تیمم صحیح نہ ہو گا کیوں کہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے تمیز شرط ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس چیز کا علم ہو جس کی نیت کر رہا ہے۔ لہٰذا اگر نیت کے عربی الفاظ ادا کر دیئے اور مطلب نہیں سمجھا تو ان الفاظ کا اعتبار نہ ہو گا۔ (ایضاح الاصباح)

ویشترط لصحۃ نیۃ التیمم للصلوٰۃ بہ احد ثلاثۃ اشیاء۔

ترجمہ۔ اور شرط ہے، تیمم کی نیت کے صحیح ہونے یعنی اس تیمم سے نماز صحیح ہونے کے لئے تین باتوں میں سے کوئی ایک

تشریح۔ نماز صرف اُس تیمم سے جائز ہے جس میں ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک پائی جائے۔ جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

امانیۃ الطھارۃ اواستباحۃ الصلوۃ اونیۃ عبادۃ مقصودۃ لا تصح بدون الطھارۃ۔

ترجمہ۔ یا تو پاکی کی نیت یا نماز جائز ہونے کی نیت یا اس عبادتِ مقصودۃ کی نیت جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔

تشریح۔ نماز کے لئے تیمم کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُس تیمم سے پاکی حاصل کرنے کی نیت کی ہو۔ مثلاً یوں نیت کی، میں پاکی حاصل کرنے کے لئے تیمم کرتا ہوں۔ اب اس تیمم سے نماز ادا کرنا صحیح ہو گا۔ یا اس تیمم سے نماز جائز ہونے کی نیت کی ہو مثلاً یہ نیت کرے کہ میں نماز مباح ہو جانے کے لئے تیمم کرتا ہوں تو اس تیمم سے نماز درست ہو گی۔ یا اس تیمم سے ایسی عبادتِ مقصودہ کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ مثلاً نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے فرض نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

فائدہ۔ عبادت مقصودہ وہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ کسی دوسری عبادت کو ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو۔ جیسے نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔ بخلاف قرآن مجید کو چھونا کہ اس سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسری عبادت کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے اور وہ تلاوت ہے۔ سو اگر کسی نے قرآن کو چھونے کے لئے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبادت بالذات مقصود ہو دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو اور آگے لا تصح الخ کی قید لگائی یعنی وہ عبادت مقصودہ ایسی ہو جو طہارت کے بغیر درست نہ ہو۔ جیسے نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ پس اگر وہ عبادتِ مقصودہ ہو مگر طہارت کے بغیر درست ہو جیسے قرآن شریف کا حفظ پڑھنا تو اگر قرآن شریف کو حفظ پڑھنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہ ہو گا۔

فلا یصلی بہ اذا نوی التیمم فقط اونواہ لقراءۃ القرآن ولم یکن جنباً۔

ترجمہ۔ پس نہیں نماز پڑھ سکتا ہے اس تیمم سے، جب کہ وہ نیت کرے تیمم کی فقط یا نیت کرے تیمم کی قرآن پڑھنے کے لئے جب کہ وہ جنبی نہ ہو۔

تشریح۔ یہاں سے مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی شرط پر تفریعات بیان کرتے ہیں۔ اگر صرف تیمم کی نیت کی بشرطیکہ وہ جنبی نہ ہو، مثلاً یوں نیت کی کہ میں تیمم کرتا ہوں تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے کہ مذکورہ تین چیزوں میں سے ایک بھی چیز نہیں پائی گئی۔ اسی طرح اگر قرآن کی تلاوت کی نیت کی بشرطیکہ وہ جنبی نہ ہو تو اس تیمم سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ نماز کے لئے جو تیمم کیا جاتا ہے وہ اس وقت صحیح ہے جب کہ مذکورہ تین چیزوں میں سے کوئی ایک پائی جائے اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن پڑھنا اگرچہ عبادتِ مقصودہ ہے لیکن وہ بغیر طہارت کے درست ہے اور یہاں شرط بدون طہارت کی ہے۔ یہاں پر دونوں تفریع میں جنبی نہ ہونے کی قید موجود ہے۔ پس اگر وہ جنبی ہو گا تو اس کا پہلا مقصود پاکی ہو گا اور پاکی کی نیت سے جو تیمم کیا جاتا ہے اس سے نماز پڑھنا درست ہے۔

الثانی العذر المبیح للتیمم کبعدہ میلا عن ماء ولو فی المصر۔

ترجمہ۔ دوسری شرط۔ ایسا عذر جو تیمم کو مباح کر دینے والا ہو جیسے اس شخص کا پانی سے ایک میل دور ہونا اگرچہ شہر میں ہو۔

تشریح۔ تیمم کے صحیح ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی کو ایسا عذر پیش آجائے جس سے تیمم کرنا مباح ہو جائے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کُل ایسے سات (۷) عذر بیان کئے ہیں۔

(۱) پانی کا ایک میل دور ہونا۔ پس جس شخص کے پاس اتنا پانی نہ ہو جو حدث دور کرنے کے لئے کافی ہو اور اس شخص کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو۔ خواہ وہ شہر میں ہو یا شہر کے باہر تو ایسے شخص کے لئے تیمم کرنا جائز ہے۔ کیوں کہ پانی کا ایک میل دور ہونا ایسا عذر ہے جو تیمم کو مباح کر دینے والا ہے۔

فائدہ۔ ایک میل تہائی فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ بارہ ہزار قدم کا۔ تو ایک میل چار ہزار قدم کا ہوا اور ایک قدم ڈیڑھ ہاتھ کا۔ اس اعتبار سے ایک میل کے چھ ہزار ہاتھ ہوئے۔ (یعنی ایک کیلو میٹر ۶۱۰ میٹر کا میل ہوا)

وحصول مرض وبرد یخاف منہ التلف او المرض۔

ترجمہ۔ اور بیماری ہونا اور ایسی ٹھنڈک کا ہونا جس سے عضو کے تلف ہونے کا یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو۔

تشریح۔(۲) اگر کسی شخص کے پاس پانی موجود ہے لیکن وہ بیمار ہے اور پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں اس شخص کو تیمم کرنا جائز ہے اور و بردٍ سے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ جنبی سے متعلق ہے نہ کے محدث سے (ح) مسئلہ یہ ہے کہ جنبی آدمی کو اگر یہ خوف ہو کہ غسل کرنے کی وجہ سے اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا یا وہ بیمار پڑ جائے گا تو اس کے واسطے تیمم کرنا جائز ہے۔ پس اگر محدث کو یعنی تندرست بے وضو کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ وضو کرے گا تو بیمار ہو جائے گا تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ح) اور اسی پر فتویٰ ہے (ع)

وخوف عدو وعطش۔

ترجمہ۔اور دشمن اور پیاس کا خوف ہو۔

تشریح۔(۳) وہ اعذار جو تیمم کو مباح کر دینے والے ہیں ان میں سے ایک دشمن کا خوف ہے۔ اور یہ دشمن سے خوف اپنی جان کا ہو یا اپنے مال کا اور مال اپنا ہو یا امانت ہو۔(ح) مطلب یہ ہے کہ پانی تو موجود ہے لیکن یہ خوف ہے کہ اگر پانی پر گیا تو دشمن اس کو ہلاک کر دے گا یا اس کے مال کو لوٹ لے گا تو اس کے واسطے تیمم کرنا جائز ہو گا۔

واحتیاج لعجن لا لطبخ مرق۔

ترجمہ۔اور آٹا گوندھنے کی ضرورت نہ کہ شوربا پکانے کی۔

تشریح۔(۴) پانی اس قدر کم ہے کہ اگر اس نے وضو کر لیا تو اب آٹا گوندھنے کے لئے پانی باقی نہیں رہے گا۔ تو ایسی صورت میں وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے اور پانی کو آٹا گوندھنے میں استعمال کر لے۔ لیکن شوربا پکانے کی ضرورت کے لئے تیمم جائز نہیں ہے اس لئے کہ گوشت کو بھون کر کھا سکتے ہیں اور آٹا بلا گوندھے اور پکائے نہیں کھایا جاتا۔(ایضاح الاصباح)

ولفقد آلة۔

ترجمہ۔اور آلہ نہ ہونے کے وقت۔

تشریح۔(۵) یعنی پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر سکتے ہیں۔ مثلاً مسافر جب کنویں پر پہنچے اور پانی کے پاس ڈول رسّی نہ ہو تو اس کے واسطے تیمم کرنا جائز ہے۔

وخوف فوت صلوٰۃ جنازۃ او عید ولو بناءً۔

ترجمہ۔اور جنازہ یا عید کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو اگرچہ بناء کے طور پر ہوں۔

تشریح۔(۶،۷) اگر جنازہ حاضر ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرنے میں لگ گیا تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی، اسی طرح نمازِ عید پڑھنے کے لئے آیا اور یہ خوف کیا کہ اگر وضو کرنے میں مشغول ہوا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو یہ شخص تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔

ولو بناءً۔ بناء کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا کچھ حصہ جو پہلے پڑھ چکا ہے اس پر اگلے حصہ کی بنیاد قائم کر لے۔

بناء کی تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں پر ولو بناء کہہ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے وضو سے نمازِ عید شروع کی تھی پھر اُس کو حدث ہو گیا اب اس کو یہ خوف ہے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مشغول ہو گا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بناء کے لئے تیمم جائز ہے یعنی وہ تیمم کر کے بناء کر سکتا ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور اگر تیمم سے عید کی نماز شروع کی تھی اور پھر حدث لاحق ہوا تو اب بلا اختلاف تیمم کر کے بناء کرنا جائز ہے۔(ح)

ولیس من العذر خوف الجمعة و الوقت۔

ترجمہ۔ اور جمعہ اور وقت کے فوت ہونے کا خوف کوئی عذر نہیں ہے۔

تشریح۔ یعنی اگر وضو میں مشغول ہونے میں جمعہ کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو جمعہ کے لئے تیمم کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اس پر وضو کرنا ضروری ہے۔ پس اگر اس نے وضو کر کے جمعہ پالیا تو جمعہ کی نماز ادا کرے اور اگر جمعہ نہیں ملا تو ظہر ادا کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ایسا عذر نہیں ہے جو تیمم کو مباح کر دینے والا ہو۔ اس لئے کہ جمعہ اگرچہ فوت ہو گیا لیکن اس کا خلیفہ ظہر موجود ہے۔ اسی طرح اگر وضو میں مشغول ہونے کی وجہ سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو مثلاً صبح کی نماز کے لئے ایسے وقت میں آنکھ کھلی کہ نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا یہاں تک کہ اگر وہ وضو میں مشغول ہوتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو بھی اس کو تیمم کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ وضو کرے اور فوت شدہ نماز کی قضا کرے۔ پس وقت کے نکل جانے کا خوف ایسا عذر نہیں ہے جو تیمم کو مباح کر دینے والا ہو۔ اس لئے کہ **وقتیہ** کا خلیفہ قضا موجود ہے۔ بخلاف عید اور جنازہ کی نماز کے کہ ان کا خلیفہ و بدل موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی قضا نہیں کی جاتی۔

الثالث:-ان یکون التیمم بطاھر من جنس الارض کالتراب والحجر والرمل لا الحطب والفضة والذھب۔

ترجمہ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم ایسی پاک چیز سے ہو جو زمین کی جنس سے ہو۔ جیسے مٹّی، پتھر اور ریت۔ نہ کہ لکڑی، چاندی اور سونا۔

تشریح۔ تیمم کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم پاک چیز سے ہو۔ یہاں پر طاہر بمعنی طہور ہے۔(ط) یعنی وہ چیز ایسی ہو جو پاک کرنے والی ہو۔ لہٰذا اگر زمین پر نجاست لگ جائے، پھر وہ خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو وہ زمین پاک ہو گئی۔ اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔ لیکن تیمم درست نہیں، کیوں کہ وہ پاک کرنے والی نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور اشیاء کے جنسِ ارض میں سے ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ چیزیں جل کر راکھ نہ ہوں اور پگھل کر نرم نہ ہوں اور زمین میں ڈال دینے سے زمین اس کو کھاتی نہ ہو۔(ح) جیسے مٹّی، پتھر اور ریت۔ یہ چیزیں نہ جل کر راکھ ہوتی ہیں اور نہ پگھلتی ہیں اور نہ زمین ان کو کھاتی ہے۔ پس لکڑی پر تیمم جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور سونے چاندی پر تیمم درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ پگھل کر نرم ہو جاتے ہیں اور اناج کے دانوں پر اور پھلوں پر تیمم درست نہیں اس لئے کہ ان کو زمین کھا جاتی ہے۔

الرابع استیعاب المحل بالمسح۔

ترجمہ۔ مسح کی جگہ پر پورا پورا مسح کرنا۔

تشریح۔ تیمم کے صحیح ہونے کی چوتھی شرط بیان کرتے ہیں اور وہ استیعاب ہے۔ مسح کی جگہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ہیں۔ یعنی اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ اگر بال برابر بھی جگہ باقی رہ گئی تو تیمم صحیح نہ ہوگا۔ پس اگر انگوٹھی، کنگن یا چوڑی وغیرہ پہنی ہوں تو ان کو نکال دے یا انہیں جگہ سے ہٹا کر ان کے نیچے بھی مسح کرے اور انگلیوں کا خلال کرے اور اپنے پورے چہرے کا مسح کرے اور ان بالوں پر جو چہرے پر ہیں نہ کہ لٹکے ہوئے بالوں پر۔ اور جو جگہ کانوں اور داڑھی کے بیچ میں ہے اس کا مسح بھی ضروری ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اکثر اعضاء تیمم پر مسح کرلینا کافی ہے پس اگر اعضاء تیمم میں ایک ثلث (تہائی) کو چھوڑ دیا تو بھی ان کے نزدیک تیمم صحیح ہے۔ لیکن پہلا قول ظاہر الروایۃ کے مطابق ہے۔ (ح)

الخامس ان یمسح بجمیع الید او باکثرھا حتیٰ لو مسح باصبعین لا یجوز ولو کرر حتی استوعب بخلاف مسح الراس۔

ترجمہ۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ مسح کرے پورے ہاتھ سے یا ہاتھ کے اکثر حصہ سے یہاں تک کہ اگر مسح کیا دو انگلیوں سے تو جائز نہ ہوگا، اگرچہ بار بار کرے مسح یہاں تک گھیرے (پورے عضو کو) بخلاف سر کے مسح کے۔

تشریح۔ تیمم کے صحیح ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ اعضائے تیمم کا مسح پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے کرے۔ اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے۔ ایک یا دو انگلیوں سے مسح صحیح نہیں۔ پس اگر دو انگلیوں سے بار بار مسح کرکے پورے عضو پر پھیر لیا تب بھی مسح صحیح نہ ہوگا کیوں کہ پورے ہاتھ یا اس کے اکثر سے مسح کرنا شرط ہے۔ بخلاف سر کے مسح کے۔ یعنی سر کے مسح کا حکم تیمم سے الگ ہے۔ پس اگر کسی نے دو انگلی سے سر کا مسح نئے پانی سے بار بار کیا یہاں تک کہ چوتھائی سر کے برابر ہو گیا تو یہ مسح صحیح ہے۔

السادس ان یکون بضربتین بباطن الکفین ولو فی مکان واحد۔

ترجمہ۔ چھٹی شرط دو ضربوں کے ساتھ ہونا۔ دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے اگرچہ ایک ہی جگہ میں ہوں۔

تشریح۔ تیمم کے صحیح ہونے کی چھٹی شرط یہ ہے کہ دو دفعہ ہاتھ زمین پر مار کر تیمم کرے۔ ایک ضرب سے چہرہ کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔ پس اگر ایک ہی ضرب سے دونوں عضو پر مسح کرے تو تیمم صحیح نہیں ہوگا۔

باطن الکفین۔ یعنی یہ دونوں ضرب دونوں ہتھیلیوں کے اندر کے حصہ سے ہوں اور یہ ضرب باطنِ کف سے مسنون ہے اسی لئے اگر کوئی ظاہرِ کف سے دو دفعہ ضرب لگائے تو بھی کافی ہے۔ (حاشیہ شرح وقایہ)

ولو فی مکان واحد۔ دو ضرب ایک ہی جگہ میں لگائی تو بھی کافی ہے۔ ایک مرتبہ ضرب لگانے سے وہ جگہ مستعمل نہیں ہوتی۔

ویقوم مقام الضربتین اصابة التراب بجسده اذا مسحه بنیة التیمم۔

ترجمہ۔اور مٹی کا بدن پر لگ جانا دو ضربوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔جب کہ مسح کرے اس پر تیمم کی نیت سے ۔

تشریح۔ یعنی اگر کوئی شخص مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا، اور مٹی اعضائے تیمم پر پہنچ گئی اور اس نے تیمم کی نیت سے اعضائے تیمم پر ہاتھ پھیر لیا تو اس کا تیمم درست ہو گیا اور یہ تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرنا دو ضربوں کے قائم مقام ہو جائے گا۔

السابع انقطاع ما ینا فیه من حیض او نفاس او حدث۔

ترجمہ۔ساتویں شرط۔جو چیزیں تیمم کے منافی ہیں ان کا بند ہونا یعنی حیض یا نفاس یا حدث ۔

تشریح۔ یعنی جس طرح وضو صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ حیض و نفاس و حدث بند ہوں، اسی طرح تیمم کے صحیح ہونے کے لئے بھی یہی شرط ہے۔چنانچہ ان کے ہوتے ہوئے اگر کوئی تیمم کرے تو تیمم صحیح نہ ہو گا۔

الثامن زوال ما یمنع المسح کشمع و شحم۔

ترجمہ۔آٹھویں شرط ان چیزوں کا زائل ہونا جو مسح کو مانع ہوں جیسے موم اور چربی۔

تشریح۔ یعنی اعضائے مسح پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جو مسح کو روکنے والی ہو۔جیسے موم اور چربی۔پس اگر اعضائے مسح پر موم یا چربی ہو گی تو مسح موم اور چربی پر ہو گا، جسم پر نہیں ہو گا اس لئے تیمم صحیح نہیں ہو گا۔

وسببه و شروط وجوبه کما ذکر فی الوضوء ورکناہ مسح الیدین والوجه۔

ترجمہ۔اور تیمم کا سبب اور اس کے واجب ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو وضو کے بیان میں ذکر کی گئیں۔تیمم کے دو رُکن دونوں ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کرنا ہے۔

تشریح۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے، پھر ان دونوں کو آگے لے جائے اور پھر پیچھے لائے پھر دونوں کو اُٹھا کر جھاڑے اور اپنے پورے چہرے کا مسح کرے۔پھر دوسری مرتبہ اسی طرح ہاتھوں کو زمین پر مارے اور دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔(ح)

وسنن التیمم سبعة التسمیة فی اوله والترتیب والموالاۃ واقبال الیدین بعد وضعهما فی التراب و ادبارهما ونفضهما و تفریج الاصابع۔

ترجمہ۔اور تیمم کی سنّتیں سات ہیں۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور ترتیب اور پے در پے کرنا اور دونوں ہاتھوں کو مٹی میں رکھنے کے بعد آگے کو بڑھانا اور پیچھے کو لانا اور دونوں ہاتھوں کا جھاڑنا اور انگلیوں کا کُھلا رکھنا۔

تشریح۔ ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے چہرہ کا مسح کرے پھر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک، اور موالاۃ کا مطلب یہ ہے کہ تیمم کے درمیان توقف نہ کرے مثلاً چہرہ پر مسح کرنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول ہو جائے اور کچھ دیر کے بعد دونوں ہاتھوں کا مسح کرے یہ سُنّت کے خلاف ہے۔

ونفضھما:۔ یعنی مٹی پر ہاتھوں کو مارنے کے بعد جب اُٹھائے تو ان دونوں کو جھاڑے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکرا دے تا کہ زائد مٹی گر جائے اور مٹی میں جب دونوں ہاتھوں کو مارے اُس وقت انگلیوں کو ملا کر نہ رکھے بلکہ کُھلا رکھے۔

وندب تاخیر التیمم لمن یرجو الماء قبل خروج الوقت ۔

ترجمہ۔اور مُستحب ہے تیمم کا مؤخر کرنا اس شخص کے لئے جو وقت کے نکلنے سے پہلے پانی کی امید رکھتا ہو۔

تشریح۔ اگر کسی شخص سے پانی ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہو اور اس کو یہ امید ہو کہ نماز کے آخر وقت تک پانی مل جائے گا تو اس صورت میں تیمم کو آخر وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر پانی ملنے کی امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے بلکہ وقت مستحب میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔(ح)

یہاں آخر وقت سے مراد بعض کے نزدیک جواز کا آخری وقت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کا اخیر ہے اور یہی صحیح ہے اور مستحب وقت سے مراد نماز کے پورے وقت کے آخری نصف حصہ کا شروع ہے۔ احناف کے نزدیک مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں اتنی تاخیر مستحب ہے۔ چنانچہ صحیح قول کے مطابق عصر کو اتنا مؤخر نہیں کر سکتے کہ سورج میں تغیر ہو جائے یعنی اس پر نگاہ جمنے لگے، بلکہ اس سے پہلے اگر پانی نہ ملے تو وقت مستحب کے آخر میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پہلے قول کے مطابق (یعنی جواز کا آخری وقت) وہ ابھی نماز نہ پڑھے بلکہ وقتِ جواز کا جب آخری وقت ہو جائے یعنی سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔(ح)

ویجب التاخیر بالوعد بالماء ولو خاف القضاء ۔

ترجمہ۔اور واجب ہے تیمم کا مؤخر کرنا پانی کے وعدہ پر اگرچہ قضا کا خوف ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی نے پانی لا کر دینے کا وعدہ کیا تو تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے۔ اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ وعدہ کرنے والے کے پاس پانی موجود ہو اور وہ پانی اُس کے پاس ایک میل کے اندر اندر ہو۔ پس اگر وعدہ کرنے والے کے پاس

پانی نہ ہو یا وہ پانی ایک میل دور ہے تو اب اس کے لئے تیمم کو مؤخر کرنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ شریعت نے ایسے موقع پر تیمم کی اجازت دی ہے۔(ح)

ویجب التاخیر بالوعد بالثوب او السقاء مالم یخف القضاء۔

ترجمہ۔اور واجب ہے تیمم کو مؤخر کرنا کپڑے کے یا مشک کے وعدہ پر جب تک قضا کا خوف نہ ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی کے پاس کپڑے نہ ہوں، برہنہ ہو، اس کو کسی نے کپڑے دینے کا وعدہ کیا تو یہ نماز کو مؤخر کرے گا۔اسی طرح ایک شخص ایسا ہے کہ اس کے سامنے کنواں ہے لیکن پانی نکالنے کے لئے کوئی سامان ڈول رسی وغیرہ نہیں ہے، اس کو کسی نے سامان لا کر دینے کا وعدہ کیا تو یہ ابھی تیمم کر کے نماز نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے۔ہاں اگر ان دونوں صورتوں میں نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تیمم کو مؤخر کرنا واجب ہے، چاہے نماز قضا ہو جائے۔

ویجب طلب الماء الی مقدار اربعمائة خطوة ان ظن قربه مع الامن والا فلا۔

ترجمہ۔اور واجب ہے پانی کا تلاش کرنا چار سو قدم کی مقدار تک اگر گمان ہو پانی کے قریب ہونے کا امن کے ساتھ، ورنہ نہیں۔

تشریح۔ یعنی جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب میں مل جائے گا مثلاً سبزہ نظر آئے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی نے پانی کے قریب ہونے کی خبر دی تو اس کو جس جانب گمان ہو اس جانب چار سو قدم کی مقدار تلاش کرنا واجب ہے اور اگر چاروں جانب گمان ہو تو چاروں طرف چار سو قدم کی مقدار تلاش کرنا واجب ہے اور یہ تلاش کرنا اُس وقت واجب ہے جب کہ جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو۔پس اگر جان یا مال کا خطرہ ہو تو اس کے لئے تلاش کرنا واجب نہیں ہے اور یہ تلاش کرنا خود اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر دوسرے سے کرا لیا تو بھی کافی ہے۔(ح)

ویجب طلبه ممن هو معه ان کان فی محل لا تشح به النفوس۔

ترجمہ۔اور واجب ہے پانی کا طلب کرنا اس شخص سے جس کے پاس پانی ہو اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی پر لوگ بخل نہ کرتے ہوں۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی اور کے پاس پانی ہے تو ابھی تیمم نہ کرے بلکہ جس کے پاس پانی ہے اس سے مانگنا واجب ہے۔بشرطیکہ وہاں پر پانی وافر ہو کہ عموماً پانی سے منع نہ کیا جاتا ہو بلکہ مانگنے پر دے دیا جاتا ہو۔پس اگر اس نے پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز پڑھے، ورنہ تیمم کرے۔

وان لم يعطه الا بثمن مثله لزم شراءه به ان كان معه فاضلا عن نفقته ۔

ترجمہ۔ اور اگر نہ دے اس کو مگر ثمنِ مثل کے عوض تو لازم ہو گا خریدنا اس سے اگر اس کے پاس اپنے خرچ سے فاضل رقم ہو۔

تشریح۔ اوپر بتایا تھا کہ اگر کسی اور کے پاس پانی ہو تو اس سے مانگنا واجب ہے۔ یہاں فرماتے ہیں کہ جب اس نے پانی مانگا تو وہ بدون قیمت کے نہیں دیتا اور یہ قیمتاً لینے پر قادر ہے اس طور پر کہ اس کے پاس کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے وہ قیمت فاضل ہے اور پانی کی قیمت بھی واجبی ہے۔ تو اس پر پانی کا خریدنا لازم ہو گا۔ پس وہ تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کر وضو کرے۔

ثمن مثل کے اندر دو صورتیں داخل ہیں۔

(۱) وہ مثل قیمت (جو بازار میں چلتی ہے) کے عوض فروخت کرتا ہے۔

(۲) غبن یسیر کے ساتھ فروخت کرتا ہے۔ (بازار کی قیمت سے کچھ مہنگا دیتا ہے ان دونوں صورتوں میں تیمم جائز نہیں ہے۔

ایک تیسری صورت ہے وہ یہ ہے کہ غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرتا ہے یعنی دوگنی چوگنی قیمت مانگتا ہے تو اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ (ح)

ويصلي بالتيمم الواحد ما شاء من الفرائض والنوافل ۔

ترجمہ۔ اور نماز پڑھے ایک تیمم سے جتنی چاہے فرائض اور نوافل میں سے۔

تشریح۔ یعنی ایک تیمم سے جب تک کہ وہ ٹوٹے نہیں جتنی چاہے فرض اور نفل نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے ایک فرض نماز ادا کر سکتا ہے اور دوسرا فرض ادا کرنے کے لئے دوبارہ تیمم کرنا ضروری ہو گا۔ البتہ ایک تیمم سے متعدد نوافل ادا کر سکتا ہے۔

وصح تقديمه على الوقت ۔

ترجمہ۔ اور صحیح ہے تیمم کا مقدم کرنا وقت پر۔

تشریح۔ یعنی نماز کا وقت آنے سے پہلے اگر کوئی تیمم کر لے تو اس سے وقت میں نماز ادا کرنا صحیح ہے۔

ولو كان اكثر البدن او نصفه جريحا تيمم وان كان اكثره صحيحا غسله و مسح الجريح ولا يجمع بين الغسل والتيمم ۔

ترجمہ۔ اور اگر بدن کا اکثر حصہ یا اس کا نصف زخمی ہو تو تیمم کرلے اور اگر بدن کا اکثر حصہ صحیح ہو تو دھوئے سالم حصہ کو اور مسح کر لے زخمی حصہ کا اور دھونے اور تیمم میں جمع نہ کرے۔

تشریح۔ یعنی اگر بدن کا اکثر یا نصف حصہ زخمی ہو مثلاً پھوڑے وغیرہ ہوں تو غسل کے بجائے تیمم کر لے۔ اس میں اکثر بدن کا اعتبار پیمائش سے کریں گے۔ پس اگر پیمائش سے اکثر یا نصف بدن زخمی ہو تو تیمم جائز ہے اور وضو میں کثرت کا اعتبار شمار کے لحاظ سے کیا ہے۔ یعنی اگر سر، چہرہ اور ہاتھوں پر زخم ہو اور پیروں پر نہ ہو تو تیمم جائز ہو گا۔ اس لئے کہ وضو کے چار اعضاء میں زیادہ اعضاء زخمی ہوئے اور بعض علماء نے کثرت کا لحاظ ہر عضو سے کیا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق تیمم اُس وقت جائز ہو گا جب کہ چاروں اعضاء میں سے ہر ایک عضو کا زیادہ حصہ زخمی ہو۔ (ح) اور اگر بدن اکثر صحیح ہو اور تھوڑے حصہ میں زخم ہو تو صحیح حصہ کو دھولے اور زخم پر مسح کرلے اگر زخم پر مسح نہ کر سکے تو جبیرہ پر مسح کرے ورنہ ترک کر دے۔

ولا یجمع سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب اکثر بدن صحیح ہو تو ایسا نہ کرے کہ کچھ حصہ کو دھوئے اور کچھ پر تیمم کرے۔ مثلاً پاؤں میں صرف زخم ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھ کو دھوئے اور پاؤں پر مسح کرلے۔ ایسا نہ کرے کہ چہرہ دھوئے اور ہاتھوں پر تیمم کرے۔ یہ دھونے اور تیمم کو جمع کرنا ہے جو جائز نہیں ہے۔

وینقضہ ناقض الوضوء والقدرۃ علی استعمال الماء الکافی۔

ترجمہ۔ اور توڑ دیتی ہے تیمم کو (وہ چیزیں) جو وضو کو توڑ دیتی ہیں اور (توڑ دیتی ہے تیمم کو) اتنے پانی کے استعمال پر قدرت جو کافی ہو۔

تشریح۔ یعنی جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان ہی چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تیمم کرنے والا بقدر وضو پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی موجود ہو اور کسی دشمن یا درندے کا خوف نہ ہو۔ اور نہ وہ ایسا بیمار ہو جس کے لئے پانی مضر ہو اسی طرح پانی اتنا کم نہ ہو کہ اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ بھی نہ دھو سکے۔ لہٰذا پانی موجود ہے لیکن پانی تک پہنچنے میں دشمن یا درندے کا خوف ہے یا پانی اتنا نہیں ہے جو وضو کے لئے کافی ہو یا وہ ایسا بیمار ہو جس کے لئے پانی مضر ہو تو ان صورتوں میں اس شخص کو پانی کے استعمال پر قادر نہیں کہا جائے گا اور اس کے واسطے تیمم کرنا جائز ہو گا۔

ومقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجھہ جراحۃ یصلی بغیر طھارۃ ولا یعید۔

ترجمہ۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹا ہوا شخص جب اس کے چہرہ پر بھی زخم ہوں بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور اعادہ نہ کرے۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوں اور اس کے منہ پر بھی زخم ہو مثلاً پھوڑے ہوں تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور تیمم نہ کرے اور اس کو یہ نماز چہرے کے زخم ٹھیک ہو جانے کے بعد لوٹانی نہیں پڑے گی۔

(باب المسح علی الخفین)

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

صح المسح علی الخفین فی الحدث الاصغر للرجال و النساء ولو کانا من شئی ثخین غیر الجلد سواء کان لھما نعل من جلد اولا ۔

ترجمہ۔ موزوں پر مسح کرنا حدث اصغر میں مردوں کو بھی جائز ہے اور عورتوں کو بھی۔ اگر چہ موزے چمڑے کے علاوہ کسی موٹی چیز کے ہوں خواہ موزوں کا تلوا چمڑے کا ہو یا نہ ہو۔

تشریح۔ یعنی محدث کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، محدث خواہ مرد ہو یا عورت۔ یہاں پر حدث اصغر کی قید لگائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر موزے پہنے ہوں اور پھر ایسا حدث پیش آیا جو غسل واجب کرتا ہے تو اس صورت میں مسح علی الخفین جائز نہیں ہے بلکہ موزے نکال کر پاؤں کو بھی دھونا پڑے گا اور یہاں پر صح فرمایا پس اگر کوئی موزوں پر مسح نہ کرے بلکہ دھوئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ح)

ولو کانا سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر چہ وہ دونوں موزے چمڑے کے نہ ہوں البتہ گاڑھے موٹے ہوں تب بھی مسح جائز ہے۔ مسح علی الخفین کی چار صورتیں ہیں۔(۱) دونوں موزے چمڑے کے ہوں ان پر بالاتفاق مسح جائز ہے (۲) یہ کہ وہ گاڑھے موٹے کپڑے کے ہوں اور منعل ہوں (یعنی اس کے نیچے تلے میں چمڑا لگایا گیا ہو) یا مجلد ہوں۔(یعنی جس کے اوپر اور نیچے دونوں طرف چمڑا لگایا گیا ہو) اس صورت میں بالاتفاق ان پر مسح جائز ہے۔ (۳) یہ کہ نہ موٹے کپڑے کے ہوں اور نہ منعل ہوں تو اس صورت میں بالاتفاق مسح جائز نہیں۔(۴) موٹے کپڑے کے ہوں یعنی ایسے مضبوط موٹے کپڑے کے ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے یعنی آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ دکھائی نہ دے۔ مگر منعل نہ ہوں تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسح جائز نہیں ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرضِ وفات میں انتقال سے تین دن یا سات دن پہلے صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع فرما لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ح) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفتٰی بہ قول کو یہاں پر بیان کیا ہے۔

ویشترط لجواز المسح علی الخفین سبعۃ شرائط۔ الاول لبسھما بعد غسل الرجلین ولو قبل کمال الوضوء اذا اتمہ قبل حصول ناقض للوضوء۔

ترجمہ۔ موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ پہلی شرط دونوں موزوں کا دونوں پاؤں کے دھونے کے بعد پہننا اگر چہ وضو کو پورا کرنے سے پہلے ہو جب کہ وضو کو توڑنے والی شیء کے پیش آنے سے پہلے وضو کو پورا کر لیا ہو۔

تشریح۔ موزوں پر مسح جائز ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے دھونے کے بعد موزے پہنے ہوں یہ ضروری نہیں ہے کہ پوراوضو کر کے موزے پہنے جائیں۔ لیکن یہ شرط ہے کہ حدث کے وقت اس کا وضو کامل ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے پہلے اپنے پاؤں دھو کر موزے پہنے پھر باقی وضو پورا کیا، پھر حدث پیش آیا تو اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کیوں کہ موزے پہنتے وقت اگرچہ طہارت کاملہ (پوراوضو) نہیں پائی گئی لیکن حدث کے وقت طہارت کاملہ پائی گئی اور اگر کسی نے اپنے پاؤں دھو کر موزے پہنے پھر باقی وضو پورا کرنے سے پہلے حدث پیش آگیا تو اب موزوں پر مسح جائز نہیں کیوں کہ حدث کے وقت طہارت کاملہ نہیں پائی گئی۔

والثانی سترھما للکعبین۔

ترجمہ۔ دوسری شرط موزوں کا دونوں ٹخنوں کو چھپانا (یعنی ٹخنے ڈھک جائیں، اگر موزے ایسے ہوں جن سے ٹخنے چھپ جائیں تو اس پر مسح جائز ہے۔ اگر موزہ ایڑی تک ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔

والثالث امکان متابعۃ المشی فیھما فلا یجوز علی خف من زجاج او خشب اوحدید۔

ترجمہ۔ تیسری شرط ان دونوں موزوں کو پہن کر لگاتار چلنے کا امکان، پس کانچ یا لکڑی یا لوہے کے موزے پر مسح جائز نہیں ہو گا۔

تشریح۔ موزے پر مسح جائز ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ موزے ایسے ہوں کہ ان کو پہن کر لگاتار چلنا ممکن ہو یعنی بلا تکلف تین چار میل چل سکے۔ کانچ، لکڑی اور لوہے کے موزے پر مسح جائز نہیں کیونکہ ان کو پہن کر بلا تکلف مسلسل چل نہیں سکتے۔ محشی فرماتے ہیں کہ ہم نے مذکورہ اشیاء کے موزے بنے ہوئے نہیں دیکھے ہو سکتا ہے کہ یہ علی سبیل الفرض ہو۔

والرابع خلو کل منھما عن خرق قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع القدم۔

ترجمہ۔ چوتھی شرط دونوں موزوں میں سے ہر ایک کا ایسی پھٹن سے خالی ہونا جو پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار ہو۔

تشریح۔ مسح کے جائز ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو اور بہت پھٹا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں۔ چنانچہ اگر موزہ ایسا ہو کہ اس میں پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر سوراخ ہو خواہ وہ سوراخ موزہ کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف، تو ایسے موزے پر مسح جائز نہیں اور چھوٹی انگلیوں کا اعتبار تب ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی جگہ کھل جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ وہی تین انگلیاں کھل جائیں خواہ کوئی سی ہوں تو اس پر مسح جائز نہیں۔ یہاں تک کہ اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی انگلی کھل گئی حالانکہ یہ دونوں ملکر تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر ہے تو بھی مسح جائز ہے اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دو انگلیاں کھل گئیں تو مسح جائز نہیں۔

والخامس استمسا کھما علی الرجلین من غیر شد۔

ترجمہ۔ پانچویں شرط ان کا رُک جانا پیروں پر بغیر باندھے۔(یعنی دونوں موزے ایسے مضبوط ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں۔)

والسادس منعھما وصول الماء الی الجسد۔

ترجمہ۔ اور چھٹی شرط ان دونوں کا مانع ہونا بدن تک پانی کے پہنچنے سے (یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔)

والسابع ان یبقی من مقدم القدم قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع الید فلو کان فاقداً مقدم قدمہ لا یمسح علی خفہ ولو کان عقب القدم موجوداً۔

ترجمہ۔ ساتویں شرط پیر کے اگلے حصہ کا موجود ہونا (کم سے کم) ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کے بقدر، پس اگر قدم کا اگلا حصہ نہ ہو تو موزے پر مسح نہیں کر سکتا، اگرچہ قدم کی ایڑی موجود ہو۔

تشریح۔ مسح کے جائز ہونے کی ساتویں شرط یہ ہے کہ موزے پر مسح کرنے والے کا پاؤں ٹخنوں سے نیچے ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر صحیح سالم موجود ہو۔ چنانچہ اگر کسی کا پاؤں ٹخنے کے نیچے سے کٹ گیا اور مسح کرنے کی جگہ کم سے کم تین انگلی کے بقدر باقی ہے تو دونوں موزوں پر مسح کرے گا اور اگر بقدرِ فرض یعنی تین انگلیوں کے برابر جگہ باقی نہیں رہی ہے تو دونوں پاؤں کا دھونا ضروری ہے کیوں کہ مسح کا محل باقی نہیں مگر غُسل کا محل باقی ہے۔

ویمسح المقیم یوما ولیلۃ والمسافر ثلاثۃ ایام بلیا لیھا و ابتداء المدۃ من وقت الحدث بعد لبس الخفین۔

ترجمہ۔ اور مسح کرے گا مقیم ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن تین رات اور مدت کی ابتداء حدث کے وقت سے ہے موزوں کے پہننے کے بعد۔

تشریح۔ اس عبارت میں موزے پر مسح کی مدت بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر مقیم ہے تو وہ ایک دن ایک رات تک مسح کر سکتا ہے اور اگر مسافر ہے تو وہ تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔ اب یہ مدت کب سے شمار کریں گے؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ موزے پہننے کے بعد جب حدث ہوا تو اس حدث کے وقت سے مدتِ مسح کی ابتداء ہو گی اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موزے پہننے کے وقت سے مدت کی ابتداء ہو گی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسح کے وقت سے ابتداء ہو گی۔(ح)

اختلاف کا ثمرہ اس مثال میں ظاہر ہو گا کہ ایک شخص نے صبح چھ بجے موزے پہنے صبح سات بجے اس کا وضو ٹوٹا اور آٹھ بجے اس نے وضو کر کے مسح کیا تو صحیح قول کے مطابق آئندہ کل صبح سات بجے تک مسح کا وقت ہے، سات بجتے ہی اس کا مسح ٹوٹ جائے گا امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صبح چھ بجے تک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق صبح آٹھ بجے تک مسح کا وقت ہے۔

وان مسح مقیم ثم سافر قبل تمام مدته اتم مدة المسافر وان اقام المسافر بعد ما یمسح یوما ولیلة نزع والا یتم یوماً ولیلة۔

ترجمہ۔اور اگر مقیم نے مسح کیا پھر سفر کیا مدت پوری ہونے سے پہلے، پوری کرے گا مسافر کی مدت اور اگر مقیم ہو گیا مسافر ایک دن اور ایک رات مسح کرنے کے بعد تو نکال دے (موزوں کو) ورنہ پورا کرلے ایک دن اور ایک رات۔

تشریح۔ یعنی جس شخص نے مقیم ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا، پھر اقامت کی مدت ایک دن اور ایک رات پوری ہونے سے پہلے سفر کیا، اس صورت میں مدتِ اقامت مدتِ سفر کی طرف منتقل ہو جائے گی یعنی مسح کی مدت تین دن اور تین راتیں پوری کرے اور اگر کسی نے مسافر ہونے کی حالت میں مسح شروع کیا پھر وہ مقیم ہو گیا (یعنی گھر واپس آ گیا) اب اگر اقامت کی مدت پوری کر چکا ہے تو وہ اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہو گی اور اگر اقامت کی مدت پوری ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو اسی (مدتِ اقامت) کو پورا کرے، مختصر یہ کہ اعتبار آخری حالت کا ہے ابتدائی حالت کا نہیں۔

وفرض المسح قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع الید علی ظاهر مقدم کل رِجْلٍ۔

ترجمہ۔اور فرض ہے مسح کرنا ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کے برابر ہر پاؤں کے اگلے حصہ کے ظاہر (اوپر کے حصہ پر)۔

تشریح۔ مسح کے فرائض کو بیان فرماتے ہیں۔

(۱) دونوں پاؤں پر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح کرنا فرض ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے ایک موزے پر دو انگلیوں کی مقدار مسح کیا اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کی مقدار مسح کیا تو مسح صحیح نہیں ہو گا۔(ح)

(۲) موزوں کے ظاہر پر یعنی اوپر کی جانب مسح کرے، پس اگر موزے کے باطن (نیچے کی جانب) پر مسح کیا یا اس کی ایڑی پر یا اس کی پنڈلی پر تو جائز نہیں ہو گا۔(ھدایہ)

وسننه مد الاصابع مفرجة من رؤوس اصابع القدم الی الساق۔

ترجمہ۔اور مسح کی سنتیں انگلیوں کو کشادہ کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے پنڈلی تک کھینچنا ہے۔

تشریح۔ یعنی فرض تو صرف یہی ہے کہ ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر موزے کا اگلا حصہ تر ہو جائے پس اگر مسح اس طرح کرے کہ پاؤں کے اگلے حصہ پر صرف تین انگلیاں رکھ دے تو فرض ادا ہو جائے گا مگر سنت کے خلاف ہو گا۔

مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے دونوں ہاتھوں کو پانی سے بھگو کر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے پھر ان دونوں کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں کے اوپر کھینچ کر لے جائے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے۔ صرف ایک مرتبہ اس طرح کرنا سنت ہے۔

وینقض مسح الخف اربعة اشیاء کل شئی ینقض الوضوء۔

ترجمہ۔ اور موزے کے مسح کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں۔(۱) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔(یعنی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ موزے کے مسح کو بھی توڑتی ہیں۔)

ونزع خف ولو بخروج اکثر القدم الی ساق الخف۔

ترجمہ۔(۲) اور موزے کا اتارنا اگرچہ پاؤں کے زیادہ حصہ کے نکلنے سے موزے کی پنڈلی کی طرف۔

تشریح۔ یعنی دونوں موزوں کا یا ایک موزے کا اتارنا بھی ناقضِ مسح ہے۔ یہاں تک کہ موزہ کو اتارا تو نہیں بلکہ خود بخود نکلنے لگا ہے اور نکلتے نکلتے پیر کا زیادہ حصہ موزے سے کھسک کر موزے کی پنڈلی میں آگیا تو اس صورت میں بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا دوسرا موزہ نکال کر دونوں قدموں کو دھوڈالے۔

واصابة الماء اکثر احدی القدمین فی الخف علی الصحیح

ترجمہ۔(۳) اور دونوں پاؤں میں سے ایک کے زیادہ حصہ پر پانی کا پہنچ جانا موزے میں صحیح مذہب کے مطابق۔

تشریح۔ یعنی اگر موزے میں پانی داخل ہو جائے اور سارا پاؤں یا اکثر (آدھے سے زیادہ) بھیگ جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا اس پر موزے کو نکال کر دونوں قدموں کو دھونا واجب ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا۔(ح)

ومضی المدة ان لم یخف ذهاب رجله من البرد۔

ترجمہ۔(۴) اور مدت کا گذر جانا اگر نہ خوف ہو پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے باعث۔

تشریح۔ یعنی مسح کی مدت گذر جانے سے مسح علی الخفین ٹوٹ جاتا ہے۔ بشرطیکہ سردی کی وجہ سے پاؤں کے بے کار ہو جانے کا خوف نہ ہو۔ لہٰذا جب مدتِ مسح پوری ہو جائے تو موزے نکال دے اور صرف پاؤں دھو کر نماز پڑھ لے۔ باقی وضو کا اعادہ کرنا واجب

نہیں ہے بشرطیکہ کوئی ناقضِ وضو پیش نہ آیا ہو اور اگر موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے بے کار ہو جائیں گے تو موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا۔ پس اس کو مسح جائز ہے۔ یعنی جس طرح زخم کی پوری پٹی پر مسح کرتے ہیں اسی طرح اب موزے پر اوپر نیچے اور ایڑیوں پر پورے موزے کا مسح کرے۔ (الحاشیہ ملخصًا)

وبعد الثلاثة الاخيرة غسل رجليه فقط۔

ترجمہ۔ اور اخیری تین کے بعد صرف دونوں پاؤں کو دھولے۔

تشریح۔ یعنی نواقض وضو میں جو آخری تین صورتیں (موزے کے اتر جانے، پانی پہنچ جانے اور مدت گذر جانے کی) بیان کی ان تینوں صورتوں میں چوں کہ مسح ٹوٹ گیا اس لئے اگر وہ باوضو ہے تو نئے سرے سے تازہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف دونوں پاؤں کو دھولینا کافی ہے۔

ولا يجوز المسح على عمامة وقلنسوة وبرقع وقفازين۔

ترجمہ۔ اور مسح جائز نہیں ہے عمامہ، ٹوپی، برقعہ، اور دستانوں پر۔

تشریح۔ سر پر مسح کرنے کے بجائے پگڑی پر یا ٹوپی پر مسح کیا تو کافی نہ ہو گا۔ اسی طرح چہرہ کو دھونے کے بجائے برقعہ (نقاب) پر مسح کیا تو کافی نہ ہو گا۔ اسی طرح دونوں ہتھیلیوں کو دھونے کے بجائے دستانوں پر (جن کو شکاری پرندوں کے ناخن سے حفاظت کے لئے پہنتا ہے، اور کبھی سردی سے حفاظت کے لئے بھی پہنتے ہیں) مسح کیا تو کافی نہ ہو گا۔

(فصل في الجبيرة ونحوها)

اذا فتصد اوجرح او كسر عضوه فشده بخرقة او جبيرة وكان لا يستطيع غسل العضو ولا يستطيع مسحه وجب المسح على اكثر ما شد به العضو۔

ترجمہ۔ جب فصد کھلوائی یا زخمی ہو گیا یا ٹوٹ گیا اس کا کوئی عضو پس اس کو پٹی یا لکڑی سے باندھ لیا اور وہ عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو اور نہ اس پر مسح کی قدرت رکھتا ہو، واجب ہو گا مسح کرنا اس چیز کے اکثر حصہ پر جس سے عضو کو باندھا ہے۔

تشریح۔ خرقة کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے پھنسی یا زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں۔

جبیرہ ان کھپچیوں کو کہا جاتا ہے جو لکڑی یا بانس وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں، جس کو آج کل کی اصطلاح میں پلاسٹر کہتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے سینگی لگوانے کی وجہ سے یا کسی اور زخم پر پٹی باندھی یا کسی عضو کے ٹوٹنے کی وجہ سے اس پر پلاسٹر آیا اور وضو میں پٹی یا جبیرہ کو کھول کر زخم کو دھونے یا اس پر مسح کرنے سے یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنے سے ضرر (تکلیف) ہو تو پٹی یا جبیرہ پر یا ان دونوں کے اکثر حصہ پر مسح واجب ہے یعنی مسح چھوڑ دینا جائز نہیں ہے جب کہ مسح کرنے سے ضرر نہ ہو، اگر مسح کرنے سے ضرر ہو تو ترک جائز ہے۔(شرح وقایہ)

و کفی المسح علی ماظهر من الجسد بین عصابة المفتصد۔

ترجمہ۔ اور کافی ہے مسح کرلینا بدن کے اس حصہ پر جو ظاہر ہو، فصد کھلوانے والے کی پٹی کے بیچ میں۔

تشریح۔ یعنی فصد یا زخمی حصہ پر پٹی اس طرح بندھی ہوئی ہے کہ درمیان میں بدن کا کچھ حصہ نظر آتا ہے تو اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے، دھونا فرض نہیں، کیوں کہ اس کے دھونے میں پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے۔

والمسح کالغسل فلا یتوقت بمدة۔

ترجمہ۔ اور مسح دھونے کے مانند ہے پس نہیں محدود ہوگا کسی مدت کے ساتھ۔

تشریح۔ یعنی جبیرہ اور پٹی پر مسح کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس کے نیچے کے حصے کو دھونا بخلاف موزے پر مسح کے کہ موزے پر مسح دھونے کا بدل ہے چنانچہ جبیرہ پر مسح دھونے کے برابر ہے۔ اسی اصل پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ آگے پانچ احکام کو متفرع کر رہے ہیں۔

(۱) جبیرہ اور پٹی پر مسح کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ زخم کے اچھا ہونے تک اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ جس طرح غسل میں کہ یہ کسی مدت کے ساتھ موقت نہیں ہے۔ اس تفریع سے مسح علی الخف اور مسح علی الجبیرۃ کے درمیان فرق کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کیوں کہ مسح علی الخف میں مدت مقرر ہے اور مسح علی الجبیرہ میں مدت مقرر نہیں ہے۔

ولا یشترط شد الجبیرة علی طهر۔

ترجمہ۔ اور جبیرہ کو طہارت پر (وضو کے بعد) باندھنا شرط نہ ہوگا۔

تشریح۔ یہ مذکورہ بالا اصول پر دوسرا حکم متفرع کر رہے ہیں۔ یعنی جبیرہ پر مسح دھونے کے برابر ہے اسی لئے زخم پر پٹی باندھتے وقت طہارت کی حالت پر ہونا شرط نہیں ہے۔ لہذا اگر جبیرہ بغیر وضو اور بغیر اس جگہ کے دھونے کے باندھی گئی ہو تو بھی اس پر مسح جائز ہے، بخلاف مسح علی الخف کے کہ اس میں طہارت پر پہننا شرط ہے۔

ویجوز مسح جبیرة احدی الرجلین مع غسل الاخری۔

ترجمہ۔ اور جائز ہوگا ایک پاؤں کے جبیرہ کا مسح دوسرے پاؤں کے دھونے کے ساتھ۔

تشریح۔ یہ تیسری تفریع ہے۔یعنی ایک پاؤں میں جبیرہ ہو اور دوسرے پاؤں پر نہ ہو تو جبیرہ پر مسح کرنا اور دوسرے پاؤں کو دھونا جائز ہے۔یعنی غسل اور مسح دونوں کو جمع کرنا جائز ہے بخلاف موزے کے کہ ایک پاؤں میں موزہ پہنے اور مسح کرے اور دوسرے کو دھوئے تو جائز نہیں کیوں کہ جبیرہ پر مسح دھونے کے مانند ہے اور موزے پر مسح دھونے کے مانند نہیں ہے بلکہ وہ غسل کا بدل ہے اور اصل اور بدل کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

ولا یبطل المسح بسقوطھا قبل البرء۔

ترجمہ۔اور نہیں باطل ہوگا مسح پٹی کے گر جانے سے اچھا ہونے سے پہلے۔

تشریح۔ یہ چوتھی تفریع ہے۔یعنی اگر زخم اچھا ہو جانے سے پہلے پٹی گر جائے یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو مسح باطل نہیں ہوگا۔بخلاف موزے کے کہ اگر پاؤں موزے سے نکل جائے تو اس سے مسح باطل ہو جاتا ہے۔

ویجوز تبدیلھا بغیرھا ولا یجب اعادۃ المسح علیھا والافضل اعادتہ۔

ترجمہ۔جائز ہوگا پٹی کا بدل لینا اور نہیں واجب ہوگا اس پر مسح کا لوٹانا اور مسح کا لوٹانا افضل ہے۔

تشریح۔ پہلی پٹی پر وضو میں مسح کیا تھا پھر کسی وجہ سے اس کو نکال کر دوسری پٹی باندھی تو دوسری پر مسح کا لوٹانا واجب نہیں ہے بلکہ پہلی پٹی پر کیا ہوا مسح کافی ہے۔البتہ افضل ہے کہ مسح کا اعادہ کرلے۔

واذا رمد و امران لا یغسل عینہ او انکسر ظفرہ و جعل علیہ دواء وعلکا او جلدۃ مرارۃ وضرہ نزعہ جازلہ المسح وان ضرہ المسح ترکہ۔

ترجمہ۔جب آشوب چشم ہو اور اس کو یہ بتایا گیا ہو کہ اپنی آنکھوں کو نہ دھوئے یا اس کا ناخن ٹوٹ گیا اور دوا یا گوند یا پتہ کی جھلی اس پر رکھی اور اس کا نکالنا اس کو نقصان دے تو اس کے لئے مسح جائز ہے اور اگر مسح بھی نقصان دے تو اس کو چھوڑ دے۔

تشریح۔ جب آنکھوں میں درد ہو اور مسلمان ماہر طبیب نے آنکھوں کو دھونے سے منع کیا یا اس کا غالب گمان ہو کہ آنکھوں کے دھونے سے نقصان ہوگا۔(م) تو آنکھوں پر بھیگا ہاتھ پھیرنا کافی ہوگا۔اسی طرح کسی کا ناخن ٹوٹ گیا اور اس نے اس پر دوا یا گوند یا پتہ کی جھلی لگائی اور ان کا چھڑانا نقصان کرتا ہو تو اس کے اوپر مسح کرنا جائز ہے اور اگر مسح کرنے سے بھی تکلیف ہوتی ہو تو مسح بھی چھوڑ دے۔

ولا یفتقر الی النیۃ فی مسح الخف والجبیرۃ والرأس۔

ترجمہ۔موزے اور جبیرہ اور سر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔

تشریح۔ اگر کسی نے وضو کیا اور موزے یا جبیرہ پر مسح کیا اور طہارت کی نیت نہیں کی تو بھی مسح صحیح ہو گیا کیوں کہ موزوں، جبیرہ اور سر کے مسح کے واسطے نیت شرط نہیں۔

(باب الحیض والنفاس والاستحاضۃ)

یہ باب حیض، نفاس اور استحاضہ (کے بیان میں) ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے پاکی کے اُن احکام کو بیان کیا جن میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں۔ اب ان احکام کو بیان کرتے ہیں جو صرف عورتوں سے متعلق ہیں۔

یخرج من الفرج حیض ونفاس واستحاضۃ۔

ترجمہ۔ فرج سے حیض، نفاس اور استحاضہ نکلتا ہے۔

تشریح۔ فرج سے نکلنے سے مراد ان تین قسم کے خون کا وہاں سے گذرنا ہے اس لئے کہ حیض ونفاس کا خون رحم (بچہ دانی) سے چلتا ہے اور فرج سے گذر کر باہر نکلتا ہے اور استحاضہ رگ کا خون ہے۔(ط) یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرج سے نکلنے والے خون کی تین ہی قسمیں بیان کی ہیں۔ بعضوں نے ایک چوتھی قسم ضائع بھی بیان کی ہے اور ضائع وہ خون ہے جس کو لڑکی بالغ ہونے سے پہلے (نو برس پہلے) دیکھے اور اس کو ضائع اس لئے کہتے ہیں کہ اس خون پر استحاضہ کے احکام مرتب نہیں ہوتے کہ جس طرح مستحاضہ عورت کے لئے دمِ استحاضہ وضو اور نماز کے لئے مانع نہیں ہے۔ یہ حکم ضائع والی کے لئے نہیں۔(ح)

فالحیض دم ینفضہ رحم بالغۃ لا داء بہا ولا حبل ولم تبلغ سن الایاس۔

ترجمہ۔ پس حیض وہ خون ہے جس کو ایسی بالغ عورت کا رحم پھینکے جس کو نہ کوئی بیماری ہو اور نہ حمل ہو اور نہ وہ نااُمیدی کی عمر کو پہنچی ہو۔

تشریح۔ الحیض۔ حاضَ یَحِیْضُ حیْضاً کے لغوی معنی جاری ہونا، بہنا۔ جیسے کہا جاتا ہے، حاض الوادی، وادی بہنے لگی اور اصطلاح میں حیض وہ خون ہے جو ایسی عورت کے رحم (بچہ دانی) سے نکلے جو کہ بالغہ ہو (یعنی کم از کم نو برس کی لڑکی ہو) تندرست ہو سنِ ایاس کو نہ پہنچی ہو اور حاملہ نہ ہو۔

فوائد قیود۔ رحمٌ کی قید لگائی لہٰذا جو خون رحم سے نہیں نکلا مثلاً نکسیر پھوٹی یا زخم ہو گیا اور وہاں سے خون نکلا تو اس کو حیض نہیں کہیں گے۔

بالغۃٌ کی قید لگائی، پس وہ خون جو بلوغ (یعنی کم سے کم نو برس) کی عمر سے پہلے آئے وہ بھی حیض نہیں ہے۔

لاداء بھا۔ کی قید لگائی، چنانچہ وہ خون جس کو مرض کے سبب سے رحم نکال دے وہ بھی حیض نہیں ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ وہ سن ایاس کو نہ پہنچی ہو یعنی وہ زمانہ جس میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حیض سنِ ایاس تک موقت ہے۔ اکثر مشائخ نے سنِ ایاس کی حد ساٹھ سال کی عمر متعین کی ہے اور بعض نے پچپن سال سے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ پچاس سال پر ہے۔(ح) پس جو خون اس مدت کے بعد دیکھے وہ حیض نہیں ہو گا۔

لاحبل۔ کی قید لگائی اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آسکتا کیوں کہ حمل رہ جانے کے بعد رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

اقل الحیض ثلاثۃ ایام و اوسطہ خمسۃ و اکثرہ عشرۃ۔

ترجمہ۔ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہیں اور اوسط پانچ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔

تشریح۔ حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین راتیں ہیں اور اس سے کم ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ پس اگر کسی عورت نے دن کے اول حصہ میں خون دیکھا تو ہر دن اور اس کے بعد والی رات کو ملا کر تین دن پورے کرے۔ یعنی شروع ہونے کے وقت سے بہتر ۷۲ گھنٹے اور اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔

والنفاس ھو الدم الخارج عقب الولادۃ و اکثرہ اربعون یوماً ولاحد لاقلہ۔

ترجمہ۔ اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کی پیدائش کے بعد نکلے اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔

تشریح۔ نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی شرعی حد مقرر نہیں ہے۔ چنانچہ اگر عورت نے بچہ جنا اور ایک گھڑی خون آکر بند ہو گیا تو یہ عورت پاک ہو گئی۔ اب اس پر غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ پس اگر کسی عورت کو ولادت کے بعد چالیس روز سے زیادہ خون آیا تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس عورت کی نفاس کے سلسلے میں کوئی عادت ہے یا نہیں اگر عادت ہے تو عادت کے ایام نفاس میں شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ۔ مثلاً عادت تیس دن کی ہے اور خون پچاس دن جاری رہا تو تیس دن نفاس ہے اور باقی بیس دن استحاضہ۔ اور اگر اس کی کوئی عادت نہ ہو یعنی اس کو یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا یا اس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا یعنی ولادت کا پہلا موقعہ ہے اور چالیس دن سے تجاوز کر گیا تو ان دونوں صورتوں میں چالیس روز نفاس کے ہونگے اور باقی استحاضہ ہو گا۔(ہدایہ)

والاستحاضۃ دم نقص عن ثلاثۃ ایام اوزاد علی عشرۃ فی الحیض و علی اربعین فی النفاس

ترجمہ۔ اور استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم ہو، یا زیادہ ہو دس دن سے حیض میں اور چالیس دن سے نفاس میں۔

تشریح۔ یعنی جو خون حیض کی کم سے کم مدت (تین دن) سے کم ہو وہ استحاضہ ہے۔ اسی طرح جو خون حیض کی اکثر مدت (دس دن) سے زائد ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔ لہٰذا اگر ایسی عورت ہو کہ پہلے اس کو حیض نہیں آیا تھا اسی حیض سے وہ بالغ ہوئی اور یہ خون دس دن سے بڑھ گیا تو اب دس دن حیض کے کہے جائیں گے اور دس دن کے بعد والا خون استحاضہ کہلائے گا اور اگر پہلی بار حیض نہیں آیا بلکہ کئی بار آچکا ہے مگر اب کی مرتبہ دس دن سے بڑھ گیا تو اگر اس کی عادت مقرر ہو مثلاً پانچ دن یا سات دن تو عادت کے ایام حیض میں شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ کا خون ہو گا۔ (ہدایہ) اور نفاس کی اکثر مدت (چالیس دن) سے جو زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔ (م)

واقل الطهر الفاصل بين الحيضتين خمسة عشر يوما ولا حد لا كثره الا لمن بلغت مستحاضة۔

ترجمہ۔ اور پاک رہنے کی کم سے کم مدت جو دو حیض کے درمیان فاصل ہو پندرہ دن ہے اور اس کے اکثر کی کوئی حد نہیں، مگر اس عورت کے لئے جو مستحاضہ ہو کر بالغ ہوئی ہو۔

تشریح۔ "طُہر" دو خونوں کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر دونوں خونوں کے درمیان کم سے کم پندرہ دن طہر رہا تو یہ طہر فاصل ہو گا۔ یعنی دونوں حیض کو جُدا کر دے گا۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو حیض سمجھیں گے اور اکثر طہر کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔ جب تک خون نہ آئے، پاک ہے نماز، روزہ ادا کرتی رہے۔ چاہے پوری عمر نہ آئے۔ لیکن اگر کوئی عورت ایسی حالت میں بالغ ہوئی کہ اس کو خون بند ہی نہیں ہوتا تو یہ عورت استحاضہ کے ساتھ بالغ ہوئی۔ اس عورت کے واسطے ہر مہینہ کے دس دن حیض سمجھے جائیں گے اور باقی بیس یا انیس دن طہر کے ہوں گے۔ (شرح وقایہ) گویا اس کے لئے طہر کی مقدار مقرر ہو گئی۔

ويحرم بالحيض والنفاس ثمانية اشياء الصلوٰة والصوم وقراءة آية من القرآن ومسها الا بغلاف و دخول مسجد والطواف والجماع و الاستمتاع بما تحت السرة الى تحت الركبة۔

ترجمہ۔ اور حرام ہو جاتی ہیں حیض و نفاس سے آٹھ چیزیں۔ نماز، روزہ، قرآن پاک کی آیت کا پڑھنا اور اس کو چھونا مگر جزدان کے ساتھ، مسجد میں داخل ہونا، طواف، جماع اور ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک فائدہ اُٹھانا۔

تشریح۔ یہاں سے حیض و نفاس کے احکام بیان کرتے ہیں کہ حالتِ حیض و نفاس میں آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے پہلی نماز ہے یعنی حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ خواہ رکوع سجدہ والی نماز ہو یا نمازِ جنازہ۔ اور اس کی قضا بھی نہیں۔ پہلی مرتبہ جب خون نظر آئے اُسی وقت سے نماز چھوڑ دے۔ پھر اگر وہ حیض کی حد کو نہیں پہنچے یعنی تین دن سے کم میں ہی ختم ہو جائے تو اُن نمازوں کی قضا کرے۔ اسی طرح عادت والی عورت کو عادت کے بعد خون آئے تو نماز نہ پڑھے اور غسل بھی نہ کرے۔ بلکہ دس دن تک انتظار کرے۔ اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب نہا دھو کر نماز پڑھے اور اگر اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو غسل کر لے اور عادت سے زائد دنوں کی قضا کرے۔ (ع)

دوسرا حکم یہ ہے کہ حیض و نفاس والی عورت پر روزہ رکھنا حرام ہے مگر اس پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہے۔ اگر روزے کی حالت میں حیض و نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا۔ اس کی قضا کرے۔ (ع)

تیسرا حکم یہ ہے کہ حائضہ اور نفساء کے واسطے تلاوت کے قصد سے قرآن پاک پڑھنا حرام ہے خواہ ایک آیت ہو یا اُس سے کم ہو۔ (م) چنانچہ اگر قراءت کا قصد نہ کرے بلکہ ذکر و دعا یا حمد و ثنا کے ارادہ سے پڑھے مثلاً ثناء کے قصد سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا یا دعا کے ارادہ سے پوری سورئہ فاتحہ پڑھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح معلمہ یعنی پڑھانے والی عورت کو حیض یا نفاس آجائے اور وہ پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور دو کلموں کے درمیان سانس توڑ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً الحمدُ پڑھا کر سانس توڑ دے پھر للہ پھر رب العالمین ... علیٰ ھذا۔

چوتھا حکم یہ ہے کہ حائضہ و نفساء کے واسطے بغیر غلاف قرآن پاک کا چھونا جائز نہیں ہے۔ اور غلاف کے ساتھ جائز ہے اور غلاف وہ ہوتا ہے جو مصحف سے جُدا ہو۔ مصحف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔ حاصل یہ کہ غلاف سے مراد جزودان ہے جس میں قرآن پاک رکھا جاتا ہے اور قرآن پاک کی جلد جو مصحف سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس کو بھی چھونا جائز نہیں ہے۔ اور فقہ و حدیث کی کتابوں کو چھونے کی رُخصت ہے۔ (حاشیہ شرح وقایہ) اور تفسیر کی کتاب میں جہاں قرآن کی آیتیں ہوں اس جگہ کو چھونا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ تفسیر کی جگہ کو چھونا جائز ہے۔ (ط)

پانچواں حکم یہ ہے کہ حائضہ و نفساء کے واسطے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ خواہ اس میں بیٹھنے کے لئے ہو یا گذر جانے کے لئے ہو۔ اس حکم میں تمام مساجد شامل ہیں۔ البتہ عید گاہ اور جنازہ گاہ (یعنی وہ جگہ جو جنازہ کی نماز کے لئے بنائی جاتی ہے) مسجد کے حکم میں نہیں ہیں۔

چھٹا حکم یہ ہے کہ حائضہ و نفساء کے واسطے خانہ کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

ساتواں حکم یہ ہے کہ حالتِ حیض و نفاس میں شوہر کے لئے جماع کرنا حرام ہے چنانچہ اگر شوہر نے حائضہ و نفساء کے ساتھ حلال سمجھ کر وطی کی تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر حرام سمجھ کر کی تو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کہلائے گا اور اس پر توبہ و استغفار کے سوا کچھ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ اگر شروع حیض میں وطی کی ہے جب کہ خون سُرخ آرہا تھا تو ایک دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ (۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام) سونا صدقہ کرے اور اگر آخر حیض میں وطی کی ہو تو نصف دینار یعنی سوا دو ماشہ (۲ گرام ۱۸۷ ملی گرام) سونا صدقہ دے (م۔ط) اور اگر اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو یا کسی کے جبر کرنے سے بے اختیار ہو یا حیض کو بھول کر جماع کیا تو گناہِ کبیرہ نہیں یعنی اس کے لئے معافی ہے۔ (ع)

آٹھواں حکم یہ ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے حصہ سے نفع اُٹھانا حرام ہے۔ یعنی مرد کا اپنی کسی عضو سے حائضہ و نفساء کے بدن کے مذکورہ حصہ کو چھونا اور لذت حاصل کرنا حرام ہے جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور اگر ایسا کپڑا حائل ہو کہ بدن کی

گرمی محسوس نہ ہو مثلاً عورت نے لنگوٹ باندھ لیا تو چھونے میں کوئی حرج نہیں اور ناف اور اس کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے بلا حائل کے بھی چھونا اور لذت حاصل کرنا جائز ہے۔(ط)

واذا انقطع الدم لاکثر الحیض و النفاس حل الوطؤ بلا غسل ولا یحل ان انقطع لدونه لتمام عادتها الا ان تغتسل او تیمم و تصلی او تصیر الصلوٰة دینا فی ذمتها و ذالك بان تجد بعد الانقطاع من الوقت الذی انقطع الدم فیه زمنا یسع الغسل والتحریمة فما فوقها ولم تغتسل ولم تتیمم حتیٰ خرج الوقت۔

ترجمہ۔ اور جب خون حیض و نفاس کی اکثر مدت پر بند ہو تو بلا غسل وطی کرنا حلال ہے اور نہیں حلال ہے اگر اس سے کم پر بند ہو اس کی عادت کے پورا ہونے کی وجہ سے، مگر یہ کہ غسل کرلے یا تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے، یا نماز اس کے ذمہ قرض ہو جائے اور وہ اس طور سے کہ پائے عورت خون بند ہونے کے بعد اس وقت سے جس میں خون بند ہوا تھا اتنا وقت کہ گنجائش ہو غسل اور تحریمہ یا ان دونوں سے زائد کی اور اس نے غسل اور تیمم نہیں کیا یہاں تک کہ وقت نکل گیا۔

تشریح۔ اگر حیض کا خون اکثر مدت (دس روز گذرنے) پر اور نفاس کا چالیس روز گذرنے پر بند ہوا تو اس کے ساتھ وطی کرنا اس کے نہانے سے پہلے حلال ہے۔ لیکن غسل کے بعد وطی کرنا مستحب ہے۔(ح) اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں عادت کے مطابق بند ہو گیا مثلاً سات دن کی عادت تھی تو سات دن میں بند ہو گیا ایسی صورت میں اس عورت کے ساتھ وطی کرنا حلال نہیں ہے جب تک تین چیزوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے۔ **(۱)** وہ عورت غسل کرے، **(۲)** یا اس کو کوئی ایسا عذر درپیش ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے تیمم کرنا مباح ہے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اگرچہ نفل ہو۔ یہ نماز کی شرط صرف تیمم کے ساتھ ہے، غسل کے ساتھ نہیں، **(۳)** یا اس کے ذمہ ایک وقت کی نماز قضا ہو جائے۔

وذٰلك۔ سے نماز کے قضا ہونے کی صورت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک عورت کو صبح صادق کے بعد عادت کے مطابق دس دن سے کم پر خون بند ہو گیا تو اب اس کے ساتھ بلا غسل وطی کرنا حلال نہیں ہے۔ لیکن اس نے غسل نہیں کیا اور تیمم جائز کرنے والے عذر کی حالت میں نہ تیمم کیا، حالانکہ اتنا وقت موجود ہے کہ وہ غسل کر کے کپڑے پہن کر تحریمہ یعنی ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے بلکہ اس سے زیادہ وقت باقی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل گیا اور اس کی نماز قضا ہو گئی۔ (یہ نماز کے قضا ہونے کی صورت ہے) تو اس عورت سے بغیر غسل بھی وطی جائز ہو جائے گی۔ حاشیہ میں اور ایک شق بیان کی ہے کہ اگر خون عادت کے دنوں سے کم میں بند ہوا مثلاً سات دن کی عادت تھی اور پانچ دن میں بند ہو گیا تو ایسی صورت میں اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں اگرچہ یہ عورت غسل کرلے جب تک کہ عادت کے ایام پورے نہ ہو جائیں۔ لیکن اس پر احتیاط کے طور پر نماز روزہ لازم ہے۔(مفہوم من الحاشیہ۔ع)

وتقضی الحائض والنفساء الصوم دون الصلوٰة۔

ترجمہ۔ اور قضا کرے گی حائضہ اور نفساء روزہ کی نہ کہ نماز کی۔

تشریح۔ یعنی حیض و نفاس کی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضا نہیں ہے اور جو روزے چھوٹے ہیں ان کی قضا لازم ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جنبی کے لئے جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا صحیح ہے تو حائضہ کے لئے بھی حالتِ حیض میں روزہ صحیح ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نام ہے کھانے پینے اور جماع سے رُکنے کا۔ جنابت کی حالت میں ان تینوں سے رُکنا پایا جاتا ہے اور حیض کی حالت میں جماع سے رُکنا روزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حیض کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے حالتِ حیض میں روزہ جائز نہیں۔(ح)

ویحرم بالجنابۃ خمسۃ اشیاء الصلوٰۃ وقراءۃ آیۃ من القرآن و مسھا الا بغلاف و دخول مسجد و الطواف۔

ترجمہ۔ اور حرام ہو جاتی ہیں جنابت کی وجہ سے پانچ چیزیں۔ نماز اور قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا اور اس کا چھونا مگر غلاف سے اور مسجد میں داخل ہونا اور طواف۔

تشریح۔ یعنی حالتِ جنابت میں پانچ چیزیں حرام ہیں۔ **(۱)** نماز، بغیر غسل کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ **(۲)** قرآن پاک کی کسی آیت کو خواہ پوری آیت ہو یا اس سے کم ہو تلاوت کے ارادے سے پڑھنا حرام ہے۔ اس کے متعلق تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ **(۳)** قرآن پاک کی کسی آیت کو چھونا چنانچہ دیوار پر یا کسی تختی پر آیتِ کریمہ لکھی ہو تو اس لکھی ہوئی جگہ کو چھونا بھی حرام ہے۔ البتہ اس کے علاوہ جگہ کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ح) اسی طرح غلاف سے بھی کسی آیت کو چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ غلاف کے متعلق تفصیل گذر چکی ہے۔ صفحہ ۱۳۰ پر

ویحرم علی المحدث ثلاثۃ اشیاء الصلوٰۃ والطواف و مس المصحف الا بغلاف۔

ترجمہ۔ اور حرام ہو جاتی ہیں محدث (بے وضو) پر تین چیزیں۔ نماز، طواف اور جزودان کے بغیر قرآن کا چھونا۔

ودم الاستحاضۃ کرعافٍ دائم لا یمنع صلوٰۃً ولا صوماً ولا وطئاً۔

ترجمہ۔ اور استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے، نہیں روکتا ہے نماز کو، نہ روزے کو، نہ وطی کو۔

تشریح۔ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے، یہ رحم سے نہیں آتا اور رحم سے نہ آنے کی علامت یہ ہے کہ رحم سے جو خون آتا ہے اس میں بو ہوتی ہے اور دمِ عرق میں بو نہیں ہوتی۔(ح) یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ استحاضہ کا خون ہمیشہ جاری رہنے والی نکسیر کی طرح ہے، جس طرح دائمی نکسیر نماز روزہ اور وطی سے مانع نہیں ہے اسی طرح استحاضہ کا خون بھی ان تینوں کے لئے مانع نہیں ہے۔ پس مستحاضہ عورت نماز پڑھے گی اور روزہ بھی رکھے گی اور اس کے ساتھ جماع کرنا بھی حلال ہے۔

وتتوضأ المستحاضۃ ومن بہ عذر کسلسل بول و استطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون بہ ما شاء وامن الفرائض والنوافل

ترجمہ۔ اور وضو کرے مستحاضہ اور وہ شخص جس کو کوئی عذر ہو جیسے پیشاب ٹپکنا اور پیٹ کا چلنا، ہر فرض کے وقت کے لئے اور اس وضو سے فرائض ونوافل جو چاہیں پڑھیں۔

تشریح۔ مستحاضہ معذور کے حکم میں ہے اور معذور وہ ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک باقی رہے۔ یعنی اتنا وقت نہ ملے کہ اُس وقت کی نمازِ فرض وواجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے۔ چنانچہ مستحاضہ عورت اور وہ شخص جس کو ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتے رہنے کی بیماری ہو یا دست جاری ہوں یہ سب معذور ہیں۔ ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے وقت کے لئے وضو کریں اور اس سے وقت کے اندر جتنی چاہیں نمازیں پڑھیں خواہ فرض ہوں یا نفل۔

ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط۔

ترجمہ۔ اور باطل ہو جائے گا معذوروں کا وضو صرف وقت کے نکلنے سے۔

تشریح۔ یعنی جب فرض نماز کا وقت نکل جائے گا تو ان معذورین کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اب اگر کوئی دوسری فرض نماز پڑھنا چاہیں تو اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہو گا۔ چنانچہ اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ نیا وضو کرنا ضروری ہو گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معذورین کا وضو وقت کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں (دخول وخروج) سے ٹوٹتا ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ وقت کا دخول نہیں پایا گیا۔ اب اگر اس نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو طرفین کے نزدیک اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے۔ اس لئے کہ وقت کا خروج نہیں پایا گیا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ وقت کا دخول پایا گیا۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ گیا۔ پہلی صورت میں وقت کے خروج سے اور دوسری صورت میں وقت کے دخول سے۔ حاشیہ میں ایک بات اور لکھی ہے کہ معذورین کا وضو عذر والے حدث کے سوا دوسرا حدث پیش آجانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً اس کا سلسل بول کا عذر ہے۔ اب اُس نے وقت کے اندر وضو کیا لیکن اس کو ریح خارج ہو گئی یا بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ گیا تو اب اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

ولا يصير معذوراً حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلوٰة وهذا شرط ثبوته۔

ترجمہ۔ اور معذور نہیں بنتا یہاں تک کہ اس کو عذر پورے وقت تک گھیر لے کہ اس پورے وقت میں وضو اور نماز کی مقدار خون بند نہ ہو اور یہ عذر کے ثابت ہونے کی شرط ہے۔

تشریح۔ یعنی آدمی معذور اُس وقت کہلائے گا جب کہ وہ عذر فرض نماز کے پورے وقت کو گھیر لے یا تو حقیقتاً بایں طور کہ ہر نماز کا پوراوقت اسی عذر میں گذر جائے یا حکماً اس طور پر کہ اس کو اتنی فرصت اور وقفہ نہ ملے کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ لے بلکہ وضو اور نماز کے درمیان وہ عذر پیش آتا ہی ہو۔(ح)

وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذالك ولو مرة۔

ترجمہ۔ **اور عذر کے باقی رہنے کی شرط عذر کا پایا جانا ہے ہر نماز کے وقت میں اس کے بعد اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔**

تشریح۔ یہاں سے عذر کے باقی رہنے کی شرط بیان کی ہے یعنی آدمی معذور اُس وقت تک رہے گا جب تک کسی نماز کا وقت اس پر ایسا نہ گذرے جس میں وہ عذر موجود نہ ہو چنانچہ جب ایک مرتبہ معذور ہو گیا تو جب دوسری نماز کا وقت آئے گا تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا (اگر عذر خون ہو) شرط نہیں ہے بلکہ پورے وقت میں ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے اور باقی سارے وقت میں بند رہے تو بھی معذور رہے گا۔

وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذوراً خلُوُّ وقتٍ كاملٍ عنه۔

ترجمہ۔ **اور عذر کے ختم ہونے اور صاحبِ عذر کے معذور ہونے سے نکلنے کی شرط، عذر سے پورے وقت کا خالی ہو جانا ہے۔**

تشریح۔ یعنی اگر نماز کا پوراوقت ایسا گذر جائے جس میں وہ عذر مثلاً خون بالکل نہ آئے تو اب کہا جائے گا کہ اس کا عذر ختم ہو گیا اور یہ معذور نہیں ہے۔

(باب الانجاس والطهارة منها)

(یہ) باب نجاستوں اور ان سے پاکی (کے بیان میں) ہے۔

تشریح۔ سابق میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نجاست حکمیہ حیض، نفاس جنابت حدث اور اس سے پاکی حاصل کرنے کے احکام کو بیان کیا اب یہاں سے نجاست حقیقی اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔

اَنْجاس۔ یہ نَجِسٌ کی جمع ہے اور نجس اصل کے اعتبار سے تو مصدر ہے۔ باب سمع و کرم سے آتا ہے۔ جس کے معنی گندا ہونا، ناپاک ہونا۔ پھر اس کا استعمال اسم میں بھی ہونے لگا اور اس وقت اس کے معنی عین نجاست کے ہوتے ہیں۔

تنقسم النجاسة الى قسمين غليظة وخفيفة۔

ترجمہ۔ نجاست دو قسموں پر منقسم ہیں۔ غلیظہ اور خفیفہ۔

تشریح۔ نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ (۱) نجاستِ غلیظہ، (۲) نجاستِ خفیفہ۔ ان دونوں کی تعریف میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس شئ کے ناپاک ہونے پر دلائل میں کوئی تعارض نہ ہو یعنی اس کا ناپاک ہونا ایسی نص سے ثابت ہو جس کے معارض دوسری نص طہارت کو ثابت کرنے والی نہ ہو تو وہ نجاستِ غلیظہ ہے۔ جیسے خمر اور دم مسفوح، کہ خمر کو باری سبحانہ و تعالیٰ نے رِجس فرمایا اور دم مسفوح کو بھی رِجس اور فِسق فرمایا اور اِن دونوں کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور ان کے معارض کوئی دوسری نص طہارت کی موجود نہیں ہے اور اس کو نجاست غلیظہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا حکم سخت ہے یعنی معفوعنہ مقدار کم ہے۔ اور نجاستِ خفیفہ وہ ہے جس کے ناپاک ہونے میں دلائل میں تعارض ہو گیا ہو یعنی ایک نص سے ناپاک ہونا معلوم ہو اور دوسری سے پاک ہونا معلوم ہو۔ جیسے اونٹ کا پیشاب، کہ حدیث **استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منه** (یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو اس لئے کہ عذابِ قبر عموماً اسی وجہ سے ہوتا ہے۔) سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کا پیشاب ناپاک ہے۔ لیکن دوسری حدیث اس کے معارض ہے وہ حدیث عُرنیین ہے، آپ ﷺ نے قبیلۂ عرینہ والوں کو (ایک بیماری کی وجہ سے) پیشاب پینے کی اجازت دی۔ **(اشربو بألبانها وابوالها)** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کا پیشاب پاک ہے۔ اگر ناپاک ہوتا تو آپ ﷺ ان کو پینے کا حکم نہ دیتے۔ لہذا جب اس کے ناپاک ہونے میں دلائل میں تعارض ہو گیا تو اس کا پیشاب نجاست خفیفہ ہو گا۔ اور اس کو نجاستِ خفیفہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا حکم ہلکا ہے یعنی معفوعنہ مقدار زیادہ ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک غلیظہ وہ نجاست ہے جس کے ناپاک ہونے پر علماء نے اتفاق کر لیا ہو۔ اور خفیفہ وہ نجاست ہے جس کے نجاست و طہارت میں علماء کا اختلاف واقع ہو گیا ہو۔ اختلاف کا ثمرہ گوبر میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گوبر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاستِ غلیظہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کو رِجس (ناپاک) فرمایا ہے۔ اور دوسری کوئی دلیل اس کے معارض نہیں جو گوبر کی طہارت پر دلالت کرتی ہو اور صاحبین کے نزدیک گوبر نجاستِ خفیفہ ہے اس لئے کہ اس کی نجاست میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گوبر کے پاک ہونے کے قائل ہیں۔ (الحاشیہ ملخصاً)۔

فالغليظة كالخمر۔

ترجمہ۔ غلیظہ جیسے شراب۔

تشریح۔ یہاں سے ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جو نجاستِ غلیظہ ہیں۔ ان میں سے ایک خمر (شراب) ہے۔ خمر انگور کے کچے پانی کو کہتے ہیں، جب کہ جوش مارے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے۔ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف خمر ہی کو نجاستِ غلیظہ میں شمار کیا حالانکہ حرام شرابیں چار ہیں۔ ایک تو یہی خمر ہے، دوسرا طلاء، وہ یہ ہے کہ انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور مسکر (نشہ لانے والا) ہو جائے، تیسرا سکر، پختہ تر کھجور کا کچا رس جو جوش کھا کر گاڑھا ہو جائے اور نشہ لانے والا ہو جائے، چوتھا نقیع زبیب، وہ یہ ہے کہ کشمش پانی میں بھگو لیا جائے اور جوش کھا کر گاڑھا ہو جائے۔ یہ تینوں شرابیں بھی حرام ہیں مگر چونکہ ان تینوں کے بارے میں تین روایتیں ہیں۔

ایک روایت کے مطابق (۱) غلیظہ، (۲) خفیفہ اور (۳) طاہرہ۔ اس وجہ سے یہاں پر خمر کی قید لگائی کہ یہ بالاتفاق غلیظہ ہے۔ (الحاشیہ ملخصًا)۔

والدم المسفوح۔

ترجمہ۔ اور بہنے والا خون۔

تشریح۔ یعنی کسی بھی جاندار کا بہنے والا خون نجاستِ غلیظہ ہے۔ یہاں پر مسفوح کی قید لگائی، پس اگر وہ بہنے والا نہ ہو تو ناپاک نہیں ہے۔ اسی طرح مطلق دم مسفوح کو نجاستِ غلیظہ کہا ہے۔ حالانکہ یہ غیر شہید کے خون کے ساتھ مقید ہے اس لئے کہ شہید کا خون اگرچہ دمِ مسفوح ہے لیکن شریعت نے اس کو پاک قرار دیا ہے، جب تک وہ خون شہید کے بدن پر ہو پاک ہے لیکن جب اس جگہ سے ہٹ کر کسی کے بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھونا ضروری ہے۔ (ح)

ولحم المیتۃ و اھابھا وبول مالا یؤکل۔

ترجمہ۔ اور مردار کا گوشت اور اس کی کھال اور ان جانوروں کا پیشاب جو کھائے نہیں جاتے۔

تشریح۔ یعنی ایسے مردار کا گوشت جس کے اندر بہنے والا خون ہو نجاستِ غلیظہ ہے۔ جس کے اندر بہنے والا خون نہ ہو جیسے مچھلی، ٹڈی۔ ان کا گوشت نجاستِ غلیظہ نہیں ہے اور مردار کی کھال جس کو دباغت نہ دی گئی ہو وہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔ (ح)

وبول مثلاً کتے، بلّی وغیرہ کا پیشاب نجاستِ غلیظہ ہے۔

ونجو الکلب ورجیع السباع ولعابھا وخرء الدجاج والبط والاوز۔

ترجمہ۔ کتے اور درندوں کا پاخانہ اور ان کا لعاب، مرغی، بطخ اور مرغابی کا بیٹ، (یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں)۔

وما ینقض الوضوء بخروجه من بدن الانسان۔

ترجمہ۔ اور جن چیزوں کے انسان کے بدن سے نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح۔ یعنی انسان کے بدن سے نکلنے والی جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ بھی نجاستِ غلیظہ ہیں۔ جیسے مذی، ودی، پاخانہ، پیشاب، بہنے والا خون، منھ بھرتے وغیرہ۔ لیکن ریح اس سے مستثنٰی ہے۔ چنانچہ صحیح قول کی بناء پر وہ پاک ہے اسی طرح نوم وقھقھه فی الصلوٰۃ اگرچہ نواقضِ وضو میں سے ہیں مگر نواقضِ حقیقی نہیں ہیں اس لئے کہ نواقض حقیقی وہ ہیں جن کو پاک یا ناپاک کے ساتھ متصف کر سکیں اور نوم اور (نماز میں) قہقہہ کو ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی متصف نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ دونوں معنوی چیزیں ہیں۔ (ح)۔

واما الخفیفة فکبول الفرس۔

ترجمہ۔ بہر حال خفیفہ پس جیسے گھوڑے کا پیشاب۔

تشریح۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو نجاستِ خفیفہ ہیں۔ ان میں ایک گھوڑے کا پیشاب ہے۔ اس کو الگ سے بیان کیا۔ حالانکہ یہ بول ما یوکل لحمہ میں داخل تھا جو آگے آرہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گھوڑے کے گوشت کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ آلۂ جہاد ہے۔ پس اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ اس کے پیشاب کا وہی حکم ہو جو بول ما لا یو کل لحمہ کا ہے۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے الگ سے بیان کیا کہ اس کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے کے پیشاب کے پاک ہونے کے قائل ہیں۔(ح)

و کذا بول ما یؤکل لحمہ وخرء طیر لا یو کل ۔

ترجمہ۔ اور ایسے ہی ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ان پرندوں کی بیٹ جو نہیں کھائے جاتے۔ جیسے باز، چیل وغیرہ)

تشریح۔ یعنی گائے ، بھینس، اونٹ ، بکری وغیرہ کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔ یہاں پر بول کی قید لگائی اس لئے کہ گھوڑے، گدھے، خچر کی لید اور گائے کا گوبر اور بھیڑ بکری کی مینگنی امام صاحب کے نزدیک نجاستِ غلیظہ ہیں اور صاحبین کے نزدیک خفیفہ ہیں۔(ح)

وعفی قدر الدرھم من المغلظۃ ۔

ترجمہ۔ اور نجاست غلیظہ میں ایک درہم کی مقدار معاف ہے۔

تشریح۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ نجاست کی کتنی مقدار معاف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ نجاستِ غلیظہ بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو ایک درہم کی مقدار معاف ہے اور معاف سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو زائل کئے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ تحریمی ہو گی۔ اگر نجاست جسم والی گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، لید، گوبر تو اس میں درہم کے وزن کا اعتبار ہے۔ یعنی درہم کے وزن کے بقدر معاف ہے اور درہم کا وزن ۳/ گرام ۶۲/ ملی گرام ہوتا ہے اور اگر نجاست پتلی ہو جیسے پیشاب تو درہم کی مقدار کا اعتبار مساحت (ناپ) سے ہو گا۔ یعنی درہم کے پھیلائو کے برابر معاف ہے۔ اور درہم کا ناپ ہتھیلی کی چوڑائی کے بقدر ہوتا ہے اور ہتھیلی کی چوڑائی انگلیوں کے جوڑوں کے اندر کا گھیرائو ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے پانی ڈالیں، جتنا رُک سکے اس کا پھیلائو درہم کے برابر ہے یعنی ہندوستان و پاکستان کے ایک روپیہ کے سکہ کے برابر۔(ع)

ومادون ربع الثوب او البدن وعفی رشاش بول کرؤوس الابر ۔

ترجمہ۔ اور چوتھائی کپڑے یا بدن سے کم (معاف ہے خفیفہ میں) اور معاف ہیں پیشاب کے چھینٹیں سوئی کے ناکے کے برابر۔

تشریح۔ یعنی اگر کپڑے یا بدن پر نجاستِ خفیفہ لگ جائے اور وہ چوتھائی کپڑے یا بدن سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ اور اگر چوتھائی کپڑے یا بدن کی مقدار یا اس سے زائد لگی ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اب چوتھائی کپڑے یا بدن کے حساب میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک پورے کپڑے یا پورے بدن کا چوتھائی مراد ہے یعنی پورے کپڑے یا بدن کے چوتھائی حصہ سے کم پر نجاست لگی ہے تو وہ معاف ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک جس حصہ پر نجاست لگی ہے اس طرف کے کپڑے یا بدن کا چوتھائی مراد ہے۔ مثلاً کپڑے میں دامن، کلی، آستین میں سے کسی پر چوتھائی کے بقدر نجاست لگ گئی تو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی اور بدن میں ہاتھ، پاؤں میں کسی پر نجاست لگ گئی تو ان کے چوتھائی کا اعتبار ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔(ح)

وعفی۔ پیشاب کی چھینٹیں اگر اُڑ کر بدن یا کپڑے پر گریں تو اگر وہ سوئی کے سر کے برابر ہوں کہ بغیر غور کئے نظر نہ آویں تو وہ معاف ہیں۔ اگرچہ پورے کپڑے پر پڑ جائیں۔(ح)

ولو ابتل فراش اوتراب نجسان من عرق نائم او بلل قدم و ظهر اثر النجاسة فی البدن والقدم تنجّسا و الافلا کمالا ینجس ثوب جاف طاهر لُفّ فی ثوب نجس رطب لا ینعصر الرطب لو عصر۔

ترجمہ۔ اور اگر تر ہو جائے ناپاک بستر یا مٹی سونے والے کے پسینہ سے یا پیر کی تری سے اور ناپاکی کا اثر بدن اور پیر میں ظاہر ہو تو وہ دونوں ناپاک ہو جائیں گے۔ ورنہ نہیں جیسا کہ نہیں ناپاک ہوتا ہے وہ سوکھا پاک کپڑا جو لپیٹ دیا گیا ہو ایسے گیلے ناپاک کپڑے میں کہ نہ نچڑے تری اگر اس کو نچوڑا جائے۔

تشریح۔ اگر کوئی شخص ایسے بچھونے یا ایسی مٹی پر سویا جس پر نجاست مثلاً پیشاب لگ کر خشک ہو گئی تھی پھر اس کو پسینہ آیا اور بچھونا یا مٹی تر ہو گئی، یا وہ بچھونے یا مٹی میں چلا اور اس کے قدم کی تری سے بچھونا یا مٹی تر ہو گئی، پس اگر بدن یا پاؤں میں نجاست کا اثر (رنگ بو) ظاہر ہو جائے تو بدن اور پاؤں ناپاک ہو جائیں گے اور اگر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تو وہ ناپاک نہ ہوں گے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ مسئلہ کو ایک مسئلہ کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس طرح پاک خشک کپڑے کو ایسے ناپاک کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا گیا جو پانی سے تر تھا اور اس کی وجہ سے پاک کپڑا بھی تر ہو گیا اور اس کے بعد اگر ناپاک کپڑے کو نچوڑا جائے تو وہ نہ نچڑے (یعنی اس میں کچھ قطرے نہ ٹپکیں) تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔ بشرطیکہ پاک کپڑے میں نجاست کا اثر بدبو وغیرہ ظاہر نہ ہو۔ اسی طرح اوپر والے مسئلہ میں کہ جب تک نجاست کا اثر بدن یا پاؤں میں ظاہر نہ ہوگا وہاں تک وہ پاک رہیں گے۔

ولا ینجس ثوب رطب بنشره علی ارض نجسة یابسة فتندت منه۔

ترجمہ۔ اور نہیں ناپاک ہوتا ہے گیلا کپڑا، خشک ناپاک زمین پر پھیلانے سے کہ زمین اس سے تر ہو جائے۔

تشریح۔ اوپر جو مسئلہ ولو ابتل سے بیان کیا اس کو ایک اور مسئلہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زمین پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہو گئی پھر دھوپ وغیرہ سے سوکھ گئی اور اس پر کسی نے گیلا کپڑا بچھا دیا تو اگر اس گیلے کپڑے پر نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو وہ ناپاک نہ ہو گا۔(م)

ولا بریح هبت علی نجاسة فاصابت الثوب الا ان یظهر اثرها فیه۔

ترجمہ۔ اور نہ اس ہوا سے (ناپاک ہوتا ہے) جو کسی نجاست پر چلی ہو پھر وہ کپڑے پر پہنچی مگر یہ کہ کپڑے میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہو جائے۔

تشریح۔ ایک اور مسئلہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ مثلاً گوبر یا نجس مٹی پڑی ہوئی تھی اور ہوا اس ناپاکی پر سے گذر کر پاک کپڑے تک پہنچی تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہو گا بشرطیکہ اس کپڑے پر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔

ویطهر متنجس بنجاسة مرئیة بزوال عینها ولو بمرة علی الصحیح۔

ترجمہ۔ اور پاک ہو جاتی ہے وہ چیز جو نجاست مرئیہ سے ناپاک ہے۔ اس کے عین کے زائل ہونے سے اگرچہ ایک مرتبہ (دھونے) سے ہی ہو صحیح قول کے مطابق۔

تشریح۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے نجاست کی دو قسموں کو اور اس کو پاک کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر بدن یا کپڑے پر ایسی نجاست لگ گئی جو مرئیہ ہے (یعنی سوکھنے کے بعد دِکھائی دے مثلاً خون یا پاخانہ) تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نجاست کے اوپر پانی وغیرہ ڈال کر اس کے وجود کو دور کر دیا جائے۔ خواہ نجاست کا وجود ایک مرتبہ دھونے سے دور ہو جائے یا تین مرتبہ دھونے سے۔ اگر تین مرتبہ سے بھی نجاست کا وجود دور نہ ہو تو مزید اس کو دھوئے یہاں تک کہ نجاست کا وجود ختم ہو جائے۔ اگر ایک ہی مرتبہ دھونے سے نجاست زائل ہو گئی تو دوسری اور تیسری مرتبہ دھونا ضروری نہیں۔ یہی صحیح مذہب ہے۔ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجاست کے وجود کو دور کرنے کے بعد اور دو مرتبہ دھونا ضروری ہے اور علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجاست کے وجود کو دور کرنے کے بعد تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔(ح)

ولا یضر بقاء اثر شق زواله۔

ترجمہ۔ اور نہیں نقصان دیتا ہے ایسے اثر کا باقی رہ جانا جس کا زائل ہونا دشوار ہو۔

تشریح۔ یعنی نجاست کے عین کو تو زائل کر دیا لیکن اس کا اثر (رنگ، بو) اس جگہ باقی رہ گیا پس اگر وہ اثر بغیر مشقت (یعنی بغیر صابون وغیرہ) کے دور نہ ہو تو اس اثر کو دور کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر بغیر مشقت کے دور ہو جاتا ہے تو اس کو دور کرنا ضروری ہے۔

وغیر المرئیة بغسلها ثلاثا والعصر کل مرة۔

ترجمہ۔ اور غیر مرئیہ (پاک ہوتی ہے) تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے۔

تشریح۔ یعنی اگر بدن یا کپڑے پر ایسی نجاست لگی جو غیر مرئیہ ہے (یعنی سوکھنے کے بعد دکھائی نہ دے) مثلاً پیشاب، شراب تو اس کو پاک کرنے کے لئے تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے اور اصل میں اعتبار غلبۂ ظن کا ہے یعنی اس کو اس قدر دھویا جائے کہ دھونے والے کو غالب گمان ہو کہ یہ پاک ہو گیا۔ لیکن فقہاء نے غالب گمان کا اندازہ تین مرتبہ دھونے کے ساتھ لگایا ہے کیوں کہ اس تعداد سے غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے۔ پس آسانی کے لئے تین کے عدد کو غالب گمان کے قائم مقام کر دیا گیا کہ اگر تین مرتبہ دھو لیا تو وہ پاک ہو جائے گا۔

وتطهر النجاسة عن الثوب و البدن بالماء و بكل مائع مزيل كالخل وماء الورد۔

ترجمہ۔ اور پاک ہو جاتی ہے نجاست کپڑے اور بدن سے پانی اور ہر ایسی چیز کے ذریعہ سے جو زائل کر دینے والی ہو۔ جیسے سرکہ اور گُلاب کا پانی۔

تشریح۔ نجاست سے مراد نجاستِ حقیقیہ ہے۔ اس لئے کہ حکمیہ ہر زائل کر سکنے والی چیز سے بدن سے زائل نہیں ہوتی وہ صرف پانی یا تیمم سے ہی پاک ہوتی ہے اور نجاست کو مطلق رکھا تا کہ مرئیہ و غیر مرئیہ دونوں کو شامل ہو۔ اور ماء کو بھی مطلق رکھا تا کہ ماءِ مطلق و مستعمل دونوں کو شامل ہو جائے۔ (ح) مسئلہ یہ ہے کہ اگر بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ لگ جائے اور پانی سے یا ہر ایسی پتلی بہنے والی چیز سے جو ناپاکی کو زائل کر دے جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی تو اس سے بدن یا کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر بہنے والی شئی ایسی ہو جو ناپاکی دور نہ کر سکے مثلاً اس میں چکناہٹ ہو جیسے دودھ، تیل وغیرہ تو اس سے بدن یا کپڑا پاک نہ ہو گا۔

ويطهر الخف و نحوه بالدلك من نجاسة لها جرم ولو كانت رطبة۔

ترجمہ۔ موزہ اور اُس جیسی چیز رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اس نجاست سے جس کا جسم ہو اگرچہ وہ تر ہو۔

تشریح۔ یعنی چمڑے کے موزے یا جوتے پر نجاست حقیقیہ جسم والی لگ جائے مثلاً پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ تو وہ موزہ یا جوتا زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ نجاست تر ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔ اور اگر نجاست جسم والی نہ ہو جیسے شراب، اور پیشاب یا جسم والی ہو لیکن رگڑنے سے نجاست کا اثر ختم نہیں ہوا تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ مٹی مل گئی پھر اس کو رگڑ دیا تو پاک ہو جائے گا۔ (ح)

ويطهر السيف و نحوه بالمسح۔

ترجمہ۔ اور تلوار اور اس جیسی چیز پونچھ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

تشریح۔ یعنی تلوار اور اس جیسی چیزیں مثلاً چاقو، آئینہ، چاندی، سونا، تانبا، پیتل، شیشہ، چینی کے برتن، چکنا پتھر، غرض ہر وہ چیز جس میں پانی جذب نہ ہوتا ہو ان پر ناپاکی لگ جائے خواہ وہ جسم والی ہو یا بے جسم، تر ہو یا خشک، اگر ان کو کپڑے وغیرہ سے اس قدر پونچھ لیا جائے کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے تو وہ پاک ہو جائیں گے۔

واذا ذهب اثر النجاسة عن الارض و جفت جازت الصلوٰة عليها دون التيمم منها۔

ترجمہ۔ اور جب ناپاکی کا اثر زمین سے جاتا رہے اور زمین خشک ہو جائے تو اس پر نماز جائز ہو جائے گی نہ کہ اس سے تیمم کرنا۔

تشریح۔ یعنی زمین پر اگر نجاست لگی پھر وہ خشک ہو گئی۔ سورج یا آگ یا ہوا یا سایہ سے اور نجاست کا اثر رنگ و بو بھی جاتا رہا تو اس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر پانی ڈال کر پاک کر دیا گیا تو تیمم بھی صحیح ہے۔

ويطهر ما بها من شجر و كلأ قائم بجفافه۔

ترجمہ۔ اور پاک ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو زمین سے لگی ہوئی ہوں۔ یعنی درخت اور کھڑی گھاس، اس کے خشک ہو جانے سے۔

تشریح۔ یعنی درخت اور وہ گھاس جو زمین پر کھڑی ہے یعنی کٹی ہوئی نہیں ہے اس پر ناپاکی لگ کر سوکھ جائے تو وہ پاک ہو جائیں گے۔ پس جو درخت یا گھاس کٹ کر زمین سے جُدا ہوں اور پھر وہ ناپاک ہو جائیں تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوں گے۔

وتطهر نجاسة استحالت عينها كأن صارت ملحا او احترقت بالنار۔

ترجمہ۔ اور پاک ہو جاتی ہے وہ ناپاکی جس کی ذات بدل گئی ہو جیسے نمک بن گئی یا آگ سے جل گئی۔

تشریح۔ یعنی کسی نجاست کی ذات کے بدلنے سے وہ پاک ہو جاتی ہے۔ مثلاً شراب سرکہ بن جائے تو پاک ہے۔ پاخانہ مٹی بن جائے تو پاک ہے۔ کیوں کہ ذات بدل گئی۔ اسی طرح کسی نجاست کو جلا کر راکھ کر دیا گیا تو وہ راکھ پاک ہے۔ مثلاً گوبر، پاخانہ وغیرہ جل کر راکھ ہو جائیں تو وہ پاک ہیں۔

ويطهر المنى الجاف بفركه عن الثوب و البدن و يطهر الرطب بغسله۔

ترجمہ۔ اور خشک منی کپڑے اور بدن سے کھرچ دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے۔

تشریح۔ یعنی منی اگر بدن یا کپڑے پر لگ گئی اور خشک ہو گئی تو اس کو کھرچ کر اور مل کر صاف کر دیا تو بدن اور کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر منی تر ہو تو وہ دھونے سے ہی پاک ہو گا۔

(فصل۔ فی لواحقها)

یطهر جلد المیتة بالدباغة الحقیقة کالقرظ و بالحکمیة کالتتریب والتشمیس الا جلد الخنزیر و الأدمی۔

ترجمہ۔ مردار کی کھال دباغت حقیقیہ جیسے کیکر کے پتوں سے پاک ہو جاتی ہے اور حکمی دباغت سے مثلاً مٹی مل دینے اور دھوپ میں سکھا دینے سے مگر خنزیر اور اُدمی کی کھال۔

تشریح۔ آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت (یعنی گندی رطوبت دور کرنے) سے پاک ہو جاتی ہے۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی جو دوائی یا کیکر کے پتوں سے کی جاتی ہے۔ دوسری حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ میں سکھا کر کی جاتی ہے۔ دونوں قسم کی دباغت سے چمڑا پاک ہو جائے گا۔ چنانچہ اس پر یا اس کی پوستین وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا اور اس کے ڈول سے وضوو غسل جائز ہے۔

وتطهر الذکاة الشرعیة جلد غیر الماکول دون لحمه علی اصح ما یفتی به۔

ترجمہ۔ اور پاک کر دیتا ہے شرعی ذبح غیر ماکول کی کھال کو نہ کہ اس کے گوشت کو، صحیح قول کے مطابق جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

تشریح۔ یعنی حرام جانوروں کی کھال شرعی طور پر ان کو ذبح کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ یہاں شرعی ذبح فرمایا یعنی ذبح کے صحیح ہونے کے لئے شریعت نے جو شرائط بتائی ہیں ان کی رعایت سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً ذبح کرنے والا شخص شرعاً اس کا اہل ہو۔ چنانچہ مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہیں کرے گا۔ اسی طرح شرعی ذبح میں یہ بھی داخل ہے کہ جہاں سے ذبح کرنا چاہیے اسی جگہ سے ذبح کیا ہو اور شرعی طور پر حرام جانور کو ذبح کر دینے سے صحیح قول کے مطابق گوشت پاک نہیں ہو گا۔

وکل شئ لا یسری فیه الدم لا ینجس بالموت کالشعر والریش المجزور والقرن والحافر والعظم مالم یکن به دسم۔

ترجمہ۔ اور ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتی۔ مثلاً بال اور کٹا ہوا پر اور سینگ اور کھر اور ہڈی جب تک کہ اس پر چکناہٹ نہ ہو۔

تشریح: یعنی جانور کے بدن کی ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ ان پر چربی نہ ہو۔ چنانچہ نماز میں ایسی کوئی چیز جیب میں ہو تو نماز ہو جائے گی۔

والعصب نجس فی الصحیح ونافجة المسك طاهرة کالمسك واکله حلال۔

ترجمہ۔ اور پٹھا ناپاک ہے صحیح قول کے مطابق اور مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔

تشریح۔ والعَصَبُ۔ گوشت کے اندر اعضائے جسم کے جوڑوں کو باندھنے والی پٹی۔

نافہ۔یعنی مشک کی تھیلی جو ایک خاص قسم کے ہرن کے پیٹ میں ہوتی ہے اور خوشبودار ہوتی ہے۔

والزباد طاهر تصح صلوٰة متطيب به۔

ترجمہ۔**اور زباد پاک ہے اس کی خوشبو لگانے والے کی نماز صحیح ہے۔**

تشریح۔زباد یہ ایک قسم کا مادّہ ہے جو جنگلی بلیوں کی دم کے نیچے پاخانہ کے مقام پر جمع ہوتا رہتا ہے۔نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ (ایضاح الاصباح) چنانچہ اگر کسی نے زباد خوشبو لگائی ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اس لئے کہ وہ پاک ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ)

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ وضو کے بیان سے فارغ ہو گئے جو کہ نماز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اب یہاں سے اصل مقصود کو بیان فرماتے ہیں۔ نماز بدنی عبادتوں میں سب سے افضل اور عمدہ عبادت ہے۔ اس کو چھوڑنا حرام اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور یہ عبادت دائمی قدیمی ہے۔ کسی رسول علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی۔ شریعتِ محمدیہ کو جو نماز اللہ کی طرف سے دی گئی ہے اس میں بہت سی باتیں خاص طور سے عطا کی گئیں جو اس سے پہلی شریعتوں میں موجود نہیں تھیں۔ مثلاً اذان، اقامت، شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا، اٰمین کہنا وغیرہ۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ جیسے باری تعالیٰ کا قول وصل علیهم ای اُدعُ لهم۔ یعنی آپ ان کے لئے دعا کیجیے۔ اور اصطلاح میں نماز مخصوص ارکان وافعال کے ادا کرنے کا نام ہے۔ نماز کی فرضیت معراج کی رات میں ہوئی اور معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ لیکن مہینہ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے ربیع الاوّل کی ستائیسویں شب کہی ہے اور بعض نے رجب کی ستائیسویں شب کہی ہے۔

یشترط لفرضیتها ثلاثة اشیاء الاسلام و البلوغ والعقل۔

ترجمہ۔ نماز کے فرض ہونے کے لئے تین چیزیں شرط ہیں۔ ۱) مسلمان ہونا، ۲) بالغ ہونا اور ۳) عاقل ہونا۔

تشریح۔ یعنی نماز اسی شخص پر فرض ہوتی ہے جس میں تین باتیں پائی جائیں۔ چنانچہ اگر ان تین میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جائے گی تو اس پر نماز فرض نہیں ہو گی۔ (۱) مسلمان ہونا، لہٰذا اگر وہ کافر ہو تو اس پر نماز فرض نہیں ہو گی۔ (۲) بالغ ہونا، پس نابالغ پر نماز فرض نہیں ہو گی۔ (۳) عاقل ہونا، لہٰذا مجنون پر فرض نہ ہو گی۔ اور یہاں فرض سے مراد فرض عین ہے۔

وتومر بها الاولاد لسبع سنین و تضرب علیها لعشر بید لا بخشبة۔

ترجمہ۔ اور بچوں کو نماز کا حکم کیا جائے سات سال کی عمر میں اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر ہاتھ سے مارا جائے، لکڑی سے نہیں۔

تشریح۔ یعنی جب لڑکا یا لڑکی سات سال کے ہو جائیں (یعنی آٹھواں سال لگ جائے) تو ان کے ولی پر واجب ہے کہ ان کو نماز کا حکم کرے اور نماز پڑھنا سکھائے اور جب دس سال کے ہو جائیں (یعنی گیارہواں سال لگ جائے) تو اب اگر نماز چھوڑ دے تو مار کر پڑھوائے اور مارنے میں حدود کا لحاظ رکھے۔ ایک تو یہ کہ ہاتھ سے مارے، لکڑی سے نہ مارے اس لئے کہ یہ تنبیہ ہے۔ سزا نہیں ہے اور لکڑی سزا دینے میں استعمال کی جاتی ہے۔ (ط) دوسرے یہ کہ تین ضرب سے زائد نہ ہو اور ضرب بھی متوسط ہو اور یہ ضرب بھی واجب ہے۔ (ط)

معلّم و اُستاد کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اس کو بچہ کی تعلیم میں مارنے کے لئے اس حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے ورنہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بچہ کو قصاص دلائیں گے۔

بچہ کو شریعت کے سب حکموں یعنی نیک کام کرنے اور بُرائی سے بچنے کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیے اور یہ اس لئے ہے کہ اس کو عادت ہو جائے اور ان افعال کے ساتھ متخلّق ہو جائے، اس لئے نہیں کہ یہ افعال اس پر فرض ہیں البتہ روزہ اس وقت رکھوائے جب بچہ میں رکھنے کی قوت ہو جائے۔ (ع)

واسبابها اوقاتها وتجب باول الوقت وجوبا موسعاً۔

ترجمہ۔ نماز (فرض ہونے) کے اسباب اس کے اوقات ہیں (چنانچہ) واجب ہو جاتی ہے نماز وقت کے شروع حصہ میں ہی، ایسا وجوب جس کو گنجائش دی گئی ہے۔

تشریح۔ یعنی جب کسی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے تو اسی وقت وہ نماز مکلف پر فرض ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

وتجب۔ جب نماز کے فرض ہونے کا سبب وقت ہے تو جیسے ہی نماز کا وقت داخل ہو گا مکلف پر وقت کے شروع حصہ میں ہی نماز کو ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نے وقت کے پہلے حصہ میں نہیں پڑھی بلکہ دوسرے حصہ میں یا آخری حصہ میں پڑھ لی تو اس سے وجوب ادا ہو جائے گا اس کو قضا نہیں کہا جائے گا۔ کیوں کہ یہ ایسا وجوب ہے کہ اس کے آخر وقت تک ادائیگی کی گنجائش رہتی ہے۔

والاوقات خمسة: وقت الصبح من طلوع الفجر الصادق الی قبيل طلوع الشمس۔

ترجمہ۔ نماز کے اوقات پانچ ہیں۔ صبح کا وقت، فجر صادق کے طلوع سے (لیکر) سورج نکلنے سے کچھ پہلے تک۔

تشریح نماز چوبیس گھنٹہ میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا ان پانچوں وقتوں کی تعیین ضروری ہے۔ اس لئے مصنّف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے ان اوقات کی ابتدا و انتہا کے بارے میں تفصیلات ذکر کر رہے ہیں۔ فرض نمازوں کے اوقات پانچ ہیں۔ چنانچہ پہلے صبح کا وقت بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے ظہر کا وقت بیان کرنا چاہیے اس لئے کہ حضرت جبرئیلؑ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کو ظہر کی نماز کی تعلیم دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فجر کے وقت کی نہ ابتدا میں اختلاف ہے اور نہ انتہا میں۔ اس لئے پہلے ایسے وقت کو بیان کر دیا جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بر خلاف دوسری نمازوں کے اوقات میں قدرے اختلاف ہے۔ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا (ح)

بہر حال صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کا کنارہ طلوع ہونے تک یعنی اس کے لحظہ بھر پہلے تک رہتا ہے۔ جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آیا تو فجر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ یہاں پر فجر صادق بول کر فجر کاذب کو نکالنا ہے۔ فجر صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب سورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان کے کنارہ پر چوڑائی میں یعنی شمالاً جنوباً دکھائی دیتی ہے اور تیزی سے دائیں بائیں پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورے آسمان پر پھیل جاتی ہے۔ اور زمین پر اُجالا ہو جاتا ہے اور اسی سے صبح کا وقت داخل

ہوتا ہے۔ صبح کاذب کا اعتبار نہیں۔ صبح کاذب اس سفیدی کو کہتے ہیں جو صبح صادق سے پہلے آسمان کے بیچ میں لمبائی میں یعنی شرقاً غرباً ایک ستون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس کے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ سفیدی تاریک ہو جاتی ہے اور اس کے نیچے سے صبح صادق پھوٹتی ہے۔ پس صبح کاذب سے نماز کا وقت داخل نہیں ہوتا۔ (ع)

ووقت الظهر من زوال الشمس الى ان يصير ظل كل شیٔ مثليه اومثله سوىٰ ظل الا ستواء و اختار الثانی الطحاوی وهو قول الصاحبين۔

ترجمہ۔ ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل یا ایک مثل ہو جائے۔ دوسرے قول کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور یہی صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

تشریح۔ زوال اور سایۂ اصلی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً زمین کو اس قدر ہموار کیا جائے کہ اس میں بال برابر بھی اونچ نیچ نہ رہے۔ پھر اس جگہ ایک لکڑی گاڑی جائے اور جہاں تک سایہ پہنچے وہاں ایک نشان لگا دیا جائے۔ جب تک سایہ گھٹتا رہے گا وہ زوال سے پہلے کا وقت ہے اور جب اس لکڑی کا سایہ ٹھہر جائے نہ گھٹے اور نہ بڑھے تو وہ ٹھیک دوپہر واستواء کا وقت ہے۔ اس وقت اس سایہ کے سرے پر ایک نشانی بنا دیں۔ اس نشانی سے گاڑی ہوئی لکڑی کی جڑ تک جتنا سایہ ہے وہ سایۂ اصلی ہے اب اس سایۂ اصلی کے علاوہ اگر سایہ اس لکڑی کی لمبائی کے برابر ہو جائے تو ایک مثل ہو گیا اور جب لکڑی کی لمبائی سے ڈبل ہو جائے تو دو مثل ہو گیا مثلاً لکڑی کی لمبائی ایک ہاتھ ہے اور ٹھیک زوال کے وقت اس کا سایہ چار انگل باقی رہ گیا تھا تو یہ چار انگل سایہ اصلی ہے اور جب سایہ کی لمبائی ایک ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ ایک مثل ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ دو مثل ہے۔(ع)

فائدہ۔ یہ تفصیل محض طلبہ کے افادہ کے لئے لکھی گئی ہے ورنہ گھڑی گھنٹوں اور تقویم کے اس زمانہ میں جب کہ ہر علاقہ کے لئے ماہرینِ فن نے معتبر مفتیان کی رہنمائی میں جو تقویمیں تیار کی ہیں ان کے مطابق عمل کرنے میں سہولت ہے۔

ظہر کے آخری وقت کے بارے میں علماء احناف باہم مختلف ہوگئے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں تین روایات ہیں۔ ایک روایت جس کو حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا یہ ہے کہ جب سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل یعنی اس چیز کے برابر ہو گیا تو ظہر کا وقت نکل گیا اور عصر کا وقت شروع ہو گیا۔ اسی کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور یہی صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ دوسری روایت جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا یہ ہے کہ جب سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ڈبل ہو گیا تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہو گیا یہی روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ صاحب بحر الرائق، العنایہ، البدائع، المحیط اور اکثر ارباب متون نے اختیار کیا ہے۔(حاشیہ شرح وقایہ) تیسری روایت کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا گیا ہے۔ جس کو آئندہ کتابوں میں پڑھو گے ان شاء اللہ۔ بہر حال! احتیاط اس میں ہے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے پڑھ لے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھے تاکہ دونوں نمازیں یقیناً اپنے وقت میں ادا ہوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔

ووقت العصر من ابتداء الزیادۃ علی المثل او المثلین الی غروب الشمس۔

ترجمہ۔ اور عصر کا وقت ایک مثل یا دو مثل پر زیادتی کی ابتدا سے سورج کے غروب ہونے تک ہے۔

تشریح۔ عصر کا اوّل وقت ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے خواہ ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہو جیسا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ خواہ ایک مثل پر ختم ہوتا ہو جیسا کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور عصر کا آخری وقت غروب آفتاب سے لحظہ بھر پہلے تک ہے۔

والمغرب منه الی غروب الشفق الاحمر علی المفتی به

ترجمہ۔ اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے (لے کر) شفق احمر کے غروب تک ہے مفتی بہ قول کے مطابق۔

تشریح۔ مغرب کا وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ شفق کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق سے مراد شفق احمر ہے۔ یعنی وہ سُرخی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق سے مراد شفق ابیض ہے یعنی وہ سفیدی جو سُرخی کے بعد شمالاً جنوباً (چوڑائی میں) صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ کہا ہے لیکن بحر الرائق میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو راجح کہا ہے۔ (ح)

والعشاء والوتر منه الی الصبح۔

ترجمہ۔ عشاء اور وتر کا وقت شفق احمر کے غروب سے صبح تک ہے۔

تشریح: یعنی شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔

ولا یقدم الوتر علی العشاء للترتیب اللازم۔

ترجمہ۔ اور نہیں مقدم کیا جائے گا وتر کو عشاء پر اس ترتیب کی وجہ سے جو لازم ہے۔

تشریح۔ یہاں سے ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جب عشاء اور وتر کا وقت ایک ہے تو وتر کو عشاء سے پہلے پڑھنا جائز ہونا چاہیے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وتر کو عشاء سے پہلے پڑھنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ وتر اور عشاء میں ترتیب واجب ہے۔ (یعنی پہلے عشاء اس کے بعد وتر) اس لئے نہیں کہ وتر کا وقت داخل نہیں ہوا۔ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر عشاء کے تابع ہے۔ یعنی وتر کا وقت ہی عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اختلاف کا ثمرہ اُس وقت ظاہر ہو گا جب کہ کوئی شخص عشاء بھول گیا اور وتر پڑھ لی۔ پھر عشاء کی نماز یاد آگئی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر کا

اعادہ نہیں کرے گا اس لئے کہ نسیان ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے اور چونکہ وتر کا وقت داخل ہو گیا تھا اس لئے نسیان کی وجہ سے وتر کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور صاحبین کے نزدیک وتر کا اعادہ ضروری ہے اس لئے کہ اس نے ایسے وقت میں وتر پڑھی کہ ابھی اس کا وقت ہی نہیں داخل ہوا تھا۔

ومن لم یجد وقتھما لم یجبا علیه۔

ترجمہ۔ اور جو شخص ان کا وقت نہ پائے اس پر یہ دونوں واجب نہیں۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے ملک میں رہتا ہے جہاں عشاء اور وتر کا وقت ہی نہیں ہوتا بلکہ شفق کے غروب ہونے سے پہلے ہی صبح ہو جاتی ہے مثلاً بلغار کے رہنے والے جو شمالی جانب ملک صقالیہ کا ایک نہایت سرد شہر ہے۔ وہاں چھوٹی راتوں والے دنوں (یعنی گرمیوں) میں تیئیس ۲۳ گھنٹے کا دن ہوتا ہے اور صرف ایک گھنٹے کے لئے سورج غروب ہوتا ہے۔ تو ان گرمیوں کے چالیس دن میں شفق غائب ہونے سے پہلے ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے اس لئے عشاء اور وتر کا وقت نہیں ہوتا تو اب ان پر عشاء اور وتر واجب ہو گی یا نہیں؟ اس میں اکابر علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان پر دونوں نمازیں فرض نہیں ہیں۔ کیوں کہ وقت ہی موجود نہیں جو فرضیت کا سبب ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دونوں نمازیں پڑھیں۔ ان کا وقت معلوم کرنے کے دو طریقے ہیں۔

(۱) غروب سے جتنی دیر کے بعد عام دنوں میں وہاں عشاء اور وتر کا وقت ہوتا تھا اتنی ہی دیر کے بعد دونوں نمازیں پڑھیں، مثلاً عام دنوں میں اگر غروب کے ڈیڑھ گھنٹے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے تو ان ایام میں بھی غروب کے ڈیڑھ گھنٹے بعد عشاء اور وتر پڑھ لیں چاہے صبح صادق ہو چکی ہو۔

(۲) قریب ترین شہر جہاں عشاء کا وقت ہوتا ہے اس پر قیاس کر لیں، دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ عشاء اور وتر کو فجر سے پہلے پڑھ لیا کریں۔ (ع، بتغییر یسیر)

ولا یجمع بین فرضین فی وقت بعذر الا فی عرفة للحاج بشرط الامام الاعظم والاحرام فیجمع بین الظھر والعصر جمع تقدیم ویجمع بین المغرب والعشاء بمزدلفة ولم یجز المغرب فی طریق مزدلفة۔

ترجمہ۔ اور نہ جمع کرے دو فرضوں کو ایک وقت میں کسی عذر کے باعث (بھی) مگر عرفات میں حاجی کے لئے (گنجائش ہے) امام اعظم اور احرام کی شرط کے ساتھ، پس جمع کرے گا ظہر و عصر کو جمع تقدیم کے طور پر اور جمع کرے گا مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں اور نہیں جائز ہے مغرب مزدلفہ کے راستے میں۔

تشریح۔ کسی عذر کی وجہ سے بھی دو فرض نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ (تو بے عذر اس کی اجازت کا سوال ہی نہیں ہوتا)، مثلاً مرض یا سفر کے باعث ظہر کے وقت میں ظہر پڑھنے کے بعد ساتھ ہی عصر بھی پڑھ لے تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ وقت سے پہلے پڑھی گئی۔ اور یہ جمع حقیقی ہے۔ ایک جمع صوری ہے وہ یہ ہے کہ سفر یا مرض کے عذر کے باعث ظہر وقت کے اخیر میں پڑھے اور عصر کو اول وقت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ دونوں نمازیں اپنے وقت میں ہوئیں۔

الا فی عرفة۔ سے عرفات و مزدلفہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ یعنی عرفات میں حاجی کے لئے جب کہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور سلطان یا نائب سلطان کی اقتداء کر رہا ہو تو اس کے لئے ظہر و عصر کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھنا جائز ہے۔ اور اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔ اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھنا جائز ہے اور یہاں سطان یا نائب سلطان کی شرط نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مزدلفہ کے راستہ میں یا عرفات ہی میں مغرب کے وقت میں مغرب پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

ویستحب الاسفار بالفجر للرجال۔

ترجمہ۔ اور مستحب ہے اسفار کرنا فجر کی نماز میں مردوں کے لئے۔

تشریح۔ نماز کے اصل اوقات کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے مستحب اوقات کو بیان کرتے ہیں۔ فجر کی نماز اسفار (روشنی، اجالے) میں پڑھنا مستحب ہے اور اسفار کی حد یہ ہے کہ سفیدی پھیل جانے کے بعد مسنون قراءت کے ساتھ نماز شروع کرے۔ (یعنی چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کے) دونوں رکعتوں میں پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز درست نہ ہوئی مثلاً طہارت میں خلل واقع ہو تو وضو کر کے دوبارہ مذکورہ قراءتِ مسنونہ کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے نماز پڑھی جا سکے ایسے وقت میں نماز پڑھنا مستحب ہے ٹھنڈی ہو یا گرمی۔ لیکن حاجی کے لئے مزدلفہ میں اندھیرے میں یعنی نہایت اول وقت میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ (ح) اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کرے۔ جب جماعت ہو چکے تب پڑھے۔ (م)

والابراد بالظهر فی الصیف و تعجیله فی الشتاء الا فی یوم غیم فیؤخر فیه۔

ترجمہ۔ اور گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور اس کو ٹھنڈی میں جلدی پڑھنا (مستحب ہے) مگر ابر کے دن، پس ابر کے دن ظہر کو مؤخر کرے۔

تشریح۔ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر کر کے پڑھے کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے اور دیر کر کے پڑھنے کی حد یہ ہے کہ ایک مثل سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ اور سردیوں کے موسم میں اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے اور یہ تاخیر و تعجیل کا حکم سب کے لئے یکساں ہے۔ خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا جماعت کے ساتھ۔ لیکن اگر کہیں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت

میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔(ط) اور جمعہ کی نماز کے لئے مستحب وقت ظہر کی طرح ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ ہمیشہ اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔(ع)

الا فی یوم غیم۔ ابر کے دن ظہر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اگرچہ ٹھنڈی کا موسم ہو تا کہ وقت سے پہلے پڑھنے کا شبہ نہ رہے۔ لیکن اب تو چونکہ گھڑی کے ذریعہ سے ٹھیک وقت معلوم ہو سکتا ہے اس لئے ہر نماز گھڑی کے مطابق مقررہ وقت میں پڑھی جائے گی۔ ابر وغیرہ کی وجہ سے جلدی یا دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(ع)

و تاخیر العصر مالم تتغیر الشمس و تعجیله فی یوم الغیم۔

ترجمہ۔ اور عصر کو موٴخر کرنا جب تک کہ سورج میں تبدیلی نہ ہو اور اس کو جلدی پڑھنا ابر کے دن۔

تشریح۔ عصر کی نماز خواہ سردی ہو یا گرمی ہر موسم میں موٴخر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ آفتاب متغیر نہ ہو یعنی اتنی تاخیر نہ کرے کہ آفتاب کی ٹکیہ سُرخ ہو جائے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہو جائے اور سورج پر نظر ٹھہرنے لگے کیوں کہ اس وقت عصر کی نماز مکروہ ہوتی ہے بلکہ وقت مستحب کے دو حصے کئے جائیں اور دوسرے حصہ کے شروع میں ادا کریں اور ابر کے دن مستحب وقت سے جلدی کرے تا کہ مکروہ وقت میں پڑھنے کا شبہ نہ رہے۔

وتعجیل المغرب الا فی یوم غیم فیوخر فیه۔

ترجمہ۔ اور مغرب کی نماز میں جلدی کرنا مگر ابر کے دن، پس اس دن مغرب کو موٴخر کرے۔

تشریح۔ ابر کے دن کے سوا مغرب کی نماز میں ہمیشہ جلدی کرنا مستحب ہے۔ یعنی اذان و اقامت کے درمیان کچھ فصل نہ کرے سوائے خفیف سی بیٹھک یا سکوت کے اور ابر کے دن ذرا دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے تا کہ وقت سے پہلے پڑھنے کا شبہ نہ رہے۔

و تاخیر العشاء الی ثلث اللیل و تعجیله فی الغیم۔

ترجمہ۔ اور عشاء کو موٴخر کرنا تہائی رات تک اور ابر کے دن جلدی کرنا (مستحب ہے)

تشریح۔ عشاء کی نماز کو ہر موسم میں تہائی رات تک موٴخر کرنا مستحب ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرنا مستحب ہے تا کہ جماعت میں کمی نہ ہو کیوں کہ گرمی کے موسم میں رات چھوٹی ہوتی ہے، لوگ جلدی سو جاتے ہیں، اور آدھی رات تک موٴخر کرنا مباح ہے۔ یعنی آدھی رات سے پہلے پہلے پڑھ لے اور آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز مکروہ تحریمی ہے اور بعضوں کے نزدیک تہائی رات کے بعد سے عشاء کی نماز مکروہ ہے۔(ح) اور ابر کے دن عشاء میں جلدی کرنا مستحب ہے تا کہ وقت مکروہ میں پڑھنے کا شبہ نہ رہے۔

وتاخیر الوتر الی اٰخر اللیل لمن یثق بالانتباہ۔

ترجمہ۔ اور (مستحب ہے) وتر کو موخر کرنا آخری رات تک اس شخص کے لئے جس کو جاگنے کا بھروسہ ہو۔

تشریح۔ یعنی جس کو تہجد کی نماز کی عادت ہے، جس کی وجہ سے اس کو جاگنے پر پورا بھروسہ ہے تو اس کے حق میں مستحب یہ ہے کہ وتر کو تہجد کے بعد آخر رات میں پڑھے اور اگر اس کو جاگنے پر پورا بھروسہ واطمینان نہیں ہے تو وہ شخص سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔

فصل فی الاوقات المکروہ

ثلاثۃ اوقات لا یصح فیھا شئ من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمۃ قبل دخولھا عند طلوع الشمس الی ان ترتفع وعند استوائھا الی ان تزول وعند اصفرارھا الی ان تغرب۔

ترجمہ۔ تین وقت وہ ہیں کہ نہیں صحیح ہے ان میں کوئی فرض اور واجب جو ان اوقات کے آنے سے پہلے ذمہ میں لازم ہوگئے ہوں۔ طلوع آفتاب کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے اور سورج کے سیدھا ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے اور سورج کے پیلا ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے۔

تشریح۔ اوقات مستحبہ کو بیان کرنے کے بعد اس فصل میں اوقات مکروہہ کو بیان کرتے ہیں۔ اوقاتِ مکروہہ تین ہیں۔ **(۱)** سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے سورج کے بلند ہو جانے تک، جب تک انسان سورج کی ٹکیہ پر نظر جمانے پر قادر ہو اور جب تک وہ طلوع کی حالت میں ہو اور یہ ایک نیزہ بلند ہونے تک ہے۔ (اندازاً بیس منٹ)(ع)

(۲) استواء یعنی سورج بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے اور استواء کی علامت یہ ہے کہ سایہ گھٹنا بند ہو جائے اور جب سورج مغرب کی طرف ڈھل جائے تو اب وقت مکروہ ختم ہو جاتا ہے۔ (زوال کے وقت سے پانچ منٹ ادھر اُدھر نماز نہ پڑھے)

(۳) جب سورج میں سُرخی آجائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہو جائے اس وقت سے غروب تک مکروہ وقت ہے۔ (اندازاً بیس منٹ)

ان تین وقتوں کے آنے سے پہلے جو نماز ذمہ میں لازم ہوئی ہو اس کو ان تین وقتوں میں پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً فجر کی نماز جو وقت مکروہ (طلوع شمس) سے پہلے لازم ہوئی تو اب اس کو وقتِ مکروہ میں ادا کرنا صحیح نہیں۔ اسی طرح طواف کی دو رکعت اور سجدۂ تلاوت ایسے وقت میں لازم ہوئے جو مکروہ نہیں ہے اب ان کو مکروہ وقت میں ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اگر مکروہ وقت میں شروع کی تو شروع کرنا صحیح ہی نہ ہوگا۔

ویصح اداء ما وجب فیها مع الکراھۃ کجنازۃ حضرت و سجدۃ اٰیۃ تلیت فیھا کما صح عصر الیوم عند الغروب مع الکراھۃ۔

ترجمہ۔ اور صحیح ہے اس نماز کا ادا کرنا جو واجب ہوئی ہو ان وقتوں میں کراہت کے ساتھ۔ جیسے کہ جنازہ جو تیار ہوا (ان تین وقتوں میں سے کسی وقت) اور سجدہ کی آیت جو تلاوت کی گئی ان تین وقتوں میں۔ جیسا کہ صحیح ہے اسی دن کی عصر غروب کے وقت کراہت کے ساتھ۔

تشریح۔ یعنی جو نماز ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں لازم ہوئی ہو وہ ان وقتوں میں بھی شروع کرنے سے شروع ہو جاتی ہے لیکن ان وقتوں میں اس کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ جیسے کہ مکروہ وقت کے اندر جنازہ آیا اور اُسی مکروہ وقت میں نمازِ جنازہ پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تحریمی ہو گی۔ لیکن طحطاوی میں بحر وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس جنازہ کی نماز جو ان وقتوں میں سے کسی وقت میں تیار ہو ابلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔ یا مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کر کے وقت مکروہ ہی میں سجدہ ادا کر دیا تو جائز ہو گا لیکن مکروہ تحریمی ہو گا اور عمدۃ الفقہ میں اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور بہتر وافضل یہ ہے کہ تاخیر کرے یہاں تک کہ کراہت کا وقت جاتا رہے۔

کما صح۔ سے بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اگر کسی نے اس دن کی عصر نہیں پڑھی تو سورج غروب ہوتے وقت اس دن کی نمازِ عصر ادا کرنا جائز ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت جو مکروہ وقت میں لازم ہوئے ہوں ان کو مکروہ وقت میں ادا کرنا جائز ہے، لیکن مکروہ تحریمی ہے۔

والاوقات الثلاثۃ یکرہ فیھا النافلۃ کراھۃ تحریم ولو کان لھا سبب کالمنذور و رکعتی الطواف۔

ترجمہ۔ اور ان تین وقتوں میں نفل نماز بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ اس نفل کے لئے کوئی سبب ہو۔ جیسے منت مانی ہوئی (نماز) اور طواف کی دو رکعتیں۔

تشریح۔ یعنی اوقات مکروہہ میں نفل نماز خواہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ، پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کو غیر مکروہ وقت میں لوٹانا واجب ہو گا گو اس نفل نماز کے ذمہ میں واجب ہونے کے لئے کوئی سبب ہو مثلاً منت مانی ہوئی نماز۔ اسی طرح طواف کی دو رکعتیں طواف کے سبب سے ذمہ میں لازم ہوئی ہیں تو ان کو مکروہ وقت میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں نمازوں کو شروع کرنا تو صحیح ہے لیکن کراہت تحریمہ کے ساتھ اسی وجہ سے ان کا اعادہ واجب ہے۔

ویکرہ التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من سنتہ۔

ترجمہ۔ اور مکروہ ہے نفل پڑھنا صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنتوں سے زیادہ۔

تشریح۔(۱) صبح صادق کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے تک کے وقت میں فجر کی دو رکعت سنت موکدہ کے سوا ہر قسم کی نفل نماز خواہ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو ہی کیوں نہ ہو اور واجب لغیرہ (یعنی وہ نماز جو اپنی ذات سے واجب نہ ہوئی ہو بلکہ بندہ کے اپنے فعل سے واجب ہوئی ہو) جیسے طواف کی دو رکعت اور نذر کی نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ان کے علاوہ سب نمازیں یعنی فرائض اور واجبات لعینہ مثلاً نماز وتر، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت وغیرہ بلا کراہت جائز ہیں۔(ع)

وبعد صلوٰۃ الفجر۔

ترجمہ۔اور فجر کی نماز کے بعد۔

تشریح۔(۲) فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک نفل نماز خواہ فجر کی سنتیں ہوں اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور واجب لعینہ جیسے قضا نماز جائز ہے۔(ع)

وبعد صلوٰۃ العصر۔

ترجمہ۔اور عصر کی نماز کے بعد۔

تشریح۔(۳) عصر کی فرض نماز کے بعد سے سورج کے متغیر (سرخ) ہونے سے لحظہ بھر پہلے تک کے وقت میں نفل اور واجب لغیرہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور واجب لعینہ جائز ہے یعنی قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔(ع)

وقبل صلوٰۃ المغرب۔

ترجمہ۔اور مغرب کی نماز سے پہلے۔

تشریح۔(۴) سورج کے غروب ہونے کے بعد سے مغرب کی فرض نماز سے پہلے کے وقت میں بھی نفل نماز اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے تاکہ مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو اور نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔(ع)

فائدہ۔ آج کل سعودی حکومت حنبلی المسلک ہے جہاں مغرب کی اذان کے بعد دو نفل پڑھ کر پھر مغرب ادا کی جاتی ہے اُس وقفہ میں تحیۃ الطواف ادا کرلے تو حرج نہیں حنفی حجاج عصر کے بعد کئے ہوئے طواف کی دو رکعات عموماً اسی وقت پڑھتے ہیں۔

وعند خروج الخطیب حتی یفرغ من الصلوٰۃ۔

ترجمہ۔اور خطیب کے نکلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے نماز سے۔

تشریح۔(۵) جب امام جمعہ کے روز خطبہ کے واسطے حجرۃ سے نکلے یا اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو اُس وقت سے جمعہ کی نماز ختم ہونے تک سب نوافل اور واجب لغیرہ یہاں تک کہ جمعہ کی سُنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ جو سنتیں امام کے کھڑے ہونے سے پہلے شروع کی تھیں ان کو پورا کرلے۔ یہی صحیح ہے۔ (ع) اور فرض و واجب کی قضاء، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت بھی اس وقت مکروہ تحریمی ہے۔ ہر خطبہ کا یہی حکم ہے۔ خواہ عیدین کا خطبہ ہو یا حج، نکاح، کسوف یا استسقاء کا خطبہ ہو۔

وعند الاقامة الاسنة الفجر۔

ترجمہ۔ اور اقامت کے وقت مگر فجر کی سنت۔

تشریح۔(٦) جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو نفل و سنت اور فرض و واجب کی قضا شروع کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ فجر کی سنت کو اقامت کے بعد بھی پڑھنا جائز ہے۔ جب کہ جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔ اگر قعدہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنت پڑھنا جائز ہے۔ لیکن جماعت کی صف سے دور پڑھے اور اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو کہ قعدۂ اخیرہ بھی نہ ملے گا تو ان سنتوں کو ترک کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔

وقبل العيد ولو فى المنزل وبعده فى المسجد۔

ترجمہ۔ اور عید کی نماز سے پہلے اگرچہ گھر ہی میں ہوں اور عید کی نماز کے بعد مسجد میں۔

تشریح۔(۷) عیدین کی نماز سے پہلے گھر، مسجد اور عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد مسجد و عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

وبين الجمعين فى عرفة ومزدلفة۔

ترجمہ۔ اور دو جمعوں کے درمیان عرفہ اور مزدلفہ میں۔

تشریح۔(۸) دو مقام پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ ایک تو عرفات میں اور دوسرے مزدلفہ میں۔ عرفات میں ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کو جمع کرتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا ظہر پڑھنے کے بعد فوراً عصر کی اقامت کہہ کر عصر شروع کر دی جائے گی اور پھر عصر کے بعد بھی نفل و سنت نہیں پڑھ سکتے۔ اس لئے کہ عصر کے بعد نفل مکروہ ہے اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء کو جمع کرتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان بھی نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن یہاں دونوں فرض کے بعد مکروہ نہیں اس لئے مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔

وعند ضیق وقت المکتوبۃ۔

ترجمہ۔ اور فرض نماز کے وقت کے تنگ ہونے کے وقت۔

تشریح۔(۹) یعنی جب کسی فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔ مثلاً فجر میں طلوع آفتاب کا وقت قریب ہو گیا اور ابھی تک فجر نہیں پڑھی تو اس کے لئے سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ومدافعۃ الاخبثین۔

ترجمہ۔ اور بول وبراز کے دبائو کے وقت۔

تشریح۔(۱۰) پیشاب پاخانہ کی حاجت، اسی طرح ریح کو روک کر کوئی نماز پڑھنا خواہ فرض ہو یا نفل مکروہ تحریمی ہے۔

وحضور طعام تتوقہ نفسہ۔

ترجمہ۔ اور کھانا حاضر ہونے کے وقت جس کا نفس مشتاق ہو۔

تشریح۔(۱۱) یعنی جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو بے کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وما یشغل البال ویخل بالخشوع۔

ترجمہ۔ اور (مکروہ ہے نماز پڑھنا) ہر اُس چیز کے قریب جو دل کو مشغول کر دے اور خشوع میں خلل ڈال دے۔

تشریح۔(۱۲) یعنی وہ جہاں نماز پڑھنا چاہتا ہے وہاں ایسی کوئی چیز ہے جو دل کو مشغول کرنے اور خشوع میں خلل ڈالنے والی ہے مثلاً کوئی باتیں کر رہا ہے یا گانا بجا رہا ہے وغیرہ وہاں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یا تو جگہ بدل لے یا ان چیزوں کو بند کروادے۔

(باب الاذان)

یہ باب اذان کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح۔ چونکہ وقت نماز کے لئے ظاہری سبب ہے اور اذان وقت کے شروع ہونے کا اعلان ہے اس لئے پہلے اوقات بیان کئے گئے اور اس کے بعد اذان کا ذکر کیا گیا۔

اذان کا ثبوت قرآن وحدیث دونوں سے ہے۔ باری تعالیٰ کا قول ہے {واذا نادیتم الی الصلوۃ اتخذوھا ھزواً ولعبا} یعنی جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔ اس آیت میں نداء الی الصلوٰۃ سے مراد اذان ہی ہے۔

اذان کی مشروعیت کا مختصر قصہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز اور جماعت کے اوقات کی اطلاع کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا بعض نے رائے دی کہ یہود کی طرح سنکھ بجادیا جائے۔ بعض حضرات نے کہا کہ آگ جلادی جایا کرے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت الصلوٰۃ جامعۃ کہہ دیا جائے اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ نے اذان کا طریقہ ان کو تعلیم کیا کہ اسی طریقہ سے نماز کے اوقات اور جماعت کی اطلاع مسلمانوں کو کی جایا کرے۔ صبح کو عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک یہ سچ ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسی طرح اذان دیا کرو۔ اذان کب مشروع ہوئی تو اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اذان ۱ھ میں مشروع ہوئی۔ دوسرا یہ کہ ۲ھ میں مشروع ہوئی۔ اذان، یہ تاذین باب تفعیل کا اسم ہے اور باب تفعیل کا اسم فَعَالاً کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے وَدَّعَ سے وَدَاعاً، سلّم سے سَلَاماً، کلّم سے کَلَاماً۔ اذان کے معنی لغت میں خبر دار کرنا اور شرع میں مخصوص نمازوں کے لئے مخصوص الفاظ سے مخصوص طریقہ پر نماز کے وقت کے داخل ہونے کی خبر دینا ہے۔(م۔ط)

سن الاذان و الاقامة سنة مؤكدة للفرائض ولو منفرداً اداءً وقضاءً سفراً وحضراً للرجال و كرها للنساءِ۔

ترجمہ۔ مسنون ہے اذان و اقامت سنت مؤکدہ کے طور پر فرض نمازوں کے لئے اگرچہ وہ منفرد ہو، ادا ہو یا قضا، سفر میں ہو یا حضر میں مردوں کے لئے اور مکروہ ہے وہ دونوں عورتوں کے لئے۔

تشریح۔ اذان پانچوں نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لئے مردوں پر سنت مؤکدہ ہے اور بعض حضرات نے اس کو واجب کہا ہے۔ فرائض کی قید سے وہ نمازیں نکل گئیں جو اس کے علاوہ ہیں۔ چنانچہ نماز جنازہ، وتر، عیدین، سنن، تراویح، کسوف اور استسقاء وغیرہ کے لئے اذان و اقامت نہیں دلوائی جائے گی۔

ولو منفرداً۔ یعنی فرض پڑھنے والا اکیلا ہی کیوں نہ ہو تب بھی وہ اذان و اقامت کہے گا۔

اداءً و قضاءً۔ یعنی ادا نماز ہو یا قضاء دونوں کے لئے اذان و اقامت کہے گا۔ لیکن قضا نماز ایسی جگہ میں ادا کر رہا ہو جہاں لوگ موجود ہیں جیسے مسجد تو اگر جماعت کے ساتھ قضا پڑھی جا رہی ہو تو اذان و اقامت نہ کہے اور اگر منفرد ہو تو اس قدر آواز سے دے کہ وہ خود ہی سن سکے۔

سفراً و حضراً۔ یعنی مسافر ہو یا مقیم ہو۔ مسافر کے لئے بھی اذان و اقامت سنت مؤکدہ ہے۔ اگر صرف اقامت کہی اور اذان چھوڑ دی تو بلا کراہت جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔(ع)

للرجال۔ یعنی اذان صرف مردوں کے لئے مسنون ہے عورتوں کے لئے خواہ وہ تنہا پڑھیں یا جماعت کے ساتھ اذان و اقامت مسنون نہیں ہے۔ عورتوں کی جماعت جب کہ امام بھی عورت ہو مکروہ ہے۔(ع)

ویکبر فی اولہ اربعا و یثنی تکبیر آخرہ کباقی الفاظہ۔

ترجمہ۔ اور تکبیر کہے اذان کے شروع میں چار مرتبہ اور دو مرتبہ کہے آخری تکبیر کو اذان کے باقی الفاظ کی طرح۔

تشریح۔ اذان کے شروع میں دو سانس میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ پہلی سانس میں دو دفعہ اللہ اکبر کہے پھر دوسری سانس میں دو دفعہ اللہ اکبر کہے اور اخیر میں اذان کے دوسرے کلمات جیسے شہادتین و حیعلتین کی طرح اللہ اکبر دو مرتبہ کہے مگر ایک ہی سانس میں

ولا ترجیع فی الشہادتین والاقامۃ مثلہ

ترجمہ۔ اور شہادتین میں ترجیع نہیں ہے۔ اور اقامت اذان کی طرح ہے۔

تشریح۔ شہادتین میں ترجیع یہ ہے کہ پہلے آہستہ آواز سے اشہد ان لا الہ الا اللہ دو بار، اشہد ان محمد رسول اللہ دو بار کہے پھر اس کے بعد ان چاروں کلمات کو بلند آواز سے کہے۔ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

ویزید بعد فلاح الفجر الصلاۃ خیر من النوم مرتین و بعد فلاح الاقامۃ قد قامت الصلوٰۃ مرتین۔

ترجمہ۔ اور زیادہ کرے فجر کی فلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ اور اقامت کی فلاح کے بعد قد قامتِ الصلوٰۃ دو مرتبہ۔

تشریح۔ یعنی فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کرے اور اقامت میں حیَّ علی الفلاح کے بعد قد قامتِ الصلوٰۃ کا اضافہ کرے۔

ویتمہل فی الاذان و یسرع فی الاقامۃ۔

ترجمہ۔ اور اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت میں جلدی کرے۔

تشریح۔ ٹھہر ٹھہر کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کلموں کے درمیان میں جلدی نہ کرے۔ بلکہ کچھ دیر ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے لے۔ اللہ اکبر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہے۔ لہذا اللہ اکبر دو دفعہ کہنے کے بعد رُکے پھر اللہ اکبر دو دفعہ کہہ کر رُکے پھر ہر کلمہ پر توقف کرتا رہے اور اقامت میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دو کلموں کے درمیان فصل نہ کرے بلکہ ایک ایک سانس میں دو کلمے کہے۔ (ح)

ولا یجزء بالفارسیۃ و ان علم انہ اذان فی الاظہر۔

ترجمہ۔ اور نہیں کافی ہے اذان فارسی میں اگرچہ معلوم ہو جائے کہ یہ اذان ہی ہے ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح۔ اذان و اقامت کا عربی زبان میں خاص انہیں الفاظ سے ہونا جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہے ضروری ہے اور اگر کسی اور زبان میں مثلاً فارسی میں یا عربی زبان میں منقولہ الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہو گی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے بلکہ دوبارہ مسنون طریقہ پر لوٹانی پڑے گی۔

ویستحب ان یکون المؤذن صالحا عالما بالسنۃ و اوقات الصلوٰۃ۔

ترجمہ۔ اور مستحب یہ ہے کہ موٴذن نیک ہو (اذان کی) سنت سے اور نماز کے اوقات سے واقف ہو۔

تشریح۔ یہاں سے اذان کے ان مستحبات کو بیان کرتے ہیں جو موٴذن سے متعلق ہیں۔ فرماتے ہیں کہ موٴذن صالح ہو۔ صالح سے مراد یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرنے والا ہو لیکن چونکہ قحط الرجال کے اس دور میں ایسی شخصیت کا ملنا مشکل ہے اس لئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح متقی سے کی ہے اور متقی سے مراد یہ ہے کہ اس کا ظاہر نیک ہو۔ لہذا فاسق کی اذان مکروہ ہے اور اذان و اقامت کے مسنون طریقے اور ضروری مسائل کو جانتا ہو اور نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو۔ چنانچہ ایسا موٴذن ہی ثواب کا مستحق ہوتا ہے پس اگر جاہل آدمی یعنی جس کو اذان و اقامت کا مسنون طریقہ اور نماز کے اوقات کا علم نہ ہو اذان دے تو موٴذن کے لئے جو فضیلت اور ثواب ہے وہ اس کو حاصل نہ ہو گا۔

وعلی وضوء مستقبل القبلۃ الا ان یکون راکبا۔

ترجمہ۔ اور باوضو ہو، قبلہ کی طرف منہ کئے ہو مگر یہ کہ سوار ہو۔

تشریح۔ مستحب یہ ہے کہ اذان باوضو دی جائے۔ لیکن اگر بے وضو اذان دی تو بلا کراہت جائز ہے۔ مگر اس کی عادت کر لینا بُرا ہے۔ نیز مستحب ہے کہ موٴذن قبلہ رُخ ہو کر کھڑا ہو اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کیا تو مکروہ تنزیہی ہو گا اور اعادہ کر لینا مستحب ہے۔(ع) البتہ سفر کی حالت میں جب کہ سوار ہو، استقبالِ قبلہ ضروری نہیں ہے۔

وان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ۔

ترجمہ۔ اور (مستحب ہے) کہ موٴذن اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں کر لے۔

تشریح۔ اذان دیتے وقت موٴذن کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (انگوٹھے کے پاس والی) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کر لے تاکہ آواز بلند ہو اور بہرا اور دور کا آدمی جو آواز نہیں سُن سکتا وہ اس فعل کو دیکھ کر جان لے کہ اذان ہو رہی ہے۔ اقامت میں یہ معمول نہیں ہے کیوں کہ اقامت میں آواز کو بلند کرنا نہیں ہے اس لئے اس میں دونوں ہاتھوں کو چھوڑے رکھے۔(ع)

وان یحول وجھه یمینا بالصلوٰۃ ویسارًا بالفلاح۔

ترجمہ۔ اور (مستحب ہے) کہ پھیرے اپنے چہرے کو داہنی طرف حی علی الصلوٰۃ میں اور بائیں طرف حی علی الفلاح میں۔

تشریح۔ اذان میں حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت اپنے چہرے کو دائیں طرف گھمائے اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف گھمائے۔ چہرہ اس طرح گھمائے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے بلکہ اُسی طرح اپنی جگہ قائم رہے۔ خواہ اکیلا صرف اپنے واسطے اذان دے اور خواہ اذان نماز کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے۔ مثلاً نومولود بچے کے لئے کان میں جو اذان دی تو اس میں بھی ان دونوں کلموں کے وقت منہ کو دائیں بائیں پھیرنا چاہیے۔(ط) اور اقامت میں دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہ پھیرے اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اقامت میں حیعلتین میں دائیں بائیں منہ نہ پھیرے اس لئے کہ اذان میں یہ فعل ضرورت کی وجہ سے ہے کہ غائبین کو اچھی طرح اعلان ہو جائے اور اقامت میں اس کی ضرورت نہیں اس لئے کہ نمازی موجود ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ جماعت کی جگہ کشادہ ہو تو اقامت میں بھی ان کلمات کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے اور بعض فرماتے ہیں کہ جگہ کشادہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں منہ پھیرے۔(ع)

فائدہ۔ صحیح قول یہ ہے اقامت میں تحویل مسنون نہیں ہے مگر پھیرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

ویستدیر فی صومعته۔

ترجمہ۔ اور گھوم جائے اپنی کوٹھری میں۔

تشریح۔ "صومعہ" منارہ کو کہتے ہیں۔ یہ دراصل راہب کی عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے۔(ح) یہاں پر اس سے مراد وہ بلند جگہ ہے جو خاص طور پر اذان کے لئے بنائی گئی ہو۔ جس میں قبلہ کی طرف اور دائیں بائیں کھڑکیاں ہوں تاکہ اذان کی آواز دور تک پہنچ سکے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر اذان دینے کی جگہ (صومعہ) کشادہ ہو اور دونوں قدموں کو اپنی جگہ پر جمائے رکھنے کے ساتھ صرف چہرے کو گھمانے سے اعلام حاصل نہ ہوتا ہو تو حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طرف والی کھڑکی کے پاس جائے اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ بلند آواز سے کہے اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں کھڑکی کے پاس جا کر سر نکالے اور دو مرتبہ بلند آواز سے حی علی الفلاح کہے۔ پھر اپنی جگہ پر آ کر بقیہ کلمات کہے اور اگر اپنی جگہ پر قدموں کو جمائے رکھ کر صرف دائیں بائیں منہ پھیرنے سے اعلام حاصل ہو جاتا ہو تو اپنی جگہ پر سے قدم نہ ہٹائے۔(ح)

نوٹ۔ یہ ساری تفصیل اُس وقت ہے جب اذان مائک کے بغیر دی جا رہی ہو، اگر مائک ہو تو چونکہ مقصد اعلام یونہی حاصل ہے اس لئے ادائے سنت کی نیت سے چہرہ یمیناً شمالاً گھما لے۔

و یفصل بین الاذان والاقامۃ بقدر ما یحضر الملازمون للصلوٰۃ مع مراعاۃ الوقت المستحب و فی المغرب بسکتۃ قدر قراءۃ ثلاث اٰیات قصار او ثلث خطوات۔

ترجمہ۔اور فصل کرے اذان و اقامت کے درمیان اتنی مقدار کہ آجائیں وہ لوگ جو نماز کے پابند ہیں۔ وقتِ مستحب کی رعایت کے ساتھ اور مغرب میں تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے یا تین قدموں کے چلنے کی مقدار سکتہ کے ساتھ۔

تشریح۔مسئلہ یہ ہے کہ موٴذن تمام نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان اتنی مقدار جلسہ کرے کہ نماز کی پابندی کرنے والے حضرات طہارت وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو جائیں کیوں کہ اذان و اقامت کے درمیان فصل نہ کرنا مکروہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اذان سے جو مقصود ہے لوگوں کو دخولِ وقت کی خبر دینا تاکہ وہ نماز کی تیاری کر سکیں، وصل سے فوت ہو جاتا ہے۔ پس اگر نماز سے پہلے کوئی مسنون یا مستحب نماز ہو تو اذان و اقامت کے درمیان نماز کے ساتھ فصل کرے۔ اور مغرب میں بھی اذان و اقامت کے درمیان اتنا فصل ضروری ہے جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں پڑھ سکے پھر اقامت کہے، یا اس قدر فصل کرے کہ تین قدم چلنا ممکن ہو یعنی اتنی مقدار خاموش کھڑا رہے۔

ویثوب کقولہ بعد الاذان الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا مصلین۔

ترجمہ۔ **اور تثویب کرے۔ مثلاً اذان کے بعد کہے الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا مصلین۔ (نمازیو! نماز تیار ہے۔)**

تشریح۔تثویب کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اعلام بعد الاعلام (یعنی ایک اعلان کے بعد دوبارہ اعلان کرنے) کو کہتے ہیں۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نماز کے اعلان کا نام تثویب ہے۔ تثویب کے لئے نہ الفاظ مخصوص ہیں اور نہ زبان کا عربی ہونا ضروری ہے۔ بلکہ مقامی زبان میں جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے، جائز ہے۔ چنانچہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ دیا یا قَامَتْ قَامَتْ کہا تو یہ بھی تثویب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یوں کہدے کہ نماز تیار ہے، جماعت تیار ہے، تب بھی درست ہے۔ اور اگر صرف کھانسنے سے لوگ سمجھ جائیں تو یہ بھی تثویب ہے۔ حاصل یہ کہ جیسا جہاں دستور ہو اسی کے مطابق وہاں تثویب کی جائے۔ تثویب کا طریقہ یہ ہے کہ اذان کے بعد اتنی دیر ٹھہر جائے جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھ سکے۔ پھر تثویب کہے۔ پھر اسی قدر (بیس آیتیں) بیٹھے، پھر اقامت کہے۔ (ح) رہی یہ بات کہ تثویب صرف فجر کی نماز میں جائز ہے یا تمام نمازوں میں؟ تو اس بارے میں فقہائے متقدمین کا مذہب یہ ہے کہ صرف فجر میں جائز ہے۔ دوسری نمازوں میں مکروہ ہے۔ اور فقہائے متاخرین نے مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں تثویب کو بہتر قرار دیا ہے۔ (ع)

ویکرہ التلحین۔

ترجمہ۔ **اور مکروہ ہے تلحین۔**

تشریح۔ تلحین کے معنی ہے گانا۔ یعنی ایسی آواز سے اذان دینا جس سے کلمات میں تغیر آجائے یعنی حروف کی ادائیگی و حرکات و سکنات و مد وغیرہ میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ جس طریقے سے گانے والے آواز میں حسن پیدا کرنے کے لئے حروف میں کمی زیادتی اور کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے کلمات کو کہتے ہیں۔ تو یہ طریقہ اذان میں اختیار کرنا مکروہ ہے۔ البتہ ایسی خوش آوازی سے اذان کہنا جس میں تغیرِ کلمات نہ ہو بہت ہی خوب اور حسن ہے۔ اس لئے کہ اس سے خوب اثر ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مؤذن صحیح طریقہ سے اذان دیتا ہے اور لہجہ اس کا ایسا دل کش ہوتا ہے کہ رقت طاری ہو جاتی ہے اور لوگ مسجد کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے غیر مسلموں نے صرف اذان سُن کر اسلام قبول کیا۔ انہوں نے یہی سوچا تھا کہ جس اذان میں اس قدر خوبی ہے کہ صرف اس کی آواز سے ہم بے خود ہوئے جا رہے ہیں تو یہ اذان جس مذہب میں ہے اس مذہب میں کس قدر خوبی ہو گی۔ چنانچہ یہی اذان ان کے لئے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنی۔

واقامة المحدث واذانه۔

ترجمہ۔ اور (مکروہ ہے) بے وضو کی اقامت اور اس کی اذان۔

تشریح۔ محدث کی اذان کے بارے میں دو روایتیں ہیں ۔ ایک روایت کے مطابق محدث کی اذان مکروہ نہیں ہے۔ یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق مکروہ ہے۔ اور بے وضو کی اقامت مکروہ ہے۔

واذان الجنب وصبی لا یعقل و مجنون وسکران و امرأة وفاسق وقاعد۔

ترجمہ۔ اور جنبی اور ایسے بچے کی اذان جو سمجھ نہ رکھتا ہو اور پاگل، نشہ والے شخص، عورت، فاسق اور بیٹھے ہوئے شخص کی اذان (مکروہ ہے۔)

تشریح۔ جنبی کی اذان و اقامت دونوں مکروہ ہیں۔ نا سمجھ بچہ کی اذان مکروہ ہے۔ بلکہ صحیح ہی نہیں ہو گی۔ (ح) اس لئے اعادہ کر لینا چاہیے۔ اگر سمجھ دار لڑکا اذان دے تو بلا کراہت صحیح ہے اسی طرح نشہ کی حالت میں کوئی اذان دے تو بھی مکروہ ہے اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ فاسق گناہ کبیرہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ مثلاً ڈاڑھی منڈانے والے کی اذان مکروہ ہو گی۔ مگر لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

والکلام فی خلال الاذان وفی الاقامة ویستحب اعادته دون الاقامة۔

ترجمہ۔ اور (مکروہ ہے) اذان و اقامت کے درمیان کلام کرنا اور مستحب ہے اذان کا لوٹانا نہ کہ اقامت کا۔

تشریح۔ اذان و اقامت کے درمیان مؤذن کا کلام کرنا خواہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو مکروہ ہے اور اذان کا اعادہ مستحب ہے۔ خواہ کلام قلیل ہو یا کثیر ۔ بعض کے نزدیک اگر کلام قلیل ہو تو اعادہ نہ کرے اور کثیر ہو تو اعادہ کرے اور ایک دو کلموں سے کلام کرنا قلیل ہے اور اقامت کا اعادہ کسی حال میں بھی نہیں ہے۔

ویکرھان لظھر یوم الجمعۃ فی المصر۔

ترجمہ۔ اور مکروہ ہے اذان واقامت جمعہ کے دن کی ظہر کے لئے شہر میں۔

تشریح۔ یعنی اگر کوئی شخص جمعہ کے روز ایسے شہر اور بڑے گائوں میں جہاں جمعہ ہوتا ہو، جمعہ نہ پڑھے بلکہ ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان واقامت مکروہ ہے۔ خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور نماز جمعہ ختم ہونے سے پہلے پڑھے یا بعد میں اور چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے روز ظہر کی نماز کے لئے اذان واقامت بلا کراہت درست ہے۔

ویؤذن للفائتۃ ویقیم۔

ترجمہ۔ اور اذان دے فوت شدہ نماز کے لئے اور اقامت بھی کہے۔

تشریح۔ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے اذان واقامت دونوں کہے۔ خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے جب کہ مسجد کے علاوہ گھر وغیرہ میں ہو۔ کیوں کہ نماز کا قضا ہونا سستی وغفلت پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں سستی وغفلت گناہ ہے اور گناہ کو ظاہر کرنا اچھا نہیں ہے اور مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ قضا کرنا لوگوں پر گناہ کو ظاہر کرنا ہے اور یہ مکروہ ہے۔ لہذا اگر مسجد میں یا ایسی جگہ میں جہاں لوگوں پر اظہار ہوتا ہو قضا نماز جماعت سے پڑھے تو اذان واقامت نہ کہے اور اگر منفرد ہو تو اتنی آواز سے دے کہ وہ خود ہی سن سکے۔

وکذا الاولی الفوائت وکرہ ترک الاقامۃ دون الاذان فی البواقی ان اتحد مجلس القضاء

ترجمہ۔ اور اسی طرح فوت شدہ نمازوں میں پہلی کے لئے (اذان وتکبیر دونوں کہے) اور مکروہ ہے اقامت کا چھوڑ دینا نہ کہ اذان کا باقی قضا نمازوں میں اگر قضا کی مجلس ایک ہو۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں اور ان کو ایک ہی مجلس میں قضا کرے تو پہلی نماز کے لئے اذان بھی دے اور اقامت بھی کہے اور باقی نمازوں میں اختیار ہے، چاہے ہر نماز کے لئے اذان واقامت دونوں کہے یا صرف اقامت پر اکتفا کرے اور یہ اختیار اذان کے ترک کرنے یا نہ کرنے کے لئے ہے۔ باقی اقامت ہر نماز کے لئے کہے۔ چنانچہ اگر اذان پر اکتفاء کیا اور اقامت چھوڑ دی تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اقامت پر اکتفاء کیا اذان کو چھوڑ دیا تو مکروہ نہیں۔ یہاں پر اتحادِ مجلس کی قید لگائی لہذا اگر مختلف مجلسوں میں قضا کرے یعنی ہر مجلس میں ایک نماز قضا کرے تو اذان واقامت ہر نماز کے لئے کہے گا، اس صورت میں اذان کے ترک کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔ (ح)

واذا سمع المسنون منه امسك وقال مثله وحوقل فی الحیعلتین۔

ترجمہ۔ اور جب مسنون اذان سنے تو رک جائے اور کہے اسی کے مثل اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح میں۔

تشریح۔ اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے۔ لیکن معتمد اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور عمل سے جواب واجب ہے۔ لہٰذا جو شخص مسجد سے باہر ہو اس کو عملی جواب یعنی مسجد میں آنا واجب ہے اور زبانی جواب مستحب ہے۔(ع) یہاں پر فرمایا کہ جب مسنون اذان سنے، پس اگر کوئی شخص اذان کی آواز دور ہونے یا بہرہ ہونے کی وجہ سے نہ سنے تو اس کے لئے رک کر اذان کا جواب دینا نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو علم ہو کہ اذان ہو رہی ہے اور مسنون کی قید لگائی۔ لہٰذا اگر سنت طریقہ کے خلاف کہی گئی۔ مثلاً حروف کو گھٹا بڑھا کر یا عورت نے اذان دی تو ایسی اذان کا جواب دینا مستحب نہیں ہے۔

امسك۔ یعنی جب مسنون اذان سنے تو رُک جائے۔ رک جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر چل رہا ہو تو اذان کے جواب کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح ہر ایسی چیز سے رُک جائے جو اذان سننے اور اس کا جواب دینے میں مخل ہو۔ چنانچہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے۔ یعنی مناسب نہیں ہے۔ خلاف اولیٰ ہے۔ یہاں تک کہ اگر قرآن کی تلاوت کرتا ہو تو اس کو بند کر کے اذان کا جواب دینے میں مشغول ہو جائے۔ یہ افضل ہے اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔(ماخوذ از ع و ح)

وقال مثله۔ اذان کا جواب اس طرح دے کہ جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ یعنی جس عمل کی طرف بلایا جا رہا ہے اس کی طرف بغیر اللہ کی توفیق و مدد کے نہیں پہنچ سکتا اور اگر مؤذن کے کہے ہوئے لفظ لوٹائے گا تو یہ استہزاء ہوگا۔ اس لئے کہ جب کوئی بات امر کے صیغہ سے کہی جاتی ہے تو اس کو اسی لفظ سے لوٹانے والا استہزا کرنے والا کہا جاتا ہے اس لئے حیعلتین کا جواب میں حوقلہ کہے۔

وقال صَدَقْتَ و بَرَرْتَ او ماشاء الله عند قول المؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم۔

ترجمہ۔ اور صدقت و بررت یا ماشاء اللہ کہے مؤذن کے الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کے وقت۔

تشریح۔ یعنی فجر کی اذان میں جب مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو اس کے جواب میں صدقت و بررت کہے یا ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن کہے۔(ح)

ثم دعا بالوسیلة فیقول اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰۃ القائمة اٰتِ محمدن الوسیلة و الفضیلة وابعثه مقاماً محمودان الذی وعدته۔

ترجمہ۔ پھر وسیلہ کی دعا مانگے۔ سو کہے اے اللہ ! اس کامل پکار کے مالک اور دائمی نماز کے رب، محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

تشریح۔ اذان کے ختم پر موٴذن بھی اور جواب دینے والا بھی درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے (جو متن میں ہے)۔

الوسیلة۔ 'وسیلہ' جنت کے اندر ایک اعلیٰ مقام ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے تمام موٴمن بندوں میں سے صرف ایک کو ہی ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ (م)

و الفضیلة۔ یہ یا تو وسیلہ کی تفسیر ہے یا کوئی دوسرا درجہ ہے۔(ح) والفضیلة کے بعد والدرجة الرفیعة کا اضافہ جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، اس کی حدیث شریف میں کہیں کوئی اصل نہیں ہے۔(ح)

مقاماً محمودا مقام محمود کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محموداً ۔ یہ مقام تمام انبیاء علیہم السلام میں سے آنحضرت صلی اللہعلیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں۔ مگر صحیح وہ ہے جو احادیث صحیحہ میں خود رسول ﷺ سے منقول ہے۔ یہ مقام شفاعتِ کبریٰ کا ہے کہ میدانِ حشر میں جس وقت تمام بنی آدم جمع ہوں گے اور ہر نبی و پیغمبر سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو تمام انبیاء علیہم السلام عذر کر دیں گے۔ صرف رسول اللہ ﷺ کو یہ شرف عطا ہو گا کہ تمام بنی آدم کی شفاعت فرما دیں گے۔(معارف القرآن)

اس دعا کے آخر میں انك لا تخلف المیعاد کا اضافہ بیہقی کی روایت میں موجود ہے۔(ع)

(باب شروط الصلوٰة وارکانها)

یہ باب نماز کی شرطوں اور اس کے ارکان کے (بیان میں) ہے

تشریح۔ شروط، شرْط (بسکون الراء) کی جمع ہے۔ لغوی معنی علامت کے ہیں اور اصطلاحی معنی وہ خارجی چیز جس پر کسی چیز کا پایا جانا موقوف ہو۔ مثلاً طہارت، ستر عورت، استقبالِ قبلہ وغیرہ کہ نماز کا صحیح ہونا ان پر موقوف ہے اور یہ چیزیں نماز کی حقیقت وماہیت سے خارج ہیں۔ لہذا جو فرائض نماز کے باہر ہیں ان کو شرائطِ نماز کہا جاتا ہے۔ اور ارکان ؒ رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنی ستون اور مضبوط پہلو کے ہیں اور اصطلاحی معنی شئی کے وہ اجزاء جن سے شئی کی حقیقت وماہیت مرکب ہوتی ہے۔ مثلاً قیام، قراءت، رکوع، دونوں سجدے، قعدہ اخیرہ۔ یہ وہ اجزاء ہیں جن سے نماز کی حقیقت مرکب ہوتی ہے۔ لہذا جو فرائض نماز کے اندر ہیں یعنی نماز کی ماہیت میں داخل ہیں ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں اگر ان میں سے ایک رکن بھی نہیں پایا گیا تو نماز نہ ہو گی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اذان و اقامت کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے نماز کے شرائط وارکان کو بیان فرماتے ہیں۔

لابد لصحة الصلوٰة من سبعة و عشرين شیأً ۔

ترجمہ۔ نماز کے صحیح ہونے کے لئے ستائیس چیزیں ضروری ہیں۔

تشریح۔ یعنی اگر نماز میں ستائیس چیزیں پائی جائیں گی تو نماز صحیح ہوگی ورنہ صحیح نہ ہوگی۔ بعض فقہاء نے جو نماز کے باہر کی چھ شرطیں اور نماز کے اندر کے چھ رکن صرف بیان کئے ہیں وہ ذہن سے قریب کرنے کے لئے اور تعلیم کی آسانی کی غرض سے بیان کئے ہیں ورنہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو ستائیس فرائض بیان کئے ہیں وہ سب کے سب مصلی کے لئے ضروری ہیں۔ بلکہ یہ فرائض ستائیس چیزوں میں بھی منحصر نہیں ہیں اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔(ح)

الطهارة من الحدث و طهارة الجسد والثوب والمكان من نجس غير معفو عنه حتى موضع القدمين واليدين و الركبتين والجبهة على الاصح ۔

ترجمہ۔(۱) حدث سے پاک ہونا اور بدن، کپڑے اور جگہ کا اس (مقدار) نجاست سے پاک ہونا جس کی معافی نہیں دی گئی یہاں تک کہ دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور صحیح قول کے مطابق پیشانی کی جگہ کا پاک ہونا۔

تشریح۔(۱) پہلا فرض نمازی کا حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا۔ حدثِ اکبر یعنی غسل فرض ہونا اور حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونا۔ پس جس پر غسل فرض ہو اس کو غسل کرنا اور جس کا وضو نہیں ہے اس کو وضو کرنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ اسی طرح نمازی کے بدن اور کپڑوں اور نماز کی جگہ کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا، خواہ وہ غلیظہ ہو یا خفیفہ، جب کہ نجاست اتنی لگی ہو جو معفو عنہ مقدار سے زائد ہو۔ چنانچہ بدن یا کپڑے پر نجاست غلیظہ ایک درہم سے زائد نہ ہونا اور نجاست خفیفہ کا چوتھائی کپڑے تک نہ ہونا نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لہذا اگر نجاستِ غلیظہ ایک درہم یا اُس سے کم اور نجاستِ خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ (ع) اور نماز کی جگہ کے پاک ہونے سے مراد قیام و سجود کی جگہیں ہیں یعنی دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پیشانی کی جگہ کا پاک ہونا ہے۔ زمین یا فرش وغیرہ جس پر نماز پڑھتا ہے اس کے سب حصہ کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔

وستر العورة ولا یضر نظرها من جیبه و اسفل ذیله۔

ترجمہ۔(۲) اور ستر کا چھپانا اور نہیں نقصان دیتا ہے ستر کا دیکھ لینا اپنے گریبان اور دامن کے نیچے سے۔

تشریح۔ لفظِ عورت کے معنی مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو چھپانا فرض ہے اور اس کو ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے اور ستر کے معنی چھپانا۔ پس ستر عورت یعنی جسم کا جو حصہ چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا نماز کے صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے۔ خواہ اکیلا نماز پڑھے یا لوگوں کے سامنے۔ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں ہے اس لئے اس کا چھپانا

فرض نہیں اور گھٹنے ستر میں داخل ہیں لہذا ان کا چھپانا فرض ہے اور آزاد عورت کے چہرے، دونوں ہتھیلی اور دونوں قدم کے سوا پورا بدن ستر ہے۔ چنانچہ جتنے بدن کا ڈھانکنا فرض ہے اس میں سے جب چوتھائی عضو کھل جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ بشرطیکہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہے۔

ولایضر۔ سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں اپنا ستر دوسرے شخصوں سے چھپانا فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں اور دوسروں سے ستر چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چاروں طرف سے ستر کو ڈھانکنا ضروری ہے نہ کہ نیچے کی طرف سے۔ چنانچہ اگر کسی کو سجدہ میں اس کا ستر نظر نہ آتا ہو لیکن اگر کوئی شخص اس کے نیچے سے دیکھے تو ستر نظر آجائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (کسی کا اس طرح نیچے سے ستر کو دیکھنا حرام ہے) اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں ہے۔ لہذا اگر قمیص پہن کر بغیر ازار کے نماز پڑھے اور قمیص ایسی ہو کہ اگر اس کے گریبان میں دیکھے تو ستر نظر آئے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ع)

واستقبال القبلة فللمكي المشاهد فرضه اصابة عينها ولغير المشاهد جهتها ولو بمكة على الصحيح

ترجمہ۔ (۳) اور قبلہ کی طرف منہ کرنا، پس مکہ والے کے لئے جو دیکھ رہا ہے اس کا فرض عین کعبہ کا رُخ کرنا ہے اور نہ دیکھنے والے کے لئے جہتِ کعبہ کا، اگرچہ وہ مکہ میں ہو، صحیح قول کے مطابق۔

تشریح۔ استقبالِ قبلہ بھی نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ قبلہ کے لغوی معنی ہیں جہت، سمت، رُخ اور استقبال کے معنی رُخ کرنا اور اصطلاح میں قبلہ وہ خاص جہت اور سمت ہے جس کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے جو زمین سے لے کر ساتویں آسمان تک مانی گئی ہے اور خاص وہ تعمیر جس کی طرف رُخ کیا جاتا ہے کعبہ کہلاتا ہے اور اس کے آس پاس کے احاطہ کا نام مسجدِ حرام ہے اور اس شہر کا نام جس میں کعبہ ہے مکہ ہے۔ (ایضاح الاصباح) پس قبلہ وہ عمارت نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جو کعبہ کی عمارت سے گھری ہوئی ہے۔ لہذا اگر تعمیر خدانخواستہ منہدم بھی ہو جائے تب بھی اس جگہ ہی کی طرف منہ کرنا لازم ہوگا۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مراد قبلہ کی طرف سینہ کرنا ہے، منہ کرنا شرط نہیں البتہ سنت ہے۔ جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو اور اُس کو کعبہ نظر آتا ہو یعنی اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا پہاڑ وغیرہ حائل نہ ہو تو اس کو خاص کعبہ کی طرف سینہ کرکے نماز پڑھنا لازم ہے اور جو شخص مکہ معظمہ سے باہر ہو یا مکہ ہی میں ہو لیکن خانہ کعبہ کو نہ دیکھتا ہو اس کا قبلہ خانہ کعبہ کی جہت ہے اور جہتِ کعبہ کا رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ہندوستان میں قبلہ مغرب (پچھم) کی طرف ہے کیوں کہ ہندوستان مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ لہذا نمازی اس طرح کھڑا ہو کہ اگر اس کے چہرہ سے خط کھینچا جائے تو وہ خط اس خط پر زاویہ قائم کرتا ہوا گذرے جو خط کعبہ سے شمالاً جنوباً گذر رہا ہے۔ جہتِ کعبہ کو ذیل کے نقشہ سے سمجھیں۔

کعبہ

مستقبل	مستقبل	مستقبل
یہ جہت کعبہ کے مقابل ہے	جہت کعبہ کے مقابل ہے	جہت کعبہ ہے۔
تقریباً	تحقیقاً	تقریباً

یہاں پر علی الصحیح کہا یعنی مکی جو کعبہ نہ دیکھتا ہو وہ بھی جہتِ کعبہ کا رُخ کرے گا اور یہی صحیح ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکی ہر حال میں چاہے کعبہ کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو عین کعبہ کا رُخ کرے گا۔

والوقت واعتقاد دخولہ۔

ترجمہ۔(۴) اور وقت ہونا۔(۵) اور وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد ہونا۔

تشریح۔ وقت کا ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ پس اگر وقت آنے سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہو گی اور وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد ہو یعنی یہ یقین ہو کہ وقت ہو گیا اب اگر اس یقین کے بغیر شک و تردد کی حالت میں پڑھ لی تو اگرچہ حقیقت میں وقت ہو گیا ہو مگر چونکہ اس کو یقین نہیں تھا اس لئے نماز نہ ہو گی۔

والنیۃ والتحریمۃ بلا فاصل۔

ترجمہ۔(٦) اور نیت کرنا،(۷) اور تحریمہ کہنا بلا کسی فصل کے۔

تشریح۔ نماز کی نیت کرنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ نیت ارادہ کا نام ہے۔ نماز کی نیت، خالص اللہ تعالی کے واسطے نماز پڑھنے کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ نیت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دل جانتا ہو کہ کونسی نماز پڑھتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب اس سے دریافت کیا جائے تو بغیر سوچے جواب دے دے کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہوں اور اگر اس نے جواب میں توقف کیا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو اس کا علم نہیں کہ کون سی نماز پڑھتا ہے اور چوں کہ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے اس لئے زبان سے کہنا کچھ ضروری نہیں۔ ہاں اگر زبان سے بھی اس لئے کہہ لیا کہ دل کے ارادے کے ساتھ جمع ہو جائے تو بہتر و مستحب ہے۔

والتحریمۃ یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ چوں کہ اس تکبیر کے بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا، چلنا پھرنا، بات چیت کرنا اور بہت سی وہ چیزیں جو نماز سے باہر جائز تھیں اب حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔

بلافاصل کہہ کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ تحریمہ کے صحیح ہونے کی کچھ شرطیں بیان کرتے ہیں۔ (۱) تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا خواہ حقیقتاً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت و تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت و تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثلاً کھانا پینا، بات چیت کرنا، کوئی چیز خریدنا یا بیچنا۔ البتہ نیت کرنے کے بعد چلنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ ایک شخص اپنے گھر سے ظہر کی نماز امام کے ساتھ پڑھنے کے ارادے سے چلا اور مسجد میں آکر وضو کیا اور پھر امام کے پیچھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور اُس وقت دل میں نیت موجود نہیں تھی تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ نیت اور تحریمہ حکماً ملی ہوئی ہے اور اگر گھر سے وضو کرکے ظہر امام کے ساتھ پڑھنے کے ارادے سے چلا پھر کھانے پینے میں لگ گیا تو اب اس کو از سرِ نو نماز کی نیت کرنی ضروری ہوگی۔ پہلی نیت کافی نہ ہوگی۔ کیوں کہ نیت و تحریمہ کے درمیان ایسی چیز سے فصل ہو گیا جو نماز کے منافی ہے۔

والاتیان بالتحریمة قائما قبل انحنائه للرکوع.

ترجمہ۔ اور تحریمہ کو کھڑے کھڑے ادا کرنا رکوع کے لئے جھکنے سے پہلے۔

تشریح۔ یعنی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں کہنا تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ رکوع کی حالت میں یا رکوع کے قریب جھک کر (یعنی اتنا جھکا ہوا ہو کہ گھٹنوں تک ہاتھ پہنچ جائیں) تکبیر تحریمہ کہی تو صحیح نہ ہوگی۔ مثلاً امام کو رکوع میں پایا اور جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک گیا اور اس حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ تکبیرِ تحریمہ کا قیام کی حالت میں ادا ہونا شرط ہے اور وہ نہیں پایا گیا۔

وعدم تاخیر النية عن التحریمة.

ترجمہ۔ اور نیت کو تحریمہ سے مؤخر نہ کرنا۔

تشریح۔ تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ تحریمہ نیت سے پہلے نہ ہو یعنی نیت اللہ اکبر بولنے سے پہلے کر لینا۔ اگر تکبیر تحریمہ پہلے کہہ لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

والنطق بالتحریمة بحیث یسمع نفسه علی الاصح.

ترجمہ۔ اور تحریمہ کا کہنا اس طور سے کہ وہ خود سُن لے اصح قول پر۔

تشریح۔ تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ تکبیر تحریمہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سُن لے بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔(ح) اگر وہاں شور و غُل ہو تو سننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شور و غل ہٹ جائے تو وہ سُن لے۔ صرف دل میں اجراء کرنا یا اس طرح کہنا کہ خود بھی نہ سن سکے کافی نہ ہوگا اور جو شخص گونگا ہو اس کو تکبیر تحریمہ کے لئے زبان ہلانا واجب نہیں ہے۔(ح) بلکہ صرف نیت سے اس کی نماز شروع ہو جاتی ہے۔

علی الاصح کہا کیوں کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصحیح حروف کافی ہے۔ اگرچہ وہ خود نہ سن سکے۔(م)

ونية المتابعة للمقتدی۔

ترجمہ۔ اور مقتدی کا امام کی متابعت کی نیت کرنا۔

تشریح۔ مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اقتداء کی نیت کرے۔ یعنی دل میں یہ خیال و ارادہ ہو کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ یہ بھی تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ اس کے بغیر اقتداء صحیح نہ ہو گی۔ مگر جمعہ میں اقتداء کی نیت ضروری نہیں اس لئے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جب نیت کرے گا تو اقتداء کی نیت ضمناً ثابت ہو جائے گی۔

وتعيين الفرض و تعيين الواجب ولا يشترط التعيين فی النفل۔

ترجمہ۔ اور فرض کا متعین کرنا اور واجب کا متعین کرنا اور نفل میں تعیین شرط نہیں ہے۔

تشریح۔ یعنی فرض نمازیں صرف نماز کی نیت سے جائز نہیں ہوتیں بلکہ دل میں اس فرض کو متعین کرنا بھی فرض ہے۔ یہ بھی تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ ظہر کی نماز پڑھتا ہوں۔ ظہر و عصر وغیرہ کے ساتھ دن یا وقت کو ملانا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً آج کے دن کی ظہر یا اس وقت کی ظہر کہنا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کا علم ہو کہ وہ اسی وقت کی ظہر یا عصر پڑھتا ہے(ع) اسی طرح نماز واجب میں دل کے اندر اس واجب کو متعین کرنا فرض ہے۔ یہ بھی تحریمہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ مثلاً وتر کی نماز پڑھتا ہوں یا نذر کی، یا عید الفطر کی یا عید الاضحی کی یا طواف کی دو رکعت پڑھتا ہوں۔ وتر میں یہ نیت کرنا لازم نہیں ہے کہ وہ واجب ہے۔ بلکہ صرف وتر کی نیت کافی ہے۔ اگر واجب ہونے کی نیت کرے تو منع نہیں بلکہ اولیٰ ہے۔(ح) فرض اور واجب میں رکعتوں کی تعداد کی نیت بھی شرط نہیں ہے کیوں کہ ان میں تعیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکی ہے۔(ع) اور نفل میں (خواہ سنت ہو یا تراویح) مطلق نیت کافی ہے۔ (یعنی میں نماز پڑھتا ہوں) نفل یا سنت کہنا اور تعدادِ رکعات بولنا ضروری نہیں۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ تراویح میں تراویح کی اور سنتوں میں یہ نیت کرے کہ حضور ﷺ کی اتباع میں نماز پڑھتا ہوں۔(حاشیہ بتصرف)

والقيام فی غير النفل۔

ترجمہ۔ اور نفل کے علاوہ میں قیام کرنا۔

تشریح۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض نماز اور واجب جیسے وتر، عیدین اور اصح قول کی بناء پر فجر کی سنت میں فرض ہے۔ بشرطیکہ قیام اور سجدہ کرنے پر قادر ہو۔ چنانچہ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو یا قیام پر قدرت ہو لیکن سجدہ پر نہ ہو۔ مثلاً بیماری یا

بڑھاپے کی وجہ سے قیام یا سجدہ پر قادر نہ ہو تو یہ فرض و واجب نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ باقی سنتوں و نفلوں میں قیام فرض نہیں۔ ان کا بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن ثواب آدھا ملے گا۔

والقراءۃ ولو اٰیۃ فی رکعتی الفرض و کل النفل والوتر ولم یتعین شیٔ من القراٰن لصحۃ الصلوٰۃ و لا یقرء المؤتم بل یستمع و ینصت و ان قرأ کرہ تحریما ۔

ترجمہ۔ اور قراءت کرنا اگرچہ ایک ہی آیت ہو، فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں اور نماز کے صحیح ہونے کے لئے قرآن میں سے کوئی چیز متعین نہیں ہے اور مقتدی قراءت نہ کرے بلکہ غور سے سنے اور خاموش رہے اور اگر پڑھے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا۔

تشریح۔ قراءت یعنی قرآن شریف کا پڑھنا فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی سب رکعتوں میں فرض ہے۔ اب کتنی مقدار فرض ہے تو فرماتے ہیں کہ ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے خواہ بڑی ہو یا چھوٹی مگر شرط یہ ہے کہ کم سے کم دو لفظوں سے مرکب ہو۔ جیسے ثمّ نظر اور اگر ایک ہی لفظ ہی ہو جیسے مدھامّتان یا ایک حرف ہو جیسے ص، ق یا دو حرف ہوں جیسے حٰم یا کئی حروف مقطعات ہوں جیسے الم، کھیعص۔ تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ (ح)

ولم یتعین سے یہ بتلانا چاہتے ہیں نماز کے لئے قرآن شریف میں سے کوئی چیز فرضیت کے طور پر متعین نہیں ہے کہ کوئی خاص سورت متعین ہو کہ جب تک وہ نہیں پڑھی جائے گی نماز نہ ہوگی۔ بلکہ جہاں سے آسانی ہو پڑھ لے۔ ہاں البتہ سورۂ فاتحہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی سب رکعتوں میں بطور وجوب متعین ہے نہ کے بطور فرض۔

ولا یقرأ اور مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءت نہیں کرے گا نہ سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور نہ کوئی دوسری سورت نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں، اس لئے کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ اگر مقتدی قراءت پڑھے گا تو مکروہِ تحریمی کا مرتکب ہوگا۔

والرکوع والسجود علی ما یجد حجمہ و تستقر علیہ جبھتہ ولو علی کفہ او طرف ثوبہ ان طھر محل وضعہ و سجد وجوبا بما صلب من انفہ و بجبھتہ و لا یصح الاقتصار علی الانف الا من عذر بالجبھۃ ۔

ترجمہ۔ اور رکوع کرنا اور سجدہ کرنا ایسی چیز پر کہ پالے اس کی جسامت کو اور ٹھہر جائے اس پر اس کی پیشانی اگرچہ اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کے کنارے پر اگر پاک ہو اس کے رکھنے کی جگہ اور سجدہ کرے بطور وجوب کے ناک کے اس حصہ پر جو سخت ہے اور پیشانی پر اور نہیں صحیح ہے اکتفا کرنا صرف ناک پر مگر پیشانی میں کسی عذر کے باعث۔

تشریح۔ رکوع ہر رکعت میں ایک مرتبہ کرنا فرض ہے۔ رکوع کی حد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اس قدر جھک جائے جس میں دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں اور ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ کرنا فرض ہے اور زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں اور سجدہ ایسی چیز

پر کرنا ضروری ہے جس کی سختی معلوم ہو اور پیشانی قرار پکڑلے یعنی اب اگر مبالغہ کیا جائے تو نہ دبے اور سر نیچے نہ جائے۔ لہٰذا اگر سجدہ ایسی نرم چیز پر کیا جس میں پیشانی نیچے کو دبتی رہے اور پیشانی قرار نہ پکڑے مثلاً گھاس، روئی وغیرہ پر تو سجدہ جائز نہیں ہو گا اور اگر زمین پر اپنی ہتھیلی رکھ کر اس پر سجدہ کیا تو جائز ہو گا اسی طرح اپنے کپڑے کے کنارہ کو سجدہ کی جگہ پر پھیلا دیا یا اپنی آستین کو پھیلا دیا اور اس پر سجدہ کیا تو اگر کپڑا رکھنے کی جگہ پاک ہو تو سجدہ صحیح ہو گا۔

وسجد وجوبا یعنی سجدہ میں پیشانی اور ناک کا اس قدر لگانا جہاں تک کہ وہ سخت ہے واجب ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے کہ ناک کا اس قدر لگانا سجدہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ سجدہ کامل ہونے کی شرط ہے۔ البتہ پیشانی کا سجدہ میں لگانا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ بلا عذر سجدہ میں صرف ناک پر اکتفا کیا تو اصح قول کے مطابق سجدہ صحیح نہ ہو گا۔ البتہ پیشانی پر زخم وغیرہ کوئی عذر ہو تو صرف ناک پر اکتفا کرنا درست ہو گا اور بلا عذر پیشانی پر اکتفا کیا اور ناک نہ لگائی تو سجدہ تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وعدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين بأكثر من نصف ذراع و ان زاد على نصف ذراع لم يجز السجود الا لزحمةٍ سجد فيها على ظهر مصل صلوٰته۔

ترجمہ۔ اور سجدہ کی جگہ کا اونچا نہ ہونا دونوں قدموں کی جگہ سے آدھے گز سے زیادہ، اور اگر آدھے گز سے زیادہ ہو تو سجدہ جائز نہ ہو گا۔ مگر بھیڑ کی وجہ سے کہ سجدہ کرے اس میں اسی کی نماز پڑھنے والے کی پشت پر۔

تشریح۔ نماز کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ مصلی کے سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے آدھا گز یعنی ایک بالشت یا متوسط ہاتھ سے بارہ انگل (ع) سے زیادہ اونچی نہ ہو تو سجدہ جائز ہے اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر عذر ہو مثلاً لوگ زیادہ ہوں اور جگہ تنگ ہو جس کی وجہ سے کسی کی پیٹھ پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے۔ بشرطیکہ جس کی پیٹھ پر سجدہ کرتا ہے وہ بھی نماز پڑھتا ہو اور نماز بھی وہی پڑھتا ہو جو پیٹھ پر سجدہ کرنے والا پڑھتا ہے۔ یعنی دونوں کی نماز ایک ہو۔ مثلاً ایک ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو دوسرا بھی وہی پڑھتا ہو۔ اگر ان دو میں سے کوئی ایک شرط نہیں پائی جائے گی تو پیٹھ پر سجدہ صحیح نہ ہو گا۔ (ح)

ووضع اليدين والركبتين في الصحيح ووضع شيء من اصابع الرجلين حالة السجود على الارض ولا يكفي وضع ظاهر القدم۔

ترجمہ۔ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا رکھنا صحیح قول کے مطابق اور دونوں پیروں کی انگلیوں میں سے کچھ کا سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا اور نہیں کافی ہے پاؤں کی پشت کا رکھنا۔

تشریح۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے۔ (ط) اس لئے یہاں پر مراد ایک ہاتھ اور ایک گھٹنے کا رکھنا ہے کیوں کہ سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ کم از کم پیشانی ایک ہاتھ ایک گھٹنا اور ایک پاؤں کی کچھ انگلیاں زمین پر رکھے۔ لہٰذا اگر کوئی صرف ایک پاؤں پر بلا عذر سجدہ کرے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (ع)

ووضع شیٔ اور سجدہ کی حالت میں پاؤں کی ایک انگلی زمین پر رکھنا فرض ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انگلیوں کی پیٹھ کا رکھنا کافی نہیں ہے یعنی اس سے سجدہ صحیح نہ ہو گا۔ لیکن عمدۃ الفقہ میں ہے کہ اگر دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پیٹھ رکھی اور انگلیاں نہ رکھیں تب بھی سجدہ جائز ہے۔یہی قول صحیح ہے۔

وتقدیم الرکوع علی السجود۔

ترجمہ۔اور رکوع کا مقدم کرنا سجدہ پر۔

تشریح۔یعنی نماز کے ارکان میں ترتیب کی رعایت فرض ہے۔ لہٰذا رکوع کو سجدہ سے پہلے کرنا فرض ہے۔ پس اگر پہلے سجدہ کیا پھر رکوع کیا تو اس سجدہ کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ رکوع کے بعد دوبارہ سجدہ کرے تا کہ ان میں ترتیب جو فرض تھی ادا ہو کر نماز صحیح ہو جائے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گا اور اگر سجدہ کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والرفع من السجود الی قرب القعود علی الاصح۔

ترجمہ۔اور سجدہ سے بیٹھنے کے قریب اُٹھنا اصح کے قول کے مطابق۔

تشریح۔اصح مذہب کے مطابق پہلے سجدہ کے بعد دوسرے سجدہ میں جانے سے پہلے اتنا اُٹھنا ضروری ہے کہ اس کو بیٹھا ہوا کہا جا سکے یا بیٹھنے کے قریب کہا جا سکے۔ اس قدر اُٹھنا فرض ہے۔ اگر اتنا نہیں اُٹھا تو اس کی نماز ہی نہ ہو گی باقی واجب یہ ہے کہ سجدہ سے سر اُٹھا کر اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھ جائے۔ پھر دوسرے سجدہ میں جائے۔ اگر ایسا نہ کرے تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔ (ایضاح الاصباح) علی الاصح کہا اس لئے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر صرف پیشانی کو زمین سے اُٹھالیا اور دوسرا سجدہ کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی لیکن یہ غیر صحیح قول ہے۔(ح)

والعود الی السجود والقعود الاخیر قدر التشہد

ترجمہ۔اور دوسرے سجدہ کی طرف لوٹنا۔(یعنی دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔) اور تشہد کی مقدار قعدۂ اخیرہ کرنا۔(یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد تشہد پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے یعنی اتنی مقدار جس میں التحیات سے عبدہ ورسولہ تک پڑھنا ممکن ہو۔ تشہد کا پڑھنا فرض نہیں۔

وتاخیرہ عن الارکان۔

ترجمہ۔اور قعدۂ اخیرہ کو تمام ارکان سے مؤخر کرنا۔

تشریح۔ یعنی قعدہ اخیرہ تمام ارکان کے اخیر میں واقع ہونا چاہیے چنانچہ اگر کسی نماز کا سجدہ رہ گیا اور اس کو قعدہ اخیرہ کے بعد یاد آیا تو اس سجدہ کو ادا کرے اور قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو بھی کر لے۔ اگر سجدہ کے بعد قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

واداءھا مستیقظاً۔

ترجمہ۔ اور ارکان کا بیداری کی حالت میں ادا کرنا۔

تشریح۔ یعنی رکوع، سجدہ یا کوئی اور رُکن سوتے سوتے ادا ہو گیا اور اس کا اعادہ نہیں کیا تو نماز نہ ہو گی۔ لیکن اگر ابتدائے رکوع یا سجدہ کے وقت جاگ رہا تھا اور پھر رکوع یا سجدہ کی حالت میں سو گیا تو اس رکوع و سجدہ کا اعتبار کیا جائے گا اور نماز میں فساد نہیں آئے گا۔

ومعرفۃ کیفیۃ الصلوٰۃ وما فیھا من الخصال المفروضۃ علی وجہ یمیزھا من الخصال المسنونۃ او اعتقاد انھا فرض حتی لا یتنفل بمفروض۔

ترجمہ۔ اور نماز کی کیفیت کا جاننا اور اس میں جو چیزیں فرض ہیں ان کا معلوم ہونا اس طرح کہ ان کو مسنون چیزوں سے الگ کر سکے یا اعتقاد رکھنا اس بات کا کہ وہ فرض ہیں تاکہ نفل کی نیت سے ادا نہ کرے فرض چیزوں کو۔

تشریح۔ اس عبارت کا ایک ظاہری مطلب جو کتاب کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ نماز کی کیفیت کو جاننا فرض ہے یعنی نماز میں کون سی چیز فرض ہے اور کون سی چیز سنت ہے یہ سب چیزیں الگ الگ معلوم ہوں کیوں کہ اگر فرض و سنت کا الگ الگ علم نہ ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ جو فرض ہے اس کو سنت کی نیت سے ادا کرے گا اور فرض کو سنت کی نیت سے ادا کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر یہ تفصیل معلوم نہ ہو تو کم از کم یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ جتنی چیزیں نماز میں ہیں سب فرض ہیں تو اب کوئی فرض چیز نفل کی نیت سے ادا نہ ہو گی۔ ہاں نفل چیز فرض کی نیت سے ادا ہو گی اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس مطلب کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ امداد الفتاح میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ یہ کہ نماز کی کیفیت کو جاننا فرض ہے۔ یعنی جو نمازیں فرض ہیں ان کو فرض جاننا اور نفل نمازوں کو نفل سمجھنا۔ مثلاً صبح کی چار رکعتوں کے متعلق جاننا کہ اس میں دو رکعت فرض ہیں اور دو رکعت سنت ہیں۔ یہ الگ الگ تفصیل نماز کے متعلق معلوم ہوں کیوں کہ اگر یہ تفصیل معلوم نہ ہو گی تو ہو سکتا ہے کہ فرض میں نفل کی نیت کر لے اور فرض نفل کی نیت سے صحیح نہیں ہو گی اور اگر یہ تفصیل معلوم نہ ہو تو کم سے کم یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ ہر نماز کو فرض ہی جانے تو اب کوئی فرض نفل کی نیت سے ادا کرنا لازم نہیں آئے گا البتہ نفل کو فرض کی نیت سے ادا کرنا لازم آئے گا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

والارکان من المذکورات اربعۃ القیام و القراءۃ والرکوع والسجود و قیل القعود الاخیر مقدار التشھد و باقیھا شرائط بعضھا شرط لصحۃ الشروع فی الصلوٰۃ وھو ما کان خارجھا و غیرہ شرط لدوام صحتھا ۔

ترجمہ۔ اور ارکان مذکورہ فرائض میں سے چار ہی ہیں۔(۱) قیام،(۲) قرأت،(۳) رکوع اور (۴) سجدہ۔ اور کہا گیا ہے کہ تشہد کی مقدار قعدۂ اخیرہ (بھی رکن ہے) اور باقی شرائط ہیں۔ ان میں سے بعض نماز کے شروع کو صحیح کرنے کے لئے شرط ہیں اور وہ وہ ہیں جو نماز کے باہر ہیں اور اس کے علاوہ نماز کی صحت کو باقی رکھنے کے لئے شرط ہیں۔

تشریح۔ یعنی ستائیس فرائض جو بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ارکان صرف چار ہیں اور بعض نے قعدۂ اخیرہ کو بھی ارکان میں شمار کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام شرائط ہیں۔ کچھ شرطیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر نماز کو شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہے اور وہ نماز سے باہر ہیں۔ جیسے بدن کا پاک ہونا، ستر کا چھپانا، قبلہ کی طرف منہ کرنا وغیرہ یہ ایسی شرطیں ہیں کہ جب تک یہ نہ ہوں نماز شروع کرنا صحیح نہ ہو گا۔ اور کچھ شرطیں ایسی ہیں کہ نماز کی صحت و درستگی ان سے باقی رہے گی۔ جیسے رکوع کا قراءت کے بعد ہونا اور سجدہ کا رکوع کے بعد ہونا اور ارکان کا بیداری کی حالت میں ادا ہونا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو نماز کی صحت کو باقی رکھنے کے لئے شرط ہیں۔

فصل فی لواحقھا

تجوز الصلوٰۃ علی لبد وجھہ الاعلی طاھر و الاسفل نجس

ترجمہ۔ جائز ہے نماز ایسے اونی فرش پر جس کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا ناپاک ہو۔

تشریح۔ لبد، وہ کپڑا جو اون کو جمع کر کے بناتے ہیں۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو موٹی گاڑھی ہو۔ جس کو بیچ میں سے چیر کر دو حصہ کر سکتے ہوں۔ مثلاً موٹا فرش، چکّی کا پتھر، دروازے کے تختے، جن کو موٹائی میں چیر کر دو کر سکیں اگر وہ اوپر سے پاک ہو اور نیچے سے ناپاک ہو تو اس پر نماز صحیح ہو جائے گی۔

وعلی ثوب طاھر و بطانتہ نجسۃ اذا کان غیر مضرب۔

ترجمہ۔ اور ایسے کپڑے پر جو پاک ہو اور اس کا استر ناپاک ہو جبکہ وہ سلا ہوا نہ ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر جانماز کا کپڑا دوہرا ہو اور اس کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا کپڑا ناپاک ہو اور وہ دونوں کپڑے آپس میں سلے ہوئے نہ ہوں تو اس پر بھی نماز جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں اور اسی میں احتیاط ہے۔(ع)

مضرّب۔ ایسے دوہرے کپڑے کو کہتے ہیں جس کے چاروں کونے سلے ہوئے ہوں اور درمیانی حصے بھی سلے ہوئے ہوں۔(ح)

وعلی طرف طاھر وان تحرك الطرف النجس بحرکتہ علی الصحیح۔

ترجمہ۔ اور پاک کنارے پر اگرچہ حرکت کرے ناپاک کنارہ نمازی کے حرکت کرنے سے صحیح قول کے مطابق۔

تشریح۔ یعنی اگر ایسے فرش، چٹائی یا دری پر نماز پڑھی کہ اس کے ایک طرف نجاست تھی اور یہ جس حصہ پر نماز پڑھتا ہے وہ پاک ہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ خواہ ایک طرف سے ہلانے سے دوسری طرف ہلتا ہو یا نہ ہلتا ہو۔ بہر صورت اس کے پاک حصہ پر نماز درست ہے۔

ولو تنجس احد طرفی عمامته فالقاہ و ابقی الطاهر علی رأسه ولم يتحرك النجس بحركته جازت صلوٰته و ان تحرك لا تجوز۔

ترجمہ۔ اور اگر ناپاک ہو گیا اس (نمازی) کے عمامہ کا ایک کنارہ پس اس کو (نیچے) ڈال دیا اور پاک کنارے کو اپنے سر پر رکھا اور ناپاک کنارہ اس کے حرکت کرنے سے نہیں ہلتا تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اگر حرکت کرے تو صحیح نہ ہوگی۔

تشریح۔ یعنی اگر عمامہ کا ناپاک سرا فرش پر ڈال دے اور باقی پاک حصہ کو سر پر باندھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی بشرطیکہ رکوع یا سجدہ میں جاتے ہوئے ناپاک کنارہ اس کی حرکت سے حرکت نہ کرتا ہو اور اگر ناپاک کنارہ اس کی حرکت سے حرکت کرتا ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

وفاقد ما يزيل به النجاسة يصلی معها ولا اعادة عليه۔

ترجمہ۔ اور ایسی چیز کا نہ پانے والا جس سے ناپاکی زائل کر سکے، نماز پڑھ لے اس ناپاکی کے ساتھ اور ایسی نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی شخص کے پاس ناپاک کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور ایسی چیز بھی موجود نہیں جس سے نجاست کو زائل کرے تو اسی ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر اس کو پاک کرنے والی چیز مثلاً پانی مل جائے تو اس پر نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔

ولا علی فاقد ما يستر عورته ولو حريراً او حشيشاً او طيناً۔

ترجمہ۔ اور نہ کسی ایسی چیز کے نہ پانے والے پر جو اس کے ستر کو چھپا سکے اگرچہ ریشم یا گھاس یا مٹی ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی کو ستر چھپانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہو یہاں تک کہ گھاس یا گیلی مٹی بھی نہ ہو اسی طرح ریشمی کپڑا جو مردوں کے لئے حرام ہے اور جس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے وہ بھی میسر نہ ہو اور اسی حالتِ عریانی میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر کپڑا مل جائے تو نماز کا اعادہ ضروری نہیں اور اگر ریشمی کپڑا میسر ہو تو اب ننگے نماز پڑھنا صحیح نہیں اسی طرح گیلی مٹی یا گھاس میسر ہو تو اس کو اپنے ستر پر لگا لے اس کے بغیر ننگے نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔

فان وجده ولو بالاباحة و ربعه طاهر لا تصح صلوٰته عارياً و خير ان طهر اقل من ربعه۔

ترجمہ۔ پس اگر پالے اس کو یعنی ساتر کو اگرچہ اباحت کے طور پر ہو اور اس کا چوتھائی پاک ہو تو نہیں صحیح ہے اس کی نماز ننگے اور اختیار دیا گیا ہے اگر پاک ہو چوتھائی سے کم۔

تشریح۔ یعنی اگر نماز پڑھنے والے کو چوتھائی یا اس سے زائد پاک کپڑا مل جائے اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے عاریت کے طور پر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو اسی کپڑے میں نماز پڑھنا لازم ہے۔ اگر ننگے ہو کر پڑھی تو صحیح نہ ہوگی، اور اگر ایسا کپڑا ملا جو چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اسی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے یا ننگے نماز پڑھے۔

وصلوٰته فی ثوب نجس الکل احب من صلوٰته عریاناً۔

ترجمہ۔ اور اس کا نماز پڑھنا پورے ناپاک کپڑے میں پسندیدہ ہے ننگے نماز پڑھنے سے۔

تشریح۔ یعنی اگر کپڑا پورا ناپاک ہو یا چوتھائی سے کم پاک ہو تو اس کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ اس ناپاک کپڑے کو پہن کر نماز ادا کرے کیوں کہ ننگے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلے میں نجس کپڑے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

ولو وجد ما یستر بعض العورۃ وجب استعماله و یستر القبل والدبر فأن لم یستر الا احدھما قیل یستر الدبر وقیل القبل۔

ترجمہ۔ اور اگر پائے ایسی چیز جو چھپالے ستر کے کچھ حصہ کو تو اس کا استعمال واجب ہے اور چھپائے گا قبل اور دبر کو۔ پس اگر نہ چھپا سکے مگر ان دونوں میں سے ایک کو تو کہا گیا ہے کہ چھپائے دبر کو اور کہا گیا ہے کہ قبل کو۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی ننگے شخص کے پاس صرف اتنا کپڑا ہے جس سے پورا ستر نہیں ڈھک سکتا بلکہ ستر کا کچھ حصہ ڈھک سکتا ہے تو اس پر اس کا استعمال واجب ہے۔ ننگے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے اس کپڑے سے پیشاب و پاخانہ کے مقام کو چھپالے اور اگر صرف اتنا کپڑا ہے کہ جس سے یا تو قبل کو ڈھک سکتا ہے یا دبر کو یعنی کوئی بھی ایک حصہ ہی ڈھک سکتا ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ دبر کو ڈھکے اس لئے کہ حالتِ رکوع و سجود میں اس کا کھلنا زیادہ فحش ہے اور بعضوں نے کہا کہ قبل کو ڈھکے اس لئے کہ وہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اور کوئی عضو اس کی آڑ میں نہیں اور یہ اختلاف اولیٰ و غیر اولیٰ ہونے میں ہے۔(ط)

وندب صلوٰۃ العاری جالسا بالایماء مادّاً رجلیه نحو القبلة فان صلی قائما بالایماء او بالرکوع و السجود صح۔

ترجمہ۔ اور ننگے کا بیٹھ کر نماز پڑھنا مستحب ہے اشارہ سے اس حال میں کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلائے ہوئے ہو، پس اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھی یا رکوع اور سجدہ سے تو (یہ بھی) صحیح ہے۔

تشریح۔ یعنی اگر کسی کے پاس کپڑا موجود نہ ہو، نہ پاک اور نہ ناپاک تو یہ شخص بیٹھ کر ننگے نماز پڑھے اور رکوع، سجدہ اشارہ سے کرے۔ بیٹھنے کی ہیئت میں دو قول ہیں۔ ایک تو خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا کر بیٹھے (اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں کے بیچ میں رکھے یعنی عورتِ غلیظہ پر رکھے) دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح نماز میں التحیات میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔ بعض نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کیوں کہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے بھی بچے گا۔ (ح) اور اگر ننگے نے کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھی تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی طرح کھڑے ہو کر رکوع سجدہ کے ساتھ پڑھی تب بھی جائز ہے۔

وعورة الرجل مابين السرة ومنتهى الركبة وتزيد عليه الامة البطن والظهروجميع بدن الحرة عورة الاوجهها وكفيها وقدميها۔

ترجمہ۔ اور مرد کا ستر وہ ہے جو ناف اور گھٹنے کے آخری حصہ کے درمیان ہے اور زیادہ کرے اس پر باندی پیٹ اور پیٹھ کو اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے مگر اس کا چہرہ، دونوں ہتھیلی اور دونوں قدم۔

تشریح۔ اس عبارت میں مرد و عورت کے ستر کی حد بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں ہے اس لئے اس کا چھپانا فرض نہیں۔ اور گھٹنے ستر میں داخل ہیں اس لئے اس کا چھپانا فرض ہے۔

وتزید۔ مرد کا جو ستر ہے وہی باندی کا بھی ہے اس کے علاوہ باندی کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہے لہٰذا ان کا چھپانا بھی فرض ہے البتہ اس حصہ کے علاوہ باقی بدن ستر نہیں ہے۔ سینے سے ناف تک پیٹ کی حد ہے۔ سینہ اور اس کے مقابل پیٹھ کا حصہ ستر نہیں ہے اور مرد اگر اتنا حصہ کھلا رکھ کر نماز پڑھے تو صحیح ہے۔ اور آزاد عورت (جو باندی نہ ہو) کا چہرہ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں قدموں کے سوا پورا بدن ستر ہے۔ عورت کے بال جو سر پر ہیں اور جو لٹکے ہوئے ہیں وہ بھی ستر ہیں اور دونوں کلائیاں بھی ستر ہیں۔ یہاں بحث نماز کے ستر سے متعلق ہے کہ نماز میں کیا کیا چھپانا کس کس کے لئے فرض ہے؟ سو بتایا کہ نماز میں عورت کے لئے وجہ، کفین اور قدمین چھپانا فرض نہیں ہے، اس کے علاوہ پورا بدن چھپانا فرض ہے۔ اور خارجِ نماز اجانب (اجنبی مردوں) سے چہرہ چھپانا بھی فرض ہے۔

و کشف ربع عضو من اعضاء العورة يمنع صحة الصلوٰة۔

ترجمہ۔ اور چوتھائی عضو کا کھل جانا ستر کے اعضاء میں سے روکتا ہے نماز کے صحیح ہونے کو۔

تشریح۔ اعضائے ستر کی وضاحت یہ ہے کہ ہر ایک ران گھٹنے کے ساتھ ایک عضو ہے۔ عورت کی دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔ دونوں کان علیحدہ عضو ہیں۔ دونوں پستان جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں کہ سینہ سے جُدا عضو کی ہیئت پیدا ہو گئی ہو؛ علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔ ذکر ایک عضو ہے۔ خُصیے مستقل ایک عضو ہے۔ ناف کے نیچے سے عضو تناسل کی جڑ تک ایک عضو ہے۔ ہر

ایک سرین علیحدہ عضو ہے۔ دبر سرین سے الگ ایک عضو ہے۔(ح) چنانچہ اگر نماز پڑھتے وقت اعضائے ستر میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کُھل جائے اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً آزاد عورت کی چوتھائی پنڈلی، چوتھائی ران، چوتھائی کان یا چوتھائی سر وغیرہ کھل جائے اور ایک رکن کے مقدار کھلا رہے؛ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کھلتے ہی ڈھانک لیا یعنی ایک رکن کی مقدار سے پہلے پہلے؛ تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

ولو تفرق الانکشاف علی اعضاء من العورۃ و کان جملۃ ما تفرق یبلغ ربع اصغر الاعضاء المنکشفۃ منع و الا فلا۔

ترجمہ۔ اور اگر متفرق ہو گیا انکشاف ستر کے چند اعضاء پر اور وہ تمام حصہ جو متفرق طور پر کھلا ہوا ہے، کھلنے والے اعضاء میں سے سب سے چھوٹے عضو کے چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز ممنوع ہو گی ورنہ نہیں۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کپڑا ستر کے اعضاء میں مختلف جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہو تو اس صورت میں پھٹی ہوئی مقدار پیمائش میں کھلے ہوئے اعضاء میں سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز نہ ہو گی۔ مثلاً آزاد عورت کے کان کا کچھ حصہ کھل جائے اور ران کا کچھ حصہ کھل جائے تو ان دونوں میں چھوٹا عضو کان ہے اگر ان دونوں کا کھلا ہوا حصہ کان کی چوتھائی کے برابر نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو تو نماز ہو جائے گی۔

ومن عجز عن استقبال القبلۃ لمرض او عجز عن النزول عن دابتہ او خاف عدوا فقبلتہ جھۃ قدرتہ و امنہ۔

ترجمہ۔ اور جو شخص عاجز ہو قبلہ کی طرف رُخ کرنے سے کسی بیماری کی وجہ سے یا عاجز ہو اپنی سواری سے اترنے سے یا کسی دشمن کا خوف ہو تو اس کا قبلہ اس کی قدرت اور اس کے امن کی جہت ہے۔

تشریح۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مریض کسی بیماری کے سبب سے قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکتا ہو تو وہ جس جہت پر قادر ہو اس طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لے۔ اسی طرح کوئی شخص سواری پر سوار ہے اور دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی سواری سے اُتر نہیں سکتا اس صورت میں اس سے استقبالِ قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ پس وہ اپنی سواری پر جس رُخ پر نماز پڑھ سکے اشارہ سے پڑھ لے۔ اسی طرح کسی کو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دشمن کا یا درندے کا خوف ہو تو اس سے بھی استقبالِ قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ لہٰذا جس جہت میں امن ہو اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لے۔

ومن اشتبھت علیہ القبلۃ ولم یکن عندہ مخبر ولا محراب تحرّیٰ ولا اعادۃ علیہ لو اخطأ وان علم بخطئہ فی صلوٰتہ استدار و بنیٰ۔

ترجمہ۔ جس شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس کے پاس کوئی خبر دینے والا نہ ہو اور نہ محراب ہو تو وہ غور کرے اور اس پر اعادہ نہیں ہے اگر وہ غلطی کر جائے۔ اور اگر اپنی غلطی کو نماز میں جان لے تو گھوم جائے اور بناء کر لے۔

تشریح۔ تحری کے معنی ہے مقصود حاصل کرنے میں کوشش کرنا اور یہاں تحری سے مراد اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہے کہ اس کو قبلہ معلوم نہیں اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے اور نہ کوئی محراب اور مسجد وغیرہ علامت ہے جس سے قبلہ معلوم ہو تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر بعد میں معلوم ہو کہ جدھر نماز پڑھی ہے ادھر قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہو گئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جہتِ قبلہ بتانے والا موجود ہو یا وہاں محراب، مسجد وغیرہ علامت موجود ہو تو اب تحری جائز نہیں۔ اور اگر نماز میں ہی معلوم ہو گیا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے اور باقی نماز اسی طرح پوری کرلے۔ نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بنا کا مطلب یہ ہے کہ سابق نماز سے ہی باقی نماز ملالے۔ اور اگر صحیح رُخ معلوم ہونے کے بعد اس طرف کو نہیں پھرے گا تو نماز نہ ہو گی۔

وان شرع بلا تحرٍ فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت وان علم باصابته فيها فسدت كما لو لم يعلم اصابته اصلاً۔

ترجمہ۔ اور اگر بغیر تحری کے نماز شروع کرلی تھی پھر نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے ٹھیک کیا تو نماز صحیح ہو گئی اور اگر اپنے ٹھیک ہونے کو نماز میں ہی جان لیا تو نماز فاسد ہو گئی جیسا کہ اگر وہ اپنے ٹھیک ہونے کو بالکل نہ جانتا۔

تشریح۔ اگر کوئی شخص نماز بغیر تحری کے پڑھنے لگے تو تین شکلیں ہیں۔

(۱) نماز سے فارغ ہونے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نماز صحیح سمت پڑھی ہے (تیر ہوا میں چلایا تھا نشانہ پر لگا) تو نماز ہو جائے گی۔

(۲) ابھی نماز پوری نہیں ہوئی ہے تبھی معلوم ہو گیا کہ میں صحیح سمت میں نماز پڑھ رہا ہوں تو اس کی نماز وہیں ٹوٹ جائے گی نئے سرے سے نماز پڑھے۔

(۳) کسی شخص کو سمت قبلہ معلوم نہیں اور اس نے تحری کئے بغیر شک ہی کی حالت میں نماز شروع کی اور شک کی حالت میں ہی نماز پوری کرلی اور اسے نماز کے دوران یا نماز کے بعد سمت قبلہ کے صحیح ہونے نہ ہونے کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا تو اسے نماز دُہرانی پڑے گی۔

ولو تحرى قوم جهات وجهلوا حال امامهم تجزءهم۔

ترجمہ۔ اور اگر تحری کی کسی قوم نے مختلف جہتوں کی اور انہوں نے اپنے امام کی حالت کو نہیں جانا تو ان کے لئے کافی ہو گا۔

تشریح۔ یعنی ایک آدمی اندھیری رات میں نماز پڑھا رہا ہے اب اس کے پیچھے جو لوگ شریک ہونا چاہتے ہیں ان کو کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ امام کا رُخ کس طرف ہے۔ ہر ایک نے اپنی تحری سے قبلہ کی جہت مقرر کرکے نماز پڑھی۔ اب امام کا رُخ ایک طرف ہے اور مقتدیوں کا رُخ دوسری طرف ہے اتنا ضرور ہے کہ کوئی امام سے آگے نہیں ہے تو اس صورت میں سب کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

لیکن جس شخص کو امام کا حال معلوم ہو گیا یا وہ امام سے آگے بڑھ گیا تو اس کی نماز نہ ہو گی(ح)۔ اب اس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو مقتدی کا چہرہ امام کے چہرہ کی طرف ہو گا یا اس کے پہلو کی طرف، یا اس کی پشت امام کے چہرہ کی طرف ہو گی۔ تو یہ تیسری صورت امام سے آگے ہونے کی ہے۔

فصل فی واجب الصلوٰۃ وھو ثمانیۃ عشر شیأً۔

ترجمہ۔ فصل۔ نماز کے واجبات کے بیان میں اور وہ اٹھارہ چیزیں ہیں۔

تشریح۔ اس فصل میں نماز کے واجبات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ واجب کے لغوی معنی لزوم کے ہیں۔ یہاں پر واجب سے مراد وہ ہے جس کو عمداً ترک کرنے سے گناہ اور سہواً ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آئے نہ کہ فساد۔ واجباتِ نماز اٹھارہ ہیں۔ لیکن یہ صرف انہیں اٹھارہ میں منحصر نہیں، اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

قراءۃ الفاتحۃ وضم سورۃ او ثلاث آیات فی رکعتین غیر متعینتین من الفرض و فی جمیع رکعات الوتر و النفل۔

ترجمہ۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔ اور کسی سورت کا یا تین آیتوں کا ملانا فرض کی دو غیر معین رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں۔

تشریح۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی سب رکعتوں میں واجب ہے۔ اور فرض نمازوں کی کوئی سی دو رکعتوں میں (جب کہ تین یا چار رکعت والی فرض نماز ہو) اور وتر و سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورت مثلاً سورۂ کوثر یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے ثمّ نظر، ثم عبس و بسر، ثم ادبر و استکبر پڑھنا واجب ہے۔

فی رکعتین غیر متعینین۔ یعنی فرض کی صرف دو رکعتوں میں سورت ملانا یہ ایک علیحدہ واجب ہے۔ دو سے زیادہ رکعتوں میں نہیں غیر متعینہ طور پر۔ چاہے پہلی اور دوسری میں ملائے، یا آخری دو رکعت میں، یا پہلی اور تیسری میں یا دوسری اور چوتھی میں۔ اور دوسرا واجب اس کے ساتھ علیحدہ ہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں کو قراءت کے لئے متعین کرنا جس کی تفصیل آگے ہے۔

وتعیین القراءۃ فی الاولیین۔

ترجمہ۔ اور قراءت کا متعین کرنا پہلی دو رکعتوں میں۔

تشریح۔ یعنی تین یا چار رکعت والی فرض نماز میں فرض قراءت کو ادا کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں کو متعین کرنا واجب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا واجب ہے۔ اگر دوسری تیسری یا تیسری چوتھی میں قراءت کی جائے اور پہلی دوسری میں نہ کی جائے تو واجب ادا نہ ہو گا۔

و تقدیم الفاتحہ علی سورۃ۔

ترجمہ۔ اور فاتحہ کا مقدم کرنا سورت پر۔

تشریح۔ یعنی پہلے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا یہ ترتیب واجب ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھے اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہو گا۔ اگر عمداً ایسا کیا ہے تو نماز لوٹانی پڑے گی اور اگر بھولے سے ایسا ہوا ہے تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی۔

و ضم الانف للجبھۃ فی السجود۔

ترجمہ۔ اور ناک کا ملانا پیشانی کے ساتھ سجدہ میں۔ (یعنی سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ لگانا واجب ہے اور کچھ پیشانی کا لگانا فرض ہے اور ناک کا جو حصہ سخت ہے اس کو بھی زمین سے لگانا واجب ہے۔)

والا تیان بالسجدۃ الثانیۃ فی کل رکعۃ قبل الانتقال لغیرھا۔

ترجمہ۔ اور دوسرے سجدہ کا ادا کرنا ہر رکعت میں اس کے علاوہ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے۔

تشریح۔ یعنی ایک سجدہ کرنے کے بعد دوسرا سجدہ فوراً بغیر کسی فاصلہ کے ادا کرنا واجب ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں دوسرا سجدہ کئے بغیر کھڑا ہو جائے تو اس کا واجب ترک ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے دوسرے سجدہ سے پہلے قیام کر لیا۔

والاطمئنان فی الارکان۔

ترجمہ۔ اور ارکان میں اطمینان کرنا۔

تشریح۔ رکوع اور سجدہ کو اس طرح اطمینان سے ادا کرنا کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار اعضاء میں سکون ہو جائے اور بدن کا ہر جوڑ ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف منتقل ہونے کے بعد اپنی جگہ ٹھہر جائے یہ بھی واجب ہے۔ (ط) اور قومہ اور جلسہ میں بھی اطمینان کرنا واجب ہے۔ یہ اگرچہ ارکان میں سے نہیں ہے لیکن چونکہ ان دونوں میں اطمینان کرنا نبی ﷺ سے ہمیشگی کے ساتھ ثابت ہے اس لئے فقہاء نے اس کو بھی واجب کہا ہے۔ (م)

والقعود الاول۔

ترجمہ۔ اور پہلا قعدہ کرنا۔ (یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جب کہ دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اُٹھائے بیٹھنا واجب ہے)۔

وقراءۃ التشھد فیہ فی الصحیح وقراءتہ فی الجلوس الاخیر۔

ترجمہ۔اور تشہد کا پڑھنا پہلے قعدہ میں صحیح قول کے مطابق اور تشہد کا پڑھنا آخری قعدہ میں۔

تشریح۔ قعدۂ اولیٰ میں تشہد کا پڑھنا صحیح قول کے مطابق واجب ہے اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ سنت ہے۔البتہ قعدۂ اخیرہ کے تشہد میں کوئی اختلاف نہیں۔سب کے نزدیک اس میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔

والقیام الی الثالثۃ من غیر تراخ بعد التشھد۔

ترجمہ۔اور کھڑا ہونا تیسری رکعت کے لئے بغیر کسی تاخیر کے تشہد کے بعد۔

تشریح۔ یعنی قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے فوراًبعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا واجب ہے۔چنانچہ اگر تشہد کے بعد بھولے سے اتنی دیر بیٹھا رہ گیا جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو واجب ادا نہ ہو گا اور سجدۂ سہو لازم ہو گا۔(ح)

ولفظ السلام دون علیکم۔

ترجمہ۔اور لفظ السلام نہ کہ علیکم۔

تشریح۔ السلام کے لفظ کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے۔یعنی نماز کو السلام کے لفظ سے ختم کرنا واجب ہے نہ کہ کسی اور لفظ سے۔اب ایک بار السلام کا لفظ واجب ہے یا دو بار واجب ہے تو اس میں اختلاف ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ دو بار السلام کا لفظ واجب ہے اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اصح کہا ہے اور بعض کے نزدیک دوسرا سنت ہے اور لفظ علیکم واجب نہیں اور دائیں بائیں چہرے کا گھمانا بھی واجب نہیں۔(ح)

وقنوت الوتر۔

ترجمہ۔اور وتر کی قنوت۔

تشریح۔ قنوت لغت میں مطلق دعاء کو کہتے ہیں اور یہاں پر یہی مراد ہے۔نہ کہ مخصوص دعاء اللھم انا نستعینك و نستغفرك الخ اسی لئے اگر قنوت کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے تو بھی نماز صحیح ہو گی البتہ سنت کے خلاف ہو گی کیوں کہ مخصوص دعا کا پڑھنا سنت ہے۔اسی طرح قنوت کے لئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا واجب ہے،اور کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔(ع)

وتکبیرات العیدین۔

ترجمہ۔اور دونوں عیدوں کی تکبیریں۔

تشریح۔ یعنی عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا واجب ہے اور وہ ہر رکعت میں تین تین بار اللہ اکبر کہنا ہے اور ان میں سے اگر ایک تکبیر بھی چھوڑدے گا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا لیکن علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ عیدین اور جمعہ میں ترک واجب پر سجدۂ سہو نہ کرے اور مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین تکبیر کہے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تکبیر کہے۔(ح)

وتعیین التکبیر لافتتاح کل صلوٰۃ لا العیدین خاصۃ ۔

ترجمہ۔ اور تکبیر کا معین کرنا ہر نماز کے شروع کرنے کے لئے نہ کہ خاص طور پر عیدین کے لئے۔

تشریح۔ یعنی ہر نماز کے اندر واجب یہ ہے کہ تحریمہ خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ادا کرے۔ اگر اس کے ہم معنی کسی اور لفظ مثلاً اللہ اعظم یا اللہ اجل وغیرہ سے تحریمہ ادا کیا تو واجب ترک ہو جائے گا اور مکروہِ تحریمی ہو گا۔ ایسا نہیں کہ عیدین میں تو اللہ اکبر کے لفظ سے نماز شروع کرنا واجب ہو اور عیدین کے علاوہ دوسری نمازوں میں سنت ہو جیسا کہ بعض نے عیدین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کیوں کہ ہر نماز کو لفظ اللہ اکبر سے شروع کرنے پر نبی ﷺ نے مداومت فرمائی ہے۔(م)

و تکبیرۃ الرکوع فی ثانیۃ العیدین ۔

ترجمہ۔ اور رکوع کی تکبیر عیدین کی دوسری رکعت میں۔(یعنی نمازِ عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے۔)

وجہر الامام بقراءۃ الفجر و اولیی العشاءین ولو قضاءً و الجمعۃ و العیدین و التراویح والوتر فی رمضان ۔

ترجمہ۔ اور امام کا جہر کرنا فجر کی قراءت میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اگرچہ وہ قضاء ہی ہوں اور جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کی وتر میں۔

تشریح۔ امام کو جہری نمازوں میں جہر کرنا واجب ہے یعنی مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور نمازِ فجر و جمعہ و عیدین و تراویح و رمضان المبارک کی وتروں کی ہر رکعت میں جہر یعنی آواز سے پڑھنا واجب ہے اور ترک پر سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر منفرد ہے تو جہری نمازوں میں جہر کرنا اس پر واجب نہیں۔ البتہ افضل ہے کہ جہر کرے اور جہر کی حد یہ ہے کہ پڑوس کا شخص سن سکے۔(ح) اگر جہری نماز قضاء ہو جائے اور اس کو جماعت سے قضا کرے تو اس میں بھی جہر واجب ہے۔ اگر امام نے جہر نہ کیا تو سجدۂ سہو لازم ہو گا۔

والاسرار فی الظہر و العصر و فیما بعد اولیی العشاءین و نفل النہار ۔

ترجمہ۔ اور آہستہ پڑھنا ظہر اور عصر میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں اور دن کی نفل میں۔

تشریح۔ امام کو ظہر و عصر کی سب رکعتوں میں اور نمازِ مغرب کی تیسری رکعت اور نمازِ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں اور دن کی نفلوں میں مثلاً کسوف (سورج گرہن) کی نماز اور استسقاء (طلبِ بارش) کی نماز میں آہستہ قراءت کرنا واجب ہے اور آہستہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔(ح)

والمفرد مخير فيما يجهر كمتنفل بالليل۔

ترجمہ۔ اور منفرد کو اختیار دیا گیا ہے ان نمازوں میں جن میں جہر کیا جاتا ہے، رات میں نفل پڑھنے والے کی طرح۔

تشریح۔ جہری نمازوں میں منفرد کو اختیار ہے جی چاہے جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔ جیسے کہ رات کے نفلوں میں اختیار ہے جہر کرے یا اخفاء کرے اور منفرد کو جہری نمازوں میں جو اختیار دیا گیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ وہ جہری نماز رات میں پڑھتا ہو یا دن میں قضا پڑھتا ہو، لیکن ہدایہ میں ہے کہ دن میں جہری نماز کی قضا اکیلے کرتا ہو تو اس پر اخفاء واجب ہے۔ اس کو جہر اور اخفاء کے درمیان اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح دن میں نفلوں میں بھی منفرد کے لئے اخفاء متعین ہے۔

ولو ترك السورة في اوليى العشاء ين قرأها في الاخريين مع الفاتحة جهراً ولو ترك الفاتحة لا يكررها في الاخريين۔

ترجمہ۔ اور اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت چھوڑ دی تو اخیری دو میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھ لے اور اگر فاتحہ چھوڑ دی تو اخیری دو میں مکرر نہ کرے۔

تشریح۔ یعنی اگر ایک شخص نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھی مگر سورۂ فاتحہ کے بعد اور کچھ نہیں پڑھا تو اخیر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور دونوں میں جہر کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے اور اگر پہلی دو رکعت میں سورت پڑھی مگر سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اخیر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نہ پڑھے ایک بار ہی پڑھے اور ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لے۔

فصل: في سننها وهي احد وخمسون۔

ترجمہ۔ فصل۔ نماز کی سنتوں کے بیان میں اور وہ اکیاون (۵۱) ہیں۔

تشریح۔ سنن سنت کی جمع ہے اور سنت سے مراد یہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ نے ہمیشگی کے ساتھ کیا ہو اور بغیر عذر کے کبھی نہ چھوڑا ہو۔ نماز میں اگر کوئی سنت بھولے سے چھوڑ دے تو اس کے چھوڑنے پر نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور نہ نماز میں فساد واقع ہوتا ہے۔ البتہ اگر جان بوجھ کر چھوڑ دے تو بُرا ہے اور وہ ملامت کا مستحق ہے۔

رفع الیدین للتحریمۃ حذاء الاذنین للرجل والامۃ وحذاء المنکبین للحرۃ۔

ترجمہ۔دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا تحریمہ کے لئے دونوں کانوں کے مقابل مرد اور باندی کے لئے، اور دونوں کندھوں کے مقابل آزاد عورت کے لئے۔

تشریح۔(۱) تکبیر تحریمہ کے لئے یعنی نماز کے شروع میں مرد اور باندی کا دونوں ہاتھوں کو اس طرح اُٹھانا کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہو جائیں اور آزاد عورت اس طرح ہاتھ اُٹھائے گی کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے مقابل ہو جائیں۔ خلاصہ یہ کہ عورتیں کندھوں تک ہاتھ اُٹھائیں۔

ونشر الاصابع۔

ترجمہ۔اور انگلیوں کا کھلا رکھنا۔(۲)یعنی ہاتھ اُٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر رکھنا کہ نہ بہت ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کھلی ہوں۔

ومقارنۃ احرام المقتدی لاحرام امامہ۔

ترجمہ۔مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ کا امام کی تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ ملا ہوا ہونا۔

تشریح۔(۳)مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ کا امام کے ساتھ ہونا یعنی جس وقت امام اللہ اکبر کہے اسی وقت مقتدی بھی کہے بشرطیکہ امام کے اللہ کہنے سے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اللہ کہنے سے فارغ نہ ہو۔ اسی طرح امام کے اکبر کہنے سے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اکبر کہنے سے فارغ نہ ہو۔ لہٰذا اگر اللہ تو امام کے ساتھ کہا اور امام کے اکبر کہنے سے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اکبر کہنے سے فارغ ہو گیا تو اصح قول کے مطابق اس کی نماز شروع ہی نہ ہو گی۔(ح)

ووضع الرجل یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت سرتہ و صفۃ الوضع ان یجعل باطن کف الیمنی علی ظاہر کف الیسریٰ محلّقا بالخنصر والابھام علی الرسغ۔

ترجمہ۔اور مرد کا اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا، اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پُشت پر رکھے اس طرح کہ چھنگلی اور انگوٹھے سے گٹے پر حلقہ بنانے والا ہو۔

تشریح۔(۴) اس عبارت کے تحت تین مسئلے ہیں۔ (۱) ایک نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا مسنون ہے۔ (۲) دوسرا مسئلہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کا ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔ (۳) تیسرا مسئلہ اس کی کیفیت کا ہے۔ تو کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پُشت پر رکھے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے۔

ووضع المرأۃ یدیھا علی صدرھا من غیر تحلیق

ترجمہ۔اور عورت کا اپنے ہاتھوں کو سینہ پر بغیر حلقہ بنائے ہوئے رکھنا۔

تشریح۔(۵) اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور رکھنے کی کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور مرد کی طرح چھنگلی اور انگوٹھے سے حلقہ نہ بنائیں۔

والثناء۔

ترجمہ۔اور ثناء پڑھنا۔

تشریح۔(۶) ثناء یعنی سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالى جدك ولا اله غيرك پڑھنا سنت ہے۔خواہ تنہا نماز پڑھتا ہو یا امام کے پیچھے ہو۔اگر امام کے پیچھے ہو تو اُسی وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک امام نے قراءت شروع نہ کی ہو۔(ح)

والتعوذللقراءة۔

ترجمہ۔اور تعوذ پڑھنا قراءت کے لئے۔

تشریح۔(۷) یعنی پہلی رکعت میں قراءت شروع کرنے سے پہلے اعوذ بالله من الشيطن الرجيم پڑھنا سنت ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ تعوذ کے الفاظ میں اولیٰ یہ ہے کہ استعیذُ بااللہ من الشیطان الرجیم کہے۔لیکن پہلا تعوذ احناف کے نزدیک مختار ہے اس لئے کہ اکثر حدیثوں میں نبی ﷺ سے یہی تعوذ وارد ہے۔(ح)

دوسری بحث یہ ہے کہ تعوذ قراءت کے تابع ہے یا ثناء کے۔تو اس بارے میں ہمارے علماء احناف کا اختلاف ہے۔چنانچہ طرفین کے نزدیک تعوذ قراءت کے تابع ہے نہ کہ ثناء کے۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے للقراءۃ کہہ کر اسی قول کی طرف اشارہ کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثناء کے تابع ہے۔لہٰذا طرفین کے نزدیک جس پر قراءت واجب ہوگی وہ تعوذ پڑھے گا۔جیسے امام، منفرد، اور مسبوق فوت شدہ رکعات میں۔البتہ مقتدی تعوذ نہیں پڑھے گا کیوں کہ اس پر قراءت واجب نہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقتدی بھی تعوذ پڑھے گا کیوں کہ ان کے نزدیک تعوذ ثناء کے تابع ہے لہٰذا جو ثناء پڑھے گا وہ تعوذ بھی پڑھے گا۔(م)

والتسمیةاول کل رکعة۔والتأمین۔

ترجمہ۔(۸) اور بسم اللہ پڑھنا ہر رکعت کے شروع میں۔اور آمین کہنا۔

تشریح۔(۹) یعنی جب امام سورۂ فاتحہ کے ختم پر ولاالضالین کہے تو امام اور مقتدی دونوں کو آمین کہنا سنت ہے۔اسی طرح منفرد اور نماز کے باہر جو سورۂ فاتحہ پڑھے تو اس کو بھی ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔(آمین اسمِ فعل ہے جس کے معنیٰ ہیں اِستَجِب: قبول فرما)

والتحميد۔

ترجمہ۔اور ربّنا لك الحمد کہنا۔

تشریح۔(۱۰) مقتدی اور منفرد کو بالاتفاق تحمید کہنا سنت ہے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام تحمید کہے یا نہ کہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام نہ کہے اور صاحبین کے نزدیک امام کو بھی تحمید کہنا سنت ہے۔

والاسرار بها۔

ترجمہ۔(۱۱) اور ان کو آہستہ سے کہنا۔(یعنی ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین اور تحمید کو آہستہ سے کہنا سنت ہے۔)

والاعتدال عند التحريمة من غير طأطأة الراس۔

ترجمہ۔اور سیدھا کھڑا رہنا تحریمہ کے وقت سر جھکائے بغیر۔

تشریح۔(۱۲) تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت سر کو جھکائے بغیر اعتدال کے ساتھ کھڑا رہنا سنت ہے۔

وجهر الامام بالتكبير والتسميع۔

ترجمہ۔اور امام کا زور سے کہنا تکبیر کو اور تسمیع کو۔

تشریح۔(۱۳) امام کا تکبیر تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیریں بقدر حاجت بلند آواز سے کہنا سنت ہے تاکہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانے کی خبر ہو جائے۔اسی طرح امام کے لئے تسمیع یعنی سمع اللہ لمن حمدہ زور سے کہنا سنت ہے۔لیکن ضرورت سے زیادہ پکار کر کہنا مکروہ ہو گا۔مثلاً اس کے پیچھے ایک صف ہے اور وہ اتنا چیختا ہے کہ دس صفوں میں آواز جاتی ہے تو یہ مکروہ ہے اور مقتدی تکبیر اور منفرد تکبیر و تسمیع اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے۔

و تفريج القدمين فى القيام قدر اربع اصابع۔

ترجمہ۔اور دونوں پاؤں کا کشادہ رکھنا قیام میں چار انگلیوں کے بقدر۔

تشریح۔(۱۴) نماز میں قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا سنت ہے۔

وان تكون السورة المضمومة للفاتحة من طوال المفصل فى الفجر و الظهر۔ومن اوساطه فى العصر و العشاء ومن قصاره فى المغرب لو كان مقيما و يقرأ اىّ سورة شاء لو كان مسافراً۔

ترجمہ۔اور فاتحہ کے ساتھ ملائی ہوئی سورت کا طوال مفصل میں سے ہونا فجر اور ظہر میں اور اوساط مفصل میں سے عصر اور عشاء میں اور قصار مفصل میں سے مغرب میں اگر وہ مقیم ہو اور جونسی سورت چاہے پڑھے اگر مسافر ہو۔

تشریح: (۱۵)حضر کی حالت میں یعنی جب کہ وطن ہی میں ہو سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر کی دونوں رکعتوں میں طوال مفصل پڑھے خواہ امام ہو یا منفرد۔ سورۂ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک جتنی سورتیں ہیں ان کو مفصلات کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو طوالِ مفصل کہا جاتا ہے ان سورتوں میں سے ایک سورت پہلی رکعت میں اور دوسری سورت دوسری رکعت میں پڑھے۔اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے یعنی سورۂ بروج سے لے کر لم یکن تک کی سورتوں میں سے پڑھے اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے یعنی سورۂ لم یکن سے سورۂ ناس تک کی سورتوں میں سے پڑھے۔ چنانچہ مفصلات کو چھوڑ کر اور جگہوں سے نماز میں قراءت کرنا سنت کے خلاف ہے۔(ح)اور سفر کی حالت میں قراءت مسنونہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ جو سورت چاہے پڑھے اگر چھوٹی سورت مثلاً معوذتین پڑھی تب بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

و اطالۃ الاولیٰ فی الفجر فقط۔

ترجمہ : اور صرف فجر میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا۔

تشریح : (۱۶)یعنی صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا سنت ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک یہی طریقہ چلا آرہا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کے لئے پوری نماز پالینا بھی آسان ہو جائے گا کیونکہ یہ نیند سے بیداری کا وقت ہے اور ضروریات کی وجہ سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔(ح) فجر کے علاوہ باقی سب نمازوں میں شیخین کے نزدیک دونوں رکعتوں میں برابر قراءت کرنا اولیٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سب نمازوں میں پہلی رکعت دوسری رکعت کی بہ نسبت لمبی کرے البتہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تین آیتوں کے بقدر یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور سنتوں اور نفلوں میں بھی دونوں رکعتوں میں برابر پڑھنا مستحب ہے۔(حاشیہ بتصرف) لیکن دوسری رکعت کو پہلی کی بہ نسبت لمبا کرنا سنتوں اور نفلوں میں مکروہ نہیں ہے۔(ط)

و تکبیرۃ الرکوع و تسبیحہ ثلاثا۔

ترجمہ : اور رکوع کی تکبیر اور اس کی تسبیح تین مرتبہ۔

تشریح : (۱۷)رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے (۱۸) اور رکوع میں کم سے کم سبحان ربی العظیم تین مرتبہ کہنا سنت ہے اور اس سے کم کہنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

و اخذ رکبتیه بیدیه و تفریج اصابعه و المرأة لا تفرجها و نصب ساقیه و بسط ظهره و تسویة رأسه بعجزه۔

ترجمہ : اور دونوں گھٹنوں کا دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور انگلیوں کا کھلا رکھنا (سنت ہے) اور عورت نہ کھلا رکھے انگلیوں کو، اور دونوں پنڈلیوں کا کھڑا رکھنا اور پیٹھ کو پھیلانا اور سر کا سرین کے برابر رکھنا۔

تشریح : (۱۹) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے اور رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے وقت انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھنا اور عورتیں انگلیوں کو ملا کر رکھے یہ سنت ہے (۲۰) اور پنڈلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا اس طور پر کہ گھٹنوں میں خم نہ ہو سنت ہے (۲۱،۲۲) اور مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ سر پیٹھ اور سرین سب ایک سیدھ میں ہو جائیں کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہرا رہے اور عورتوں کو رکوع کی ان سب ہیئتوں میں مردوں کے برعکس کرنا سنت ہے کہ رکوع میں صرف اس قدر جھکیں کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور پیٹھ سیدھی نہ کریں اور ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی رکھیں اور گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھ دیں، زور نہ دیں۔ گھٹنوں میں خم رکھیں۔ مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کریں۔ (ع)

والرفع من الرکوع و القیام بعده مطمئنا۔

ترجمہ : اور رکوع سے اُٹھنا اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا۔

تشریح : (۲۳،۲۴) رکوع سے اُٹھنا اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا صحیح مذہب کے مطابق واجب ہے۔ اگرچہ مشہور مذہب مسنون ہونے کا ہے۔ (شامی) اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مشہور قول کو یہاں پر ذکر کر دیا ہے۔

ووضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه للسجود و عکسه للنهوض۔

ترجمہ : اور سجدہ کے لئے دونوں گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر اپنے چہرہ کو رکھنا اور اُٹھنے کے لئے اس کا اُلٹا کرنا۔

تشریح : (۲۵) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو (۲۶) اور سجدہ سے اُٹھتے وقت اس کا برعکس کرنا سنت ہے۔ یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اُٹھانا۔

وتکبیر السجود و تکبیر الرفع منه ۔و کون السجود بین کفیه ۔

ترجمہ : (۲۷) اور سجدہ کی تکبیر یعنی سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔ (۲۸) اور اس سے اُٹھنے کی تکبیر۔ یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اُٹھنا سنت ہے۔ (۲۹) اور سجدہ کا دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہونا۔ یعنی سجدہ کی حالت میں چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھنا سنت ہے۔

وتسبیحه ثلاثا۔

ترجمہ : (۳۰) اور اس کی تسبیح تین مرتبہ۔ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے۔

ومجافاۃ الرجل بطنه عن فخذیه ومرفقیه عن جنبیه وذراعیه عن الارض۔

ترجمہ : (۳۱) اور مرد کا جدا رکھنا پیٹ کو اپنی رانوں سے اور کہنیوں کو پہلوئوں سے اور کلائیوں کو زمین سے۔

وانخفاض المرأۃ ولزقها بطنها بفخذیها۔

ترجمہ : اور عورت کا پست ہونا اور پیٹ کو اپنی رانوں سے ملانا۔

تشریح : (۳۲،۳۳) عورت کا سجدے میں مردوں کے خلاف کرنا سنت ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو پہلوئوں سے ملائے گی اور پیٹ کو ران سے ملائے گی اور کلائیوں کو زمین پر بچھا دے گی۔

والقومة والجلسة بین السجدتین۔

ترجمہ : اور قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ۔

تشریح : (۳۴،۳۵) صحیح قول کے مطابق قومہ یعنی رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے اور جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جانا یہ بھی واجب ہے۔(ع) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحیح قول لیا ہے۔

ووضع الیدین علی الفخذین فیما بین السجدتین کحالة التشهد۔

ترجمہ : (۳۶،۳۷) اور دونوں ہاتھوں کا رکھنا دونوں رانوں پر دونوں سجدوں کے درمیان تشہد کی حالت کے مانند۔ (یعنی جلسہ میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا سنت ہے، گھٹنوں کو نہ پکڑے۔(م) جیسے التحیات پڑھنے کی حالت میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھا کرتے ہیں۔)

وافتراش رجله الیسری ونصب الیمنی۔

ترجمہ : (۳۸،۳۹) اور اپنے بائیں پیر کو بچھانا اور دائیں کو کھڑا رکھنا۔ (سنت ہے)

وتورك المرأۃ۔

ترجمہ : (۴۰) اور عورت کا تورک کرنا سنت ہے۔ (یعنی بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے۔)

و الاشارۃ فی الصحیح بالمسبحۃ عند الشھادۃ یرفعھا عند النفی و یضعھا عند الاثبات۔

ترجمہ : اور اشارہ کرنا صحیح قول کے مطابق مسبحہ سے شہادت کے وقت، نفی کے وقت اس کو اُٹھائے اور اثبات کے وقت اس کو رکھ دے۔

تشریح : (۴۱) شہادت کی انگلی یعنی سبابہ کو مسبحہ سے تعبیر کیا اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے توحید کا اشارہ کیا جاتا ہے اور توحید یہ تسبیح ہے۔یعنی شرکاء سے پاکی کا اظہار ہے۔ شہادت کے وقت اشارہ کرنا اصح قول کے مطابق سنت ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ لا کہتے وقت انگلی اُٹھائے اور اثبات یعنی الا اللہ کے وقت اس کو رکھ دے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے۔ مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔ (حاشیہ تبصرف)

وقراءۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین

ترجمہ : اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا پہلی دو رکعت کے بعد والی رکعتوں میں۔

والصلوٰۃ علی النبی ﷺ فی الجلوس الاخیر۔

ترجمہ : اور درود بھیجنا نبی کریم ﷺ پر آخری قعدہ میں۔

تشریح : (۴۲) قعدۂ اخیرہ میں درود بھیجنا سنت ہے اور درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے۔اور وہ یہ ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔

والدعاء بما یشبه الفاظ القرآن والسنة لا کلام الناس۔

ترجمہ : اور دعا کرنا ایسے الفاظ سے جو قرآن وحدیث کے الفاظ کے مشابہ ہو نہ کہ لوگوں کے کلام کے۔

تشریح : (۴۳) قعدۂ اخیرہ میں حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ لیکن انہیں الفاظ سے دعا مانگے جو قرآن کریم میں یا حدیثِ پاک میں وارد ہوئے ہوں۔ مثلا

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرۃ حسنة وقنا عذاب النار۔

اور صحیح مسلم میں یہ دعا وارد ہے۔

اللھم انی اعوذبك من عذاب جھنم و من عذاب القبر و من فتنته المحیا و الممات و من فتنته المسیح الدجال۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے نماز میں پڑھنے کے لئے یہ دعا اللهم انی ظلمتُ۔۔۔۔الخ۔ تعلیم فرمائی۔ لہٰذا ایسے الفاظ سے دعا نہ کرے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو (ایسی چیز کی دعا کرنا جس کا بندوں سے مانگنا محال نہ ہو وہ کلام الناس کے مشابہ کہی جائے گی)۔ جیسے اللهم زوجني فلانة (اے اللہ! میری فلانی سے شادی کرادے) اللهم ارزقني الف روبيةً (اے اللہ مجھے ایک ہزار روپے دے) اللهم اقض ديني۔ (اے اللہ میرا قرض ادا کردے) تو یہ کلام الناس کے مشابہ ہیں اس لئے اس طرح کی دعا نہ مانگے۔ اور جس کا بندوں سے مانگنا محال ہو وہ کلام الناس کے مشابہ نہیں ہے۔ جیسے اللهم اغفرلی۔

والالتفات يميناً ثم يساراً بالتسليمتين۔

ترجمہ : (۴۴) اور متوجہ ہونا داہنی جانب پھر بائیں جانب دونوں سلام کے ساتھ۔

(یعنی سلام پھیرتے وقت منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرنا سنت ہے۔)

ونية الامام الرجال والحفظة وصالح الجن بالتسليمتين فى الاصح۔

ترجمہ : اور امام کا نیت کرنا مردوں کی اور نگران فرشتوں کی اور نیک جنات کی دونوں سلاموں میں اصح قول کے مطابق۔

تشریح : (۴۶) یعنی امام داہنی طرف کے سلام میں دائیں طرف کے مقتدیوں کی (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) نیت کرے اور حفظہ کی نیت کرے۔ حفظہ، حافظ کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے محافظ۔ چونکہ یہ فرشتے انسان کے اچھے اور بُرے عمل کو محفوظ کر لیتے ہیں اس لئے ان کو حفظہ کہہ دیا یا اس لئے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو انسان کی جنات سے اور ہلاک کر دینے والی اور ایذا دینے والی چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ (ح) اور نیک جنات کی نیت کرے اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں اور صالح جنات کی نیت کرے۔

ونية المأموم امامه فى جهته وان حاذاه نواه فى التسليمتين مع القوم والحفظة وصالح الجن۔

ترجمہ : اور مقتدی کا نیت کرنا اپنے امام کی اس کی جانب میں اور اگر امام کے مقابل میں ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے، قوم اور نگران فرشتوں اور صالح جنات کے ساتھ۔

تشریح : (۴۷) یعنی سلام پھیرتے وقت مقتدی کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے امام کی نیت کرے؛ امام اگر دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور اگر بائیں طرف ہے تو بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور اگر مقتدی ٹھیک امام کے پیچھے ہو تو اس صورت میں دونوں طرف کے سلام میں امام کی نیت کرنا سنت ہے۔

ونیۃ المنفرد الملائکۃ فقط۔

ترجمہ : اور منفرد کا صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔

تشریح : (۴۸)یعنی منفرد کو صرف دائیں بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کرنا سنت ہے۔

وخفض الثانیۃ عن الاولی۔

ترجمہ : اور دوسرے سلام کا آہستہ آواز میں کہنا پہلے سلام کے مقابل میں ۔

تشریح : (۴۹)یعنی سنت یہ ہے کہ امام دوسرا اسلام پہلے سلام کی بہ نسبت نیچی آواز سے کہے۔)

ومقارنتہ لسلام الامام۔

ترجمہ : اور مقتدی کا ملانا (اپنے سلام کو) امام کے سلام کے ساتھ۔

تشریح : (۵۰) مقتدی کا امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اپنے سلام کو ملانا سنت ہے۔لیکن عمدۃ الفقہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ مقتدی منتظر رہے جب امام داہنی طرف سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف سلام پھیرے اور جب امام بائیں طرف کے سلام سے فارغ ہو تب مقتدی بائیں طرف سلام پھیرے۔

والبداءۃ بالیمین۔

ترجمہ : (۵۰)اور دائیں جانب سے شروع کرنا۔(یعنی پہلا سلام داہنی طرف پھیرنا سنت ہے۔)

وانتظار المسبوق فراغ الامام۔

ترجمہ : (۵۱) اور مسبوق کو امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا۔(یعنی مسبوق کے لئے سنت یہ ہے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے اُس وقت وہ کھڑا ہو۔

فصل فی آدابہا

من آدابہا اخراج الرجل کفیہ من کمیہ عند التکبیر۔

ترجمہ : نماز کے آداب میں سے ہے مرد کا نکالنا اپنی ہتھیلیوں کو اپنی آستینوں سے تکبیرِ تحریمہ کے وقت۔

تشریح : آداب ادب کی جمع ہے۔ ادب وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کبھار کیا ہو اور اس پر مواظبت نہ فرمائی ہو۔ جیسے رکوع اور سجدے میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیحات کا پڑھنا اور مسنون مقدار سے زائد قراءت کرنا۔ اس کے ترک پر کراہت وعتاب نہیں ہے۔ لیکن اس کا بجالانا افضل اور باعث اجر ہے۔

پہلا ادب یہ ہے کہ مرد تکبیرِ تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چادر یا آستین وغیرہ سے نکال کر اُٹھائے۔ البتہ اگر کسی عذر مثلاً سردی وغیرہ کی وجہ سے نہ نکالے تو کوئی حرج نہیں اور ایسی حالت میں نکالنا مستحب نہیں رہتا اور عورتیں کسی حالت میں بھی چادر یا دوپٹہ وغیرہ سے ہاتھ نہ نکالیں بلکہ ان کے اندر ہی سے اُٹھائیں۔

ونظر المصلی الی موضع سجودہ قائما والی ظاھر القدم راکعا والی ارنبۃ انفہ ساجدا أوالی حجرہ جالسا والی المنکبین مسلما۔

ترجمہ: **اور نماز پڑھنے والے کا دیکھنا سجدہ کی جگہ پر قیام کی حالت میں اور قدم کی پشت پر رکوع کی حالت میں اور ناک کی نوک کی طرف سجدہ کی حالت میں اور گود کی طرف بیٹھنے کی حالت میں اور دونوں کندھوں کی طرف سلام پھیرنے کی حالت میں۔**

ودفع السعال ما استطاع وکظم فمہ عند التثاؤب۔

ترجمہ : **اور جہاں تک ہو سکے کھانسی کا دفع کرنا یعنی روکنا مستحب ہے۔ اور اپنے منہ کو بند کرنا جمائی کے وقت۔**

تشریح : یعنی جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا اس طرح پر کہ نیچے کے ہونٹ کو دانتوں سے پکڑ لے پھر بھی اگر بند نہ ہو سکے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کی پشت اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ لے۔ لہٰذا اگر دانت سے دبا کر جمائی کو روک سکتا تھا مگر اس طرح نہیں روکا اور ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہو گا۔(ح)

فائدہ: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر جمائی آتے وقت انسان یوں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی تو اس کو بھی جمائی نہیں آئے گی۔

والقیام حین قیل حی علی الفلاح۔

ترجمہ : **اور کھڑا ہونا جس وقت حی علی الفلاح کہا جائے۔**

تشریح : امام اور مقتدیوں کا نماز کے لئے اُس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب کہ تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب کہ امام محراب کے قریب ہو اور اگر امام محراب کے قریب نہ ہو بلکہ پشت کی جانب سے آرہا ہو تو جس جس صف کے پاس سے امام کا گذر ہو وہ کھڑے ہوتے جاویں۔(ح) لیکن فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کے ادب کو صفوں کی درستی کا لحاظ کرتے ہوئے ترک کرنا اولیٰ کہا جائے گا کیوں کہ احادیث میں صفوں کی درستگی کی بہت ہی تاکید آئی ہے اس لئے

ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے والا عمل از روئے حدیث وفقہ بہت افضل و اعلیٰ ہے اور تعامل صحابہ اس کا مؤید ہے۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے **فقد ثبت عن الصحابة انهم كانو يقومون اذا شرع المؤذن فى الاقامة** یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہو جاتے تھے جب کہ مؤذن اقامت کہنا شروع کر دیتا۔(فتاویٰ رحیمیہ، ۸/ ۲۱۰)

وشروع الامام مذ قيل قد قامت الصلوٰة۔

ترجمہ : اور امام کا نماز شروع کر دینا جس وقت قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے۔

تشریح : یعنی امام کا نماز اُس وقت شروع کرنا مستحب ہے جب کہ تکبیر کہنے والا قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ اقامت کے اختتام پر نماز شروع کرے۔ تب بھی مضائقہ نہیں بلکہ تاخیر ہی زیادہ صحیح ہے۔ اس لحاظ سے کہ مکبّر (تکبیر کہنے والا) بھی تکبیرِ اولیٰ میں امام کے ساتھ شرکت کر سکے گا۔(فتاویٰ رحیمیہ، ۸/ ۲۰۹)

فصل فی کیفیة ترکیب الصلوٰة

ترجمہ : یہ فصل نماز کی ترکیب کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس فصل کے اندر نماز کی پوری ترکیب جو سلف سے منقول چلی آ رہی ہے اس کو بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ نماز کے فرائض وواجبات وسنن اور مستحبات کی اپنی اپنی جگہ ادائیگی کا طریقہ معلوم ہو۔

اذا اراد الرجل الدخول فى الصلوٰة اخرج كفيه من كميه ثم رفعهما حذاء اذنيه ثم كبر بلا مد ناويا۔

ترجمہ: جب آدمی نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آستینوں سے نکالے پھر ان کو اپنے کانوں کے مقابل میں اُٹھائے پھر نیت کرتے ہوئے بغیر مد کے اللہ اکبر کہے۔

تشریح : یعنی جب مرد نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو چادر یا آستین سے باہر نکالے۔ (پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اُٹھائے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رُخ رہیں اور انگلیاں درمیانی حالت میں ہوں، نہ بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ زیادہ کھلی ہوئی ہوں۔(ح) پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی دل سے نیت کرے مثلاً یہ کہ آج کی فجر کی فرض نماز خُدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے اور بغیر مد کے اللہ اکبر کہے۔ یہ طریقہ یعنی پہلے ہاتھ اُٹھائے اس کے بعد تکبیر کہے یہی اصح ہے۔(ع)۔

بِلا مدٍ یعنی تکبیر میں قصر کرے۔ مراد یہ ہے کہ جس جگہ مد نہیں ہے وہاں مد نہ کرے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ اکبر میں اللہ کے ہمزہ کو خفیف فتحہ دے اور لام کو مد کرے۔ (یعنی بغیر مبالغہ کے) اور ہاء کو رفع دے اور اکبر کے ہمزہ اور باء کو خفیف فتحہ دے اور آخر کو جزم کرے کیوں کہ اگر اللہ کے ہمزہ کو مد کرکے آللہ کہا یا اکبر کے ہمزہ کو مد کرکے آکبر کہا تو استفہام کے معنی ہو جانے کی وجہ سے

نماز شروع ہی نہ ہو گی۔ پہلی صورت میں یعنی اللہ اکبر کہنے کی صورت میں معنی ہوتے ہیں، کیا اللہ بڑا ہے؟ اللہآ کبر کہنے کی صورت میں معنی ہوتے ہیں، اللہکیا بڑا ہے؟ ان دونوں صورتوں میں اللہ کی کبریائی میں شک کرنے والا ہو گا۔ اسی طرح اکبر کی باء کو بھی نہ کھینچے۔ پس اگر اللہ اکبر میں اکبر کی باء کو بڑھا کر اکبار پڑھا تو بھی نماز شروع نہ ہو گی۔ کیوں کہ اس سے بھی معنی بگڑتے ہیں کہ اکبار کبر کی جمع ہے بمعنی ڈھول اور بعض نے شیطان کا نام کہا ہے اور بعض کے نزدیک اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔(ع)

ویصح الشروع بکل ذکر خالص اللہ تعالی کسبحان اللہ و بالفارسیۃ ان عجز عن العربیۃ وان قدر لایصح شروعہ بالفارسیۃ ولا قرائتہ بھا فی الاصح۔

ترجمہ: اور صحیح ہوتا ہے نماز کو شروع کرنا ہر ایسے ذکر سے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جیسے سبحان اللہ اور فارسی زبان میں اگر عربی سے عاجز ہو اور اگر قادر ہو (عربی پر) تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہ ہو گا اور نہ فارسی میں قرأت کرنا اصح قول کے مطابق۔

تشریح: یعنی ہر ایسے جملہ سے نماز شروع کرنا یعنی تحریمہ کہنا جائز ہے جو اللہ کی تعظیم و بزرگی پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں بندے کی اپنی کوئی حاجت شامل نہ ہو۔ جیسے اللہ اکبر کے بجائے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اعظم سے نماز شروع کی تو صحیح ہے۔ چنانچہ اگر ایسے الفاظ سے نماز شروع کی جو خالص اللہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ بندہ کی حاجت اس میں شامل ہے مثلاً اللھم اغفرلی یا استغفر اللہ وغیرہ کہا تو نماز شروع نہ ہو گی کیوں کہ ان جملوں میں خالص تعظیم نہیں بلکہ بندہ کی حاجت بھی ملی ہوئی ہے اور وہ اللہ سے اپنے لئے بخشش مانگنا ہے جو بندہ کی حاجت ہے۔ البتہ یہ بات یاد رہے کہ وہ الفاظ جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرتے ہیں ان سے نماز کا شروع کرنا صحیح ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ یعنی نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن مکروہ تحریمی ہو گی کیوں کہ صحیح قول کے مطابق اللہ اکبر کے لفظ سے نماز شروع کرنا واجب ہے۔ اس لئے اس کا لوٹانا واجب ہو گا۔(ع) اور فارسی زبان میں نماز شروع کرنا مثلاً خدا بزرگ است کہنا جائز ہے جب کہ وہ عربی الفاظ پر قادر نہ ہو اور اگر وہ عربی پر قادر ہو یعنی عربی میں اچھی طرح اللہ اکبر کہہ سکتا ہو تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواہ عربی زبان پر قدرت ہو یا نہ ہو غیر عربی میں نماز شروع کرنا صحیح ہے۔ البتہ عربی پر قدرت کے باوجود غیر عربی میں نماز شروع کرنا کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہو گا اور پہلا قول صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا ہے اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔(ح) اسی طرح فارسی میں قراءت کے بارے میں اختلاف ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر عربی میں قرأت سے عاجز ہو تو غیر عربی میں جائز ہے اور اگر عربی میں قراءت پر قادر ہو تو غیر عربی میں جائز نہیں۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواہ عربی پر قدرت ہو یا نہ ہو غیر عربی میں قراءت جائز ہے لیکن قراءت کے بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کی طرف رجوع فرما لیا ہے۔(ح) یہاں پر بالفارسیۃ کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ مراد غیر عربی ہونا ہے خواہ اردو ہو یا فارسی وغیرہ۔

ثم وضع یمینه علی یسارہ تحت سرته عقب التحریمة بلا مهلة مستفتحاوهو ان یقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غیرك ویستفتح کل مصل۔

ترجمہ : پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے تحریمہ کے بعد بغیر مہلت کے ثنا پڑھتے ہوئے اور وہ یہ کہ کہے سبحانك اللهم وبحمدك الخ اور ہر نماز پڑھنے والا ثنا پڑھے گا۔

تشریح : تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی فوراً دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔

بلامهلة کہا کیوں کہ بعض ناواقف لوگ تکبیرِ تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھتے ہیں۔ یہ لٹکانا ٹھیک نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔(ع) ناف کے نیچے ہاتھ اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر یعنی کلائی کے جوڑ پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلی سے حلقہ کے طور پر بائیں ہاتھ کی کلائی کے گٹے کو پکڑ لے۔ باقی تین انگلیاں کلائی کی پشت پر رہیں اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے۔ پھر آہستہ آہستہ ثنا پڑھے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ! ہم تیری پاکی کا اقرار کرتے ہیں اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری بزرگی برتر ہے اور تیرے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں اور یہ ثنا ہر مصلی پڑھے گا خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ البتہ مقتدی اُس وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک امام نے قراءت شروع نہ کی ہو۔ اگر مقتدی امام کے قراءت شروع کر دینے کے بعد شامل ہوا ہو تو اب ثنا نہ پڑھے اور اگر امام کے ساتھ نماز شروع کی مگر مقتدی کی ثنا پوری ہو اس سے پہلے امام نے قراءت شروع کر دی تو جس قدر باقی رہ گئی اس کو ترک کر دے، پوری نہ کرے۔ (ع)

ثم یتعوذ سراً للقراءۃ فیاتی به المسبوق لا المقتدی ویؤخر عن تکبیرات العیدین۔

ترجمہ : پھر اعوذ باللہ پڑھے آہستہ سے قراءت کے لئے پس پڑھے گا اس کو مسبوق نہ کہ مقتدی اور مؤخر کرے گا عیدین کی تکبیرات سے۔

تشریح : ثنا کے بعد تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ سے پڑھے اور چونکہ تعوذ قراءت کے تابع ہے اس لئے جس پر قراءت واجب ہوگی وہ تعوذ پڑھے گا چنانچہ مسبوق جب اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگا تو تعوذ پڑھے گا اس لئے کہ اس کو باقی نماز میں قراءت کرنی ہے اور مقتدی جو شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے وہ تعوذ نہیں پڑھے گا اس لئے کہ اس کو قراءت نہیں کرنی ہے اور عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں عید کی زائد تکبیروں کے بعد تعوذ پڑھے گا اس لئے کہ قراءت تکبیروں کے بعد ہوتی ہے اور تعوذ قراءت کے تابع ہے۔(ع)

ثم یسمی سراً ویسمی فی کل رکعة قبل الفاتحة فقط۔

ترجمہ : پھر آہستہ سے بسم اللہ پڑھے اور ہر رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔

تشریح: یعنی تعوذ کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ سے پڑھے۔ خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری، خواہ امام ہو یا منفرد اور بسم اللہ ہر رکعت کے شروع میں سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھی جائے گی۔ لیکن فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور اگر کوئی پڑھ لے تو مکروہ بھی نہیں۔(ح) بلکہ سورت سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنا حسن ہے۔ البتہ اگر سورت کی جگہ آیات پڑھے تو ان کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔(ع)

ثم قرأ الفاتحة وامّن الامام و المأموم سراً۔

ترجمہ : **پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور امام اور مقتدی آہستہ سے آمین کہیں۔**

تشریح : بسم اللہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے جب کہ امام ہو یا منفرد ہو اور اگر وہ مقتدی ہے تو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا اور جب سورۂ فاتحہ ختم کرلے تو آہستہ سے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، سب آمین کہیں گے۔

ثم قرأ سورةً او ثلاث آیات۔

ترجمہ : **پھر کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے۔**

تشریح: سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا چھوٹی تین آیتیں کم از کم پڑھے تاکہ واجب ادا ہو جائے بلکہ قراءتِ مسنونہ کے مطابق پڑھے تاکہ کراہت تنزیھیہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور قراءت صاف صاف اور صحیح صحیح پڑھے، جلدی نہ کرے۔ لیکن اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو یعنی مقتدی ہو تو صرف ثنا پڑھ کر خاموش کھڑا رہے۔ تعوذ و تسمیہ و فاتحہ و سورت نہ پڑھے۔(ع)

ثم کبر راکعا مطمئنا مسویا رأسه بعجزه آخذا رکبتیه بیدیه مفرجا اصابعه وسبح فیه ثلاثا و ذالك ادناه۔

ترجمہ : **پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے اس حال میں کہ اطمینان کرنے والا ہو، اپنے سر کو سرین کے برابر کئے ہوئے ہو، اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے اپنی انگلیوں کو کشادہ کرکے پکڑے ہوئے ہو اور تسبیح پڑھے اس میں تین مرتبہ اور یہ کم سے کم مقدار ہے۔**

تشریح : یعنی قراءت سے فارغ ہو کر رکوع میں جائے اس طرح پر کہ کھڑا ہونے کی حالت میں اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکتا جائے۔ پس تکبیر کی ابتداء جھکنے کی ابتداء کے ساتھ ہو اور فراغت اُس وقت ہو جب پورا رکوع میں چلا جائے تاکہ نماز کی کوئی حالت ذکر سے خالی نہ رہے۔(ح) مذکورہ طریقہ سے رکوع میں جانے کی جو حالت ہے وہ پوری ذکر کے ساتھ رہے گی بخلاف اگر جھکنے کے بعد تکبیر کہی تو اس حالت کا بغیر ذکر کے ادا ہونا لازم آئے گا اور رکوع میں انگلیوں کو کھلا کرکے ان سے گھٹنوں کو پکڑے اور پیٹھ کو ایسا سیدھا بچھا دے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے تو ٹھہرا رہے کہ سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکاوے۔ بلکہ سر اور سرین ایک سیدھ میں رہیں اور بازو پہلوئوں سے جدا رہیں، پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں، اپنے گھٹنوں کو کمان کی طرح جھکانا مکروہ ہے۔(ح) اور بازوئوں میں بھی خم نہیں ہونا چاہیے اور نظر دونوں پاؤں کی پشت پر رہے اور رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربّی العظیم پڑھے۔ تین مرتبہ کہنا کم سے کم مقدار ہے ورنہ پانچ یا

سات بار یا اس سے زیادہ کہے جب کہ امام نہ ہو اور اگر امام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کرے تا کہ مقتدیوں پر تنگی نہ ہو۔ اگر تسبیح بالکل نہ پڑھے یا ایک بار پڑھے تو جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تحریمی سے کم ہے اور بعض احناف کے نزدیک ایک بار تسبیح کہنا واجب ہے اس لئے ضرور کہنا چاہیے تا کہ اختلاف سے بچا رہے۔(ع) اور خوب اطمینان سے رکوع کرے۔

ثم رفع رأسه واطمأن قائلا سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد لو اماما اومنفرداً والمقتدی یکتفی بالتحمید۔

ترجمہ : **پھر اپنے سر کو اُٹھائے اور اطمینان سے سمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمد کہتا ہوا کھڑا ہو اگر امام یا منفرد ہو، اور مقتدی ربنالک الحمد پر اکتفاء کرے۔**

تشریح : جب رکوع اطمینان سے ہو جائے تب سر اُٹھاوے اور سر اُٹھانے کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہنا شروع کرے اور کھڑا ہونے تک پورا کرے۔ جھکے جھکے یا سیدھا ہو کر نہ کہے اور جب سیدھا ہو جائے تو ربّنالک الحمد کہے، یہی سنت ہے۔ اب اگر امام یا منفرد ہو تو تسمیع و تحمید دونوں کہے اور مقتدی ہو تو صرف تحمید کہے۔

ثم کبر خاراً للسجود ثم وضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه بین کفیه و سجد بانفه و جبهته مطمئنا مسبحا ثلاثا و ذالك ادناه و جا فی بطنه عن فخذیه و عضدیه عن ابطیه فی غیر زحمة موجها اصابع یدیه و رجلیه نحو القبلة والمرأة تخفض و تلزق بطنها بفخذیها۔

ترجمہ : پھر سجدہ کے لئے جھکتا ہوا اللہ اکبر کہے پھر اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر ہاتھوں کو پھر چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور سجدہ کرے اپنی ناک اور پیشانی پر اطمینان سے تین مرتبہ تسبیح پڑھتے ہوئے اور یہ کم سے کم مقدار ہے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے جدا رکھے اور اپنے بازوئوں کو اپنی بغلوں سے، بھیڑ نہ ہونے کی صورت میں اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف پھیرتے ہوئے اور عورت پست ہو جائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے۔

تشریح : یعنی جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اس طرح کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکتا جائے اور سجدہ میں پہنچنے تک ختم کرے۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں۔ پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی رکھے اور سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو اس طرح پر کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کے مقابل رہیں اور سجدہ ناک اور پیشانی دونوں پر کرے۔ اور اطمینان سے سجدہ کرے اور سجدہ میں تین مرتبہ سبحان ربّی الاعلیٰ پڑھے اور یہ کم سے کم مقدار ہے۔ یہاں پر بھی وہی تفصیل ہے جو رکوع میں بیان ہوئی اور سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور بازوئوں کو بغلوں سے ملا کر نہ رکھے۔ بلکہ جُدا رکھے۔ لیکن جماعت کی نماز میں ملائے رکھے، تا کہ پاس والے کو تکلیف نہ ہو۔

فی غیر زحمة کا یہی مطلب ہے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھے اور ہاتھ و پیر کی انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھے اور عورت سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھے۔

وجلس بین السجدتین واضعاً یدیه علی فخذیه مطمئناً۔

ترجمہ: اور بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے اس حال میں کہ اپنے ہاتھوں کورانوں پر رکھے ہوئے ہو۔

تشریح: یعنی پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے سر کو اُٹھائے اور اطمینان سے سیدھا بیٹھ جائے اس کو جلسہ کہتے ہیں۔ جلسہ میں طمانینت یعنی ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار آرام کرے یہ واجب ہے اور جو ذکر یا دعائیں اس موقع پر حدیث میں آئی ہیں وہ نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن مستحب ہے کہ فرضوں کے جلسہ میں بھی مسنون دعا پڑھے اور وہ یہ ہے اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی یا صرف رب اغفرلی کہہ لے۔ کیوں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغفرت کی دعا یعنی رب اغفرلی کہنا فرض ہے۔ اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احناف کے یہاں بھی دعائے مغفرت کا پڑھنا مستحب ہے۔ نیز اس مستحب کی عادت سے جلسہ میں طمانینت کا واجب بھی ادا ہو جائے گا ورنہ اکثر لوگ طمانینت کے تارک اور اس کی ضرورت سے غافل ہیں۔ (ع)

ثم کبر وسجد مطمئنا وسبح فیه ثلاثا وجافی بطنه عن فخذیه وابدیٰ عضدیه۔

ترجمہ: پھر تکبیر کہے اور اطمینان سے سجدہ کرے اور اس میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور ظاہر کرے دونوں بازوؤں کو۔

ثم رفع رأسه مکبرا للنهوض بلا اعتماد علی الارض بیدیه وبلا قعود۔

ترجمہ: پھر اُٹھائے اپنے سر کو تکبیر کہتے ہوئے اُٹھنے کے لئے زمین پر اپنے ہاتھوں کو ٹیکے بغیر اور بیٹھے بغیر۔

تشریح: جب دوسرا سجدہ اطمینان سے ادا کر چکے تو پھر تکبیر کہتا ہوا پنجوں کے بل اُٹھے اور بلا عذر نہ بیٹھے اور نہ اپنے ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے بلکہ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دے کر کھڑا ہو اور اگر بلا عذر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھا (یعنی جلسۂ استراحت کیا) یا دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن خلافِ اولیٰ اور مکروہِ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر کسی کو عذر ہو تو اس کو زمین پر سہارا دے کے کھڑا ہونا یا قلیل جلسۂ استراحت کرنا مستحب ہے۔ (ع)

والرکعة الثانیة کالاولیٰ الا انه لا یثنی ولا یتعوذ۔

ترجمہ: اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ہے۔ مگر یہ کہ نہ ثنا پڑھے گا اور نہ تعوذ۔

تشریح: یعنی دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلی رکعت ادا کی۔ مگر ثنا اور تعوذ نہ پڑھے بلکہ ہاتھ باندھ کر بسم اللہ، الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور دوسرا سجدہ کرے۔

ولا یسن رفع الیدین الا عند افتتاح کل صلوٰۃ و عند تکبیر القنوت فی الوتر و تکبیرات الزوائد فی العیدین و حین یری الکعبۃ و حین یستلم الحجر الاسود و حین یقوم علی الصفا و المروۃ و عند الوقوف بعرفۃ و مزدلفۃ و بعد رمی الجمرۃ الاولی و الوسطیٰ و عند التسبیح عقب الصلوٰت۔

ترجمہ : اور نہیں مسنون ہے دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا مگر ہر نماز کے شروع کرنے کے وقت اور قنوت کی تکبیر کے وقت وتر میں اور تکبیراتِ زوائد کے وقت عیدین میں اور کعبہ شریف کے دیکھنے کے وقت اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے وقت اور صفا مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت اور عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے بعد اور نمازوں کے بعد تسبیح سے فراغت کے وقت (دعا مانگنے کے لئے)

تشریح : یعنی ہاتھوں کو ان گیارہ جگہوں کے علاوہ اور کسی جگہ پر اُٹھانا مسنون نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت بھی ہاتھوں کو اُٹھانا مسنون ہے اور احناف کے یہاں مسنون نہیں ہے۔ حاشیہ میں ایک حکایت ذکر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد حرام میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ اہلِ عراق رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اپنے ہاتھ نہیں اُٹھاتے حالانکہ مجھ کو **زہری عن سالم عن ابن عمر** یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ ان موقعوں پر اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **حدثنی حماد عن ابراھیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ عند تکبیرۃ الافتتاح ثم لا یعود۔** یعنی حضور ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر اعادہ نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر حیرت ہے میں حدیث بیان کر رہا ہوں حدیث زہری عن سالم عن ابن عمر اور وہ حدیث بیان کر رہے ہیں حدیث حماد عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہما۔ حاصل یہ کہ امام اوزاعی نے عُلُوِّ اسناد کا لحاظ کرتے ہوئے حدیث ابن عمر کو ترجیح دی۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حماد زہری کے مقابلے میں بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے افقہ ہیں اور اگر ابن عمر کو تقدمِ زمانی حاصل نہ ہوتا تو میں کہتا علقمہ بڑے فقیہ ہیں ابن عمر کے مقابلے میں اور رہے عبد اللہ تو وہ عبد اللہ ہیں یعنی ان کی تو نظیر ہی نہیں۔ حاصل یہ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ رواۃ کا اعتبار کرتے ہوئے ابن مسعود کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ بہر حال وہ گیارہ جگہیں جہاں پر ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے ان میں سے پہلی جگہ یہ ہے کہ (۱) جس وقت نماز کے لئے تکبیرِ تحریمہ کہی جائے اس وقت ہاتھوں کا اُٹھانا سنت ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب۔ سنت ہو یا نفل، ادا ہو یا قضا۔ (۲) وتر میں جب تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو جائے اس کے بعد دعاء قنوت پڑھنے کے لئے ہاتھوں کا اُٹھانا سنت ہے۔ (۳) عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد کے وقت ہاتھوں کو اُٹھانا سنت ہے۔ (۴) جس وقت کعبہ شریف پر نظر پڑے اُس وقت ہاتھوں کو اُٹھائے۔ لیکن یہاں پر ہاتھوں کو اُٹھانا دعا کے لئے ہے اس لئے جیسے دعا میں ہاتھوں کو اُٹھاتے ہیں اس طرح یہاں پر بھی اُٹھائیں گے۔ (۵) جس وقت حجرِ اسود کو بوسہ دے تو اُس وقت دونوں ہاتھوں کو اس طرح اُٹھائے کہ ہتھیلیوں کے باطن سے پتھر کا استقبال

کرے (۶) اور جس وقت صفا مروۃ پر کھڑا ہو اُس وقت ہاتھوں کو اُٹھائے جس طرح دعا کے لئے اُٹھاتے ہیں کیوں کہ یہ بھی قبولیتِ دعا کی جگہ ہے۔(۷۔۸۔۹۔۱۰۔۱۱) اور اسی طرح عرفات و مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے وقت اور نمازوں کے بعد تسبیح سے فراغت پر دعا مانگنے کے لئے ہاتھوں کا اُٹھانا مسنون ہے۔

و اذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعة الثانیة افترش رجله الیسری و جلس علیها و نصب یمناہ و وجه اصابعها نحو القبلة ووضع یدیه علی فخذیه و بسط اصابعه والمرأة تتورك۔

ترجمہ: اور جب فارغ ہو جائے مرد دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے تو بچھائے اپنے بائیں پیر کو اور اُس پر بیٹھ جائے اور کھڑا کرے اپنے داہنے پیر کو اور متوجہ کرے اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف اور رکھے دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر اور پھیلائے اپنی انگلیوں کو اور عورت تورک کرے گی۔

تشریح: یعنی جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو قعدہ کرے اس طرح کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور س کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ کر قدرتی حالت میں انگلیاں پھیلا دے اور ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور قبلہ کی طرف رہیں۔ انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے نہیں۔یہی اصح ہے۔ اگرچہ پکڑنا بھی جائز ہے مگر نہ پکڑنا افضل ہے اس لئے کہ پکڑنے سے انگلیوں کے سرے قبلہ رُخ نہیں رہیں گے بلکہ زمین کی طرف ہو جائیں گے۔(ع)اور قعدہ میں نظر اپنی گود پر رہے اور عورت تورک کرے گی یعنی دونوں پیر داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

و قرء تشهد ابن مسعود رضی اللہ عنہ و اشار بالمسبحة فی الشهادة یرفعها عند النفی و یضعها عند الاثبات ولا یزید علی التشهد فی القعود الاولی وهو التحیات لله والصلوات و الطیبات السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

ترجمہ: اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد پڑھے اور مسبحہ سے شہادت کے کلمہ پر اشارہ کرے کہ نفی کے وقت اس کو اُٹھائے اور اثبات کے وقت اس کو رکھ دے اور نہ زیادہ کرے تشہد پر پہلے قعدہ میں اور وہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد یہ ہے) تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام ہو تم پر اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشریح: تشہد چونکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ میں مروی ہے اس لئے ان میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ان سے جو تشہد مروی ہے۔(جو آگے آرہا ہے) اس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہ نے ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے **التحیات المبارکات الصلوٰت الطیبات للہ سلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ سلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ** اگر کوئی ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کا تشہد پڑھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ح) اور تشہد میں جب **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ** پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو مٹھی کی طرح بند کرے اور کلمہ کی انگلی اُٹھا کر اشارہ کرے لآ الٰہ پر انگلی اُٹھائے اور الا اللہ پر جھکا دے اور پھر اخیر قعدہ تک اسی طرح حلقہ باندھے رکھے۔

وھو التحیات۔ شبِ معراج میں جب سید الکونین جناب رسول اللہ ﷺ بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں حاضر ہوئے تو آداب و تسلیم کے طور پر ان الہامی کلمات کو ادا کیا۔

التحیات یعنی ہر قسم کی وہ تعظیم و تسلیم جو انسان زبان سے کر سکے۔

الصلوٰت یعنی وہ تمام تعظیم و آداب جو انسان بدن سے کر سکے،

الطیبات یعنی وہ تمام تعظیم و تکریم جو انسان اپنے مال سے کر سکے۔ سب اللہ بالا و برتر کے لئے ہیں۔ اس معجزانہ تعظیم و تکریم و آداب پر حق تعالی کی جانب سے یہ جواب ارشاد ہوا السلام علیك ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ۔ رحمۃ للعلمین ﷺ نے جب دیکھا کہ رحمت و برکت کی بارش ہو رہی ہے تو آپ کی ہمہ گیر رحمت و شفقت کا تقاضا ہوا کہ رحمت کی اس وسیع چادر میں تمام نیک بندوں کو شامل کر لوں۔ چنانچہ آپ نے عرض کیا السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ یعنی خُداوند اسلام ہم پر بھی اور خُدائے قدوس کے تمام نیک بندوں پر بھی۔ جب ملائکہ نے یہ عجیب و غریب خطاب و جواب دیکھا تو ان میں سے ہر ایک پکار اُٹھا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ (ایضاح الاصباح) اور یہ بات یاد رہے کہ تشہد کے لفظوں کے معنی کا اپنی طرف سے ارادہ کرے یعنی یوں ارادہ کرے کہ وہ اللہ پر تحیۃ بھیجتا ہے۔ اور نبی ﷺ اور اپنے نفس اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے۔ واقعہ معراج کی حکایت مد نظر نہ ہو۔ (ع)

وقرأ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین ثم جلس و قرأ التشھد ثم صلی علی النبی ﷺ ثم دعا بما یشبہ القرأن والسنۃ ثم یسلم یمینا و یسارا فیقول السلام علیکم و رحمۃ اللہ ناویا من معہ کما تقدم۔

ترجمہ: **اور پڑھے فاتحہ پہلی دو رکعتوں کے بعد والی رکعتوں میں پھر (آخری رکعت پڑھنے کے بعد) بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے ایسے کلمات سے جو قرآن اور سنت کے مشابہ ہوں پھر سلام پھیرے دائیں اور بائیں یعنی السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہے، نیت کرتے ہوئے ان لوگوں کی جو اس کے ساتھ ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا۔**

تشریح : یعنی فرض نماز کی پہلی دو رکعت کے بعد باقی رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔ اور اگر ان میں الحمد پڑھنا بھول جائے تب بھی سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیوں کہ فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے یا تین بار تسبیح یعنی سبحان اللہ کہے یا اتنی دیر چُپ رہے لیکن الحمد پڑھنا تسبیح پڑھنے سے افضل ہے اور چپ رہنا مکروہ ہے بوجہ ترک سنت کے۔ (ع)

(باب الامامۃ)

یہ باب امامت کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح: امامت کے معنی سردار ہونا ہے۔ نماز میں ایک شخص ساری جماعت کا امام یعنی سردار ہوتا ہے اور سب مقتدی اس کی تابعداری کرتے ہیں۔ یہاں پر امامت سے مراد امامتِ نماز ہے۔ یعنی مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ وابستہ ہونا۔ اب مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس امامتِ نماز کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

ھی افضل من الاذان۔

ترجمہ : **امامت اذان سے افضل ہے۔**

تشریح : یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین سے اس پر ہمیشگی ثابت ہے۔ (ح)

و الصلوٰۃ بالجماعۃ سنۃ للرجال الاحرار بلا عذر۔

ترجمہ : **اور نماز جماعت کے ساتھ سنت ہے آزاد مردوں کے لئے جن کو کوئی عذر نہ ہو۔**

تشریح : فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنتِ موکدہ ہے۔ جو واجب کے قریب ہے۔ بعض علماء نے اس کو واجب کہا ہے اس لئے اگر کوئی شخص بلاعذر ایک بار بھی چھوڑ دے تو وہ گناہ گار اور سزا کا مستحق ہے اور اگر کئی بار چھوڑ دے تو فاسق مردود الشہادۃ ہے اور سخت سزا کا مستحق ہے۔ اگر پڑوسی اس پر سکوت کریں تو وہ بھی امر بالمعروف کے ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوں گے۔ حتٰی کہ اگر اہلِ شہر جماعت کو ترک کر دیں تو ان کو اقامتِ جماعت کا حکم دیا جائے گا۔ اگر انہوں نے اس پر عمل کر لیا تو ٹھیک ورنہ ان سے قتال کرنا جائز ہو گا۔ (ع۔م) اور اگر کسی عذر شرعی سے جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہیں ہو گا۔ نماز با جماعت کی بہت فضیلت اور تاکید احادیث میں آئی ہے اور جماعت کے تارک پر بہت سی احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **صلوٰۃ الجماعۃ افضل من صلوٰۃ الفذ بسبع و عشرین درجۃ** (بخاری) کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے اور ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہی **لقد ھممت ان امر فتیتی فیجمعوا الی حزماً من حطب ثم اُتی قوما یُصلون فی بیوتھم لیست**

بهم علة فاحرقها عليهم (مسلم) کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جائوں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ وفقد شرط كطهارة وستر عورة۔

ترجمہ: اور تندرست مردوں کے لئے امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا، (۲) بالغ ہونا، (۳) عاقل ہونا، (۴) مذکر ہونا (۵) قرآن شریف پڑھ سکتا ہو، (۶) عذروں سے سالم ہونا جیسے نکسیر، فأفاۃ (یعنی گفتگو میں فاء زیادہ نکلے) تمتمہ (یعنی گفتگو میں تاء زیادہ نکلے) لثغ (زبان کی شکستگی یعنی سین کی جگہ ثا اور راء کی جگہ غین نکلے) اور کسی شرط کا نہ پایا جانا جیسے طہارت اور ستر عورت کا نہ ہونا۔

تشریح: امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں بیان کرتے ہیں کہ کون امامت کے لائق ہے اور کس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ چنانچہ پہلی شرط یہ ہے کہ نماز پڑھانے والا مسلمان ہو لہٰذا کافر و مشرک اور ایسے بدعتی کے پیچھے جس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے کسی شخص کی نماز درست نہیں ہوگی۔ پس مسلمانوں کے جو فرقے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہیں ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ مثلاً شیعوں کے پیچھے نماز نہ ہوگی کیوں کہ ان کے بعض عقائد موجبِ کفر ہیں۔ جیسے حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو برا بھلا کہنا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار یہ ایسے امور ہیں جن سے عموماً کوئی شیعہ خالی نہیں ہوتا۔ (ع) اسی طرح آج کل فرقۂ مبتدعہ (بریلوی) کے عقائد حدِّ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اگر کوئی بدعتی شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو بلکہ موحد ہو صرف تیجہ، چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلا ہو تو اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/ ۱۹۰)

امامت کے صحیح ہونے کی دوسری شرط بالغ ہونا ہے۔ لہٰذا نابالغ لڑکے کے پیچھے بالغ کی نماز درست نہیں ہوگی۔ خواہ تراویح و نوافل ہی کیوں نہ ہوں، یہی صحیح اور مختار ہے۔ اگرچہ ائمۂ بلخ کے نزدیک تراویح و دیگر نوافل کا نابالغ کے پیچھے پڑھنا درست ہے لیکن یہ مختار اور صحیح نہیں ہے۔ (ح) اور یہ بات یاد رہے کہ عمر کے لحاظ سے پندرہ سال کا بالغ کہا جائے گا۔ لیکن اگر علامت کے لحاظ سے اس عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

تیسری شرط عاقل ہونا ہے۔ لہٰذا ہر وقت مست و مجنون رہنے والے کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر اس کی حالت ایسی ہے کہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے اور کبھی جنون لاحق ہو جاتا ہے تو افاقہ کی حالت میں اس کی امامت صحیح ہوگی اور جنون کی حالت میں باطل ہوگی۔ (ط)

چوتھی شرط مذکر ہونا۔ یعنی صحت امامت کے لئے ایک شرط امام کا مرد ہونا ہے۔ لہٰذا عورت کا امام بننا جب کہ اس کے پیچھے مرد مقتدی ہوں، درست نہیں ہے۔ خواہ کوئی بھی نماز ہو لیکن اگر عورتیں ہی مقتدی ہوں تو ان کی امامت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کوئی عورت اپنی جیسی عورتوں کی امام بنے تو درست ہے لیکن مکروہِ تحریمی ہے۔ (ع)

پانچویں شرط قراءت ہے۔ یعنی اتنی مقدار قرآن کا یاد ہونا جس سے نماز جائز ہو جائے اور وہ کم سے کم ایک آیت ہے اور ایسے شخص کو جسے ایک آیت یا اس سے زیادہ یاد ہو حنفی فقہاء کی اصطلاح میں قاری کہتے ہیں اور جس کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اس کو امی کہتے ہیں۔ پس قاری کی اقتداء امی کے پیچھے درست نہیں ہے۔

چھٹی شرط عذروں سے سالم ہونا کہ امام کسی معذوری میں مبتلا نہ ہو۔ یعنی کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جس سے اس کا شمار معذوری میں ہو جیسے نکسیر کا جاری رہنا (یعنی ناک سے خون کا جاری رہنا)، یا فأفأۃ (یعنی فاء کو کثرت سے استعمال کرنے کی عادت ہو یعنی کوئی کلمہ ادا کرتے وقت مشقت کی وجہ سے پہلے فؔ کی سی آواز نکال کر پھر اصل کلمہ ادا کرتا ہو یا تمتمہ یعنی گفتگو میں تؔ اور مؔ کو لوٹا کر کہنے کی عادت ہو یا لثغ تتلانا یعنی وہ شخص جو بعض حروف کی ادائیگی پر قادر نہ ہو مثلاً رؔ کی جگہ غؔ یا لؔ بولتا ہو یا سؔ کی جگہ ثؔ ادا کرتا ہو۔ (ح)
چنانچہ اگر امام ان میں سے کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کے لئے ایسے اشخاص کی امامت صحیح نہیں ہے جن کو یہ مرض لاحق نہ ہو۔ لیکن اپنے جیسے معذوروں کی امامت جائز ہے۔ اسی طرح جس امام کے اندر نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو، اُس کے پیچھے ایسے شخص کی نماز نہیں ہوگی جس میں نماز کی سب شرطیں موجود ہوں۔ مثلاً طہارت (یعنی وضو اور غسل) والے کی نماز غیر طاہر (یعنی معذور) کے پیچھے یا کپڑا پہننے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہ ہوگی۔

وشروط صحة الاقتداء اربعة عشر شيئاً نية المقتدى المتابعة مقارنة لتحريمته۔

ترجمہ: اور اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں چودہ ہیں۔ مقتدی کا اقتداء کی نیت کرنا اس حال میں کہ وہ (متابعت کی نیت) ملی ہوئی ہو تحریمہ کے ساتھ۔

تشریح: یعنی جماعت کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں جو مقتدی سے متعلق ہیں چودہ ہیں۔ (۱) مقتدی کو امام کی متابعت (اس کے پیچھے نماز پڑھنے) کی نیت کرنا اس طرح پر کہ نیتِ اقتداء تحریمہ کے ساتھ ہو یا تحریمہ پر اس طرح مقدم ہو کہ نیت اور تحریمہ کے درمیان نیت توڑنے والا کوئی فعل نہ ہوا ہو جس کی تفصیل شروطِ نماز میں گذر چکی ہے۔ البتہ جمعہ اور عیدین میں اقتداء کی نیت ضروری نہیں ہے کیوں کہ وہ جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (ح)

ونية الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به۔

ترجمہ: (۲) اور مرد کا (عورتوں کی) امامت کی نیت کرنا شرط ہے عورتوں کی اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے۔

تشریح: یعنی اگر امام مرد ہو اور اس کے پیچھے عورتیں بھی نماز میں شریک ہوں تو مرد امام کے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کی امامت کی نیت کرے۔ اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورتوں کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ البتہ مرد امام کو مردوں کی امامت کی نیت کرنا یا عورت امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے لیکن بغیر نیت کے ثواب نہیں ملے گا۔ اس لئے امامت کی نیت کر لینا افضل ہے۔

و تقدم الامام بعقبہ عن المأموم۔

ترجمہ : **(۳) اور امام کا آگے ہونا مقتدی کی ایڑی سے۔**

تشریح : تیسری شرط یہ ہے کہ مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ایڑیوں کا اعتبار ہے یعنی مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نہ ہو۔ لہٰذا اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو اور مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے پنجہ امام کے پنجہ سے آگے ہو تو اقتداء صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اعتبار ایڑیوں کا ہے اور وہ امام کے پیچھے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ امام کے پاؤں کا مقتدی کے پاؤں سے آگے ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر دونوں برابر ہوں تب بھی اقتداء درست ہے۔ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام کے قدم کے آگے ہونے کو شرط قرار دیا ہے یہ خلافِ مذہب ہے۔(ط) اصل یہ ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ ہو، اس لئے اگر دونوں برابر کھڑے ہوں تب بھی اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

وان لا یکون ادنیٰ حالا من المأموم۔

ترجمہ : **(۴) اور امام کی حالت کا مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہونا۔**

تشریح : یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ نہ ہو۔ چنانچہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہ ہو گی کیوں کہ امام کی حالت ادنیٰ ہے اور مقتدی کی حالت اعلیٰ ہے۔

و ان لا یکون الامام مصلیا فرضا غیر فرضہ۔

ترجمہ : **(۵) اور یہ کہ امام کسی ایسے فرض کو نہ پڑھ رہا ہو جو مقتدی کے فرض کے علاوہ ہو۔**

تشریح : یعنی اقتداء کے صحیح ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو مثلاً ظہر کی نماز اُسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن اگر امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے پیچھے کوئی ظہر کی نیت کرے تو یہ اقتداء صحیح نہ ہو گی کیوں کہ دونوں کے فرض علیحدہ ہو گئے۔ اسی طرح آج کی ظہر پڑھنے والے کی اقتداء کل کی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہ ہو گی۔

وان لا یکون الامام مقیما لمسافر بعد الوقت فی رباعیۃ ولا مسبوقا۔

ترجمہ : **(۶) اور یہ کہ امام مسافر کا وقت کے بعد چار رکعت والی نماز میں مقیم نہ ہو اور نہ مسبوق ہو۔**

تشریح : اقتداء کے صحیح ہونے کی چھٹی شرط یہ ہے کہ چار رکعت والی نماز مثلاً ظہر، عصر، اور عشاء میں وقت گذر جانے کے بعد مسافر کا امام مقیم نہ ہونا چاہیے۔ یعنی وقت نکلنے کے بعد چار رکعت والی نمازوں میں مسافر کو مقیم کے پیچھے قضا نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ البتہ وقت کے اندر جائز ہے کہ مسافر مقیم کی اقتداء کرے اور اس وقت مسافر اپنے امام کی متابعت میں چار رکعتیں پوری پڑھے گا۔ یہاں

پر رباعیہ کی قید لگائی۔لہذا جو نمازیں رباعیہ کے علاوہ ہیں جیسے فجر اور مغرب تو اس میں ہر حال میں مسافر کو مقیم کی اقتداء جائز ہے خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے نکلنے کے بعد ہو۔

ولا مسبوقا یعنی اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ امام مسبوق نہ ہو۔لہٰذا اگر مسبوق اپنی باقی ماندہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے اقتداء کی نیت کرنا صحیح نہیں ہو گا۔

وان لا یفصل بین الامام والمأموم صف من النساء۔

ترجمہ:(۷) اور یہ کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف فاصل نہ ہو۔

تشریح:اقتداء کے صحیح ہونے کی ساتویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی پوری صف حائل نہ ہو۔چنانچہ اگر عوتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہو تو ان کے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور پوری صف سے مراد تین سے زیادہ عورتیں ہیں،اگر تین عورتیں ہوں گی تو ان کے پیچھے والی صفوں میں سے ہر صف کے ان تین آدمیوں کی نماز جو ان عورتوں کے سیدھ میں پیچھے ہوں گے اخیر صفوں تک فاسد ہو جائے گی اور باقی لوگوں کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر دو عورتیں ہوں تو ان کے پیچھے والی صرف پہلی صف کے ان دو مردوں کی نماز فاسد ہو گی جو ان کے پیچھے سیدھ میں ہیں۔اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے والی صرف پہلی صف کے ایک ہی مرد کی جو اس کے محاذی ہیں نماز فاسد ہو جائے گی۔آخری صفوں تک نہیں۔(م)

وان لا یفصل نھر یمر فیہ الزورق۔

ترجمہ : (۸) اور یہ کہ نہ فاصل ہو کوئی ایسی نہر جس میں چھوٹی کشتی گذر سکے۔

تشریح: اقتداء کے صحیح ہونے کی آٹھویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی نہر حائل نہ ہو جس میں چھوٹی کشتیاں چل سکیں اور اس پر بغیر کسی تدبیر یعنی پل وغیرہ کے عبور ممکن نہ ہو۔لہٰذا اگر درمیان میں ایسی نہر حائل ہو اور امام نہر کے اُس پار ہو اور مقتدی نہر کے اس پار ہو تو اقتداء صحیح نہ ہو گی۔مسجد کے حوض کا بھی یہی حکم ہے۔مثلاً مسجد کے صحن میں حوض ہے تو حوض کے پیچھے والے حصہ میں اقتداء صحیح نہ ہو گی۔البتہ اگر حوض کے ارد گرد یعنی دائیں بائیں کھڑے ہو کر صفیں متصل ہو گئی ہوں تو پیچھے والوں کی اقتداء درست ہو جائے گی۔اور اگر نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں چھوٹی کشتیاں بھی نہ گذر سکیں تو وہ اقتداء کے لئے مانع نہ ہو گی۔

ولا طریق تمر فیہ العجلة۔

ترجمہ:(۹) اور نہ کوئی ایسا راستہ جس میں گاڑی گذر سکے۔

تشریح: نویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسا کشادہ راستہ نہ ہو جس میں سے بیل گاڑی گذر جائے (جس کا اندازہ دو صف کے برابر ہے) اگر اتنا کشادہ ہو تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر خالی جگہ میں تین آدمی کھڑے ہو جائیں تو بالاتفاق صفیں متصل ہو جائیں گی اور ان کے پیچھے والوں کی اقتداء صحیح ہو جائے گی اور اگر دو آدمی کھڑے ہوں تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفیں متصل کہلائیں گی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متصل نہیں کہلائیں گی اور طرفین رحمۃ اللہ علیہما کا قول اصح ہے اور ایک آدمی کے کھڑے ہونے سے بالاتفاق متصل نہیں کہلائیں گی۔ (ط،ع) اور یہی حکم باقی تمام صفوں کے درمیان کا ہے۔ پس اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہے اور بیچ میں خالی جگہ نہیں ہے لیکن پہلی اور دوسری صف کے درمیان اتنا راستہ ہے جس میں سے گاڑی گذر سکے تو پہلی صف کی نماز صحیح ہو جائیگی اور دوسری صف کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر راستہ دو صف سے کم چوڑا ہو تو وہ اقتداء کے لئے مانع نہ ہوگا۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ عام مساجد اگر بہت ہی بڑی نہ ہوں مکان واحد کا حکم رکھتی ہیں اور ان میں خالی جگہ کے فاصلہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگرچہ بقدر دو صف یا زیادہ کے ہو اور وہ مانع اقتداء نہیں ہے۔ پس اگر امام محراب میں ہو اور کوئی شخص مسجد کے کنارہ پر اقتداء کرے اور درمیان میں دو صف یا اس سے زیادہ فاصلہ خالی ہے تو بھی اقتداء جائز ہے۔ مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اور فناء مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے، اور فناء مسجد وہ ہے جو مسجد کے متصل ہو اور ان دونوں کے درمیان راستہ نہ ہو۔

ولا حائط یشتبہ معہ العلم بانتقالات الامام فان لم یشتبہ لسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی الصحیح۔

ترجمہ : (۱۰) اور نہ کوئی دیوار جس میں امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے پس اگر سننے یا دیکھنے کی وجہ سے اشتباہ نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

تشریح: دسویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار حائل نہ ہو جس کی وجہ سے امام کی نقل و حرکت مثلاً رکوع، قومہ اور سجدہ وغیرہ مقتدی پر مشتبہ ہو جائے یعنی معلوم نہ ہو۔ چنانچہ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اور اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کو معلوم ہو جائے خواہ امام یا مقتدیوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبّر کی تکبیر کی آواز سن کر ہو تو اقتداء درست ہو جائے گی۔ اگرچہ دیوار درمیان میں حائل ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ امام کا حال مشتبہ نہ ہونا چاہیے۔

وان لا یکون الامام راکباً والمقتدی راجلاً۔

ترجمہ : (۱۱) اور یہ کہ نہ ہو امام سوار اور مقتدی پیدل۔

تشریح : گیارہویں شرط یہ ہے کہ امام سواری پر سوار نہ ہو اور مقتدی پیدل ہو۔ پس اگر امام سواری پر سوار ہو اور مقتدی سواری سے نیچے کھڑے ہو کر اس کی اقتداء کرے تو یہ اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

اوراکباً غیر دابۃ امامہ۔

ترجمہ : (۱۲) یا سوار ہو اپنے امام کی سواری کے علاوہ پر۔

تشریح: بارہویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی سواری الگ الگ نہ ہو۔ لہٰذا اگر امام ایک سواری پر سوار ہے اور مقتدی دوسری سواری پر سوار ہے تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اور اگر ایک ہی سواری پر سوار ہوں تو اقتداء درست ہے۔

وان لا یکون فی سفینۃ و الامام فی اخریٰ غیر مقترنۃ بھا۔

ترجمہ : (۱۳) اور یہ کہ نہ ہو مقتدی ایک کشتی میں اور امام دوسری کشتی میں جو مقتدی کی کشتی کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔

تشریح: تیرہویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی کشتی الگ الگ نہ ہو۔ لہٰذا اگر امام ایک کشتی پر سوار ہو اور مقتدی دوسری کشتی پر سوار ہو تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اور اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی یعنی بندھی ہوئی ہوں تو اقتداء درست ہو جائے گی۔

و ان لا یعلم المقتدی من حال امامہ مفسداً فی زعم المأموم کخروج دم اوقئ لم یعد بعدہ وضوءہ۔

ترجمہ : (۱۴) اور یہ کہ مقتدی اپنے امام کے حال میں سے کوئی ایسی چیز نہ جانتا ہو جو مقتدی کے گمان میں مفسد ہو جیسے خون یا قی کا خارج ہونا کہ اس کے بعد امام نے اپنا وضو نہ لوٹایا ہو۔

تشریح: چودھویں شرط یہ ہے کہ مقتدی امام کے بارے میں کسی ایسی چیز کا علم نہ رکھتا ہو جو مقتدی کے مذہب کے مطابق اس کی نماز کو فاسد کر دیتی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مسلک کے مطابق صحیح ہونی چاہیے۔ چنانچہ اگر امام شافعی المذہب ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز درست ہوگی جب کہ مقتدی کے علم میں امام کے اندر کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جس سے حنفی مذہب کے مطابق نماز فاسد ہو جاتی ہو۔ سو اگر مقتدی نے امام کے بدن کے کسی حصہ سے خون نکلتے دیکھا اور شافعی المذہب امام نے اس کے بعد بغیر وضو کئے نماز پڑھانی شروع کر دی تو اب حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی کیوں کہ مقتدی کے علم میں اپنے امام کی ایسی حالت سامنے آگئی جس سے حنفی مذہب میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

و صح اقتداء متوضئ بمتیمم و غاسل بماسح و قائم بقاعد و باحدب و مؤم بمثلہ و متنفل بمفترض۔

ترجمہ : اور صحیح ہے وضو کرنے والے کی اقتداء تیمم کرنے والے کے پیچھے اور (پیروں کے) دھونے والے کی مسح کرنے والے کے پیچھے اور کھڑے ہونے والے کی بیٹھے ہوئے اور کبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنے والے کی اسی جیسے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کے پیچھے۔

تشریح: ان مسائل کا حاصل یہ ہے کہ اگر مقتدی امام سے حالت میں کم یا برابر ہو گا تو اقتداء درست ہو گی۔ اگر زیادہ ہو یعنی مقتدی کی حالت امام کی حالت سے قوی ہو گئی تو اقتداء صحیح نہ ہو گی۔ چنانچہ تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء درست ہو گی کیوں کہ تیمم اور وضو پاکی کے حکم میں برابر ہیں۔ کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔ اسی طرح مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر مسح کرتا ہو یا جبیرہ پر، دھونے والی کی اقتداء درست ہے اس لئے کہ مسح کرنا اور دھونا ایک درجہ کی طہارت ہیں۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ اسی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی یا کُبڑے کی (جو سیدھا کھڑا نہ ہو سکے) اقتداء کرنا جائز ہے۔ نیز اشارہ سے نماز پڑھنے والا اپنے مثل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ مثلاً امام کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع سجدے کے اشارہ سے نماز پڑھتا ہے اور اس کے پیچھے مقتدی بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے تو اقتداء درست ہے کیوں کہ مقتدی ارکان کی ادائیگی میں امام کے مثل ہے۔ ایسے ہی نفل پڑھنے والے کی اقتداء فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

وان ظهر بطلان صلوٰة امامه اعاد ولزم الامام اعلام القوم باعادة صلوٰتهم بالقدر الممكن فى المختار۔

ترجمہ : **اور اگر ظاہر ہو جائے اپنے امام کی نماز کا باطل ہونا تو اعادہ کرے اور امام پر لازم ہے کہ جس قدر ممکن ہو قوم کو نماز کے لوٹانے کا اعلان کرے مختار مذہب میں۔**

تشریح : یعنی اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ یہ فساد نماز میں معلوم ہو یا نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو اور اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو گئی اور مقتدیوں کو معلوم نہ ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تا کہ وہ اپنی اپنی نمازوں کو لوٹا لیں خواہ بذریعہ قاصد یا بذریعہ تحریر جب کہ مقتدی چلے گئے ہوں۔ فی المختار کہا اس لئے کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مقتدی متعین نہ ہوں تو امام پر اطلاع دینا ضروری نہیں ہے۔(ح)

فصل يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئا۔

ترجمہ : **ساقط ہو جاتی ہے جماعت کی حاضری اٹھارہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے پائے جانے کی وجہ سے۔**

تشریح: یعنی ان اٹھارہ چیزوں میں سے اگر کوئی ایک چیز پائی گئی تو جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید ختم ہو جاتی ہے۔

مطر وبرد وخوف۔

ترجمہ : **(۱) بارش، (۲) سخت سردی، (۳) اور خوف۔**

تشریح: یعنی زور کی بارش ہو رہی ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھے۔(ع)

برد یعنی سخت سردی کی وجہ سے کہ باہر نکلنے اور مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے۔

خوف یعنی مسجد میں جانے سے کسی دُشمن یا ظالم کے مل جانے کا خوف ہو اور وہ خوف خواہ اپنی جان پر ہو یا مال پر، اس سے بھی جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔

وظلمۃ وحبس وعمی۔

ترجمہ : (۴) اور تاریکی، (۵) اور روک،(٦) اور اندھا ہونا۔

تشریح: بہت زیادہ اندھیرا ہو کہ مسجد کی طرف راستہ نہ سوجھتا ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔

حبس یعنی تنگدست مدیوں کو قرض خواہ نے پکڑ رکھا ہو تو اس پر جماعت ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح مسجد میں جانے سے قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے یا اس کو روک لینے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور اگر قادر ہو اور ادا نہ کرے تو ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترکِ جماعت کی اجازت نہیں ہو گی۔(ط)

عمی یعنی اندھا ہونا، اگرچہ اس کو کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا ہو تو بھی اس پر جماعت کی حاضری ساقط ہے۔(ط)

وفلج وقطع ید ورجل وسقام۔

ترجمہ : (۷)اور فالج ہونا،(۸)ہاتھ اور پیر کا کٹا ہوا ہونا،(۹)اور بیماری۔

تشریح: فالج ایک بیماری ہے جو بدن کی ایک جانب طول میں لاحق ہوتی ہے۔ جس سے اس حصۂ بدن کا احساس باطل ہو جاتا ہے اور وہ حرکت نہیں کر سکتا۔ (ح) ایسی بیماری کی وجہ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔

وقطع ید یعنی کسی کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا ہو تو وہ بھی ترکِ جماعت کے لئے معذور ہے۔ البتہ صرف ایک ہاتھ کا کٹا ہوا ہونا عذر نہیں ہے۔(ع) صرف ایک پاؤں کا کٹا ہوا ہونا عذر ہے۔(ط)

وسقام یعنی کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکتا ہو اور مسجد تک جانے میں مشقت ہو تو یہ بھی معذور ہے۔

واقعاد ووَحَل وزمانۃ۔

ترجمہ: (۱۰) اور پیروں کا بے حس ہونا،(۱۱) اور کیچڑ،(۱۲) اور دائمی مرض۔

تشریح: اقعاد کے معنی آتے ہیں بے حس پاؤں یا بے حس ہاتھ والا ہونا۔ یعنی جس شخص کے دونوں پاؤں یا صرف ایک پاؤں شل (بے حس) ہو یا دونوں ہاتھ شل ہوں تو وہ ترکِ جماعت کے لئے معذور ہے۔ اگر صرف ایک ہاتھ شل ہو تو معذور نہیں۔

وحل یعنی مسجد کے راستہ میں بہت کیچڑ ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے لیکن جہاں تک ہو سکے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے۔(ع)

زمانۃ زمانۃ کے معنی آتے ہیں دائمی مریض ہونا، لہٰذا جو شخص مدت سے بیمار ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہو کہ جس کی وجہ سے وہ بغیر مشقت کے چل نہ سکتا ہو تو وہ بھی ترکِ جماعت کے لئے معذور ہے۔

وشیخوخۃ وتکرار فقہ بجماعۃ تفوتہ وحضور طعام تتوقہ نفسہ۔

ترجمہ : **(۱۳) اور بڑھاپا(۱۴) اور جماعت کے ساتھ فقہ کی کتاب کی تکرار جو اس سے فوت ہو جائے گی(۱۵) اور کھانے کا آجانا کہ جس کو دل چاہ رہا ہو۔**

تشریح: شیخوخت سے مراد بہت بُڑھاپا ہونا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو تو اس سے بھی جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔

وتکرار فقہ فقہ کی کتاب کی تکرار ہو رہی ہے یعنی علم فقہ کے سیکھنے سِکھانے میں مشغول ہے، اب اگر وہ جماعت میں شریک ہوتا ہے تو وہ رفقاء جو اس کے ساتھ تکرار میں شریک ہیں اس سے چھوٹ جائیں گے تو ایسی صورت میں اگر کبھی کبھی بلاقصد جماعت ترک ہو جائے تو معذور ہو گا لیکن اگر ترکِ جماعت پر ہمیشگی کرے گا تو معذور نہ ہو گا۔(ط) آج کل مدارس اور جامعات میں جو تکرار ہوتی ہے وہ اس کا مصداق نہیں بن سکتی کیونکہ ساتھی کہیں جانے والے نہیں ہیں۔ یہ تو تب ہے جب مثلاً علماء محققین کا کوئی قافلہ سفر کرتا ہوا آپہنچا، اور ان سے کسی ضروری مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہے یا وہ کوئی تحقیقی مقالہ پیش کر رہے ہیں تو ایسے موقع پر طالب علم کے لئے ترک جماعت کی گنجائش ہے کیونکہ اگر یہ جماعت میں جائیگا تو اہل علم کا قافلہ اس سے فوت ہو جائیگا اور پھر نہ معلوم کب نصیب ہو۔(واللہ اعلم) اسی طرح کتابوں کے مطالعہ کی مشغولی بھی عذر ہے جب کہ ترکِ جماعت پر ہمیشگی نہ ہو۔(ط)

وحضور طعام یعنی جب کھانا حاضر ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک لگی ہو اور نفس اس کی طرف اس طرح سے راغب ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو اور ایک طرف جماعت کھڑی ہو تو یہ جماعت کو ترک کرنے کے لئے معذور ہے۔

فائدہ:۔ بایں صورت دو چار لقمے کھا کر نفس کی تسکین کر لے اور فوراً جماعت پکڑنے چلا جائے یہ نہیں کہ مستقل دستر خوان سجا کر جم جائے۔

وارادۃ سفر وقیامہ بمریض وشدۃ ریح لیلا لا نہارًا۔

ترجمہ : **اور سفر کا ارادہ اور اس کا ٹھہرنا کسی بیمار کے پاس اور ہوا کا تیز ہونا رات کے وقت نہ کہ دن میں۔**

تشریح : یعنی اگر کوئی شخص سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کو خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا یا ریل گاڑی یا ہوائی جہاز کا وقت قریب ہو تو اس صورت میں جماعت ساقط ہو جائے گی۔

وقیامه یعنی اگر کوئی شخص کسی مریض کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے جائے گا تو مریض کو تکلیف یا وحشت ہو گی تو اس سے جماعت ساقط ہو جائے گی۔

وشدة ریح یعنی اگر رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا چلتی ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ البتہ دن کے وقت میں آندھی اور تیز ہوا کا چلنا ترکِ جماعت کے لئے عذر نہیں ہے۔ بلکہ جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہو گا۔

واذا انقطع عن الجماعة لعذر من اعذارها المبيحة للتخلف يحصل له ثوابها۔

ترجمہ : **اور جب رک جائے جماعت سے جماعت کے اعذار میں سے کسی عذر کی وجہ سے جو مباح کر دینے والا ہے پیچھے رہنے کو تو حاصل ہو جائے گا اس کو جماعت کا ثواب۔**

تشریح: اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہو سکا اور اس کی یہ نیت تھی کہ اگر عذر نہ ہوتا تو وہ ضرور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن اس سے مراد وہ عذر ہیں جو بالکل جماعت میں حاضر ہونے کے لئے مانع ہوں۔ مثلاً فالج، بہت زیادہ بُڑھاپا وغیرہ۔ لہذا جو عذر بالکل مانع نہ ہوں مثلاً بارش، کیچڑ، سردی اور اندھاپن وغیرہ تو ان صورتوں میں اگرچہ ترکِ جماعت جائز ہے لیکن پھر بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہتر ہے اس لئے اگر جماعت میں شامل نہیں ہو گا تو جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہو گی۔ (ع)

فصل: فی الاحق بالامامة و ترتيب الصفوف۔

ترجمہ : **یہ فصل امامت کے سب سے زیادہ مستحق ہونے اور صفوں کی ترتیب کے بیان میں ہے۔**

اذا لم يكن بين الحاضرين صاحب منزل و لا وظيفة ولا ذو سلطان فالاعلم احق بالامامة۔

ترجمہ: **جب حاضرین میں صاحب خانہ اور صاحب وظیفہ اور صاحب اقتدار نہ ہو تو سب سے زیادہ جاننے والا امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہو گا۔**

تشریح: یعنی امام تو اسی کو بنایا جائے گا جس کے اندر امامت کے سب سے زیادہ اوصاف پائے جائیں لیکن اگر حاضرین میں بادشاہِ اسلام موجود ہو تو وہی سب سے زیادہ امامت کا مستحق ہے لیکن حاشیہ میں نہایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ اُس زمانہ کے حاکم کی بات ہے جس میں حاکم غالباً عالم و صالح ہوتے تھے اور ہمارے زمانہ میں اکثر حاکم ظالم اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں یہ حکم نہ ہو گا۔ اس کے بعد صاحب وظیفہ (یعنی جس کو تنخواہ پر مقرر کیا گیا ہو) یا صاحب خانہ اوروں پر مقدم ہوں گے۔ اگرچہ حاضرین میں

ان سے زیادہ مسائل کا علم رکھنے والا یا اچھا قاری یا پرہیز گار موجود ہوں لیکن افضل یہ ہے کہ محلے کا امام یا صاحبِ خانہ ان میں سے کسی کو آگے کر دے اور جب ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو اعلم ہو یعنی جو نماز کی صحت و فساد کے احکام و مسائل کو سب سے زیادہ جانتا ہو کہ کن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور کن چیزوں سے نماز صحیح ہوتی ہے۔ اور مسنون قرأت کے بقدر قرآن پڑھنے پر قادر ہو لہذا جو شخص نماز کی شرطوں، اس کے ارکان، اس کی سنتوں اور اس کے آداب سے واقف ہو اگرچہ دوسرے علوم سے زیادہ واقف نہ ہو یا یہ کہ دوسرے علوم کو بالکل نہ جانتا ہو اور ظاہر گناہوں سے بچتا ہو وہ اعلم ہے۔(ح،ع)

ثم الاقرأ۔

ترجمہ : **پھر وہ شخص جو سب زیادہ قاری ہو۔**

تشریح: اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یعنی اگر حاضرین میں سب کے سب علم میں برابر ہوں تو ان میں سے جس کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ اولیٰ ہو گا۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر سب اعلم ہوں تو ان میں سے جو قرآن مجید قواعد کے مطابق زیادہ صحیح پڑھتا ہو کہ وقف کی جگہ وقف، وصل کی جگہ وصل، تشدید کی جگہ تشدید، تخفیف کی جگہ تخفیف اور مد کی جگہ مد وغیرہ کرتا ہو (مختصر اینکہ وہ قاری مقری ہو) تو وہ اولیٰ ہو گا۔ علامہ ابن ہمام نے اسی دوسرے احتمال کو لیا ہے۔(ح)

ثم الاورع۔

ترجمہ : **پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔**

تشریح: یعنی اگر حاضرین میں سب اعلم و اقرأ ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو گا وہ اولیٰ ہو گا۔ پرہیز گار سے مراد یہ ہے کہ جہاں حلال و حرام میں شبہ ہو اس سے بھی بچتا ہو۔ ورع اور تقویٰ میں فرق یہ ہے کہ ورع کہتے ہیں شبہات سے پرہیز کرنے کو اور تقوٰی کہتے ہیں محرمات سے بچنے کو۔(ح)

ثم الاسن۔

ترجمہ : **پھر وہ شخص جو عمر میں زیادہ ہو۔**

تشریح: یعنی اگر پرہیز گاری میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں جو عمر میں بڑا ہو وہ امام بنے گا۔ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر میں زیادہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس کا زیادہ زمانہ اسلام کی حالت میں گذرا ہو وہ مقدم ہو گا۔ لہذا وہ جوان جو شروع سے مسلمان ہو اس بوڑھے پر جو چند دنوں پہلے مسلمان ہوا ہو مقدم کیا جائے گا۔(ط) اور بعضوں نے عمر میں زیادہ ہونے سے مراد حقیقت میں عمر میں بڑا ہونا مراد لیا ہے۔ لہذا جو سن رسیدہ ہو گا وہ مقدم ہو گا۔

ثم الاحسن خلقا۔

ترجمہ : پھر وہ شخص جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہو۔

تشریح: یعنی اگر مذکورہ چیزوں میں اہلِ جماعت سب برابر ہوں تو ان میں جو ملنساری میں سب سے زیادہ اچھا ہو وہ مقدم ہو گا اور اخلاق کے یہ معنی باعتبار لازم وملزوم کے ہیں یعنی جس کے اخلاق اچھے ہوں گے وہ لوگوں کے ساتھ محبت سے ملے گا اور یہ جماعت کی کثرت کا سبب ہے۔

ثم الاحسن وجھا ۔

ترجمہ : پھر وہ شخص جو خوب صورت ہو۔

تشریح: یعنی اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو پھر ان میں جو زیادہ خوب صورت ہو وہ مقدم ہو گا۔ بعضوں نے اس سے مراد تہجد زیادہ پڑھنے والے کو لیا ہے کہ جو کثرت سے تہجد پڑھتا ہو وہ مقدم ہو گا۔ کیوں کہ کثرتِ تہجد سے چہرے پر خوب صورتی زیادہ ہوتی ہے اور بعض نے ظاہری خوب صورتی ہی مراد لی ہے کیوں کہ خوب صورت کی امامت بھی جماعت کی کثرت کا سبب ہوتی ہے۔(ط)

ثم الاشرف نسبا ۔

ترجمہ : پھر وہ شخص جو نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ شریف ہو۔

تشریح: یعنی اگر سب لوگ خوب صورتی میں بھی برابر ہوں تو پھر ان میں جو خاندان کے لحاظ سے زیادہ شریف ہو اس کو آگے کیا جائے گا۔ مثلاً سیّد اور لوگوں پر مقدم ہو گا کیوں کہ سیّد خاندان کو حضور ﷺ کی نسبت ہونے کی وجہ سے ایک خاص اعزاز و شرافت حاصل ہے جو جماعت کی کثرت کا سبب ہے۔

ثم الاحسن صوتا ثم الانظف ثوبا۔

ترجمہ : پھر وہ شخص جو سب سے اچھی آواز والا ہو۔ پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ صاف ہوں۔

تشریح: یعنی جس کے کپڑے میل کچیل سے زیادہ صاف ہوں وہ مقدم ہو گا۔ بعضوں نے دوسرا معنی بیان کیا ہے کہ جو سب سے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو وہ مقدم ہو گا۔(ط)

فان استووا یقرع او الخیار للقوم فان اختلفوا فالعبرۃ بما اختارہُ الاکثر وان قدموا غیر الاولیٰ فقد اساءوا۔

ترجمہ : **پس اگر سب کے سب برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے یا قوم کو اختیار ہوگا، پھر اگر وہ لوگ اختلاف کریں تو اعتبار اس کا ہوگا جس کو اکثر لوگوں نے پسند کیا ہو اور اگر آگے کر دیا غیر مستحق کو تو انہوں نے بُرا کیا۔**

تشریح: یعنی اگر ان مذکورہ چیزوں میں سب برابر ہوں اور کسی میں کوئی وجہ ترجیح موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں منصب امامت پر مقرر کرنے کے لئے ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا اور جس کا نام قرعہ میں نکلے گا اس کو امام مقرر کیا جائیگا۔ او الخیار یعنی یا پھر قوم کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ جس کو چاہیں امام بنائیں۔

فان اختلفوا یعنی اختیار کی صورت میں اگر مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے کہ بعض کسی ایک کو پسند کریں اور بعض دوسرے کو تو ایسی صورت میں اعتبار اکثر کا ہے یعنی زیادہ مقتدی جس کو پسند کریں اس کو امام بنایا جائے گا۔

وان قدموا یعنی جو امامت کے لئے اولیٰ ہے اس کو چھوڑ کر اگر مقتدی غیر اولیٰ کو امام بنائیں گے تو بُرا کریں گے۔ کیوں کہ اس صورت میں سنت کو چھوڑنے والے ہوں گے لیکن گنہگار نہ ہوں گے۔ مثلاً دو شخص فقہ میں برابر ہیں مگر ان میں سے ایک اچھا قاری ہے اور مسجد والوں نے دوسرے کو یعنی غیر قاری کو امام بنایا تو ترک سنت کی وجہ سے بُرا کیا۔ لیکن گنہگار نہ ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے نیک آدمی کو امام بنایا ہے۔

وکرہ امامۃ العبد والاعمی والاعرابی وولد الزنا الجاھل والفاسق والمبتدع۔

ترجمہ : **اور غلام، اندھے، اعرابی، جاہل ولد الزنا، فاسق اور بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔**

تشریح: یعنی غلام کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہِ تنزیہی ہے۔(ط۔ع) اگرچہ وہ آزاد کر دیا گیا ہو۔ کیوں کہ آقا کی خدمت میں مشغولی کی وجہ سے اکثر بے علم ہی رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر غلام عالم، متقی ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہو گی۔(ط)

والاعمی یعنی امامت کے لئے نابینا کو بھی آگے بڑھانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ کیوں کہ وہ اندھا ہونے کی وجہ سے نجاست سے بچ نہیں سکتا۔(ط)

والاعرابی یعنی گنوار (گائوں کے رہنے والے) کو بھی امامت کے لئے آگے بڑھانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کیوں کہ ان میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حاشیہ میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک اعرابی نے ایک امام کی اقتداء کی تو امام نے جب یہ آیت الاعراب اشد کفرا و نفاقا تلاوت کی جس کا ترجمہ ہے کہ دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں، تو اُس اعرابی نے امام صاحب کا سر پھوڑ دیا۔ پھر ایک مدت کے بعد اسی امام کی اقتداء کی تو امام صاحب نے یہ آیت تلاوت کی ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر یعنی بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب اعرابی نے یہ سُنا تو کہا کہ میری لاٹھی کام کر گئی۔

وولد الزنا یعنی حرامی کو امامت کے لئے آگے بڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیوں کہ اس کا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تربیت نہیں ہو پائی جس کی وجہ سے اس پر بھی جہالت کا غلبہ ہو گا۔ اسی طرح اس کو آگے کرنے سے لوگ نفرت کریں گے۔ جو کہ تقلیل جماعت کا سبب ہے اور جو چیز تقلیل جماعت کا سبب ہو وہ مکروہ ہے۔ لیکن اعرابی، اندھا اور ولد الزنا علم و فضل والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو ان کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہو گی۔ بلکہ قوم میں وہ زیادہ علم و فضل والے ہوں تو ان کو امام بنانا اولیٰ ہے اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔(ع)

والفاسق فاسق یعنی جو علی الاعلان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو جیسے سود خوار، چغل خور، زناکار، ریاکار اور ڈاڑھی منڈانے والا یا ایک مشت سے کم رکھنے والا۔ ان گناہوں کا مرتکب فاسق معلن ہے اس کو امام بنانا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے چاہے وہ علم میں دوسرے مقتدیوں سے زیادہ ہو کیوں کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر اس کی اہانت واجب ہے۔(م۔ط۔ع)

والمبتدع یعنی بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جب کہ اس کی بدعت اس درجہ کی نہ ہو جس سے ضروریات دینی میں سے کسی بات کا انکار لازم آئے اور اگر اس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس بدعت سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے پیچھے نماز نہیں ہو گی۔ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اگر کسی مسجد کا امام فاسق یا بدعتی ہو تو اگر دوسری جگہ نماز مل جائے تو اس کی اقتداء نہ کرے اور اگر ایسی کوئی شکل نہ ہو مثلاً دوسری مسجد ہی نہ ہو یا ہو لیکن وہاں بھی امام فاسق یا بدعتی ہی ہو جیسے کہ کاٹھیاواڑ کے بعض علاقے ایسے ہیں جہاں پر ہر مسجد کا امام بدعتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے اولیٰ ہے۔(ع بتصرف)

وتطویل الصلوٰۃ وجماعۃ العراۃ والنساء فان فعلن یقف الامام وسطھن کالعراۃ۔

ترجمہ : اور نماز کو لمبا کرنا اور ننگوں اور عورتوں کی جماعت (بھی مکروہ ہے) پس اگر عورتیں جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہو گی۔ ننگوں کی جماعت کی طرح۔

تشریح: یعنی امام کا لوگوں کو لمبی نماز پڑھانا مکروہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قراءت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن و حضر کی حالت ہو، کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدارِ مسنون سے بھی کم کر دی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے۔ یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت میں مسنون مقدار سے کم کر دے۔ البتہ اگر کوئی ہنگامی صورت ہو یا امن کی حالت نہ ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایاں ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ۷/۲۲۷ ملخصا)

وجماعۃ العراۃ یعنی ننگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(ط) اسی طرح عورتوں کے لئے تنہا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔(ط) چنانچہ کراہت کے باوجود اگر عورتوں نے جماعت کی تو عورتوں کی امام ان کے بیچ میں کھڑی ہو گی۔ مردوں کی طرح آگے کھڑی نہ ہو گی۔ جیسے ننگے اگر جماعت کریں تو ان کے لئے یہی حکم ہے کہ ان کا امام بیچ میں کھڑا ہو آگے کھڑا نہ ہو۔

ويقف الواحد عن يمين الامام والاكثر خلفه۔

ترجمہ : **اور ایک مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور ایک سے زیادہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔**

تشریح: یعنی اگر امام کے ساتھ ایک شخص یا ایک لڑکا ہو جو نماز کو سمجھتا ہو تو وہ امام کی داہنی طرف کھڑا ہو اور اگر امام کے ساتھ دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ چنانچہ اگر اکیلا آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو گا تو مکروہ تنزیہی شدید ہو گا یعنی تحریمی سے کم۔ اسی طرح امام کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا بھی مکروہِ تنزیہی شدید ہے۔ کیوں کہ اس میں سنت کی مخالفت ہے۔(م۔ع)

ويصف الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء۔

ترجمہ : **اور صف باندھیں مرد، پھر بچے، پھر خنثیٰ (ہیجڑے)، پھر عورتیں۔**

تشریح: اس عبارت میں امام کے پیچھے کھڑے ہونے کی ترتیب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ امام کے پیچھے سب سے پہلے مرد کھڑے ہوں، پھر ان کے پیچھے بچے کھڑے ہوں اور ان کے پیچھے ہیجڑے (خنثیٰ سے مراد خنثیٰ مشکل ہے یعنی جن میں مرد و عورت دونوں کی علامت برابر ہو، کوئی علامت غالب نہ ہو یا دونوں میں سے کوئی علامت نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی علامت غالب ہو تو اس کو غالب علامت کے لحاظ سے مرد یا عورت ہونے کا حکم دیا جائے) اور ان کے پیچھے عورتیں کھڑی ہوں۔ ویسے عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ پھر بھی اگر وہ جماعت میں حاضر ہو جائیں تو ان کی صف سب سے آخر میں ہو گی۔

فصل: فيما يفعله المقتدى بعد فراغ امامه من واجب وغيره۔

ترجمہ : **اس واجب اور غیر واجب کے بیان میں جس کو مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔**

تشریح: اس فصل کے اندر ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جس کو مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔ ان میں سے بعض واجب ہیں کہ مقتدی کے لئے ان کا کرنا ضروری ہے اور بعض وہ ہیں جو مقتدی کے لئے ضروری نہیں ہیں۔

لو سلم الامام قبل فراغ المقتدى من التشهد يتمه۔

ترجمہ : **اگر امام سلام پھیر دے مقتدی کے تشہد سے فارغ ہونے سے پہلے تو مقتدی تشہد کو پورا کرے گا۔**

تشریح : یعنی قعدۂ اخیرہ میں ابھی مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا اس سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ وہ اپنی التحیات پوری کرلے اور اس کے بعد سلام پھیرے کیوں کہ یہ واجب ہے اور اگر اس نے التحیات پوری نہیں کی بلکہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو بھی جائز ہے۔(ح) لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ درست ہو گی۔(ع)

ولو رفع الامام رأسه قبل تسبيح المقتدی ثلاثا فی الرکوع او السجود يتابعه۔

ترجمہ: **اور اگر اُٹھالے امام اپنے سر کو مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح پڑھنے سے پہلے رکوع یا سجدہ میں تو مقتدی امام کی متابعت کرے گا۔**

تشریح: یعنی اگر امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اُٹھالیا اور مقتدی نے ابھی تین مرتبہ تسبیح پوری نہیں کی تو اس صورت میں امام کی متابعت کرے گا کیوں کہ امام کی متابعت واجب ہے اور تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے اور ترکِ سنت تاخیرِ واجب سے اولیٰ ہے۔

ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخير ساهيا لا يتبعه المؤتم وان قيدها سلم وحده۔

ترجمہ: **اور اگر زیادہ کرے امام ایک سجدہ یا کھڑا ہو جائے قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر تو نہیں اتباع کرے گا اس کی مقتدی اور اگر مقید کر دیا امام نے اس کو (سجدہ کے ساتھ) تو سلام پھیر دے مقتدی تنہا۔**

تشریح: یعنی اگر امام دو سجدے کرنے کے بعد تیسرے سجدہ کے لئے بھی چلا جائے تو مقتدی امام کی اتباع نہ کرے اسی طرح اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے مثلاً چار رکعت والی نماز میں چوتھی رکعت میں تشہد کے بعد پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں بھی مقتدی امام کی متابعت نہ کرے یعنی کھڑا نہ ہو۔ بلکہ انتظار کرے۔ اگر امام پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اور اسی کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو بھی کرے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے۔

وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهيا انتظره المأموم فان سلم المقتدی قبل ان يقيد امامه الزائدة بسجدة فسد فرضه۔

ترجمہ: **اور اگر امام قعدۂ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کا انتظار کرے گا پس اگر اس سے پہلے کہ امام زائد رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کرے مقتدی سلام پھیر دے تو اس کا فرض فاسد ہو جائے گا۔**

تشریح: یعنی اگر امام قعدۂ اخیرہ کئے بغیر بھول کر کھڑا ہو گیا مثلاً چار رکعت والی نماز میں چوتھی رکعت میں قعدہ کئے بغیر بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں بھی مقتدی امام کی متابعت نہ کرے یعنی کھڑا نہ ہو بلکہ قعدہ میں ہی انتظار کرے۔ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے تو مقتدی اس کی متابعت کرے اور اگر مقتدی نے امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جس طرح امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے سے امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

و کرہ سلام المقتدی بعد تشھد الامام قبل سلامہ۔

ترجمہ : اور مکروہ ہے مقتدی کا سلام پھیر لینا امام کے تشہد پڑھنے کے بعد امام کے سلام سے پہلے۔

تشریح: یعنی امام کی التحیات پوری ہوگئی اور ابھی اس نے سلام نہیں پھیرا اس سے پہلے مقتدی نے سلام پھیر دیا تو یہ مکروہِ تحریمی ہوگا۔

فصل فی الاذکار الواردۃ بعد الفرض۔

ترجمہ :ان اذکار کے بیان میں جو فرض نمازوں کے بعد منقول ہیں۔

القیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون وعن شمس الائمۃ الحلوانی لابأس بقراءۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ۔

ترجمہ : فرض نماز کے بعد متصلاً سنت کے لئے کھڑا ہو جانا مسنون ہے اور شمس الائمۃ حلوانیرحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح: فرض نماز کے بعد امام بلا کسی تاخیر کے فوراً سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے یہ مسنون ہے۔ یعنی فرض نماز کے بعد طویل دعا اور وظائف میں مشغول نہ ہو اور اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام، اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك، اور لا الہ الااللہ وحدہ لا شریك لہ لہٗ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر ، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجد۔ یہ مختصر دعا پڑھنا فرض نماز کے بعد متصلاً سنت پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ طویل طویل دعاؤں میں مشغول ہونا جس سے سنت میں تاخیر ہو اس سے احتراز ضروری ہے ورنہ زیادہ تاخیر سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فرض اور سنتوں کے درمیان اوراد و وظائف کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ بہتر نہیں ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ اوراد و وظائف جو فرض نمازوں کے بعد منقول ہیں مثلاً تین مرتبہ استغفار، آیت الکرسی، ۳۳بار سبحان اللہ، ۳۳بار الحمد للہ اور ۳۳بار اللہ اکبر اور ایک بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر ان کو سنتوں کے بعد پڑھے۔ اور اگر مقتدی یا منفرد ہو تو اپنی جگہ بیٹھ کر دعا مانگنا اس کے لئے جائز ہے۔

ویستحب للامام بعد سلامہ ان یتحول الی یسارہ لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعدہ الناس و یستغفرون اللہ و یقرئون آیۃ الکرسی والمعوذات و یسبحون اللہ ثلاثاً و ثلاثین ویحمدونہ کذالك و یکبرونہ کذالك ثم یقولون لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم فی آخرہ۔

ترجمہ : اور مستحب ہے امام کے لئے سلام پھیرنے کے بعد کہ گھوم جائے بائیں طرف فرض کے بعد نفل پڑھنے کے لئے اور یہ کہ استقبال کرے اس (فرض کے) بعد لوگوں کا اور سب اللہ سے استغفار کریں اور آیت الکرسی اور معوذات (یعنی قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس) پڑھیں اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہیں، اور اتنی ہی بار الحمد للہ کہیں اور اتنی ہی بار اللہ اکبر کہیں۔ پھر کہیں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر پھر اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگیں۔ پھر پھیر لیں ان کو اپنے چہروں پر دعا کے آخر میں۔

تشریح: یعنی فرض نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کے لئے امام بائیں طرف کو ہٹ جائے اس لئے کہ جہاں فرض پڑھی ہے اس جگہ سنتیں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔(ع) البتہ مقتدی اگر سنتیں اسی جگہ پڑھے جہاں فرض پڑھی ہو تو اس کے لئے کوئی کراہت نہیں۔(ع)

وان یستقبل یعنی جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں مثلاً فجر اور عصر میں تو ان کے بعد امام لوگوں کی طرف اپنا رُخ کر لے یا دائیں جانب گھوم جائے اور مذکورہ وظائف امام اور مقتدی دونوں کو پڑھنا مستحب ہے۔ احادیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس کے بعد دعا مانگے۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھ سینے تک اُٹھا کر پھیلائے، امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی دعا مانگے اور مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا سُنائی دے تو سب آمین کہتے رہیں۔(ع) اور دعا مانگ چُکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیریں۔

(باب ما یفسد الصلوٰۃ)

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو نماز کو فاسد کرتی ہیں۔

تشریح: یہاں پر ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہوتا ہے۔ عبادات کے اندر فاسد اور باطل کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے جو معنی فاسد کے ہیں وہی باطل کے ہیں۔ البتہ معاملات کے اندر فاسد اور باطل کے معنی میں فرق ہے۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر آپ پڑھ لیں گے۔

وھو ثمانیۃ وستون شیئاً الکلمۃ ولو سھوًا او خطأً۔

ترجمہ : اور وہ (یعنی فاسد کرنے والی چیزیں) اڑسٹھ ہیں۔(۱) بات کرنا، اگرچہ بھول کر یا غلطی سے ہو۔

تشریح: یعنی نماز کے اندر کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ کم از کم اس میں دو حرف ہوں یا ایک حرف ایسا ہو جس کے معنی سمجھ میں آتے ہوں۔ مثلاً عِ، قِ۔ یہ امر کے صیغے ہیں۔ عِ بمعنی (حفاظت کر) اور قِ بمعنی (بچا)۔ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہیں۔(ع) لہٰذا اگر کسی نے نماز میں ایسا کلام کیا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ بھول کر ہو یعنی بھول جائے کہ نماز

پڑھتا ہے یا خطا سے ہو یعنی ارادہ تو قراءت یا اذکار کا تھا مگر غلطی سے اس کی جگہ کلام ادا ہو گیا مثلاً یا ایہا الناس کی جگہ یا زید نکل گیا، ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

والدعاء بما یشبہ کلامنا۔

ترجمہ : (۲) اور دعا کرنا ایسی چیز کی جو مشابہ ہو ہمارے کلام کے۔

تشریح: یعنی نماز میں ایسی دعا مانگنا جو بندوں کے کلام کے مشابہ ہو یعنی جس کا بندوں سے مانگنا محال نہ ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو دعائیں قرآن یا حدیث میں آئی ہیں ان کو نماز میں مانگنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ مثلاً ربنا ظلمنا انفسنا الخ وغیرہ اور جو دعا قرآن یا حدیث میں نہیں آئی ہے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ ایسی ہے کہ اس کا بندوں سے مانگنا محال ہے تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مثلاً مغفرت یا عافیت یا رزق مانگنا یعنی یوں کہنا اللھم اغفرلی، اللھم عافنی، اللھم ارزقنی۔ یا یہی دعا دوسروں کے لئے کرے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے یوں کہے اللھم اغفر لعمی یا اللھم اغفر لامی یا اللھم اغفر لخالی یا اللھم ارزقنی الحج یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کا بندوں سے طلب کرنا محال ہے۔ البتہ اگر رزق کے ساتھ مال وغیرہ دنیوی اشیاء کا ذکر کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ اسباب رزق ہیں۔ جن کا بندوں سے مانگنا محال نہیں ہے۔ جیسے یوں کہے اللھم ارزقنی مالا، وغیرہ اور اگر وہ دعا ایسی ہے جس کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی جیسے یوں کہے اللھم اطعمنی یا اللھم اقض دینی یا اللھم زوجنی فلانۃ وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(ع)

والسلام بنیۃ التحیۃ ولو ساھیا۔

ترجمہ : (۳) اور سلام کرنا تحیہ (تعظیم و آداب) کی نیت سے اگرچہ بھول کر ہو۔

تشریح: یعنی کسی شخص کو سلام کرنے کے ارادے سے السلام علیکم کہہ دیا تو چاہے بھول کر کہا ہو، نماز فاسد ہو جائے گی۔

ورد السلام بلسانہ او بالمصافحۃ۔

ترجمہ : اور سلام کا جواب دینا اپنی زبان سے یا مصافحہ سے۔

تشریح: یعنی نماز میں کسی کے سلام کا جواب دیا خواہ عمداً ہو یا سہواً۔ دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح سلام کا جواب دینے کی نیت سے مصافحہ کیا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

والعمل الکثیر۔

ترجمہ : عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

تشریح: عمل قلیل اور کثیر میں فرق یہ ہے کہ دور سے دیکھنے والا یعنی جس کے سامنے نمازی نے نماز شروع نہ کی ہو وہ یہ یقین کرے یا اس کو غالب گمان ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عمل کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر دیکھنے والا شک و تردد کرے کہ شاید نماز میں ہے یا نہیں، تو وہ قلیل ہے اور اُس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جب کوئی عمل قلیل ایک ہی رکن میں تین بار کیا جائے تو وہ بھی کثیر کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر ایک رکن میں تین بار ہاتھ اُٹھا کر کھجلایا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ع)

وتحويل الصدر عن القبلة۔

ترجمہ : **(۶) اور سینے کا پھر جانا قبلہ سے۔**

تشریح : اگر نمازی کا سینہ قبلہ سے پھر گیا یعنی پورا شمال کی طرف یا جنوب کی طرف ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر سینہ کا کچھ حصہ بھی قبلہ کی طرف ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

واكل شئى من خارج فمه ولو قل۔

ترجمہ : **(۷) اور کسی چیز کا کھانا اپنے منہ کے باہر سے اگر چہ وہ کم ہو۔**

تشریح: اگر نماز کے اندر کچھ کھا لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ جان کر ہو یا بھول کر، تھوڑا ہو یا زیادہ، یہاں تک کہ اگر باہر سے ایک تِل منہ میں لیا اور اس کو نگل گیا تو بھی نماز فاسد ہو جائیگی۔

واكل مابين اسنانه وهو قدر الحمصة۔

ترجمہ : **(۸) اور ایسی چیز کا کھانا جو اس کے دانتوں کے درمیان ہو اس حال میں کہ وہ چنے کے بقدر ہو۔**

تشریح: یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی چیز منہ میں لگی ہوئی تھی اگر وہ چنے کی مقدار سے کم تھی اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد نہ ہو گی مگر مکروہ ہو گی اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ تھی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وشربه۔

ترجمہ : **(۹) اور پینا**

تشریح: یعنی نماز کے اندر پانی وغیرہ کا کوئی قطرہ منہ میں چلا گیا اور وہ اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والتنحنح بلا عذر۔

ترجمہ : (۱۰) اور کھنکھارنا بغیر عذر کے۔

تشریح: یعنی بِلا عذر کھنکھارنے یا کھانسنے سے جب کہ حروف ظاہر ہو جائیں یا سنے جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً اُح اُح کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حروف ظاہر نہیں ہوئے تو نماز فاسد نہ ہو گی لیکن بلا عذر ہو تو مکروہ ہے۔ اور اگر کھنکھارنا عذر کی وجہ سے ہو مثلاً کھانسی کا مرض ہے یا بے اختیار کھانسی آجائے یا اپنی آواز کو درست کرنے کے لئے کھنکھارا یا امام سے کوئی غلطی قراءت میں یا اُٹھنے بیٹھنے میں ہوئی اور اس کو بتانے کے لئے مقتدی نے کھنکھارا یا کسی کو اپنے نماز میں ہونے پر اطلاع دینے کے لئے کھنکھارا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد نہ ہو گی۔(ط)

والتافیف والانین والتأوّہ وارتفاع بکائہ من وجع او مصیبۃ لا من ذکر جنۃ او نار۔

ترجمہ : (۱۱) اور اُف اُف کرنا (۱۲) اور آہ آہ کرنا (۱۳) اور اوہ اوہ کرنا (۱۴) اور رونے کی آواز کا بلند ہو جانا، درد یا مصیبت کی وجہ سے نہ کہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے۔

تشریح: اگر نماز میں درد یا مصیبت کی وجہ سے اُف، آہ، یا اوہ زبان سے نکل گیا یا درد و مصیبت کی وجہ سے رویا اور اس سے دو یا دو سے زائد حروف بھی پیدا ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر جنت و جہنم کے ذکر سے رویا یا آہ یا اوہ کہا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

وتشمیت عاطس بیرحمك الله۔

ترجمہ : (۱۵) اور چھینکنے والے کو جواب دینا یرحمک اللہ سے۔

تشریح : یعنی اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے نماز کے اندر ہی اس کو یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجواب مستفھم عن ندّ بلا الٰہ الا اللہ وخبر سوء بالاسترجاع وسار بالحمد للہ وعجب بلا الٰہ الا اللہ او سبحان اللہ۔

ترجمہ : (۱۶) اور اللہ کے شریک کے متعلق پوچھنے والے کا جواب لا الٰہ الا اللہ سے دینا اور بُری خبر کا جواب انا للہ وانا الیہ راجعون سے دینا اور اچھی خبر کا جواب الحمد سے اور عجیب خبر کا جواب لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ سے دینا۔

تشریح : وجواب مستفھم یعنی کسی نے پوچھا کہ کیا خُدا کا کوئی شریک ہے تو اس کے جواب میں نمازی نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وخبر سوءِ یعنی اگر نماز میں کوئی بُری خبر سنی مثلاً کسی کی موت کی خبر سنی اور نمازی نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وسار اگر نماز میں کوئی خوشی کی خبر سُنی مثلاً کسی نے بیٹے کی ولادت کی خبر دی اور نمازی نے الحمد للہ کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وعجب اگر نماز میں کوئی تعجب کی خبر سنی اور اس کے جواب میں لا الہ الا اللہ کہا یا سبحان اللہ کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی

وکل شئی قصد به الجواب کیا یحیی خذ الکتاب۔

ترجمہ : (۱۲) اور ہر ایسی چیز جس سے جواب کا قصد کیا گیا ہو جیسے یا یحیٰ خذ الکتاب۔

تشریح: یعنی نماز میں ہر ایسی بات جس سے جواب مقصود ہو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً یحیٰ نام کے شخص نے کسی نمازی سے کوئی کتاب مانگی اس پر نمازی نے جواب میں کہا یا یحیٰ خذ الکتاب کہ اے! یحیٰ کتاب لو۔ تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

ورویة متیمم ماء

ترجمہ : (۱۸) اور تیمم والے کا پانی کو دیکھ لینا۔

تشریح: یعنی اگر تیمم کر کے نماز پڑھنے والے کو پانی مل جائے جسے وہ استعمال کر سکتا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

و تمام مدة ماسح الخف و نزعه۔

ترجمہ : (۱۹) اور موزے پر مسح کرنے والے کی مدت کا ختم ہو جانا (۲۰) اور اس کا نکل جانا۔

تشریح: اگر کوئی شخص موزے پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور دورانِ نماز مسح کی میعاد پوری ہو گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نماز کے درمیان موزہ اتر جائے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

و تعلم الامی اٰیة و وجدان العاری ساتراً۔

ترجمہ : (۲۱) اور امی کا کسی آیت کو سیکھ لینا (۲۲) اور ننگے کا کسی ستر چھپانے والی چیز کو پالینا۔

تشریح : اگر امی نماز میں کوئی آیت سیکھ جائے خواہ سن کر یا بھولا ہوا تھا اور یاد آ گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح جو شخص عذر کی وجہ سے برہنہ نماز پڑھ رہا ہو اور دوران نماز پردہ پوشی کے لئے کپڑے وغیرہ مل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وقدرة المومی علی الرکوع والسجود۔

ترجمہ : (۲۳) اور اشارے سے نماز پڑھنے والے کا رکوع اور سجدے پر قادر ہو جانا۔

تشریح: اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے اشارہ سے نماز پڑھ رہا ہو اور نماز کے دوران رکوع اور سجدہ کی طاقت آ گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وتذکر فائتة لذی ترتیب۔

ترجمہ : (۲۴) اور صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز کا یاد آجانا۔

تشریح: اگر کوئی شخص صاحبِ ترتیب ہو اور اس کو نماز کے دوران قضا نماز یاد آگئی مثلاً ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور نماز میں اس کو یاد آگیا کہ میری فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی اور ابھی تک اس کی قضا نہیں کی ہے تو اس صورت میں اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

واستخلاف من لا یصلح اماما۔

ترجمہ : (۲۵) اور اس شخص کو خلیفہ بنانا جو امام بننے کے قابل نہ ہو۔

تشریح: یعنی اگر امام کو حدث ہو جائے تو ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنائے جو امامت کے لائق نہ ہو۔ مثلاً امی یا عورت یا نابالغ کو، ورنہ سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور نئے سرے سے نماز پڑھنی پڑے گی۔

وطلوع الشمس فی الفجر و زوالها فی العیدین و دخول وقت العصر فی الجمعة۔

ترجمہ : (۲۶) اور نمازِ فجر میں سورج کا نکل آنا، (۲۷) اور عیدین میں سورج کا ڈھل جانا، (۲۸) اور جمعہ میں عصر کے وقت کا داخل ہو جانا۔

تشریح: اگر کسی شخص نے فجر کی نماز ایسے وقت میں شروع کی کہ آفتاب نکلنے کے قریب تھا اور دورانِ نماز آفتاب نکل آیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وزوالها اسی طرح عیدین کی نماز ایسے وقت میں شروع کی کہ آفتاب زوال پذیر تھا اور نماز کے دوران آفتاب ڈھل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ عیدین کی نماز کا وقت زوال سے پہلے تک ہے۔

ودخول اسی طرح جمعہ کی نماز ایسے وقت میں شروع کی کہ نماز ہی میں عصر کا وقت آگیا تو جمعہ کی نماز فاسد ہو جائے گی

وسقوط الجبیرة عن برء و زوال عذر المعذور۔

ترجمہ : (۲۹) اور جبیرہ کا گر جانا اچھا ہونے پر (۳۰) اور معذور کے عذر کا ختم ہو جانا۔

تشریح: یعنی اگر کسی نے زخم پر جبیرہ باندھی تھی اور اس پر مسح کر کے نماز شروع کی اور نماز کے دوران وہ زخم اچھا ہو کر جبیرہ گر گئی تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر جبیرہ گر گئی لیکن زخم اچھا نہیں ہوا تھا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

وزوال اگر کوئی شخص معذور ہو اور نماز کے دوران اس کا عذر جاتا رہے تو اس کا حکم موقوف رہے گا۔ چنانچہ اگر عذر اگلی نماز کے کامل وقت تک موقوف رہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً ایک آدمی کو سلسل بول کا عذر تھا اور اس نے وضو کر کے ظہر کی نماز

شروع کی۔ اب نماز کے دوران عذر جاتا رہا یعنی قطرات کا آنا بند ہو گیا۔ پس اگر مذکورہ عذر عصر کی نماز کے پورے وقت تک یعنی غروب شمس تک موقوف رہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کو قضا کرنی ہو گی اور اگر اگلی نماز کے وقت کے اندر پھر وہ عذر لوٹ آیا تو یہ عذر کا دور ہونا نہیں کہلائے گا اور اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ بلکہ وہی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (ط۔ بتصرف)

والحدث عمداً او بصنع غیرہ والاغماء والجنون والجنابۃ بنظر او احتلام۔

ترجمہ: (۳۱) اور جان بوجھ کر حدث کرنا، یا کسی دوسرے کے فعل سے (۳۲) اور بے ہوش ہو جانا (۳۳) اور پاگل ہو جانا (۳۴) اور جنبی بن جانا دیکھنے یا احتلام کی وجہ سے۔

تشریح: یعنی اگر کوئی شخص نماز کے دوران جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اب وہ بناء نہیں کر سکتا۔ مثلاً نمازی نے نماز کے دوران عمداً قے کی اور وہ منہ بھر کر تھی تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بلا اختیار منہ بھر کر قئے ہو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے وہ وضو کر کے بناء کر سکتا ہے۔ (ح) **(بناء کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)**

او بصنع اسی طرح کسی دوسرے کے فعل سے حدث ہو جائے مثلاً کسی نے نمازی کو پتھر مار دیا جس سے خون بہنے لگا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ بنا نہیں کر سکتا۔ بلکہ از سرِ نو نماز پڑھنی ہو گی۔

والاغماء والجنون اگر کوئی شخص نماز کے دوران بے ہوش ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا اس کے سامنے سے کوئی خوب صورت عورت گذری اور اس کی نظر اس پر پڑ گئی اور اس کو جنابت لاحق ہو گئی یا نماز میں اونگھ آ گئی اور احتلام ہو گیا تو ان صورتوں میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ومحاذاۃ المشتھاۃ فی صلوۃ مطلقۃ مشترکۃ تحریمۃ فی مکان متحد بلا حائل ونوی امامتھا۔

ترجمہ: (۳۵) اور قابلِ شہوت عورت کا برابر میں آ جانا مطلق نماز میں جو تحریمہ کے اعتبار سے مشترک ہو ایک ہی جگہ میں بلا کسی آڑ کے اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔

تشریح: محاذات کے معنی ہیں برابر ہونا یعنی نماز میں عورت کا مرد کے برابر میں اس طرح کھڑا ہونا کہ عورت کا قدم نماز کے دوران میں کسی وقت بھی مرد کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ یہاں پر قدم کے برابر و مقابل ہونے سے پنڈلی اور ٹخنہ کے برابر ہونا مراد ہے اور یہی اصح قول ہے چنانچہ اگر عورت کا ٹخنہ اور پنڈلی مرد کے ٹخنہ اور پنڈلی کے برابر ہو جائے تو محاذات ثابت ہو جائے گی اور اگر عورت کا پیر مرد کے پیر سے اتنا پیچھے ہو کہ دونوں کے ٹخنے اور پنڈلی بالکل برابر نہیں رہتے بلکہ عورت کے ٹخنے اور پنڈلی مرد کے ٹخنے اور پنڈلی سے پیچھے رہتے ہوں تو اصح قول کے مطابق محاذات ثابت نہ ہو گی۔ چنانچہ قدم کے علاوہ عورت کے کسی اور عضو کے مرد کے کسی عضو کے برابر ہونے سے محاذات ثابت نہیں ہو گی بلکہ صرف عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی ہو

جانے سے محاذات ثابت ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی نہیں ہے بلکہ وہ اس سے کچھ ہٹ کر نماز میں شامل ہوئی تو دونوں کی نماز درست ہو گی اگرچہ اس عورت کے بعض اعضاء رکوع و سجود کی حالت میں اس آدمی کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی آجائیں تب بھی مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی۔(ع)

المشتہاۃ کہہ کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ محاذات کے ثابت ہو جانے کے بعد مرد کی نماز کے فاسد ہو جانے کے لئے چند شرائط بیان کرتے ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عورت قابلِ شہوت ہو یعنی جماع کے لائق ہو اگرچہ نابالغ ہو، عمر کا اعتبار نہیں بلکہ جسم کی ساخت کا اعتبار ہے۔ چنانچہ اگر نو سال سے کم عمر کی ہو لیکن جماع کے لائق ہو تب بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی

فی صلوٰۃ مطلقہ سے دوسری شرط بیان کرتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں نماز میں ہوں اور وہ نماز مطلق ہو یعنی رکوع سجدہ والی ہو چنانچہ اگر مرد نماز میں ہو اور عورت نماز میں نہ ہو تو اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر دونوں نماز میں ہوں لیکن وہ نمازِ جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت ہو تو اس میں بھی محاذات مفسد نہیں ہے۔

مشترکہ تحریمۃ سے تیسری شرط بیان کی ہے کہ دونوں تحریمہ کی رو سے نماز میں شریک ہوں یعنی دونوں نے ایک ہی امام کی اقتداء کی ہو یا عورت نے اپنے محاذی مرد کی اقتداء کی ہو تو محاذات مفسد ہے۔ لہٰذا اگر ان میں سے ایک کسی امام کا مقتدی ہو اور دوسرا اپنی نماز اکیلا پڑھتا ہو یا دونوں الگ الگ اپنی نماز پڑھتے ہوں تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ البتہ مکروہ تحریمی ہو گی کیوں کہ اس میں شہوت کا خطرہ غالب ہے۔(ط۔ع)

فی مکان متحد سے چوتھی شرط بیان کی ہے کہ ان دونوں کا مکان ایک ہو لہٰذا اگر ان میں سے ایک کسی قدّ آدم بلندی پر ہو اور دوسرا زمین پر ہو مثلاً مسجد کے اندر قدّ آدم یا اتنا اونچا بالاخانہ ہو کہ مرد کا کوئی عضو عورت کے کسی عضو کے محاذی نہ ہو اور اس بالاخانہ پر عورتیں ہوں اور نیچے مرد ہوں تو مردوں کی نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ دونوں میں اتحاد مکان نہیں ہے۔

بلا حائل سے پانچویں شرط بیان کی ہے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ حائل نہ ہو چنانچہ اگر ان دونوں کے درمیان ستون یا دیوار یا کوئی پردہ یا کوئی اور سترہ حائل ہو تو مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ حائل کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبی اور انگلی کے برابر موٹی ہو یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکتا ہو تو وہ بھی حائل کے قائم مقام ہو جائے گا اور مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

ونوی سے چھٹی شرط بیان کی کہ امام نے اس عورت کی یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو لہٰذا اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی تو اس صورت میں عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ بغیر نیت کے عورتوں کی نماز ہی نہیں ہو گی۔

وظهور عورة من سبقه الحدث ولو اضطر اليه ككشف المرأة ذراعها للوضوء۔

ترجمہ: (۳۶) اور اس شخص کے ستر کا ظاہر ہو جانا جس کو حدث پیش آیا ہو اگرچہ وہ اس کی طرف مجبور ہو جیسے عورت کا کھولنا وضو کے لئے اپنی کلائیوں کو۔

تشریح: اگر کسی شخص کو نماز میں حدث پیش آگیا مثلاً ریح خارج ہو گئی تو مسئلہ یہ ہے کہ وہ وضو کر کے اسی پر بنا کرے یعنی جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے شروع کر کے پورا کرے۔ اب اگر یہ شخص حدث کے بعد وضو کے لئے گیا اور وضو میں اس کا ستر کھل گیا یا اس نے خود کھولا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہو گی خواہ ستر کا کھولنا ضرورۃً ہو یا بلا ضرورت مثلاً عورت نے وضو کے لئے اپنی کلائیوں کو کھولا جو کہ اس کے لئے ستر ہیں اور بغیر کھولے دھونا ممکن نہیں ہے تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن بعضوں کے نزدیک مجبوری کی حالت میں کھولنے سے نماز فاسد نہ ہو گی اور بنا جائز ہو گی اور بغیر مجبوری کے کھولنے پر نماز فاسد ہو گی اور بنا جائز نہ ہو گی اور یہی زیادہ صحیح و معتمد ہے کیوں کہ عورت کے لئے جوازِ بناء منصوص علیہ ہے۔ (ع)

وقراء ته ذاهبا اوعائداً للوضوء ومكثه قدر اداء ركن بعد سبق الحدث مستيقظاً۔

ترجمہ : (۳۷) اور اس کا قراءت کرنا وضو کے لئے جانے یا لوٹنے کی حالت میں (۳۸) اور اس کا ٹھہر جانا ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر حدث لاحق ہونے کے بعد بیداری کی حالت میں۔

تشریح: یعنی اگر حدث پیش آنے کے بعد وضو کے لئے جاتے ہوئے قراءت کی یا آتے ہوئے پڑھی تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہو گی۔ کیوں کہ بنا کے لئے شرط ہے کہ کوئی رکن چلتے ہوئے ادا نہ کرے اور یہاں پر قراءت جو رکن ہے وہ چلتے ہوئے ادا کیا اس لئے بنا جائز نہ ہو گی۔

ومكثه اگر نماز میں حدث پیش آنے کے بعد اس قدر ٹھہر ا رہا کہ اس میں ایک رکن ادا کر لیتا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً بھیڑ یا ناک میں سے خون اترنے کی وجہ سے ایک رکن کے بقدر دیر کی تو اب اس کو بنا جائز ہو گی۔ (ح)

یہاں پر مستيقظا کی قید لگائی اس لئے کہ اگر نماز میں سو گیا اور اس حالت میں حدث ہو گیا پھر کچھ دیر حدث کی حالت میں سوتا رہا پھر بیدار ہوا تو اگر اسی وقت فوراً بغیر توقف کے بنا کرے گا تو اس کی نماز صحیح ہو گی۔

ومجاوزته ماء قريبا لغيره۔

ترجمہ : (۳۹) اور اس کا آگے بڑھ جانا قریب کے پانی سے اس کے علاوہ کی طرف۔

تشریح : یعنی اگر حدث پیش آنے کے بعد جب وضو کرنے کے لئے گیا تو قریب میں جو پانی تھا اس کو چھوڑ کر دور والے کی طرف گیا اور دو صفوں سے زیادہ بڑھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہو گی۔ اور اگر دو صفوں سے زیادہ نہیں بڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور بنا جائز ہو گی۔ (م۔ط)

وخروجه من المسجد بظن الحدث۔

ترجمہ : (۴۰) اور اس کا نکل جانا مسجد سے حدث کے گمان سے۔

تشریح: یعنی اگر کسی کو نماز میں حدث کا گمان ہوا مثلاً ناک میں سے پانی نکلا اور اس نے اس کو خون سمجھا اور مسجد سے باہر نکل آیا پھر معلوم ہوا کہ وہ تو پانی تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور نئے سِرے سے پڑھنی پڑے گی اور اگر وہ مسجد سے نہ نکلا ہو تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی بلکہ وہ اسی پر بنا کر کے نماز پوری کرے۔

ومجاوزته الصفوف فی غیرہ بظنه۔

ترجمہ : (۴۱) اور اس کا گذر جانا صفوں سے مسجد نہ ہونے کی صورت میں حدث کے گمان سے۔

تشریح: یعنی اگر مسجد کے علاوہ مثلاً میدان میں نماز پڑھتا تھا اور حدث کے گمان سے نماز سے پھر گیا اور آخری صف سے باہر ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدث نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ غرضیکہ !مسجد ہو تو مسجد سے اور مسجد نہ ہو تو آخری صف سے باہر ہو جانا بغیر عذرِ متحقق کے مفسدِ نماز ہے۔

وانصرافه ظانا انه غیر متوضئی او ان مدة مسحه انقضت او ان علیه فائتة او نجاسة وان لم یخرج من المسجد۔

ترجمہ : (۴۲) اور اس کا پھر جانا اس گمان سے کہ وہ وضو سے نہیں ہے یا یہ کہ اس کے مسح کی مدت پوری ہو گئی یا یہ کہ اس پر کوئی فوت شدہ نماز ہے یا اس پر کوئی ناپاکی ہے اگرچہ وہ مسجد سے نہ نکلا ہو۔

تشریح: اگر کسی شخص کو نماز میں یہ گمان ہوا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کر دی ہے یا کسی نے موزوں پر مسح کر کے نماز شروع کی تھی اور اس کو نماز میں یہ گمان ہوا کہ مسح کی مدت پوری ہو گئی یا نماز کے دوران صاحبِ ترتیب کو یہ گمان ہوا کہ اس کی کوئی قضا نماز باقی ہے مثلاً ظہر کی نماز میں گمان ہوا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی یا کوئی داغ کپڑے پر دیکھا اور اس کو نجاست سمجھ لیا اور نماز سے نکل گیا تو اس کے نکلتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ وہ مسجد سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو کیوں کہ یہ نکلنا نماز کو چھوڑنے کے لئے ہوا ہے۔

وفتحه علی غیر امامه۔

ترجمہ : اور اس کا لقمہ دینا اپنے امام کے علاوہ کو۔

تشریح: اگر نمازی نے اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے کو لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اور یہ لقمہ دینا منفرد نمازی کو ہو یا غیر منفرد نمازی کو ہو اور اگر نمازی نے اپنے امام کو لقمہ دیا تو اس سے نہ مقتدی کی نماز فاسد ہو گی اور نہ امام کی، خواہ امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا اس قدر نہ پڑھا ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں

جلدی نہ کرے اور امام لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔ مثلاً کسی آیت کو بار بار لوٹاتا رہے یا خاموش کھڑا رہ جائے ایسا نہ کرے بلکہ مقدار مفروض پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے اور بعض نے قراءت مستحب کا اعتبار کیا ہے یعنی جب قراءت مستحب کر چکا ہو تو رکوع کر دے یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ حاصل یہ کہ لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔

والتکبیر بنیۃ الانتقال لصلوٰۃ اخری غیر صلوٰتہ اذا حصلت ھذہ المذکورات قبل الجلوس الاخیر مقدار التشھد۔

ترجمہ : **اور تکبیر کہنا اس نماز کے علاوہ دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کی نیت سے، جب کہ حاصل ہوئی ہوں یہ مذکورہ چیزیں آخری قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے۔**

تشریح: یعنی اگر ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف اللہ اکبر کہہ کر منتقل ہو گیا تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور نماز کے دوران نئی تکبیر کہہ کر عصر کی نماز یا کوئی نفل شروع کر دی تو اس کی پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اذا حصلت نماز کے فاسد ہونے کی جتنی صورتیں اوپر بیان ہوئی ہیں ان سے اسی وقت نماز فاسد ہو گی جب کہ قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد نہ بیٹھا ہو چنانچہ اگر بقدر تشہد قعدۂ اخیرہ کرنے کے بعد مفسداتِ صلوۃ میں سے کوئی صورت پیش آئی تو اس کی نماز ہو گئی مگر سلام کے چھوٹ جانے سے ترک واجب ہوا اس لئے مکروہِ تحریمی ہوئی اور اس کا لوٹانا واجب ہو گا

ویفسدھا ایضا مد الھمزۃ فی التکبیر۔

ترجمہ : **اور فاسد کر دیتا ہے نماز کو نیز ہمزہ کا تکبیر میں کھینچنا۔**

تشریح: یعنی نماز کے اندر تکبیرات انتقال میں اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے ہمزہ کو بڑھایا اور مد کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

وقراءۃ ما لا یحفظہ من مصحف۔

ترجمہ : **اور قرآن میں سے اس حصہ کا پڑھنا جو اس کو یاد نہ ہو۔**

تشریح: یعنی اگر قرآن شریف میں دیکھ کر قراءت کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ وہ آیتیں حفظ نہ ہوں اور اگر وہ آیتیں جو دیکھ کر پڑھتا ہے حفظ تھیں اور قرآن شریف کو ہاتھ میں اُٹھایا نہیں ہے بلکہ سامنے ٹیبل وغیرہ کسی چیز پر رکھا ہوا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

واداء رکن او امکانہ مع کشف العورۃ او مع نجاسۃ مانعۃ۔

ترجمہ : **اور ایک رکن کا ادا کرنا یا اس کا ممکن ہونا کشفِ عورت یا نجاستِ مانعہ کے ساتھ۔**

تشریح: اگر نمازی کا ستر بقدر چوتھائی عضو کے کھل گیا اور اس نے اس حالت میں کوئی رکن ادا کر لیا یا رکن تو ادا نہیں کیا لیکن اس حالت میں اتنا عرصہ گذر گیا کہ کم سے کم اس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے اور اس کی مقدار تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نماز میں کہیں سے ایسی ناپاکی لگ گئی جو مانع صلوٰۃ ہے اور اس کے ساتھ ایک رکن ادا کر لیا یا وہ ناپاکی اتنی دیر تک رہی جتنی دیر میں ایک رکن ادا کیا جا سکتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ناپاکی بدن پر گرتے ہی ہٹادی یا ستر کھلتے ہی چھپا لیا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

ومسابقة المقتدی برکن لم یشارکه فیه امامه۔

ترجمہ : **مقتدی کا پہلے کر لینا کسی رکن کو جس میں اس کا امام شریک نہیں ہوا۔**

تشریح: یعنی مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کا ادا کر لینا پھر اس میں اس کا شریک نہ ہونا مفسدِ نماز ہے۔ مثلاً مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنا سر اُٹھا لیا پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا امام کے بعد دوبارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ومتابعة الامام فی سجود السهو للمسبوق۔

ترجمہ : **اور مسبوق کا سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا۔**

تشریح: یعنی اگر مسبوق سجدۂ سہو میں اپنے امام کی پیروی اس وقت کرے جب کہ وہ امام سے الگ ہو چکا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً جب امام نے سلام پھیر دیا اور مسبوق اپنی باقی ماندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور سجدہ بھی کر لیا، اس وقت امام کو یاد آیا کہ سجدۂ سہو باقی ہے چنانچہ اس نے سجدۂ سہو کیا اور مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کیا تو اس صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر مسبوق نے ابھی سجدہ نہیں کیا تھا اور امام نے سجدۂ سہو کیا تو اس کو اپنے امام کی متابعت لازم ہے لیکن بایں صورت مسبوق سلام نہ پھیرے۔ لیکن اگر متابعت نہیں کی اور آخر میں سجدۂ سہو کر لیا تب بھی جائز ہے اور نماز فاسد نہ ہو گی۔(ع)

وعدم اعادة الجلوس الاخیر بعد اداء سجدة صلبیة تذکرها بعد الجلوس۔

ترجمہ : **اور قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا سجدۂ صلبیہ کے ادا کرنے کے بعد جسکو یاد کیا قعدہ کے بعد۔**

تشریح: سجدۂ صلبیہ یعنی وہ سجدہ جو نماز کا رکن ہے۔ سجدۂ سہو نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے قعدۂ اخیرہ کر لیا پھر اس کو یاد آیا کہ میرا ایک سجدہ نماز کا باقی ہے چنانچہ اس نے سجدہ کیا اور پھر قعدہ کا اعادہ نہیں کیا بلکہ فوراً سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وعدم اعادۃ رکن اداہ نائما۔

ترجمہ : اور اس رکن کا اعادہ نہ کرنا جس کو ادا کیا ہو سونے کی حالت میں۔

تشریح: جب کسی رکن کو نیند کی حالت میں ادا کیا اور جاگنے پر اس کو دوبارہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً رکوع میں جانے سے پہلے سو گیا اور پورا رکوع سونے کی حالت میں ادا کیا اور رکوع سے جب کھڑا ہوا اس وقت جاگا تو اس کو چاہیے کہ رکوع دوبارہ کرے۔ چنانچہ اگر اس نے دوبارہ رکوع نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر رکن میں جاگتے ہوئے داخل ہوا پھر اس میں سو گیا تو وہ رکن شمار کیا جائے گا اور اس کو لوٹایا نہیں جائے گا۔(ع)

وقهقهة امام المسبوق وحدثه العمد بعد الجلوس الاخير۔

ترجمہ : اور مسبوق کے امام کا قہقہہ یا قصداً حدث کر لینا آخری قعدہ کے بعد۔

تشریح: اگر قعدۂ اخیرہ کے بعد امام آواز سے ہنس پڑا یا امام نے قصداً حدث کر لیا تو امام کی نماز تو ہو جائے گی کیوں کہ اس کی نماز کے تمام ارکان ادا ہو گئے۔ ایک سلام باقی رہ گیا تھا تو وہ واجب ہے رکن نہیں۔ اس کے ترک کے باعث نماز مکروہِ تحریمی ہو گی باطل نہ ہو گی۔ مگر مسبوق کی نماز کے ارکان باقی ہیں اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

والسلام على رأس ركعتين في غير الثنائية ظانا انه مسافر اوانها الجمعة اوانها التراويح وهي العشاء اوكان قريب عهد بالاسلام فظن الفرض ركعتين۔

ترجمہ : اور سلام پھیرنا دو رکعت کے سرے پر دو رکعت والی نماز کے علاوہ میں، گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے یا یہ کہ وہ نمازِ جمعہ ہے یا یہ کہ وہ تراویح ہے حالانکہ وہ عشاء کی نماز تھی یا وہ قریب زمانہ میں مسلمان ہوا تھا پس گمان کر لیا فرض کو دو رکعت۔

تشریح: مذکورہ مسائل کو سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ کلیہ سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ سہواً سلام پھیرنے میں وصف نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ اصل نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مذکورہ مسائل میں اصل نماز میں سہو ہوا ہے یعنی نماز ہی کو بھول گیا کہ کونسی ہے؟ اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے عشاء کی نماز شروع کی اور دو رکعت کے بعد اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا یا ظہر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جمعہ کے گمان سے سلام پھیر دیا یا عشاء کی نماز میں دو رکعت کے بعد تراویح سمجھ کر سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے دو رکعت پر نماز قطع کرنے کا قصد کیا اور یہ اصل نماز میں بھول لگی ہے اور اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا اس گمان سے کہ نماز پوری ہو چکی یعنی چار رکعتیں پوری ہو گئیں پھر یاد آیا تو نماز فاسد نہیں ہو گی بلکہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے کیوں کہ یہ نماز کے وصف میں سہو ہوا ہے یعنی دو رکعت کو چار گمان کر لیا نہ کہ اصل نماز میں۔

(باب زَلّۃِ القاری)

قاری کی لغزشوں کا بیان

قال المحشی لما رأیت مسائل زلة القاری من اهم ما یجب العلم بها والناس عنها غافلون ووجدت ما فی الطحطاوی علی المراقی اوفی ما فی هذا البحث الحقته بهذا الکتاب مراعاة لمن سلك طریق الهدیٰ واجتنب سبل الهوی لیکون واقیا لی من النیران ووسیلة الی الجنان ورجحانا فی میزانی عند خفة المیزان و علیه التکلان (قال)

ترجمہ : محشی (مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا زلۃ القاری کے مسائل کو سب سے زیادہ اہم جن کا جاننا ضروری ہے اور لوگ ان سے غافل ہیں اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں جو اس پر بحث کی ہے اس کو کافی پایا تو میں نے اس کتاب کے ساتھ اس کو ملحق کر دیا۔ لحاظ کرتے ہوئے اس شخص کا جو چلے ہدایت کے راستہ پر اور بچے خواہشات کے راستوں سے تا کہ ہو جائے وہ حفاظت میرے لئے جہنم سے اور وسیلہ جنت کی طرف اور وجہ ثقل میرے ترازو میں میزان ہلکا ہونے کے وقت اور اسی پر بھروسہ ہے۔

تشریح: قراءت کی غلطیوں کے متعلق خود صاحب نورالایضاح نے تو یہاں بحث نہیں کی مگر حاشیہ طحطاوی میں اس موقع پر ایک جامع اور مفید بحث کی گئی ہے۔ حضرت علامہ الحاج الحافظ مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شدید ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے حاشیہ نورالایضاح میں اس بحث کو نقل فرمایا ہے۔ (ایضاح الاصباح)

(تکمیل) زلة القاری من اهم المسائل وهی مبنية علی قواعد ناشئة من الاختلافات لا کما توهم انه لیس له قاعدة تبنی علیها۔

ترجمہ : زلۃ القاری اہم مسائل میں سے ہے۔ اور وہ مبنی ہیں ان قواعد پر جو مرتب ہوئے ہیں اختلافات سے، نہ کہ (جیسا گمان کیا گیا ہے) ان کے لئے کوئی قاعدہ نہیں ہے جس پر بنیاد رکھی جائے۔

تشریح: یعنی قراءت کرنے والے کی غلطی کے احکام نہایت ضروری مسائل ہیں۔ سطحی نظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کے لئے قواعد مقرر نہیں ہیں مگر در حقیقت یہ خیال غلط ہے۔ ان احکام کے متعلق علماء کے نظریوں میں اختلاف واقع ہوا اور پھر ان مختلف نظریوں کے بموجب کچھ قواعد مرتب ہوئے تو زلۃ القاری کے احکام ان قواعد کی روشنی میں ترتیب پائے ہیں۔ (ایضاح الاصباح)

فالاصل منها عند الامام و محمد رحمهما الله تعالی تغیر المعنی تغیراً فاحشا وعدمه للفساد و عدمه مطلقا سواء کان اللفظ موجوداً فی القرآن او لم یکن و عند ابی یوسف رحمه الله ان کان اللفظ نظیره موجوداً فی

القرآن لا تفسد مطلقا تغير المعنی تغیراً فاحشا اولا وان لم یکن موجوداً فی القرآن تفسد مطلقا و لا یعتبر الاعراب اصلا۔

ترجمہ : پس اصل اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فساد اور عدم فساد کے لئے معنی میں تغیر فاحش کا ہونا اور نہ ہونا ہے مطلقاً خواہ وہ لفظ قرآن پاک میں موجود ہو یا نہ ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس لفظ کی نظیر قرآن میں موجود ہو تو نماز مطلقاً فاسد نہ ہو گی معنی میں تغیر فاحش ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر وہ لفظ قرآن میں موجود نہ ہو تو نماز مطلقاً فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اعراب کا بالکل اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی میں نمایاں تبدیلی ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، خواہ وہ لفظ قرآن میں دوسری جگہ موجود ہو یا نہ ہو اس میں احتیاط زیادہ ہے۔(ع) اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ غلط پڑھا ہوا لفظ قرآن میں کسی جگہ ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور اگر وہ لفظ قرآن میں نہیں ہے تو خواہ معنی بدلیں یا نہ بدلیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اس میں وسعت زیادہ ہے۔(ع) اور اعراب کی غلطی کا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں یعنی اس سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ومحل الاختلاف فی الخطاء و النسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوٰۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذالک افادہ ابن امیر حاج۔

ترجمہ : اور اختلاف کا محل خطا اور بھول کی صورت میں ہے۔ عمد کی صورت میں تو اس سے بالاتفاق مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی جب کہ وہ غلط پڑھا ہوا لفظ اس میں سے ہو جو نماز کو فاسد کر دے۔ ہاں! اگر وہ ثناء ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ قصداً پڑھا ہو یہ علامہ ابن امیر حاج نے بتایا ہے۔

تشریح: یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ لفظ میں غلطی خطا یا بھول سے ہو گئی ہو اور اگر قصداً ایسی غلطی کی جس سے معنی میں نمایاں تبدیلی ہو گئی تو بالاتفاق ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ تبدیل شدہ لفظ ایسا ہو جس سے حمد و ثنا کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں تو علامہ ابن امیر حاج رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ قصداً پڑھا ہو۔

وفی ھذا الفصل مسائل: (الاولیٰ) الخطاء فی الاعراب و یدخل فیہ تخفیف المشدد و عکسہ و قصر الممدود و عکسہ وفك المدغم وعکسہ بان لم یتغیر بہ المعنی لا تفسد بہ صلوتہ بالاجماع کما فی المضمرات و اذا تغیر المعنی نحو ان یقرأ و اذا بتلی ابراھیم ربہ برفع ابراھیم و نصب ربہ فالصحیح عندھما الفساد و علی قیاس قول ابی یوسف لا تفسد لانہ لا یعتبر الاعراب و بہ یفتی واجمع المتأخرون کمحمد بن مقاتل و محمد

بن سلام و اسماعیل الزاهد وابی بکر سعید البلخی والهندوانی وابن الفضل والحلوانی علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا وان کان مما اعتقاده کفر لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوه الاعراب و فی اختیار الصواب فی الاعراب ایقاع الناس فی الحرج وهو مرفوع شرعا و علی هذا مشیٰ فی الخلاصة فقال و فی النوازل لا تفسد فی الکل وبه یفتیٰ وینبغی ان یکون هذا فی ما اذا کان خطأ او غلطا وهو لا یعلم او تعمد ذالک مع ما لا یغیر المعنی کثیرا کنصب الرحمٰن فی قوله تعالی الرحمن علی العرش استوی اما لو تعمد مع ما یغیر المعنی کثیرا او یکون اعتقادهٗ کفراً فالفساد حینئذ اقل الاحوال والمفتیٰ به قول ابی یوسف۔ و اما تخفیف المشدد کما لو قرأ ایاك نعبد او رب العالمین بالتخفیف فقال المتأخرون لا تفسد مطلقا من غیر استثناء علی المختار لان ترك المد و التشدید بمنزلة الخطأ فی الاعراب کما فی قاضی خان وهو الاصح کما فی المضمرات و کذا نص فی الذخیرة علی انه الاصح کما فی ابن امیر حاج و حکم تشدید المخفف کحکم عکسه فی الخلاف والتفصیل و کذا اظهار المدغم وعکسه فالکل نوع واحد کما فی الحلبی۔

ترجمہ: اور اس فصل کے اندر چند مسائل ہیں۔(۱) اعراب میں غلطی کرنا ہے اور داخل ہے اس میں مشدد کو مخفف پڑھنا اور اس کا بر عکس اور مد میں قصر کرنا اور اس کا عکس اور مدغم میں ادغام نہ کرنا اور اس کا عکس، پس اگر نہ بدلے اس سے معنی تو بالاجماع اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ جیسا کہ مضمرات میں ہے اور اگر معنی میں تبدیلی ہو جائے مثلاً یہ کہ پڑھے واذا بتلیٰ ابراهیمُ ربّه ابراهیم کے رفع اور ربّه کے نصب کے ساتھ تو طرفین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہو گی۔ اس لئے کہ وہ اعراب کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور اجماع کیا ہے متاخرین جیسے محمد بن مقاتل، محمد بن سلام، اسماعیل زاہد، ابو بکر سعید بلخی، ہندوانی، ابن فضل اور حلوانی نے اس بات پر کہ اعراب میں غلطی کرنے سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ وہ غلطی ایسی ہو جس کا اعتقاد کفر ہو۔ اس لئے کہ اکثر لوگ اعراب کی صورتوں کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے اور اعراب کے اندر صحت کی قید لگانے میں لوگوں کو حرج میں ڈالنا ہے حالانکہ وہ شرعاً اُٹھا لیا گیا ہے۔ اور اسی مسلک پر چلے ہیں خلاصہ میں چنانچہ فرماتے ہیں کہ نوازل میں ہے کہ تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس پر فتویٰ ہے۔ اور مناسب ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہو جب کہ غلطی خطاءً ہو اور اس کو معلوم نہ ہو۔ یا قصداً پڑھا ہو جب کہ معنی میں زیادہ تبدیلی نہ ہوئی ہو جیسے الرحمن کو نصب پڑھنا اللہ تعالیٰ کے قول الرحمنُ علی العرش استوی میں لیکن اگر قصداً پڑھا اور معنی میں زیادہ تبدیلی ہو گئی یا ایسی غلطی ہو کہ اس کا اعتقاد کفر ہو تو فساد کا حکم اس وقت کم سے کم درجہ ہے۔ اور مفتیٰ بہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور بہر حال مشدد کو مخفف پڑھنا جیسا کہ اگر پڑھا ایاك نعبد یا رب العالمین تخفیف کے ساتھ تو متاخرین فرماتے ہیں کہ بغیر کسی استثناء کے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہو گی مختار قول کے مطابق، اس لئے کہ مد اور تشدید کا چھوڑ دینا خطاء فی الاعراب کے درجہ میں ہے جیسا کہ قاضی خان میں ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے اور ذخیرہ میں بھی یہی تصریح ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ جیسا کہ ابن امیر حاج میں ہے اور مخفف کو

مشدد پڑھنے کا حکم بھی وہی ہے جو اس کے عکس کا حکم ہے اختلاف اور تفصیل میں، اور ایسے ہی مدغم کا اظہار اور اس کے برعکس۔ پس سب کے سب ایک ہی قسم ہیں جیسا کہ حلبی میں ہے۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ اگر اعراب میں ایسی غلطی کی جس سے معنی میں نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی تو نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً لا ترفعوا اصواتکم کی ت کو پیش پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں بہت تغیر ہو گیا مثلاً واذابتلی ابراھیم ربّہٗ پڑھا یعنی ابراھیم کے رفع اور ربہ کے نصب کے ساتھ پڑھا تو طرفین کے ضابطہ کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس میں احتیاط زیادہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ضابطے کے مطابق فاسد نہ ہوگی کیوں کہ ان کے نزدیک اعراب کا اعتبار نہیں۔ اس میں آسانی و گنجائش ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن لوٹا لینا بہتر ہے۔ کیوں کہ اس میں احتیاط زیادہ ہے۔(ع) اور یہ توضیح اس وقت ہے جب کہ غلطی سے ایسا پڑھا ہو اور اگر جان بوجھ کر پڑھا ہو اور معنی میں بہت زیادہ تبدیلی نہ ہوئی ہو جیسے الرحمن علی العرش استوی میں رحمن کے نون پر زبر پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں زیادہ تغیر ہو یا اس کا اعتقاد کفر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور تشدید کی جگہ تخفیف کرنا جیسے ایاك نعبد میں ایاك کی یاء کو تشدید سے نہیں پڑھا یا ربّ العالمین میں رب کی باء کی تشدید چھوڑ دی۔ اسی طرح تخفیف کی جگہ تشدید کرنا جیسے ومن اظلم ممن کذب علی اللہ میں کذب کی ذال کو تشدید کے ساتھ پڑھا۔ اسی طرح مد کی جگہ قصر کرنا جیسے اولٓئك و بغیر مد کے پڑھنا اسی طرح جہاں ادغام کرنا چاہیے وہاں نہ کرنا اور جہاں اس کا موقع نہ ہو وہاں ادغام کرنا جیسے اھدنا الصِّراط کو اھدنا الصراط پڑھا یعنی لام کا اظہار کیا تو ان صورتوں میں بھی متاخرین نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کہ ان سب کا بھی وہی حکم ہے جو اعراب میں غلطی کرنے کا ہے۔

المسئلة الثانية فی الوقف والابتداء فی غیر موضعهما فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد بالاجماع من المتقدمین والمتأخرین وان تغیر به المعنی ففیه اختلاف والفتوی علی عدم الفساد بکل حال وهو قول عامة علمائنا المتأخرین۔

ترجمہ : دوسرا مسئلہ بے محل وقف اور ابتداء کے متعلق ہے۔ پس اگر نہ بدلیں اس سے معنی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے اور اگر بدل جائے اس سے معنی تو اس میں اختلاف ہے اور فتویٰ ہر حال میں عدم فساد پر ہے اور عام طور پر ہمارے متاخرین علماء کا یہی قول ہے۔

تشریح: اگر ایسی جگہ وقف کیا جہاں وقف کا موقع نہیں تھا یا ایسی جگہ سے ابتداء کی جہاں ابتداء کا مقام نہیں تھا تو اگر معنی میں بہت کھلا تغیر نہ ہوا ہو تو نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً ان الذین اٰمنوا و عملو الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئك هم خیر البریة سے ابتداء کی تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسی جگہ وصل کیا جہاں وصل کا موقع نہیں تھا مثلاً اصحٰبُ النار پر وقف نہ کیا اور اس کو الذین یحملون العرش سے ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن یہ بہت مکروہ ہے۔(ع) اور اگر معنی میں بہت تغیر ہو گیا مثلاً شھد

اللہ انہ لا الٰہ پر وقف کیا پھر الاّ ھو پڑھا تو اس میں وہی اختلاف ہے جو پہلے مسئلہ میں گذرا۔ لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ کسی صورت میں نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور متأخرین علماء کا بھی یہی قول ہے۔

لان فی مراعاۃ الوقف والوصل ایقاع الناس فی الحرج لا سیما العوام والحرج مرفوع کما فی الذخیرۃ والسراجیۃ والنصاب وفیہ ایضا لو ترک الوقف فی جمیع القرأن لا تفسد صلوٰتہ عندنا۔

ترجمہ : اس لئے کہ وقف اور وصل کا لحاظ کرنے میں لوگوں کو حرج میں ڈال دینا ہے۔ خاص طور پر عوام الناس کو حالانکہ حرج اُٹھالیا گیا ہے۔ جیسا کہ ذخیرہ، سراجیہ اور نصاب میں ہے اور نصاب میں یہ بھی ہے کہ اگر پورے قرآن پاک میں وقف کو چھوڑ دے تو ہمارے علماء کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

تشریح: اوپر والے مسئلہ کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ اگر وقف اور وصل کی پابندی کا حکم لگائیں گے تو اس سے خاص طور پر عوام الناس پریشانی میں پڑ جائیں گے اور شریعتِ اسلام اس قسم کی پریشانی سے محفوظ ہے۔

واما الحکم فی قطع بعض الکلمۃ کما لو اراد ان یقول الحمد اللہ فقال اَلْ فوقف علی اللام او علی الحاء او علی المیم او اراد ان یقرأ والعٰدیات فقال والعافوقف علی العین لا نقطاع نفسہ او نسیان الباقی ثم تمم اوانتقل الیٰ اٰیۃ اخریٰ فالذی علیہ عامۃ المشائخ عدم الفساد مطلقا وان غیر المعنی للضرورۃ و عموم البلویٰ کما فی الذخیرۃ وھو الاصح کما ذکرہ ابو اللیث۔

ترجمہ : اور کلمہ کے کسی حصہ کو الگ کر دینے کا حکم جیسا کہ الحمد للہ کہنے کا ارادہ کیا تو اَل کہا اور لام پر وقف کر دیا یا حاء پر یا میم پر یا والعادیات پڑھنے کا ارادہ کیا تو وَالعَا کہہ کر عین پر وقف کر دیا۔ سانس ٹوٹنے یا باقی حصہ بھول جانے کی وجہ سے پھر پورا کیا (باقی حصہ) یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو عام مشائخ کا قول عدمِ فساد کا ہے مطلقاً اگرچہ معنی بدل جائیں ضرورت اور عموم بلویٰ کی وجہ سے۔

تشریح: ایک کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا، پورا نہیں کیا خواہ اس سبب سے کہ سانس ٹوٹ گیا یا باقی حصہ بھول گیا اور پھر یاد آیا تو باقی حصہ پڑھ دیا مثلاً الحمد للہ پڑھنا چاہتا تھا تو اَلْ کہا اور سانس ٹوٹ گیا یا باقی حصہ بھول گیا پھر یاد آیا تو حمدُ للہ کہا یا اس کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو اکثر مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

المسئلۃ الثالثۃ ۔ وضع حرف موضع حرف اٰخر فان کانت الکلمۃ لا تخرج عن لفظ القرأن ولم یتغیر بہ المعنی المراد لا تفسد کما لو قرأ ان الظالمون بوا والرفع او قال والارض وما دحٰھا مکان طحٰھا وان خرجت بہ عن لفظ القرأن ولم یتغیر بہ المعنی لا تفسد عندھما خلافا لابی یوسف کما قرأ قیامین بالقسط مکان قوامین او دوّاراً مکان دیّاراً وان لم تخرج بہ عن لفظ القران و تغیر بہ المعنی فالخلاف بالعکس کما لو قرأ

وانتم خامدون مكان سامدون وللمتأ خيرين قواعد أخر غيرما ذكرنا واقتصرنا على ما سبق لا طرادها فى كل الفروع بخلاف قواعد المتأخرين۔

ترجمہ : تیسرا مسئلہ: ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا ہے۔ چنانچہ اگر وہ کلمہ قرآن کے لفظ سے خارج نہیں ہوتا اور اس کے جو معنی مراد ہیں وہ بھی نہیں بدلتے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ جیسا کہ اگر پڑھے ان الظالمون حالت رفعی کے واو کے ساتھ یا طحٰھا کی جگہ دحٰھا پڑھ دیا اور اگر وہ کلمہ قرآن کے لفظ سے خارج ہو جائے اور اس سے معنی نہ بدلیں تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ قوامین کی جگہ قیامین اور دیاّرا کی جگہ دوّارا پڑھ دیا۔ اور اگر وہ کلمہ قرآن کے لفظ سے نہ نکلے اور معنی بدل جائیں تو اختلاف بر عکس ہو گا۔ جیسا کہ سامدون کی جگہ خامدون پڑھ دیا۔ ان مذکورہ قواعد کے علاوہ متاخرین کے دوسرے قواعد ہیں اور ہم نے اکتفا کیا ان پر جو بیان ہوئے۔ ان کے نافذ ہونے کی وجہ سے تمام فروع میں، بخلاف متاخرین کے قواعد کے۔

تشریح: ایک حروف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر پڑھا لیکن اس سے وہ کلمہ قرآنی کلمات سے خارج نہیں ہوا اور نہ معنی میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ مثلاً ظالمین کی بجائے ظالمون پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کلمہ غلط پڑھ دینے کی وجہ سے قرآنی کلمات سے خارج ہو گیا لیکن معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تو اس میں اختلاف ہے۔ طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے قوامین کے بجائے قیامین پڑھ دیا تو قیامین قرآن میں کہیں وارد نہیں ہوا لیکن اس تبدیلی سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کلمہ جو غلط پڑھا گیا قرآن میں موجود ہے لیکن اس جگہ معنی میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ مثلاً وانتم سامدون کے بجائے وانتم خامدون پڑھ دیا تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ معنی بدل گئے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہے۔

واعلم انه لا يقيس مسائل زلة القارى بعضها على بعض الا من له دراية باللغة العربية والمعانى وغير ذالك مما يحتاج اليه فى التفسير كما فى منية المصلى وفى النهر۔

ترجمہ : جان تو کہ نہیں قیاس کر سکتا ہے زلۃ القاری کے بعض مسائل کو بعض پر مگر وہی شخص جس کو عربی لغت اور معانی سے واقفیت ہو اور اس کے علاوہ ان امور سے جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔

تشریح: یعنی زلۃ القاری کے مسائل جو اوپر بیان ہوئے اور اس کے لئے مثالیں بھی دی گئیں تو اب ان مسائل کو سامنے رکھ کر دوسرے کسی مسئلہ میں وہی شخص فیصلہ کر سکتا ہے جس کو عربی لغت و معانی سے واقفیت ہو اور اسی طرح ان امور کی بھی واقفیت ضروری ہے جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔

واحسن من لخص من کلامھم فی زلۃ القاری الکمال فی زاد الفقیر فقال ان کان الخطأ فی الاعراب ولم یتغیر به المعنی ککسر قواما مکان فتحها و فتح باء نعبد مکان ضمها لا تفسد وان غیر کنصب همزة العلماء وضم هاء الجلالة من قوله تعالی انما یخشی الله من عبادہ العلماء تفسد علی قول المتقدمین واختلف المتأخرون فقال ابن الفضل وابن مقاتل و ابو جعفر و الحلوانی وابن سلام و اسماعیل الزاهدی لا تفسد وقول ھؤلاء اوسع۔

ترجمہ : اور سب سے عمدہ وہ جس نے تلخیص کی ہے فقہا کے کلام کی زلۃ القاری کے اندر وہ علامہ کمال ہیں زاد الفقیر میں، چنانچہ فرمایا کہ اگر اعراب میں غلطی ہو اور اس سے معنی میں تبدیلی نہ ہو جیسے قواما پر کسرہ فتحہ کی جگہ اور نعبد کی باء پر فتحہ ضمہ کی جگہ تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر تبدیلی ہو جائے جیسے علماء کے ہمزہ پر نصب اور اللہ کی ھاء پر ضمہ، اللہ تعالی کے قول انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں تو متقدمین کے قول کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے پس ابن فضل، ابن مقاتل، ابو جعفر، حلوانی، ابن سلام اور اسماعیل زاہدی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد نہ ہو گی اور ان لوگوں کے قول میں بہت زیادہ گنجائش ہے۔

وان کان بوضع حرف مکان حرف ولم یتغیر المعنی نحو ایاب مکان اوّاب لا تفسد و عن ابی سعید تفسد و کثیرا مایقع فی قراءۃ بعض القرویین والا تراك و السودان ویّاك نعبد بواو مکان الهمزة والصراط الذین بزیادة الالف واللام و صرحوا فی الصورتین بعدم الفساد و ان غیر المعنی و تمامه فیه فلیراجع والله سبحانه تعالی اعلم و استغفر الله العظیم۔

ترجمہ : اور اگر غلطی ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھنے میں ہو اور معنی میں تبدیلی نہ ہو جیسے اواب کی جگہ ایاب پڑھ لیا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور ابو سعید فرماتے ہیں کہ فاسد ہو جائے گی اور بہت سی مرتبہ بعض دیہاتی اور ترکی اور حبشی ویاك نعبد ہمزہ کی جگہ واو اور الصراط الذین الف اور لام کی زیادتی کے ساتھ پڑھ دیتے ہیں ان دونوں صورتوں میں عدم فساد کی تصریح کی ہے اگرچہ معنی میں تبدیلی ہو یہ پوری بحث زاد الفقیر میں ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

فصل : فی مالا یفسد الصلوٰۃ

لو نظر المصلی الی مکتوب و فهمه او اکل ما بین اسنانه و کان دون الحمصة بلا عمل کثیر او مر مار فی موضع سجودہ لا تفسد وان اثم المار۔

ترجمہ : اگر دیکھے مصلی کسی لکھی ہوئی چیز کی طرف اور اس کو سمجھ لے یا کھالے اس چیز کو جو اس کے دانتوں کے درمیان ہو اس حال میں کہ وہ چنے سے کم ہو بغیر عمل کثیر کے یا گذرے کوئی گذرنے والا سجدہ کی جگہ میں تو نماز فاسد نہ ہو گی اگرچہ گذرنے والا گنہگار ہو گا۔

تشریح: اس فصل میں ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگر نماز میں کسی لکھی ہوئی چیز کی طرف نظر پڑ گئی اور اس کو دل ہی دل میں سمجھ لیا زبان سے بولا نہیں تو نماز فاسد نہیں ہو گی خواہ وہ مکتوب قرآن ہو یا غیر قرآن۔ مثلاً محراب پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی تھی یا کچھ اور لکھا ہوا تھا اور نمازی نے اُس کو دیکھا اور سمجھا تو اس کی نماز نہ فاسد ہو گی اور نہ مکروہ ہو گی جبکہ قصداً دیکھا اور سمجھا نہ ہو اور اگر قصداً دیکھا اور سمجھا ہو تو اس صورت میں نماز تو فاسد نہ ہو گی لیکن مکروہ (تنزیہی) ہو گی۔ (ط)

اواکل اگر نمازی کے دانتوں میں کچھ کھانا لگا رہ گیا تھا اور وہ نماز کی حالت میں اس کو نگل گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی بشرطیکہ وہ چنے سے کم ہو اور بغیر عمل کثیر کے نگلا ہو۔ اور اگر وہ چنے کے برابر یا زیادہ ہو یا چنے سے تو کم ہو لیکن عمل کثیر کے ساتھ نگلا ہو مثلاً تین دفعہ یا اس سے زیادہ اس کو چبایا ہو تو اب چاہے اس کو نگلا ہو یا نہ نگلا ہو عمل کثیر کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اومرمار اگر کوئی شخص یا کوئی جاندار نماز پڑھنے والے کے آگے سے سجدہ کی جگہ پر سے گذرے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی خواہ گذرنے والا مرد ہو یا عورت یا کوئی جانور مثلاً گدھا یا کُتا وغیرہ ہو لیکن گذرنے والا اگر انسان ہے تو وہ گنہگار ہو گا۔

ولا تفسد بنظره الی فرج المطلقة بشهوة فی المختار و ان ثبت به الرجعة۔

ترجمہ: اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز مصلی کے دیکھنے سے مطلقہ کی فرج کی طرف شہوت کے ساتھ مختار مذہب کے مطابق اگرچہ اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی۔

تشریح: یعنی جس عورت کو اس کا خاوند طلاق رجعی دے چکا ہے اس نے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ البتہ طلاق سے رجعت ہو جائے گی۔

فصل: فی مکروهات الصلوة

یکره للمصلی سبعة و سبعون شیأ ترك واجب او سنة عمداً کعبثه بثوبه و بدنه و قلب الحصی الا للسجود مرة و فرقعة الاصابع و تشبیکها و التخصر و الالتفات بعنقه و الاقعاء۔

ترجمہ: نماز پڑھنے والے کے لئے ستتر چیزیں مکروہ ہیں۔ کسی واجب یا سنت کا قصداً چھوڑ دینا جیسے اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا اور کنکریوں کا اُلٹ پلٹ کرنا مگر سجدہ کرنے کے لئے ایک مرتبہ اور انگلیوں کا چٹخانا اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا اور کوکھ پر ہاتھ رکھنا اور اپنی گردن سے متوجہ ہونا اور کتے کی طرح بیٹھنا۔

تشریح: ماسبق میں مفسدات نماز کا بیان تھا۔ اس فصل میں مکروہات کا ذکر ہے۔ مکروہ، محبوب اور پسندیدہ کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ تحریمی اور تنزیہی۔ تحریمی واجب کے بالمقابل ہے لہذا ترکِ واجب کو مکروہِ تحریمی کہا جائے گا اور یہ

حرام کے قریب ہے اور تنزیہی سنت اور اولیٰ و مستحب کے بالمقابل ہے۔ لہٰذا ترکِ سنت کو مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کہا جائے گا اور یہ مباح کے قریب ہے۔ لیکن مکروہِ تنزیہی میں مراتب ہیں۔ چنانچہ اگر سنت ایسی ہو جس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہو تو اس کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی شدید اور تحریمی کے قریب ہو جائے گا۔(عمدۃ الفقہ بتصرف)

کعبثہ نماز میں کپڑے سے کھیلنا یعنی اس کو ہاتھ میں پکڑنا یا بدن سے کھیلنا مثلاً داڑھی کے بال ہاتھ میں لینا مکروہ تحریمی ہے۔ عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی لذت نہ ہو۔(ط)

وقلب یعنی نماز میں سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کا ہٹانا مکروہ ہے البتہ اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک بار برابر کر سکتا ہے۔

وفرقعہ انگلیاں چٹخانا یہ ہے کہ ان کو دبائے یا کھینچے کہ ان میں سے آواز نکلے یہ مکروہِ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نماز سے باہر مکروہِ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً جوڑوں کو آرام دینا ہو تو مکروہ نہیں۔(ع)

وتشبیکھا یعنی نماز کے اندر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہِ تحریمی ہے۔

والتخصر نماز کے اندر کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہِ تحریمی ہے اور نماز کے علاوہ مکروہِ تنزیہی ہے۔(ع)

والالتفات نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں اس طرح دیکھنا کہ پورا منہ یا کچھ قبلہ سے پھِر جائے مکروہِ تحریمی ہے اور بغیر منہ پھیرے صرف گوشۂ چشم سے اِدھر اُدھر دیکھنا بلا ضرورت ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو مباح ہے۔(ع)

والاقعاء یعنی نماز میں تشہد اور دونوں سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا مکروہِ تحریمی ہے اقعاء یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھے اور دونوں رانوں کو کھڑا کر کے پیٹ سے اور دونوں گھٹنے سینے سے لگا لے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے۔ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے۔

وافتراش ذراعیہ وتشمیر کمیہ عنھما وصلوٰتہ فی السراویل مع قدرتہ علی لبس القمیص۔

ترجمہ : اور دونوں کلائیوں کا بچھا دینا اور دونوں کلائیوں سے اپنی آستین کا چڑھا لینا اور پائجامہ میں نماز پڑھنا، قمیص پہننے پر قدرت کے باوجود۔

تشریح: یعنی سجدہ کے وقت مردوں کو زمین پر ہاتھوں کا بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔

وتشمیر آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ خواہ کہنیوں تک ہو یا نہ ہو۔ طحطاوی میں ہے سواء کان الی المرفقین اولا علی الظاھر کما فی البحر لصدق کف الثوب علی الکل اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کرنے کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی حالت میں نماز شروع کر دی تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ اور اگر نماز میں شامل ہونے اور رکعت ملنے کی جلدی میں آستین نہ اتاری اور جماعت میں شامل ہو گیا تب بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اختلاف ہے اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عملِ قلیل سے آستین اتار لے۔(ع)

وصلوٰۃ یعنی کسی کے پاس کرتہ موجود ہے پھر بھی صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھے تو مکروہِ تحریمی ہے۔(ط)

وردالسلام بالاشارۃ والتربع بلا عذر وعقص شعرہ۔

ترجمہ : اور اشارہ سے سلام کا جواب دینا اور بلا عذر چار زانو بیٹھنا اور اپنے بالوں کا باندھنا۔

تشریح : نماز میں ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہِ تنزیہی ہے۔

والتربع نماز کی حالت میں بلا عذر چار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ نماز کے علاوہ میں مکروہ نہیں ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیٹھنا ثابت ہے۔ (ح)

وعقص یعنی بالوں کو سر پر یا گدی پر جمع کر کے کسی چیز ڈوری وغیرہ سے (انبوڑہ) باندھ لینا تا کہ کھل نہ جائیں اور اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ احادیث کے بموجب کراہت تحریمی ہونی چاہیے لیکن اجماع اس پر ہے کہ یہ فعل مکروہِ تنزیہی ہے۔(ع)

والاعتجار وھو شد الرأس بالمندیل و ترک وسطھا مکشوفا۔

ترجمہ : اور اعتجار یعنی رومال سے سر کا باندھ لینا اور بیچ کے حصہ کو کھلا چھوڑ دینا۔(عمامہ یا رومال اس طور سے بندھا ہو کہ درمیان میں سے سر کھلا ہوا ہو یہ مکروہ ہے۔)

و کف ثوبہ وسدلہ والاندراج فیہ بحیث لا یخرج یدیہ

ترجمہ : اور اپنے کپڑے کو سمیٹنا اور کپڑے کا لٹکانا اور لپٹ جانا اس میں اس طور سے کہ نہ نکال سکے اپنے ہاتھوں کو۔

تشریح : کفِ ثوب یہ ہے کہ جب سجدہ کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے آگے یا پیچھے سے کپڑا اُٹھالے خواہ عادت کے طور پر ہو یا کپڑے کو مٹی سے بچانے کے لئے ہو۔ بہر صورت مکروہِ تحریمی ہے۔

وسدلہ سدل کے معنی ہیں کپڑے کو خلاف عادت و دستور پہننا۔ مثلاً کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ لٹکتا رہے مکروہِ تحریمی ہے۔ (ح) اگر رومال سر پر یا دونوں کندھوں پر لٹکتا ہوا ڈال لیا تو یہ بھی سدل میں داخل ہے۔(ع)

والاندراج یعنی چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں چنانچہ اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وجعل الثوب تحت ابطہ الایمن وطرح جانبیہ علی عاتقہ الایسر۔

ترجمہ :اور کپڑے کو داہنی بغل کے نیچے سے لینا اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لینا۔

تشریح : یعنی کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لے کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طوافِ عمرہ و طوافِ حج کے لئے کرتے ہیں۔ نماز میں اس طرح کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

والقراءة فی غیر حالة القیام و اطالة الرکعة الاولی فی التطوع۔

ترجمہ : **اور قراءت کرنا قیام کی حالت کے علاوہ میں اور نفل میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا۔**

تشریح: یعنی حالتِ قیام کے ماسوا میں قرآن شریف پڑھنا مثلاً قراءت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لئے جھک جائے اور جھکنے کی حالت میں قراءت پوری کرے تو یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔(ع)

واطالة یعنی نفل کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا مکروہ ہے بلکہ دونوں رکعتوں میں برابر پڑھے۔

وتطویل الثانیة علی الاولی فی جمیع الصلوات و تکرار السورة فی رکعة واحدة من الفرض و قراءة سورة فوق التی قرأها۔

ترجمہ : **اور دوسری رکعت کو لمبا کرنا پہلی سے تمام نمازوں میں اور سورت کا بار بار پڑھنا فرض کی ایک رکعت میں اور جو سورت پڑھ چکا ہے اس کے اوپر کی سورت کا پڑھنا۔**

تشریح: یعنی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر بقدر تین آیتوں کے یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ نہیں(ط)

وتکرار اور ایک سورت کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے۔ نفلوں میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یہاں پر فی رکعة واحدة کہا اس لئے کہ جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورت دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو کچھ حرج نہیں لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔(ع)

وقراءة قرآن مجید کو الٹا پڑھنا یعنی ایک رکعت میں ایک سورت پڑھنا اور دوسرے میں اس سے پہلے کی کوئی سورت پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں "سورئہ اخلاص" اور دوسری میں "تبت یدا" یا "النصر" یا "الکوثر" وغیرہ پڑھی تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر بھولے سے ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں بلکہ بھولے سے اوپر والی سورت شروع کر دینے کے بعد اس سورت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔(ع)

وفصله بسورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین۔

ترجمہ : **اور ایک سورت کا فصل کرنا ان دو سورتوں کے درمیان جن کو دو رکعتوں میں پڑھا ہے۔**

تشریح: یعنی اگر دو رکعتوں میں دو سورتیں پڑھیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت کا فصل ہو گیا تو یہ مکروہ ہے۔ مثلاً پہلی میں "سورئہ کافرون" پڑھی اور دوسری میں "تبت یدا" پڑھی اور درمیان میں "سورۃ النصر" کو چھوڑ دیا تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر ایک بڑی سورت یعنی چھ آیت سے زیادہ والی یا دو چھوٹی سورتوں کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں۔ "والتین" کے بعد "اناانزلناہ" یا "لاایلف" کے بعد "انااعطینك" پڑھے یا "قل یآأیھا الکٰفرون" کے بعد "قل ھو اللہ احد" پڑھے تو مکروہ نہیں (ع۔م) مفتی سعید صاحب پالنپوری زید مجدھم کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً ایک سورت کا فصل مکروہ ہے چھوٹی ہو یا بڑی۔ (راجع حاشیہ امداد الفتاوی۔)

و شم طیب و ترویحه بثوبه او مروحة مرة او مرتین۔

ترجمہ : **اور خوشبو کا سونگھنا اور اپنے کپڑے یا پنکھے سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا کرنا۔**

تشریح: نماز میں قصداً خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔ جیسے سجدہ کی جگہ پر خوشبو لگالی اور سجدہ میں بالقصد اس کو سونگھا تو مکروہ ہے اور خوشبو ہاتھ میں لگائی اور اس کو بالقصد سونگھا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

وترویحہ یعنی نماز میں اپنے آپ کو کپڑے یا پنکھے سے ہوا کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے جب کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہو۔ اگر تین مرتبہ پنکھا جھل لیا تو عملِ کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن طحطاوی میں ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ پنکھا جھلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ایک بار ہو اس لئے کہ دور سے دیکھنے والا اس کو نماز میں نہیں سمجھے گا۔ بخلاف آستین یا دامن سے اپنے آپ کو ہوا کرنے سے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی بلکہ مکروہ ہو گی جب کہ تین مرتبہ سے کم ہو۔

و تحویل اصابع یدیه او رجلیه عن القبلة فی السجود و غیرہ۔

ترجمہ : **سجدہ وغیرہ میں ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیر لینا۔ (یہ مکروہ تنزیہی ہے بوجہ سنت کے خلاف ہونے کے۔)**

و ترك وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع و التثاؤب و تغمیض عینیه و رفعهما للسماء و التمطی و العمل القلیل و اخذ قملة و قتلها۔

ترجمہ : **اور رکوع میں دونوں گھٹنوں پر ہاتھوں کے رکھنے کو چھوڑ دینا اور جمائی لینا اور اپنی دونوں آنکھوں کا بند کر لینا اور ان دونوں کو آسمان کی طرف اُٹھانا اور انگڑائی اور عمل قلیل اور جوں پکڑنا اور اس کو مار ڈالنا۔**

تشریح : یعنی رکوع میں جہاں ہاتھ رکھنا مسنون ہے (یعنی دونوں گھٹنوں پر) وہاں نہ رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

و التثاؤب نماز میں قصداً جمائی لینا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر خود بخود آئے تو مضائقہ نہیں مگر جہاں تک ہو سکے اس کو روکنا مستحب ہے چنانچہ اگر اس کو نہ روکے تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ نماز کے اندر روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہونٹ کو دانتوں سے دبائے پھر بھی نہ

رُکے تو ہاتھ منہ پر رکھ لے۔ پس اگر قیام کی حالت میں جمائی آئے تو دائیں ہاتھ سے منہ بند کرلے خواہ دائیں ہاتھ کی پشت سے یا اندرونی حصہ سے، اور قیام کے علاوہ کسی اور حالت میں آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ بند کرلے۔ یہ یاد رہے کہ جب تک ہونٹ کو دانتوں سے دبا کر روک سکتا ہے ہاتھ سے روکنا مکروہ ہے۔

فائدہ: جمائی امتلاءِ معدہ اور ثقلِ بدن سے پیدا ہوتی ہے اور اس کو شیطان کی طرف سے کہا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔ علماء کرام نے جمائی روکنے کی مجرب ترکیب یہ لکھی ہے کہ اس وقت اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی اور وہ اس سے محفوظ ہیں۔(ع)

وتغمیض نماز میں آنکھوں کا بند کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر آنکھیں کھلی رکھنے میں ایسی چیزوں کے دیکھنے سے جو دل کو منتشر کرتی ہیں خشوع میں فرق آتا ہو اور آنکھیں بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو اور دل خوب لگتا ہو تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ بہتر ہے لیکن پھر بھی پوری نماز آنکھیں بند کرکے نہ پڑھے بلکہ حسبِ ضرورت بند کرلیا کرے۔(ع)

ورفعھا نماز میں آنکھیں اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔(ط)

والتمطی نماز میں انگڑائی لینا یعنی اپنے ہاتھوں کا کھینچنا اور سینہ کو ظاہر کرنا (سستی اُتارنا) مکروہ تنزیہی ہے۔(ط)

والعمل القلیل نماز میں بلاضرورت عمل قلیل بھی مکروہ ہے۔ جیسے بال کھجانا، جوؐں پکڑنا وغیرہ۔ اس کی تعریف میں اختلاف ہے۔ آسان تعریف یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو نماز سے خارج نہ سمجھا جائے۔(ایضاح الاصباح)

واخذ قملۃ نماز میں جوں کو پکڑ کر مار ڈالنا جب کہ تکلیف نہ پہنچائے مکروہ ہے اور تکلیف پہنچاتی ہوں تو پکڑ کر مار ڈالنے میں مضائقہ اور کراہت نہیں ہے جب کہ عمل کثیر نہ کرنا پڑے۔ یہی حکم مچھر کا ہے۔(ع)

وتغطیۃ انفہ وفمہ ووضع شیٔ فی فمہ یمنع القراءۃ المسنونۃ۔

ترجمہ : **اور ناک اور منہ کا چھپالینا اور اپنے منہ میں کسی ایسی چیز کا رکھنا جو روکے مسنون قراءت سے۔**

تشریح: یعنی ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے بند کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

ووضع اگر منہ میں روپیہ پیسہ کوڑی وغیرہ رکھ دی جس سے قراءت مسنونہ میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تو اس حالت میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے رکاوٹ زیادہ ہو مثلاً آواز ہی نہ نکلے یا اس قسم کے الفاظ نکلیں جو قرآن کے نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والسجود علی کور عمامتہ و علی صورۃ والاقتصار علی الجبھۃ بلا عذر بالانف۔

ترجمہ : اور سجدہ کرنا اپنے عمامہ کے پیچ پر اور تصویر پر اور اکتفا کرنا پیشانی پر، ناک میں کسی عذر کے بغیر۔

تشریح: یعنی عمامہ کے پیچ پر جو کہ پیشانی پر واقع ہو بلا عذر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے تو مکروہ نہیں۔

وعلی صورۃ یعنی اگر کسی جاندار کی تصویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو اس پر سجدہ کرنا مکروہ ھے۔

والاقتصار یعنی صرف پیشانی پر سجدہ کرنا اور ناک نہ لگانا بلا عذر مکروہ تحریمی ہے۔ عذر کے ساتھ مکروہ نہیں۔

والصلوٰۃ فی الطریق والحمام و فی المخرج و فی المقبرۃ وارض الغیر بلا رضاہ وقریبا من نجاسۃ و مدافعا لاحد الاخبثین او الریح ومع نجاسۃ غیر مانعۃ الا اذا خاف فوت الوقت او الجماعۃ والا ندب قطعھا ۔

ترجمہ : اور نماز پڑھنا راستہ میں، حمام میں، پاخانہ میں، قبرستان میں، دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی رضامندی کے، کسی ناپاکی کے قریب، پیشاب پاخانہ یا ریح کے دباؤ کے وقت اور ایسی ناپاکی کے ساتھ جو مانع نہ ہو مگر جب کہ وقت یا جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو ورنہ مستحب ہے ان سے فراغت حاصل کر لینا۔

تشریح : بلا رضاہ رضامندی کا علم عرف عام سے تعلق رکھتا ہے۔

وقریبا یعنی ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست ہو مکروہ ہے۔

ومدافعۃ پیشاب پاخانہ کی ضرورت کے وقت یا ریح کے غلبہ کے وقت خواہ نماز سے پہلے ہو یا درمیانِ نماز میں ہو یا ایسی نجاست کے ساتھ جو بدن یا کپڑے پر لگی اور مانعِ نماز نہ ہو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر وقت تنگ ہو یا جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان حاجات میں سے کسی کے غلبہ کے وقت بھی نماز پڑھ لے اور اگر وقت کے یا جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو پہلے پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو جائے یہ مستحب ہے اور احسن الفتاویٰ میں یہ ہے کہ اگر نماز قضا ہونے کا خطرہ ہو تو نماز پڑھ لے۔ اور اگر نماز قضا ہونے کا خطرہ نہیں صرف جماعت چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نماز پڑھے، ایسی حالت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ اور اگر درمیان نماز میں تقاضا ہوا تب بھی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور اس حالت میں نماز قطع کر دینا واجب ہے (احسن الفتاویٰ ج۳ ص۴۳۱)

والصلوٰۃ فی ثیاب البذلۃ و مکشوف الراس لا للتذلل والتضرع وبحضرۃ طعام یمیل الیہ و ما یشغل البال و یخل بالخشوع۔

ترجمہ: اور نماز پڑھنا معمولی کپڑوں میں اور سر کھول کرنہ کہ تذلل اور عاجزی کے لئے اور اس کھانے کی موجودگی میں جس کی طرف میلان ہو اور جو دل کو مشغول کردے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

تشریح: ثیاب بذلہ سے مراد وہ کپڑے ہیں جو میلے کچیلے ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایسے کپڑے جن کو پہن کر بڑے لوگوں کے پاس نہ جا سکتا ہو۔ چنانچہ ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔(ح) محنت کے کام کرنے کے وقت جو کپڑے پہنتے ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھنا بھی ثیاب بذلہ میں داخل ہے۔ ہاں اگر اس کے سوا دوسرے کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

ومکشوف ٹوپی وغیرہ ہوتے ہوئے سُستی کی وجہ سے یا نماز کے لئے سر ڈھانپنے کو اہم نہ سمجھنے کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر عاجزی و خشوع ظاہر کرنے کے لئے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں۔ لیکن پھر بھی اولیٰ یہی ہے کہ سر ڈھانپ کر پڑھے۔(ع)

وبحضرۃ یعنی جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے اس کے بعد نماز پڑھے۔ ایسی حالت میں بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر بھوک اتنی شدید نہ ہو کہ بے چین کرے تو مکروہ نہیں۔

ومایشغل یعنی ہر ایسی چیز کی موجودگی میں جو دل کو اس کی طرف مشغول کرنے اور خشوع میں خلل پیدا کرنے والی ہو نماز مکروہ ہے۔ مثلاً زینت ولہو لعب کے سامنے نماز مکروہ ہے۔

وعد الآی والتسبیح بالید وقیام الامام فی المحراب او علی مکان او الارض وحدہ والقیام خلف صف فیہ فرجۃ۔

ترجمہ: اور آیتوں اور تسبیح کا ہاتھ سے شمار کرنا اور امام کا کھڑا ہونا محراب میں یا اونچی جگہ پر یا زمین پر تنہا اور کھڑا ہونا ایسی صف کے پیچھے جس میں کشادگی ہو۔

تشریح: نماز میں آیتوں یا تسبیحات مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر گننا مکروہِ تنزیہی ہے۔ خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور اگر کسی کو نماز میں گننے کی ضرورت پڑے مثلاً صلوٰۃ التسبیح میں تو اپنے دل میں شمار کرے یا انگلیوں کے پوروں کو دبا کر شمار کرے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔

وقیام یعنی امام کا اکیلا محراب میں کھڑا ہونا جب کہ دونوں قدم بھی اندر ہوں مکروہ ہے اور اگر دونوں قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں کرے تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر مسجد تنگ ہو تو امام کو اکیلا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔

اومکان امام کا اکیلا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ بعض نے اس کو تنزیہی کہا ہے اور امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں اور اگر بلندی ایک ہاتھ سے کم ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔

اوالارض یعنی امام اکیلا زمین پر یعنی نیچے کھڑا ہو اور سب مقتدی اوپر ہوں تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی بھی نیچے کھڑے ہوں تو پھر کراہت نہیں۔

والقیام یعنی اگلی صف میں جگہ خالی ہونے کے باوجود پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

ولبس ثوب فیه تصاویر و ان یکون فوق رأسه او خلفه او بین یدیه او بحذائه صورة الا ان تکون صغیرة او مقطوعة الرأس او لغیر ذی روح۔

ترجمہ : اور ایسے کپڑے پہننا جس میں تصویریں ہوں اور یہ کہ اس کے سر کے اوپر یا پیچھے یا سامنے یا برابر میں کوئی تصویر ہو مگر یہ کہ چھوٹی یا سر کٹی ہوئی یا بے جان چیز کی ہو۔

تشریح: ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تصویر بڑی ہو۔ دیکھنے والے کو بے تکلف نظر آجائے اور اگر دیکھنے والے کو بغیر تأمل اور غور کے نظر نہ آئے تو مکروہ نہیں۔ اس کی مزید واضح تشریح یہ ہے کہ اگر تصویر زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی شخص کھڑے ہو کر اس کو دیکھے اور اس کے اعضاء جُدا جُدا معلوم نہ ہوتے ہوں تو وہ چھوٹی ہے اور اس سے نماز مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

وان یکون یعنی ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سر کے اوپر (چھت وغیرہ میں) یا سامنے یا پیچھے یا اُس کے دائیں بائیں کسی جاندار کی تصویر ہو مکروہِ تحریمی ہے۔ خواہ تصویر لٹکی ہوئی یا گری ہوئی ہو یا دیوار پر پردے وغیرہ پر منقوش ہو اور ان میں بھی سب سے زیادہ کراہت اس وقت ہے جب کہ تصویر نمازی کے سامنے ہو پھر یہ کہ اس کے سر پر ہو پھر داہنی طرف پھر بائیں طرف پھر اس کے پیچھے۔(ح)

الا ان تکون یعنی اگر تصویر بہت چھوٹی ہو جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر ذکر کی گئی یا اس کا سر بالکل مٹا دیا گیا ہو خواہ لکیروں سے یا کُھرچ ڈالا ہو یا کوئی رنگ پھیر دیا یا غیر جاندار کی تصویر ہو مثلاً درخت یا مکان وغیرہ کی تو اس سے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

وان یکون بین یدیه تنور او کانون فیه جمر او قوم نیام۔

ترجمہ : **اور یہ کہ اس کے سامنے تنور ہو یا ایسی بھٹی جس میں چنگاریاں ہوں یا (اس کے سامنے) کچھ لوگ سوئے ہوں۔**

تشریح: ایسے تنور کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا جس میں آگ جل رہی ہو یا ایسی بھٹّی کی طرف جس میں آگ ہو مکروہ ہے۔ کیوں کہ اس میں آگ کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اسی لئے بعض حضرات نے موم بتی یا چراغ کی طرف نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن صحیح قول عدم کراہت کا ہے۔(ع)

او قوم نیام اسی طرح ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں لوگ سو رہے ہوں مکروہ تنزیہی ہے کیوں کہ بسا اوقات سونے والے سے ایسی چیز کا صدور ہو جاتا ہے جس سے مصلی کو ہنسی آجاتی ہے اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے۔

ومسح الجبهة من تراب لا يضره في خلال الصلوٰة۔

ترجمہ: اور پیشانی سے مٹی کو صاف کرنا جو اس کو نقصان نہیں پہنچا رہی ہے نماز کے دوران۔

تشریح: یعنی نماز کی حالت میں پیشانی سے مٹی کو صاف کرنا جب کہ نہ صاف کرنے میں کوئی حرج نہ ہو، مکروہ ہے۔ہاں اگر کوئی حرج ہو مثلاً اس کی وجہ سے نماز میں خلل ہو رہا ہو تو معمولی حرکت سے پونچھ لینے میں مضائقہ نہیں۔

و تعيين سورة لا يقرأ غيرها الا لِيُسر عليه او تبركا بقراءة النبى صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: اور کسی سورت کا متعین کرلینا کہ نہ پڑھے اس کے علاوہ کو، مگر اپنے آپ پر آسانی کے لئے یا نبی کریم ﷺ کی قراءت سے تبرک حاصل کرنے کے لئے۔

تشریح: نماز کے لئے کسی خاص سورت کو مقرر کرلینا۔جب کہ اس نماز میں اس سورت کو اس طرح مقرر یا واجب سمجھ لے کہ اس کے علاوہ اور سورت کو ناجائز یا مکروہ سمجھے تو یہ مکروہ ہے۔لیکن اگر آسانی کے واسطے کوئی سورت مقرر کرلے اور یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کے بغیر نماز درست نہ ہوگی یا جو سورت حضور ﷺ سے ثابت ہے اس کو تبرکاً پڑھا کرے مثلاً جمعہ کے روز فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورۃ الدھر پڑھا کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کے سوا کبھی کبھی اور سورت بھی پڑھا کرے تاکہ کوئی ناواقف یہ نہ سمجھ لے کہ اس کے سوا اور کوئی سورت پڑھنا ثابت نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی ان کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔(ع)

وترك اتخاذ سترة في محل يظن المرور فيه بين يدي المصلي۔

ترجمہ: اور سترہ بنانے کو چھوڑ دینا ایسی جگہ میں جہاں مصلی کے آگے سے (لوگوں کے) گذرنے کا گمان ہو

تشریح: جب امام یا منفرد کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے لوگوں کے گذرنے کا اندیشہ ہو تو بغیر سترہ قائم کئے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر سامنے سے کسی کے گذرنے کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے،

فصل فى اتخاذ السترة ودفع المار بين يدي المصلي۔

ترجمہ: فصل سترہ کو قائم کرنے اور مصلی کے آگے سے گذرنے والے کو روکنے کے بیان میں۔

تشریح: سترہ کے لغوی معنی پردہ اور آڑ کے ہیں۔ یہاں پر سترہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نمازی آڑ کرنے کے لئے اپنے سامنے کھڑی کرلے۔ یہاں پر چند مسائل ہیں۔ (۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مصلی کے آگے سے کسی چیز کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔(۲)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مصلی کے آگے سے گذرنے والا گنہگار ہو گا، کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر مصلی کے آگے سے گذرنے والا جانتا کہ اس پر کس قدر گناہ پڑتا ہے تو وہ چالیس تک کھڑا رہتا۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس سال ہیں، یا چالیس مہینے ہیں یا چالیس دن ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بطریق صحت ثابت ہے کہ چالیس سال مراد ہیں۔(ح)

(۳) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جگہ جس کے اندر سے گذرنا گناہ ہے اس کی حد احسن الفتاویٰ میں یہ بیان کی ہے کہ میدان یا بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو سجدہ کی جگہ پر نظر جمانے سے آگے جہاں تک بالتبع نظر پہونچتی ہو وہاں تک گذرنا جائز نہیں، صاحبِ احسن الفتاویٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نے اس کا اندازہ لگایا تو ایک سجدہ کی جگہ سے ایک صف کے قریب ہوا، لہذا نمازی کے قیام کی جگہ سے دو صف کی مقدار تقریباً آٹھ (۸) فٹ چھوڑ کر گزرنا جائز ہے اور اگر اتنی چھوٹی مسجد یا کمرہ یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کا کل رقبہ چالیس ہاتھ سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ قریب سے گزرے یا دور سے بہر حال گناہ ہے۔(احسن الفتاویٰ ۳ ص ۴۰۹)

اذا ظن مروره يستحب له ان يغرز سترة تكون طول ذراع فصاعدا فى غلظ الاصبع والسنة ان يقرب منها ويجعلها على احد حاجبيه لا يصمد اليها صمداً وان لم يجد ما ينصبه فليخط خطا طولا وقالوا بالعرض مثل الهلال۔

ترجمہ: جب کسی کے گذرنے کا گمان ہو تو مستحب ہے مصلی کے لئے کہ وہ گاڑدے ایسا سترہ جو ایک گز یا اس سے زیادہ لمبا ہو انگلی کی موٹائی میں اور سنت یہ ہے کہ وہ سترہ سے قریب ہو اور رکھے اس کو دونوں بھوئں میں سے کسی ایک کے مقابل میں نہ رُخ کرے اس کی طرف سیدھا اور اگر نہ پائے کوئی ایسی چیز جس کو وہ کھڑا کر سکے تو چاہیے کہ کھینچے ایک خط لمبائی میں اور بعضوں نے کہا ہے چوڑائی میں چاند کی طرح۔

تشریح: اگر کسی میدان یا ایسی جگہ میں نماز پڑھتا ہو جہاں سے لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو تو مستحب یہ ہے کہ اپنے آگے سترہ کھڑا کر لے۔ گاڑنا ضروری نہیں ہے۔ خواہ لکڑی ہو یا کوئی اور چیز ہو بشرطیکہ وہ ایک ہاتھ یعنی دو بالشت لمبی ہو اور کم سے کم ایک انگل موٹی ہو۔ پس ایسے سترہ کے پیچھے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

والسنة سنت یہ ہے کہ سترہ سے قریب رہے یعنی نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کے بقدر فاصلہ ہونا چاہیے اس سے زیادہ سنت نہیں۔(ع) اور سترہ دونوں آنکھوں کے بیچ میں یعنی بالکل ناک کی سیدھ میں نہ رکھے بلکہ داہنی ابرو یا بائیں ابرو کی سیدھ میں رکھے اور داہنی ابرو کی سیدھ میں کھڑا کرنا افضل اور سنت کے مطابق ہے۔(ع)

وان لم يجد یعنی اگر ایسی کوئی چیز نہ ہو جو گاڑ سکے یا رکھ سکے تو ایک لکیر کھینچ لے اور اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طول میں کھینچے اور بعضوں نے کہا کہ عرض میں ہلال یا کمان کی شکل میں لکیر کھینچے۔ لہذا جب تک کسی چیز کا کھڑا رکھنا ممکن ہو خط کھینچنا کافی نہیں ہو گا۔

والمستحب ترك دفع المار و رخص دفعه بالاشارة اوبالتسبيح و كره الجمع بينهما و يدفعه لرفع الصوت بالقراءة و تدفعه بالاشارة اوالتصفيق بظهر اصابع اليمنى على صفحة كف اليسرى ولا ترفع صوتها لانه فتنة ولا يقاتل المار و ماورد به مؤول بانه كان و العمل مباح وقد نسخ۔

ترجمہ : اور مستحب ہے گذرنے والے کو نہ روکنا اور رخصت دی گئی ہے اس کو روکنے کی اشارہ سے یا تسبیح سے اور مکروہ ہے ان دونوں کو جمع کرنا اور اس کو قراءت کی آواز بلند کر کے روک سکتا ہے اور عورت روکے گی اشارہ سے یا دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارہ پر تالی بجاکر اور اپنی آواز کو نہ بلند کرے اس لئے کہ وہ فتنہ ہے اور نہ جنگ کرے گذرنے والے سے اور جو وارد ہوا ہے اس کے بارے میں اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ حکم تب تھا جب کہ عمل مباح تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔

تشریح: یعنی اگر مصلی کے آگے سترہ نہ ہو اور اس کے سامنے سے کوئی شخص گذرنے لگے یا سترہ تو ہے مگر وہ شخص سترہ اور مصلی کے درمیان سے گذرنا چاہتا ہے تو مستحب یہ ہے کہ عملی طور پر اس کو نہ روکے اور یہ حکم عزیمت ہے اور اگر مصلی اس کو روکنا چاہے تو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارہ سے روکے یا تسبیح یعنی سبحان اللہ زور سے کہے تاکہ اس کو تنبیہ ہو جائے اور وہ رک جائے۔ یہ حکم رخصت ہے عزیمت نہیں۔

ویکرہ تسبیح اور اشارہ دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے کیوں کہ ان میں سے ایک بھی کافی ہے۔

ویدفعه اسی طرح مصلی کو اجازت ہے کہ گذرنے والے کو قراءت جہر کے ساتھ کر کے آگاہ کر دے جب کہ مصلی قیام میں ہو اور قراءت کر رہا ہو اگر جہری نماز ہو تو جس جہر سے پڑھ رہا تھا اس سے زیادہ جہر سے پڑھ کر آگاہ کر دے اور اگر نماز سری ہو تو ایک دو کلمہ پکار کر پڑھ لے تو اس سے کوئی کراہت نہیں آئے گی اور مقصود حاصل ہو جائے گا۔(ع) یہ دفع کرنے کا طریقہ مردوں کے لئے ہے۔

وتدفعه سے عورتوں کے لئے دفع کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ اگر نماز پڑھنے والی عورت کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس کو اشارہ سے روکے یا تصفیق (تالی) سے منع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے پر مارے۔ لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پر رہنے دے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مار دے کہ اس میں عمل تھوڑا ہے۔(ع)

ولایقاتل اگر گذرنے والا اشارہ سے یا تسبیح اور قراءت میں جہر کرنے کے بعد بھی نہ مانے تو اس کو چھوڑ دے، اس سے لڑائی نہ کرے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ فلیقاتله فانما هو شیطان یعنی سامنے سے گذرنے والا نہ مانے تو اس سے لڑائی کرے اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی بھی جائز ہے جیسا کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی نمازی کے سامنے سے گذر رہا ہے تو وہ اس کو روکے اگر وہ نہ رکے تو اس کو پیچھے سے مارے اور پھر بھی نہ رُکے تو باقاعدہ اس پر حملہ کر دے۔(انعام الباری ۳/ ۲۵۹) لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جو اس مضمون میں وارد ہوئی

ہے اس کا حکم ابتداءِ اسلام میں تھا جب کہ نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا یعنی عمل کثیر ممنوع نہیں تھا اور اس کے بعد منسوخ ہو گیا۔ حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حدیث سے ظاہری مفہوم سمجھ میں آرہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص اگر دوسرے کے گھر میں جھانکے تو اس کی آنکھ پھوڑ دو، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خنجر لے کر اس کی آنکھ میں گھونپ دو بلکہ اس عمل کی شناعت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عمل اس لائق ہے کہ اگر ایسا کر دیا جائے تو ناانصافی نہ ہو گی۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا ایسا عمل ہے کہ گذرنے والے سے لڑائی یا قتال کیا جائے تو یہ ناانصافی نہیں ہے نہ یہ کہ ہر آدمی دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ (انعام الباری ۳/ ۲۵۹)

فصل: فیما لا یکرہ للمصلی

فیما لا یکرہ للمصلی۔ لا یکرہ لہ شد الوسط ولا تقلد بسیف ونحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ۔

ترجمہ: فصل ان چیزوں کے بیان میں جو نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ نہیں ہیں۔ نہیں مکروہ ہے نماز پڑھنے والے کے لئے کمر کا باندھنا اور نہ تلوار اور اُس جیسی چیز کا لٹکانا جب کہ نہ مشغول ہو (اس کا دل) اس کی حرکت سے۔

تشریح: کمر کو کسی چیز سے باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ ستر کو چھپانے میں معین ہے جب کہ اس کپڑے کے نیچے کوئی کپڑا نہ ہو اور اگر ایسے کپڑے پر کمر کو باندھنا ہے کہ اس کے نیچے دوسرا کپڑا ہے مثلاً کرتے کے اوپر کوٹ پہنا ہے اور اس کو کمر سے باندھا ہے تو بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ط)

ولا تقلد یعنی گلے میں تلوار یا اس جیسی چیز جیسے کمان یا ترکش ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، لیکن اگر ان کی حرکت سے نماز میں خلل ہوتا ہو تو مکروہ ہے۔

ولا عدم ادخال یدیہ فی فرجیہ وشقہ علی المختار۔

ترجمہ: اور نہیں مکروہ ہے اپنے ہاتھوں کا داخل کرنا فرجی اور اس کی شق میں مختار قول پر۔

تشریح: فرجی، لمبی آستینوں والا جبہ جو علماء دین پہنتے ہیں (القاموس الوحید)

وشقہ اس لفظ میں اختلاف ہے۔ بعض محققین نے اس کو شُقّۃ پڑھا ہے (ح) یہ ایک لباس ہے جو آگے سے کھلا ہوتا ہے جیسے کوٹ، شیروانی وغیرہ۔ پس اگر ان دونوں میں سے کسی کو پہنا ہو اور ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے ہوں تو مختار یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ لیکن عمدۃ الفقہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے کیوں کہ اس صورت میں سدل پایا جاتا ہے۔ اور ایضاح الاصباح میں اس کی تشریح اس طرح ہے کہ فرجی عباء کی طرح ایک کپڑا ہوتا ہے اس میں آستینیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس کے جوڑے ہوئے کناروں کے گوشے مونڈھوں پر ڈال لئے جاتے ہیں اور کمر پر پٹکے وغیرہ سے باندھ لیا جاتا ہے۔ فرجی کے گوشے کھلے ہوئے ہوتے ہیں جن میں ہاتھ

ڈال کر پوستین کی طرح پہن بھی سکتے ہیں۔ آستینیں نہیں ہوتی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر پہنتے نہیں بلکہ اس کے گوشوں کو مونڈھوں پر پڑے رہنے دیتے ہیں۔ یہی شکل یہاں مراد ہے جس کو جائز کہا ہے۔ اگرچہ بظاہر ہاتھ ڈالے بغیر محض مونڈھوں پر ڈال لینے میں سدل کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اس کپڑے میں چونکہ دونوں صورتیں رائج ہیں اور خلاف عادت نہیں سمجھی جاتیں، لہذا کراہت نہیں اور وشقّہ شق کے معنی حصہ کے بھی ہوتے ہیں اور پہنے ہوئے یا کھلے ہوئے حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ شقِ فرجی سے مراد بظاہر وہ کھلا ہوا حصہ ہے جس میں ہاتھ ڈال لئے جاتے ہیں۔ جیسے عبا کا کھلا ہوا حصہ۔

ولا التوجه لمصحف او سيف معلق او ظهر قاعد يتحدث او شمع او سراج على الصحيح

ترجمہ : **اور نہیں مکروہ ہے منہ کرنا قرآن پاک یا لٹکی ہوئی تلوار کی طرف یا کسی بیٹھے ہوئے کی پشت کی طرف جو بات کر رہا ہے یا شمع یا چراغ کی طرف صحیح مذہب پر۔**

تشریح: یعنی اگر نمازی کے سامنے قرآن پاک موجود ہو یا لٹکی ہوئی تلوار ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اسی طرح نمازی کے سامنے اگر کوئی شخص بیٹھا باتیں کر رہا ہے تو اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ ایسے ہی موم بتی یا چراغ کی طرف منہ کیا تو بھی مکروہ نہیں۔

والسجود على بساط فيه تصاوير لم يسجد عليها و قتل حية و عقرب خاف اذا هما ولو بضربات وانحراف عن القبلة فى الاظهر۔

ترجمہ : **اور سجدہ کرنا ایسے فرش پر جس میں تصویریں ہوں کہ نہ سجدہ کر رہا ہو ان پر، اور سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ خوف ہو ان کے ایذا دینے کا، اگرچہ چند ضربوں اور قبلہ سے پھر جانے سے ہو ظاہر مذہب کے مطابق۔**

تشریح: یعنی اگر مصلے پر تصویریں ہوں تو اگر ان تصویروں پر سجدہ نہ کرتا ہو تو مکروہ نہیں

وقتل نماز کے اندر سانپ بچھو کے مارنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، خواہ ایک ضرب میں مرے یا بہت سی ضربوں میں، اور خواہ اس کے لئے قبلہ سے پھرنا پڑے، اور سانپ بچھو کا مارنا نماز میں اسی وقت مباح ہے جب کہ اس کے سامنے آجائے اور اس سے ایذا پہنچنے کا خوف ہو اور اگر ایذا دینے کا خوف نہ ہو تو مکروہ ہے۔ لیکن صحیح مسلک یہ ہے کہ اگر ایسے جانور کے مارنے میں عمل کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور یہاں پر کراہت نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو نماز توڑنے کا گناہ نہ ہو گا۔ (ایضاح الاصباح)

ولا بأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده فى الركوع ولا بمسح جبهته من التراب او الحشيش بعد الفراغ من الصلوٰة ولا قبل الفراغ اذا ضره او شغله عن الصلوٰة۔

ترجمہ : اور کوئی حرج نہیں ہے کپڑے کو جھٹک دینے میں تا کہ نہ چمٹے اس کے بدن سے رکوع میں، اور کوئی حرج نہیں ہے اپنی پیشانی کو صاف کر دینے میں مٹی یا تنکے سے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور نہ فارغ ہونے سے پہلے جب کہ اس کو تکلیف دے یا اس کے دل کو نماز سے پھیرے۔

تشریح: یعنی کپڑے کو دائیں یا بائیں سے اگر جھٹک دے تا کہ رکوع میں یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اس کے بدن کے ساتھ لپٹ نہ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ کبھی کپڑا بدن سے اس طرح چمٹ جاتا ہے کہ اعضاء کی وضع ظاہر ہونے لگتی ہے اس لئے اس سے بچنے کے لئے جھٹک دینے میں کوئی کراہت نہیں۔

ولا یمسح یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی سے مٹی یا تنکے کو صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نماز کے اندر بھی پیشانی کو صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نہ پونچھنے میں ضرر ہو اور نماز میں خلل پڑتا ہو۔

ولا بالنظر بموق عینیه من غیر تحویل الوجه۔

ترجمہ : اور کوئی حرج نہیں ہے اپنی آنکھوں کے گوشہ سے دیکھنے میں بغیر چہرہ گھمائے۔

تشریح: یعنی بغیر منہ پھیرے صرف گوشۂ چشم سے ادھر اُدھر دیکھنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی ضرورت کی وجہ سے ہو تو مباح ہے۔(ع)

ولا بأس بالصلوٰۃ علی الفرش والبسط واللبود والا فضل الصلوٰۃ علی الارض اوعلی ما تنبته ولا بأس بتکرار السورۃ فی الرکعتین من النفل۔

ترجمہ : اور کوئی حرج نہیں ہے فرش اور بچھونے اور قالین پر نماز پڑھنے میں اور افضل ہے نماز پڑھنا زمین پر یا ان چیزوں پر جن کو زمین نے اُگایا ہے مثلاً چٹائی، گھاس وغیرہ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے سورت کو مکرر پڑھنے میں نفل کی دو رکعتوں میں۔

فصل : فیما یوجب قطع الصلوٰۃ وما یجیزہ و غیر ذالك۔

ترجمہ : فصل ان چیزوں کے بیان میں جو نماز کے توڑنے کو واجب کر دیتی ہیں اور جو نماز کے توڑنے کو جائز کر دیتی ہیں اور ان کے علاوہ (نماز کو موخر کرنے اور چھوڑنے کا بیان۔)

تشریح: اس فصل میں نماز توڑ دینے کے اعذار کو بیان کرتے ہیں۔ ویسے نماز، روزہ وغیرہ عبادت کو قصداً بلا عذر توڑ دینا حرام ہے لیکن کمال حاصل کرنے کے لئے توڑ دینا مشروع و مطلوب ہے اگرچہ ظاہراً اچھا معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ مسجد کو نیا بنانے کے لئے توڑ دینا اور گرانا ضروری ہوتا ہے اسی طرح نماز کو توڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز اور مباح ہوتا ہے۔(ع)

یجب قطع الصلوٰۃ باستغاثۃ ملھوف بالمصلی لا بنداء احد ابویہ۔

ترجمہ : **واجب ہے نماز کو توڑ دینا مصیبت زدہ کے مصلی سے مدد طلب کرنے کے باعث نہ کہ والدین میں سے کسی کے پکارنے سے۔**

تشریح: یعنی جب کوئی مصیبت زدہ فریاد رسی کے لئے پکارے خواہ اس نماز پڑھنے والے کو پکارے یا مطلق پکارے کسی شخص کو معین نہ کرے مثلاً کوئی شخص کنویں میں گر گیا یا کسی پر کسی ظالم نے یا کسی درندہ نے حملہ کر دیا یا کسی نے آگ میں جل جانے یا پانی میں ڈوب جانے کے خوف کے وقت کسی نمازی سے مدد طلب کی یا بغیر تعین کے مدد کے لئے آواز دی تو نماز کو توڑ دینا واجب (فرض) ہے۔ خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ اگر ان صورتوں میں نماز نہیں توڑے گا اور وہ شخص گر کر یا جل کر یا ڈوب کر مر جائے گا یا اس کو کوئی نقصان پہنچے گا تو یہ نمازی گنہگار ہو گا۔(ع)

لا بنداء یعنی اگر کسی شخص کو اس کے باپ یا ماں یا دادا، دادی یا نانا، نانی وغیرہ میں سے کوئی پکارے اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے نماز کا توڑنا جائز نہیں، بشرطیکہ وہ یوں ہی بغیر فریاد کے پکارے اور اگر مدد چاہنے کے لئے پکاریں مثلاً ان کا پیر پھسل گیا اور انہوں نے آواز دی یا گرنے کا ڈر ہے اور انہوں نے آواز دی تب نماز توڑ کر ان کی مدد کو پہنچنا واجب ہے اور اگر نماز فرض نہ ہو بلکہ سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور ان میں سے کوئی پکارے اور ان کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو تو ایسے وقت میں بھی نماز توڑ کر اس کی بات کا جواب دینا واجب ہے، خواہ کسی مصیبت سے پکاریں یا یوں ہی بلا ضرورت پکاریں۔ اگر نماز توڑ کر جواب نہیں دے گا تو گنہگار ہو گا۔ اور اگر وہ جانتے ہوں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نفل و سنت نماز بھی نہ توڑے البتہ کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔(ع)

ویجوز قطعھا بسرقۃ ما یساوی درھما ولو لغیرہ وخوف ذئب علی غنم اوخوف تردی اعمی فی بئر ونحوہ۔

ترجمہ : **اور جائز ہوتا ہے نماز کو توڑ دینا ایسی چیز کے چوری ہونے سے جو ایک درہم کے برابر ہو اگرچہ دوسرے کی ہو اور بھیڑیئے کے خوف کی وجہ سے بکریوں پر یا اندھے کے کنویں میں اور اس جیسی چیز میں گر جانے کے خوف کے سبب سے۔**

تشریح: یعنی اگر کسی کو مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اور اس کی قیمت کم سے کم ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو خواہ وہ اپنا مال ہو یا کسی دوسرے کا ہو اس کے لئے نماز کا توڑ دینا جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ مثلاً کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا اور اس کے پاس سے کسی شخص نے ایسی چیز چرائی جس کی قیمت ایک درہم (یعنی ۳□ گرام ۶۲ □ ملی گرام چاندی) یا اس سے زائد ہے مثلاً موبائل، تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نماز کو توڑ کر چور کو پکڑے۔ اسی طرح یہ خوف ہو کہ دودھ ابل جائے گا یا گوشت ترکاری کی ہانڈی ابل جائے گی یا جل جائے گی، ان صورتوں میں بھی ان کی حفاظت کے لئے نماز کا توڑ دینا جائز ہے جب کہ ان کی قیمت ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو۔

وخوف ذئب یعنی چرواہے کو یہ ڈر ہو کہ بھیڑیا اس کی بکری کو کھا جائے گا تو اس کے لئے بھی نماز توڑ دینا جائز ہے۔

او خوف تردی یعنی اگر کوئی اندھا جارہا ہو اور آگے کنواں ہو اور اس اندھے کے کنویں میں گر جانے کا ڈر ہو لیکن گمان غالب نہ ہو تو نماز توڑنا جائز ہے۔ اگر گر پڑنے کا غالب گمان ہو تو نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔(ع۔م)

واذا خافت القابلة موت الولد والا فلا بأس بتاخيرها الصلوٰة وتقبل على الولد۔

ترجمہ : اور جب کہ دایہ کو بچہ کے مر جانے کا خوف ہو (تو نماز کو توڑ دینا واجب ہے) ورنہ (یعنی نماز نہ پڑھ رہی ہو تو) نماز کو موخّر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بچہ پر متوجہ رہے۔

تشریح: یعنی اگر جنانے والی دایہ کو بچہ کی جان کا خوف غالب ہو تو اگر نماز میں ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے اور نماز میں نہ ہو تو نماز کو اس کے وقت سے موخّر کر دینا واجب ہے یعنی قضا کر دینا واجب ہے۔

والا یعنی اگر خوف تو ہو لیکن غالب گمان نہ ہو تو اگر نماز میں ہو تو توڑ دینا جائز ہے اور نماز میں نہ ہو تو موخّر کرنا جائز ہے۔(ع۔ط)

و كذا المسافر اذا خاف من اللصوص او قطاع الطريق جاز له تاخير الوقتية۔

ترجمہ : ایسے ہی مسافر جب کہ اس کو چوروں کا یا ڈاکوؤں کا خوف ہو تو جائز ہے اس کے لئے وقتی نماز کا موخّر کرنا۔

وتارك الصلوٰة عمداً كسلا يضرب ضربا شديدا حتى يسيل منه الدم و يحبس حتى يصليها و كذا تارك صوم رمضان ولا يقتل الا اذا جحد او استخف باحدهما۔

ترجمہ : جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑنے والے کو خوب مارا جائے گا یہاں تک کہ اس کے بدن سے خون بہنے لگے اور قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے ایسے ہی رمضان کے روزے چھوڑنے والے کو اور قتل نہیں کیا جائے گا مگر جب کہ انکار کرے (نماز روزے کی فرضیت کا) یا ان دونوں میں سے کسی کی توہین کرے۔

تشریح: نماز کا چھوڑنا حرام اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، اسی لئے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑ دے تو اس کی خوب پٹائی کی جائے یہاں تک کہ اس کے بدن سے خون بہنے لگے اور اس وقت تک قید کر دیا جائے کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے اسی طرح قصداً سستی سے رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو خوب مارا جائے اور قید کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ روزہ رکھنے لگے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تارک صوم و صلوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک مسلمان بادشاہ کو اس کے قتل کا حکم ہے۔ ہاں اگر صوم و صلوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے یا ان میں سے کسی کی توہین کرے مثلاً رمضان میں دن میں استخفافاً یعنی روزہ کو حقیر و معمولی سمجھ کر اور اس کو دین کی ضروریات میں نہ جان کر کھلم کھلا کھائے پیئے یا یوں کہے کہ رمضان بہت بھاری ہے وغیرہ تو اس کا حکم مرتد کی طرح ہے کہ اس کو قید کر کے اس کے شبہ کو دور کیا جائے گا پھر بھی اگر باز نہ آئے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔(ع۔م)

(بابُ الوِتر)

نمازِ وتر کا بیان

تشریح: وتر کو واو کے کسرہ و فتحہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مگر مکسور زیادہ مشہور ہے۔ وتر لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور یہ جفت کی ضد ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس خاص نماز کو کہتے ہیں جس میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور اس کا وقت عشاء کے بعد ہے۔(ع۔م)

الوتر واجب وهو ثلاث ركعات بتسليمة ويقرأ في كل ركعة منه الفاتحة وسورة ويجلس على رأس الاولیین منه ويقتصر على التشهد ولا يستفتح عند قيامه للثالثة واذافرغ من قراءة السورة فيها رفع يديه حذاء اذنيه ثم كبر وقنت قائما قبل الركوع في جميع السنة۔

ترجمہ : وتر واجب ہے اور اس کی تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور پڑھے وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت اور بیٹھ جائے وتر کی پہلی دو رکعت کے آخر میں اور اکتفا کرے تشہد پر اور نہ ثنا پڑھے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت اور جب فارغ ہو تیسری رکعت میں سورت کے پڑھنے سے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اُٹھائے پھر تکبیر کہے اور کھڑے کھڑے قنوت پڑھے رکوع سے پہلے پورے سال۔

تشریح: صحیح قول کے مطابق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہے۔ اور وتر کو سُستی کی وجہ سے چھوڑنے والا فاسق اور گنہگار ہے۔ وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ وتر کا وہی طریقہ ہے جو اور فرض نمازوں کا ہے۔ اس کا پہلا قعدہ بھی فرضوں کی طرح واجب ہے۔ پس اس قعدہ میں صرف تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں ثنا نہ پڑھے لیکن وتر کی تینوں رکعت میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا احتیاطاً واجب ہے۔(ع) جب قراءت سے فارغ ہو جائے تو تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر قیام کی حالت کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے اور پورے سال اسی طرح رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرے نہ کہ رکوع کے بعد جیسا کہ شوافع کے یہاں ہے اور وہ بھی صرف رمضان المبارک کے نصف اخیر میں پڑھتے ہیں۔

ولا يقنت في غير الوتر والقنوت معناه الدعاء وهو ان يقول اللهم انا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونتوب اليك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثني عليك الخير كله نشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلي ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك الجد بالكفار ملحق وصلى الله على النبي واٰله وسلم۔

ترجمہ : اور نہ قنوت پڑھے وتر کے علاوہ میں اور قنوت کے معنی دعا کے ہیں اور قنوت یہ ہے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے (تیری عبادت کے لئے) مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور تجھ پر ایمان

لاتے ہیں اور تیرے اوپر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم ہر خوبی پر تیری تعریف کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر کرتے ہیں اور تیرے احسانات کا انکار نہیں کرتے۔ ہم علیحدہ ہوتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھ ہی کو ہم سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف دوڑتے اور جھپٹتے ہیں اور تیری رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک! تیرا عذاب جو حقیقی ہے کافروں کو لاحق ہوگا اور درود نازل فرمائے اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر (یعنی دعائے قنوت کے بعد درود پڑھے)۔

تشریح: یعنی نمازِ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے البتہ اہل اسلام پر حادثۂ عظیمہ واقع ہو مثلاً کافروں نے نرغہ کیا ہو تو بالاتفاق عشاء و فجر و مغرب کی جماعتوں میں مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے لئے قنوتِ نازلہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور قنوت کے معنی دعا ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی مختصر دعا پڑھ لی تو واجب ادا ہو جائے گا لیکن مذکورہ دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ اور قنوت کے بعد درود شریف نہ پڑھنے کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن در مختار و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں درود شریف کے پڑھنے کو بہتر و مستحب لکھا ہے اور اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔(ع)

والمؤتم یقرء القنوت کالامام واذاشرع الامام فی الدعاء بعد ما تقدم قال ابو یوسف رحمہ اللہ یتا بعونہ ویقرؤنہ معہ وقال محمد رحمۃ اللہ علیہ لا یتا بعونہ ولکن یؤمنون۔

ترجمہ: اور مقتدی امام کی طرح دعائے قنوت پڑھے گا اور جب امام شروع کر دے دعا مذکورہ بالا قنوت کے بعد تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اتباع کریں گے اور امام کے ساتھ ساتھ دعا کو پڑھیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اتباع نہ کریں البتہ آمین کہتے رہیں۔

تشریح: یعنی وتر کی قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے یعنی وہ بھی آہستہ پڑھے۔ اگر قنوت کے بعد امام یہ دعا اللھم اھدنی الخ شروع کر دے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں بھی مقتدی امام کی متابعت کرے کہ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی آہستہ سے پڑھے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ امام کے پیچھے آمین کہتا رہے۔

والدعاء ھو ھذا اللھم اھدنا بفضلك فیمن ھدیت و عافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارك لنا فی ما اعطیت وقنا شر ما قضیت انك تقضی ولا یقضی علیك انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

ترجمہ: اور دعا یہ ہے۔ اے اللہ! اپنے فضل سے ہم کو ہدایت عطا فرما ان نیک بندوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی اور ہم کو عافیت عطا فرما ان کے ساتھ جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی اور (ان مقرب بندوں کے گروہ میں کہ تو ان کے معاملات کا) ولی (متکفل اور نگراں) ہوا ہمارا بھی ولی ہو جا اور جو چیزیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ان میں برکت عطا فرما اور بچا ہم کو ان چیزوں کے شر سے جن کا تو نے فیصلہ فرما لیا ہے بیشک تو

ہی فیصلہ فرماتا ہے تیرے اوپر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا تو ولی ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کا تو مخالف ہو وہ عزت نہیں پا سکتا۔ اے ہمارے پروردگار! تو بابرکت ہے اور بلند وبالا ہے اور درود نازل فرمائے اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمدؐ اور آپ کی آل واصحاب پر اور سلام۔

تشریح: دعاء قنوت کے بعد اس دعا کا پڑھنا بھی بہتر وافضل ہے کیونکہ یہ دعا بھی منصوص ہے۔(ع)

ومن لم یحسن القنوت یقول اللھم اغفرلی ثلاث مرات ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار او یارب یارب یارب۔

ترجمہ : اور جو شخص دُعائے قنوت اچھی طرح نہ پڑھ سکے وہ اللھم اغفرلی تین مرتبہ کہہ لے یا ربنا اتنا الخ پڑھ لے یا یارب یارب یارب تین مرتبہ کہہ لے۔(لیکن دعائے قنوت کو جلدی یاد کرنے کی کوشش کرے تاکہ سنت کی فضیلت حاصل ہو)

واذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا فی الاظھر و یرسل یدیہ فی جنبیہ۔

ترجمہ : اور جب اقتدا کرے ایسے شخص کی جو فجر کی نماز میں قنوت پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ قنوت میں خاموش کھڑا رہے ظاہر مذہب کے مطابق اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوئوں میں چھوڑ دے۔

تشریح: یعنی اگر فجر کی نماز شافعی المذہب امام کے پیچھے پڑھی تو چونکہ ان کے یہاں فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا مسنون ہے تو جب وہ قنوت پڑھے تو حنفی المذہب مقتدی قنوت نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے (جیسا کہ قومہ میں رکھتے ہیں) اتنی دیر خاموش کھڑا رہے یہی ظاہر مذہب ہے۔

واذا نسی القنوت فی الوتر و تذکرہ فی الرکوع او الرفع منہ لا یقنت ولو قنت بعد رفع راسہ من الرکوع لا یعید الرکوع و یسجد للسھو لزوال القنوت عن محلہ الاصلی۔

ترجمہ : اور جب وتر میں قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے یا رکوع سے اُٹھنے کے وقت تو اب قنوت نہ پڑھے اور اگر رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد قنوت پڑھ لی تو رکوع کا اعادہ نہ کرے اور قنوت کے اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا۔

تشریح: یعنی اگر کوئی شخص قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا پھر یاد آیا کہ قنوت نہیں پڑھی یا جب رکوع سے سر اُٹھایا تب یاد آیا کہ قنوت باقی ہے تو اب نہ رکوع میں قنوت پڑھے اور نہ رکوع سے اُٹھنے کے بعد پڑھے بلکہ سجدۂ سہو کرلے اور اگر رکوع سے اُٹھنے کے بعد قومہ میں قنوت پڑھ لی تو اب دوبارہ رکوع نہ کرے اور اس وقت بھی اس پر سجدۂ سہو واجب ہے کیوں کہ قنوت اس کی جگہ سے مؤخر ہو گئی۔

ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قراء ۃ القنوت او قبل شروعه فیه و خاف فوت الرکوع تابع امامه ولو ترك الامام القنوت یاتی به المؤتم ان امکنه مشارکة الامام فی الرکوع والا تابعه۔

ترجمہ : اور اگر امام رکوع کرلے مقتدی کے قنوت پڑھنے سے فارغ ہونے سے پہلے یا مقتدی کے قنوت شروع کرنے سے پہلے اور مقتدی کو رکوع کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ اپنے امام کی اتباع کرے گا اور اگر امام قنوت کو چھوڑ دے تو مقتدی قنوت پڑھے گا۔ اگر اس کو امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جانا ممکن ہو ورنہ امام کی اتباع کرے گا۔

تشریح: یعنی ابھی مقتدی کی قنوت پوری نہیں ہوئی اور امام نے رکوع کر دیا یا مقتدی نے ابھی قنوت شروع ہی نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا تو اگر مقتدی کو یہ خوف ہو کہ میں قنوت پڑھوں گا تو امام کے ساتھ رکوع نہیں ملے گا تو ایسی صورت میں امام کی متابعت کرے یعنی رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر رکوع فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو قنوت پڑھ کر رکوع میں شامل ہو جائے۔

ولو ترك اگر امام نے قنوت پڑھی ہی نہیں بلکہ قنوت پڑھے بغیر رکوع کر دیا تو اس صورت میں بھی وہی حکم ہے کہ اگر رکوع جاتے رہنے کا خوف ہو تو امام کے ساتھ رکوع کر دے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو قنوت پڑھ کر رکوع میں شامل ہو جائے اور ایسے موقع پر مطلق کوئی مختصر دعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے مثلاً اللھم اغفرلی تین بار وغیرہ۔

ولو ادرك الامام فی رکوع الثالثة من الوتر کان مدرکا للقنوت فلا یاتی به فیما سبق به۔

ترجمہ : اور اگر امام کو وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا تو وہ قنوت کا پانے والے ہو گا پس نہیں پڑھے گا اس کو ان رکعتوں میں جن میں وہ مسبوق ہوا ہے۔

تشریح: یعنی اگر کوئی شخص امام کے ساتھ وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور اس کی دعائے قنوت چھوٹ گئی تو جب اپنی باقی ماندہ رکعتوں کو پڑھے گا، اُس میں قنوت نہیں پڑھے گا کیوں کہ جیسے اس کو تیسری رکعت مل گئی اس طرح قنوت بھی مل گئی۔ اس لئے اب باقی دو رکعتوں میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ویوتر بجماعة فی رمضان فقط و صلوٰته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفردا اٰخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحح غیره خلافه۔

ترجمہ : اور وتر پڑھے جماعت کے ساتھ صرف رمضان میں اور اس کا جماعت کے ساتھ پڑھنا رمضان میں اس کو آخر رات میں اکیلے ادا کرنے سے افضل ہے قاضی خان کے اختیار کے مطابق انہوں نے کہا یہی صحیح ہے اور قاضی خان کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس کے برخلاف کو صحیح کہا ہے۔

تشریح: یعنی صرف رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی اور قاضی خان کے نزدیک رمضان المبارک میں وتر کو آخر شب میں تنہا ادا کرنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور قاضی خان کے علاوہ دوسرے حضرات نے آخر شب میں تنہا پڑھنے کی افضلیت کو صحیح کہا ہے۔

فصل فی النوافل۔

سن سنۃ موکدۃ رکعتان قبل الفجر و رکعتان بعد الظھر و بعد المغرب وبعد العشاء و اربع قبل الظھر و قبل الجمعۃ و بعدھا بتسلیمۃ۔

ترجمہ : **یہ فصل نوافل کے بیان میں ہے۔ دو رکعت فجر سے پہلے سنتِ موکدہ ہیں اور دو رکعت ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد اور چار رکعت ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد ایک سلام سے۔**

تشریح: نوافل، نفل کی جمع ہے۔ نفل کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے گناہ و عذاب نہ ہو۔ اس فصل میں سنت موکدہ و غیر موکدہ دونوں کو بیان کیا ہے کیوں کہ نفل کا اطلاق فرض و واجب کے علاوہ ہر نماز پر کیا جاتا ہے۔ اور سنت موکدہ و غیر موکدہ فرض و واجب پر زائد ہی ہیں اس لئے فقہاء نوافل کا عنوان اختیار کرتے ہیں اور اس میں ہر سنت نفل ہے اور ہر نفل سنت نہیں۔ لہٰذا جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کے لئے فرمایا ہو اور بغیر عذر کبھی چھوڑا نہ ہو وہ سنت موکدہ ہے۔ ایسی سنتوں کو بلا عذر ایک دفعہ بھی ترک کرنے والا ملامت و عتاب کا مستحق ہو گا اور چھوڑنے کی عادت کرنے والا فاسق اور مستحقِ دوزخ ہے اور اس کی شہادت ردّ کر دی جائے گی۔ اور جس کام کو حضور ﷺ نے اکثر کیا ہو لیکن کبھی کبھی بغیر عذر چھوڑ بھی دیا ہو اسے سنت غیر موکدہ کہتے ہیں۔ ان سنتوں کو کرنے میں بہت ثواب ہے اور چھوڑنے میں گناہ نہیں۔ ان سنتوں کو سننِ زوائد و مستحب بھی کہتے ہیں۔

رکعتان قبل الفجر فجر کی دو سنتوں کی تاکید سب سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعض روایتوں میں اس کا واجب ہونا منقول ہے۔(ع)

و بعدھا بتسلیمۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت موکدہ ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ پہلے چار ایک سلام سے، پھر دو رکعت ایک سلام سے۔ دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار پڑھے پھر دو، تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔(ع)

وندب اربع قبل العصر و العشاء و بعدہ و ست بعد المغرب۔

ترجمہ : **اور چار رکعت عصر و عشاء سے پہلے مستحب ہیں اور (چار رکعت) عشاء کے بعد اور چھ رکعت مغرب کے بعد (مستحب ہیں)۔**

تشریح: وبعدہ یعنی عشاء کے بعد چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ عشاء کے بعد کی چار رکعتیں دو سنت مؤکدہ کے ساتھ چار شمار ہوتی ہیں (یعنی دو سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد، دو غیر مؤکدہ پڑھے، بعض کہتے ہیں چار غیر مؤکدہ پڑھے) یا جداگانہ مستحب ہیں اگر وہ سنت مؤکدہ کے ساتھ چار شمار ہوتی ہیں تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ ایک ہی سلام سے دونوں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں چنانچہ بعض علماء کے نزدیک ایک سلام سے دونوں ادا نہ ہونگی اور بعض کے نزدیک خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے بہر صورت سنتِ مؤکدہ و مستحب دونوں ادا ہو جائیں گی۔(ع)

وست بعد المغرب مغرب کے بعد چھ رکعت مستحب ہیں ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و استغفار کے ساتھ رجوع کرنے والوں کی نماز۔ اس نماز کو ایک سلام یا دو سلام یا تین سلام کے ساتھ تینوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔ اس کی فضیلت میں ہے کہ چھ رکعتوں کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہے۔ (ترمذی) اور علماء کے نزدیک زیادہ صحیح اور متحقق یہ ہے کہ چھ رکعتیں دو سنت مؤکدہ کے علاوہ ہیں۔ اس لئے سنت موکدہ کی دو رکعت علیحدہ سلام سے پڑھے۔(ع) لیکن حدیث کے الفاظ میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ دو سنتوں کو شامل کر کے چھ شمار کی جائیں۔(درسِ ترمذی)

ویقتصر فی الجلوس الاول من الرباعیۃ المؤکدۃ علی التشھد ولا یأتی فی الثالثۃ بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبۃ۔

ترجمہ : **اور چار رکعت والی سنت مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا کرے اور تیسری رکعت میں دعاء استفتاح نہ پڑھے بخلاف چار رکعت والی مستحب نمازوں کے۔**

تشریح: چار رکعت سنت مؤکدہ یعنی ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتیں جب پڑھے تو ان کے پہلے قعدہ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے، درودٗ شریف نہ پڑھے، اگر بھول کر درودٗ شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا اور ان مؤکدہ سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو ثنا اور تعوذ نہ پڑھے بلکہ بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے اور ان کے علاوہ جب چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ یا نفل پڑھے تو اس کو اختیار ہے خواہ پہلے قعدہ میں درودٗ شریف و دعا بھی پڑھے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو ثنا اور تعوذ بھی پڑھے اور خواہ فرضوں کی طرح صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں ثنا و تعوذ بھی نہ پڑھے بلکہ صرف بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے اور صحیح تر قول میں یہی دوسری صورت افضل ہے۔(ع)

واذا صلی نافلۃ اکثر من رکعتین ولم یجلس الا فی اٰخرھا صح استحسانا لانھا صارت صلوٰۃ واحدۃ و فیھا الفرض الجلوس اٰخرھا۔

ترجمہ : **اور جب نفل نماز دو رکعت سے زیادہ پڑھے اور نہ بیٹھے مگر ان کے آخر میں تو صحیح ہے استحساناً۔ اس لئے کہ یہ ایک ہی نماز ہو گئی اور ان میں (چار رکعت والی نماز میں) وہی جلسہ فرض ہے جو آخر میں ہو۔**

تشریح: اگر کسی شخص نے دو رکعت سے زیادہ مثلاً چار رکعت نفل پڑھی اور درمیانی قعدہ میں نہیں بیٹھا بلکہ صرف چار رکعت کے آخر میں قعدہ کیا تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے کیوں کہ نفل نماز کی ہر دو رکعت علیحدہ نماز ہے۔ لہٰذا اس کا ہر قعدہ فرض ہوا اور وہ یہاں پر ترک ہو گیا تو وہ دو رکعت فاسد ہو گئی۔ جب پہلی دو رکعت فاسد ہو گئی تو دوسری دو رکعت کا شروع ہونا بھی درست نہ ہوا اس لئے پوری نماز فاسد ہو گئی۔ یہی قول امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز استحساناً (یعنی دوسری حیثیت سے) فاسد نہ ہو گی کیوں کہ جب وہ پہلا قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اُس نے کُل نماز کو نمازِ واحد بنا لیا لہٰذا اب یہ نماز فرض کے مشابہ ہو گئی اور اس کا بیچ کا قعدہ واجب ہو گیا اور دوسری دو رکعت کا قعدہ یہ قعدہ اخیرہ ہو کر فرض ہو گیا۔ چنانچہ اب سجدۂ سہو کر لینے سے اس کی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی اور اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اس کا لوٹانا واجب ہو گا۔ **(قیاس اور استحسان کی بحث اصول کی کتابوں میں آئے گی۔)**

و کرہ الزیادۃ علی اربع بتسلیمۃ فی النھار و علی ثمان لیلا والافضل فیھما رباع عند ابی حنیفۃ و عندھما الافضل فی اللیل مثنی مثنی وبہ یفتی۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے چار رکعت پر زیادتی کرنا دن میں ایک سلام سے اور آٹھ رکعت پر رات میں اور ان دونوں (دن اور رات میں) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار چار رکعت افضل ہیں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات میں دو دو افضل ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

تشریح: دن کی نفلوں میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح رات کی نفلوں میں زیادہ سے زیادہ ایک سلام سے آٹھ رکعتیں پڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔

والافضل اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن ہو یا رات افضل یہ ہے کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اس لئے کہ اس میں تحریمہ دیر تک باقی رہتی ہے۔ پس اس میں مشقت زیادہ ہو گی اس لئے فضیلت بھی زیادہ ہو گی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن میں اگر نفلیں پڑھے تو چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھے اور رات کے وقت دو دو رکعت پر سلام پھیرتا جائے اور فتویٰ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔

وصلوٰۃ اللیل افضل من صلوٰۃ النھار وطول القیام احب من کثرۃ السجود۔

ترجمہ: اور رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے اور قیام کو لمبا کرنا سجدوں کی کثرت سے افضل ہے۔

تشریح: یعنی رات کی نوافل دن کی نوافل سے افضل ہیں۔ خصوصاً رات کے آخری تہائی حصہ میں نماز پڑھنا کیوں کہ اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

وطول یعنی جب کسی معین وقت تک نماز پڑھنا چاہے تو اس وقت میں قیام کو لمبا کر کے کم رکعتیں پڑھنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ قیام میں کمی کر کے رکعات کی تعداد بڑھائی جائے۔ مثلاً دو رکعت میں قیام کو لمبا کر کے اتنا وقت صرف کر دینا افضل ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں ہو سکتی ہیں۔

فصل: فی تحیۃ المسجد وصلوٰۃ الضحی واحیاء اللیالی۔

ترجمہ : یہ فصل تحیۃ المسجد اور چاشت کی نماز اور راتوں کو (جاگ کر) زندہ کرنے کے بیان میں ہے۔

سن تحیۃ المسجد برکعتین قبل الجلوس واداء الفرض ینوب عنہا وکل صلوٰۃ اداہا عند الدخول بلا نیۃ التحیۃ۔

ترجمہ: مسنون ہے مسجد کا تحیہ ادا کرنا دو رکعتوں سے بیٹھنے سے پہلے اور فرض نماز کا ادا کرنا تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور ہر وہ نماز جس کو مسجد میں جانے کے وقت ادا کرے تحیۃ المسجد کی نیت کے بغیر۔

تشریح: یعنی جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنا یعنی مسجد کی تعظیم بجالانا مسنون ہے اور مسجد کی تعظیم بجالانے سے مراد ربّ مسجد کی تعظیم ہے، کیونکہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کے دربار میں داخل ہوتا ہے تو وہ بادشاہ کو سلام و تعظیم کرتا ہے اسی طرح یہ دو رکعت ربّ مسجد کی تحیۃ و تعظیم ہے۔(ع) اور مسجد میں آتے ہی فرض یا سنت یا کوئی اور نماز پڑھ لی تو وہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی مسجد کا تعظیمی حق ادا ہو جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔

وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافہ واربع فصاعداً فی الضحی۔

ترجمہ : اور وضو کے بعد وضو خشک ہونے سے پہلے دو رکعت مستحب ہیں اور چار رکعت یا زیادہ چاشت کے وقت مستحب ہیں۔

تشریح: یعنی وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو (یعنی شکرانہ وضو) پڑھنا مستحب ہے اگر وضو کے بعد کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لے تو تحیۃ الوضو کے قائم مقام ہو جائے گی اور اس کا ثواب مل جائے گا۔

واربع ضحو کے معنی دن کا چڑھنا ہے لہذا جب آفتاب اتنا چڑھ جائے کہ دوسرا پہر شروع ہو جائے یعنی دن کا دوسرا چوتھائی گویا طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک کے حصہ کو برابر برابر چار حصوں میں تقسیم کرے، دوسرے چوتھائی سے لیکر زوال تک چاشت کا وقت ہے مثلاً طلوع صبح چھ بجے ہے اور غروب شام چھ بجے تو صبح دس بجے سے لیکر زوال تک چاشت کا وقت ہے۔ اگرچہ اس کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے لیکن افضل وقت وہ ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اور اکثر علماء کے نزدیک افضل و مختار چاشت کی چار رکعتیں ہیں۔ اگرچہ کفایت کے لئے دو رکعت بھی جائز ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

وندب صلوٰة اللیل و صلوٰة الاستخارة و صلوٰة الحاجة۔

ترجمہ: اور مستحب ہے رات کی نماز اور استخارہ کی نماز اور حاجت کی نماز۔

تشریح: صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم عام ہے یعنی رات کی نفل نماز، چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد جو نفل نماز پڑھی جائے وہ صلوٰۃ اللیل ہے اور صلوٰۃ اللیل کی دوسری قسم خاص ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے۔ تہجد کی نماز یہ ہے کہ عشاء کے بعد سوجائیں اور آدھی رات کے بعد اُٹھیں اور نوافل پڑھیں۔ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے اسی لئے جو شخص سو کر اُٹھنے کا عادی نہ ہو وہ سونے سے پہلے کچھ نفل تہجد کی نیت سے پڑھے گا تو اس کو تہجد کا ثواب مل جائے گا اگرچہ ویسا ثواب نہ ہوگا جو سو کر اُٹھنے کے بعد ہوتا ہے اور تہجد کی کم سے کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں اور دس و بارہ تک بھی ثبوت ملتا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی اکثر عادت آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اور حسبِ موقع کم و بیش کر کے پڑھا کرتے۔ تہجد کے فضائل لا تعدولا تحصیٰ ہیں۔ یہ نماز صحابہ رضی اللہ عنہ سے لے کر اب تک تمام صلحاء اُمت کا معمول رہا ہے اور حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص تہجد کے بغیر درجۂ ولایت کو نہیں پہنچتا۔(ع)

و صلوٰة الاستخارة نمازِ استخارہ یعنی خیر کو طلب کرنے کی نماز۔ جب کسی کو کوئی جائز اہم کام درپیش ہو مثلاً کہیں منگنی یا شادی کرنے یا سفر میں جانے کا ارادہ ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو یا اس بارے میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے تو اس وقت نمازِ استخارہ سنت ہے۔ ہاں کسی نیک کام مثلاً حج، جہاد و دیگر فرض، واجب، سنت اور مستحب کے کرنے اور حرام و مکروہ کے چھوڑنے کے لئے استخارہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کاموں کے کرنے کے لئے تو اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (در کارِ خیر ہیچ حاجتِ استخارہ نیست) البتہ تعیّنِ وقت یا مخصوص حالت کے لئے ان میں بھی استخارہ کر سکتا ہے۔ مثلاً یہ تردد ہو کہ حج وغیرہ کے لئے خشکی کے راستہ سے سفر کرے یا سمندر کے راستے سے، یا مثلاً ٹور سے جائے یا حج کمیٹی سے جائے، یا اس ٹور سے جائے یا اُس ٹور سے، یا سفر آج کرے یا کل، فلاں کو رفیقِ سفر بنائے یا نہ بنائے وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو نمازِ استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی۔ نمازِ استخارہ کی ترتیب یہ ہے کہ تازہ وضو کر کے دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورة الکافرون اور دوسری رکعت میں سورة الاخلاص پڑھے ان دو رکعت کا سلام پھیرنے کے بعد دعائے استخارہ پڑھے اور اس دعا کے اوّل و آخر حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا مستحب ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللهم انی استخیرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و اسئلك من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب ۔ اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری و عاجله و اٰجله فاقدره لی و یسره لی ثم بارك لی فیه و ان كنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری و عاجله و اٰجله فاصرفه عنی و اصرفنی عنه و اقدر لی الخیر حیث كان ثم رضّنی به۔

دونوں جگہ هذا الامر کہتے وقت اپنے کام کو دل میں یاد کرے یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کرے۔ مثلاً سفر کے لئے هذا السفر کہے اور کہیں ٹھہرنے کے لئے هذا الاقامة کہے اور نکاح کے لئے هذا النكاح کہے۔ کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے هذا البيع کہے علی هذا القياس۔ اور استخارہ روزانہ اس وقت تک کرے جب تک رائے ایک طرف پوری جم نہ جائے اور بہتر یہ ہے کہ سات رات تک استخارہ کی تکرار کرے کیوں کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ يا انس اذا هممت بامر فاستخر ربك فيه سبع مرات ثم انظر الى الذى سبق الى قلبك فان الخير فيه۔ (**ترجمہ:** آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے انس! جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے سات بار استخارہ کر، پھر دیکھ جو کچھ تیرے دل میں القاء ہو کہ اسی میں تیرے لئے بہتری ہے۔) بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ دعا پڑھ کر باوضو قبلہ رو ہو کر سو رہے۔ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہیے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام بُرا ہے نہ کرنا چاہیے اور اوقاتِ مکروہہ کے سوا جس وقت چاہے استخارہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض و نفاس کی وجہ سے تو صرف دعا پڑھ کر استخارہ کر لے۔ ایک روایت میں یہ مختصر استخارہ منقول ہے اگر جلدی ہو تو یہ پڑھ لیا کرے۔ اَللّٰهُمَّ خِرْلِيْ وَاخْتَرْلِيْ وَلَاتَكِلْنِيْ اِلٰى اِخْتِيَارِيْ **ترجمہ:** اے اللہ پسند کر میرے لئے اور اختیار کر میرے لئے یعنی جو تو مناسب سمجھے اور مجھ کو میرے اختیار کے سپرد نہ کر۔ (ع)

وصلوٰة الحاجة جب کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ ہو یعنی کسی بندے سے اس کا پورا ہونا متعلق ہو مثلاً نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی کریم ﷺ پر درودؒ شریف پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمن اسئلك موجبات رحمتك و عزائم مغفرتك و الغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لى ذنبا الا غفرته ولاهما الا فرجته ولا حاجة هى لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔ اس کے بعد جو حاجت در پیش ہو اس کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے، انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہو گی۔ نماز استخارہ اور نماز حاجت میں فرق یہ ہے کہ نمازِ استخارہ آئندہ کی حاجت کے لئے ہے اور نمازِ حاجت موجودہ حاجت کے لئے ہے۔ (ع)۔

وندب احياء ليالى العشر الا خير من رمضان و احياء ليلتى العيدين و ليالى عشر ذى الحجة و ليلة النصف من شعبان۔

ترجمہ: اور مستحب ہے رمضان کے اخیری عشرہ کی راتوں کو زندہ کرنا اور دونوں عیدوں کی راتوں کو اور عشرہ ذی الحجہ کی راتوں کو اور نصف شعبان کی رات کو زندہ کرنا۔

تشریح: یعنی رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اور عیدین و پندرھویں شعبان کی راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے۔ اب ان راتوں میں چاہے تنہا نفل پڑھے یا قرآن پاک کی تلاوت کرے یا ذکر و تسبیح و تحمید و تہلیل و

درودِ شریف کا ورد کرے۔ اگر ساری رات جاگنا میسّر نہ ہو تو جس قدر بھی ہو سکے اسی قدر شب بیداری کر لے تاکہ مالا یدرك کله لا یترك کله کے مصداق جس قدر فضیلت حاصل کر سکے کرے۔

ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی فی المساجد۔

ترجمہ : **اور مکروہ ہے ان راتوں میں کسی رات کو زندہ کرنے کے لئے مسجدوں میں جمع ہونا۔**

تشریح: کیوں کہ نفل عبادت میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں ادا کرے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت والی راتیں شور و شغب کی راتیں نہیں ہیں۔ میلے ٹھیلے کی راتیں نہیں، یہ اجتماع کی راتیں نہیں، بلکہ یہ راتیں اس لئے ہیں کہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر تم اللہ تعالی کے ساتھ تعلق استوار کر لو اور تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست۔
کراماً کاتبین راہم خبر نیست ۔

لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ اگر تنہائی میں عبادت کرنے بیٹھتے ہیں تو نیند آجاتی ہے۔ مسجد میں شبینہ اور روشنی ہوتی ہے اور ایک جم غفیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے نیند پر قابو پانے میں آسانی ہوتی ہے۔ ارے، اس بات پر یقین کرو کہ اگر تمہیں چند لمحات گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالی سے ہم کلام ہونے کے میسّر آگئے تو وہ چند لمحات اس ساری رات سے بدرجہا بہتر ہیں جو تم نے میلے میں گذاری۔ اس لئے کہ تنہائی میں جو وقت گذارا وہ سنت کے مطابق گذارا اور میلے میں جو وقت گذارا وہ خلافِ سنت گذارا۔ وہ رات اتنی قیمتی نہیں جتنے وہ چند لمحات قیمتی ہیں جو آپ نے اخلاص کے ساتھ، ریا کے بغیر گوشۂ تنہائی میں گذار لئے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۴)

فصل فی صلوٰۃ النفل جالسا و الصلوٰۃ علی الدابۃ۔

ترجمہ : **یہ فصل نفل نماز بیٹھ کر اور سواری پر پڑھنے کے بیان میں ہے۔**

تشریح: نفل کے اندر سنت موکدہ و غیر موکدہ دونوں داخل ہیں۔

یجوز النفل قاعداً مع القدرۃ علی القیام لکن له نصف اجر القائم الا من عذر و یقعد کالمتشھد فی المختار و جاز اتمامه قاعدا بعد افتتاحه قائما بلا کراھة علی الاصح۔

ترجمہ : جائز ہے نفل نماز بیٹھ کر قیام پر قدرت کے باوجود لیکن اس کے لئے کھڑے ہونے والے کے ثواب کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے مگر عذر سے اور بیٹھے تشہد پڑھنے والے کی طرح مختار مذہب میں ۔ اور جائز ہے کھڑے ہو کر شروع کرنے کے بعد بیٹھ کر پورا کرنا بغیر کراہت کے اصح قول کے مطابق۔

تشریح: فجر کی سنت کے علاوہ اور سنتوں کو (خواہ وہ نماز تراویح ہو) بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن عملِ سلف اور توراث کے خلاف ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی تو ثواب میں کمی نہ ہو گی بلکہ کھڑے ہونے کے بقدر ثواب ملے گا۔

ویقعد علماء نے نفل کی بیٹھک کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس طرح چاہے بیٹھ کر نفل پڑھ سکتا ہے۔ دوسرا قول چارزانو کا ہے۔ لیکن پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ تشہد کی کیفیت پر بیٹھے۔

وجاز اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی یا دوسری رکعت میں بلا عذر بیٹھ گیا تو اصح قول کے مطابق بلا کراہت جائز ہے اور صاحب ہدایہ نے بغیر عذر اس طرح کرنے کو مکروہ کہا ہے۔(ح)

ویتنفل راکبا خارج المصر مومیا الی ای جهة توجهت دابته وبنی بنزوله لا بر کوبه ولو کان بالنوافل الراتبة۔

ترجمہ : اور نفل پڑھ سکتا ہے سوار ہو کر شہر کے باہر اشارہ سے جس جہت کی طرف اس کی سواری چل رہی ہو اور بنا کر سکتا ہے اتر کر نہ کہ سوار ہو کر اگرچہ وہ سنت مؤکدہ ہی ہوں۔

تشریح: نفل نماز سواری پر علی الاطلاق جائز ہے۔ خواہ اترنا ممکن ہو یا نہ ہو اور جو حکم دابہ کا ہے وہی پہیوں والی سواری کا بھی ہے چنانچہ بس، کار وغیرہ میں نفل نماز بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کارخ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو کیوں کہ نوافل میں جب کہ آدمی سفر کر رہا ہو استقبال قبلہ کی فرضیت باقی نہیں رہتی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اجازت صرف حالت سفر کے اندر ہے لہٰذا اگر آدمی حضر میں ہو تو پھر سواری پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر ہو یا غیر مصر سفر ہو یا حضر نفل نماز ہر حالت میں دابہ پر پڑھنا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ حمار پر سوار نماز پڑھ رہے تھے۔ لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس لحاظ سے قابلِ ترجیح ہے اور خاص طور سے آج کل کہ شہر کافی بڑے بڑے ہو گئے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں بعض اوقات کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے آدمی بس وغیرہ میں سفر کرتے ہوئے شہر ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔(انعام الباری جلد ۳)

وبنی اگر نفل نماز سواری پر شروع کی اور درمیان نماز میں سواری سے نیچے اتر گیا تو اُسی سابق نماز پر بنا کر سکتا ہے۔ از سرِ نو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جب کہ عمل قلیل سے اترا ہو اور عمل قلیل کی صورت یہ ہے کہ پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے۔

لا بر کوبہ یعنی اگر نفل نماز زمین پر شروع کی تھی اور درمیانِ نماز میں جانور پر سوار ہو گیا تو اب بنا نہیں کر سکتا بلکہ از سرنو پڑھنی پڑے گی۔

ولو کان الخ یعنی سواری پر حسب تفصیل بالا نفل اور سنتیں پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ وہ سنت موکدہ ہوں۔

وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی انہ ینزل لسنۃ الفجر لانہا اٰکد من غیرھا۔

ترجمہ: اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فجر کی سنت کے لئے اترے گا اس لئے کہ وہ دوسری سنتوں سے زیادہ موکدہ ہے۔

تشریح: یعنی ویسے تو سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ کا سواری پر ادا کرنا جائز ہے لیکن فجر کی سنت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر سواری پر جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی تاکید بہت آئی ہے۔

وجاز للمتطوع الاتکاء علی شئی ان تعب بلا کراھۃ وان کان بغیر عذر کرہ فی الاظہر لأساءۃ الادب۔

ترجمہ: اور جائز ہے نفل پڑھنے والے کے لئے کسی چیز پر ٹیک لگانا اگر وہ تھک گیا ہو بغیر کسی کراہت کے اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو مکروہ ہے ظاہر مذہب کے مطابق بے ادبی کی وجہ سے۔

تشریح: یعنی اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر تھک گیا اور عصا یا دیوار سے سہارا لگا لیا تو بلا کراہت جائز ہے اور بغیر تھکے ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اس لئے کہ ادب کے خلاف ہے۔

ولا یمنع صحۃ الصلوٰۃ علی الدابۃ نجاسۃ علیہا ولو کانت فی السرج والرکابین علی الاصح ولا تصح صلوٰۃ الماشی بالاجماع۔

ترجمہ: اور نہیں روکتا ہے نماز کے صحیح ہونے کو جانور پر نجاست کا ہونا اگرچہ وہ زین اور رکابوں پر ہو، اصح قول کے مطابق، اور بالاجماع پیدل چلنے والے کی نماز صحیح نہیں ہے۔

تشریح: یعنی اگر سواری کے جانور پر نجاست لگی ہو خواہ زین یا رکابوں پر ہو تب بھی اس پر نماز ہو جائے گی۔ بس نمازی کا بدن اور لباس پاک ہونا چاہیے۔

ولا تصح یعنی چلتے چلتے نماز پڑھنا، چاہے وہ نفل ہو بالاجماع صحیح نہیں۔

فصل: فی صلوٰۃ الفرض والواجب علی الدابۃ۔

ترجمہ: فرض اور واجب نماز سواری پر پڑھنے کے بیان میں۔

لا یصح علی الدابۃ صلوٰۃ الفرائض والواجبات کالو ترو المنذور وما شرع فیہ نفلا فافسدہ ولا صلوٰۃ الجنازۃ و سجدۃ تلیت اٰیتھا علی الارض الا لضرورۃ کخوف لص علی نفسہ او دابتہ او ثیابہ لو نزل و خوف سبع وطین المکان وجموح الدابۃ وعدم وجدان من یر کبہ لعجزہ۔

ترجمہ : اور نہیں صحیح ہوتی ہیں سواری کے جانور پر فرض نمازیں اور واجب نمازیں جیسے وتر اور منت مانی ہوئی نماز اور وہ نفل جس کو شروع کیا پھر اس کو فاسد کر دیا اور نہ جنازہ کی نماز اور نہ وہ سجدہ جس کی آیت زمین پر پڑھی گئی ہو مگر ضرورت کی وجہ سے مثلاً چور کا خوف ہو اپنی جان یا سواری یا اپنے کپڑوں پر اگر وہ اترے اور درندہ کا خوف اور کیچڑ اور جانور کی سرکشی اور اس شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کو سوار کر سکے اس کے عاجز ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: یعنی سواری کی حالت میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ نیچے اتر کر پڑھنا ضروری ہے اسی طرح واجب نماز میں مثلاً وتر اور منت مانی ہوئی نماز، جیسے یوں کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے نذر کی کہ میں آئندہ کل دو رکعت پڑھوں گا تو اس پر دو رکعت واجب ہو جائیں گی اسی طرح وہ نفل یا سنت نماز جس کو شروع کر کے توڑ دیا ہو تو اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ تو یہ واجب نمازیں بھی جانور پر سوار ہونے کی حالت میں جائز نہیں۔ اسی طرح جنازہ کی نماز اور وہ آیتِ سجدہ جس کو سوار نہ ہونے کی حالت میں پڑھی تھی اس کا سجدہ بھی سواری پر جائز نہیں۔

الالضرورۃ یعنی اگر کوئی عذر ہو تو یہ سب نمازیں جانور پر سوار ہونے کی حالت میں درست ہیں اور وہ اعذار یہ ہیں۔ اگر وہ جانور سے اُترے گا تو اس کو ڈر ہے کہ چور مجھے مار ڈالیں گے یا میرا مال و اسباب یا جانور لے جائیں گے یا یہ خوف ہو کہ درندہ مجھ پر یا جانور پر حملہ کر دے گا۔ یا پوری زمین پر کیچڑ ہے۔ کہیں خشک جگہ نماز کے واسطے نہیں ہے یا جانور ایسا شریر ہے کہ اگر اس سے اُتر گیا تو پھر اس پر چڑھ نہیں سکتا اور وہاں کوئی مدد کرنے والا موجود نہیں ہے تو ان عذروں کی وجہ سے فرض اور واجب نمازیں سواری پر پڑھ سکتا ہے اور بعد میں اعادہ بھی نہیں ہے۔

والصلوٰۃ فی المحمل علی الدابۃ کالصلوٰۃ علیھا سواء کانت سائرۃ او واقفۃ ولو جعل تحت المحمل خشبۃ حتی بقی قرارہ الی الارض کان بمنزلۃ الارض فتصح الفریضۃ فیہ قائما۔

ترجمہ : اور سواری کے کجاوے میں نماز پڑھنا سواری پر نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ خواہ سواری چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو اور اگر کجاوہ کے نیچے لکڑی لگا دی یہاں تک کہ وہ زمین پر ٹھہر گئی تو وہ بمنزلہ زمین کے ہو گا۔ پس اس میں فرض نماز کھڑے ہو کر صحیح ہو گی۔

تشریح: محمل کے معنی کجاوہ کے ہیں۔ جو اونٹ کی پیٹھ پر رکھتے ہیں۔ جس پر دو شخص ایک دوسرے کے مقابل بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ کجاوہ کے اوپر نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے۔ یعنی فرض اور واجب نمازیں اس پر بغیر عذر کے جائز نہیں ہیں اور سنت اور نفل نمازیں بلا عذر بھی جائز ہیں۔ خواہ سواری چل رہی ہو یا رُکی ہوئی ہو۔ دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

ولوجعل یعنی اگر کجاوہ کے نیچے لکڑی اس طرح لگا دی جیسے پائے ہوتے ہیں جس سے کجاوہ زمین پر ٹھہر گیا تو اب یہ زمین و تخت کے حکم میں ہو گیا کہ جس طرح زمین و تخت پر فرض نماز کھڑے ہو کر جائز ہے اسی طرح کجاوہ پر بھی فرض نماز کھڑے ہو کر درست ہے۔ البتہ اب بھی بیٹھ کر بلا عذر فرض نماز درست نہ ہو گی۔

فصل فی الصلوٰۃ فی السفینۃ ۔

ترجمہ : یہ فصل کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں ہے۔

صلوٰۃ الفرض فیھا و ھی جاریۃ قاعدا بلا عذر صحیحۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بالرکوع و السجود و قالا لاتصح الامن عذر وھو الاظھر و العذر کدوران الرأس و عدم القدرۃ علی الخروج ولا تجوز فیھا بالایماء اتفاقا ۔

ترجمہ : کشتی میں فرض نماز پڑھنا اس حال میں کہ وہ چل رہی ہو بلا عذر بھی بیٹھ کر صحیح ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع اور سجدہ کے ساتھ اور فرمایا صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نہیں صحیح ہے مگر عذر سے اور یہی ظاہر مذہب ہے۔اور عذر جیسے سر کا چکرانا اور باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا ہے اور نہیں جائز ہے کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھنا بالاتفاق۔

تشریح: اگر کشتی چل رہی ہو تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھ کر فرض و واجب نماز پڑھنا صحیح ہو گا۔البتہ بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں ضروری ہے کہ رکوع سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے۔رکوع سجدہ کے اشارہ سے صحیح نہ ہو گی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا عذر بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً سر چکراتا ہو یا قدم نہ جمتے ہوں یا کشتی سے باہر نہ نکل سکتا ہو تو ایسی صورت میں بالاتفاق بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

والمربوطۃ فی لجۃ البحر و تحرکھا الریح شدیدا کالسائرۃ والا فکالواقفۃ علی الاصح وان کانت مربوطۃ بالشط لا تجوز صلوٰتہ قاعدا بالاجماع ۔

ترجمہ : اور وہ کشتی جو باندھ دی گئی ہو سمندر کے بیچ میں اور اس کو ہوا سخت حرکت دے رہی ہو وہ چلنے والی کشتی کی طرح ہے ورنہ ٹھہری ہوئی کشتی کی طرح ہے اصح قول کے مطابق۔اور اگر کنارہ پر باندھ دی گئی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے۔

تشریح: اور وہ کشتی جس کو سمندر کے بیچ میں لنگر وغیرہ ڈال کر ٹھہرایا گیا ہو اور ہوا کی وجہ سے بہت زیادہ ہلتی ہو تو اب اس کا حکم چلتی ہوئی کشتی کے مانند ہے جیسا کہ ابھی اوپر اس کا حکم مع اختلاف گذرا اور اگر ہوا کی وجہ سے بہت زیادہ نہ ہلتی ہو تو اس کا حکم ٹھہری ہوئی کشتی کا ہے اور ٹھہری ہوئی کشتی میں نماز پڑھنے کا حکم آگے آرہا ہے۔

بالشط یعنی اگر کشتی سمندر کے کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اب اس پر قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں کیونکہ اب یہ مثل زمین کے ہے لہذا کھڑے ہو کر پڑھنے سے ہی نماز صحیح ہوگی۔

فان صلی قائما و کان شئ من السفینۃ علی قرار الارض صحت الصلوٰۃ والافلا تصح علی المختار الا اذا لم یمکنہ الخروج۔

ترجمہ : پس اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر جما ہوا ہے تو نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں صحیح ہوگی مختار قول کے مطابق مگر جب کہ اس کو باہر نکلنا ممکن نہ ہو۔

تشریح: یعنی جب کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اوپر معلوم ہو گیا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے لہذا اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو اب بھی اس کی نماز اس وقت صحیح ہوگی جب کہ کشتی کا کچھ حصہ زمین پر جما ہوا ہو اور اگر اسکا کچھ حصہ بھی زمین سے لگا ہوا نہ ہو تو مختار قول کے مطابق اس پر کھڑے ہو کر بھی نماز درست نہ ہوگی بلکہ نیچے اُتر کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ہاں اگر کشتی سے باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو پھر اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔یہاں پر علی المختار کہا اس لئے کہ صاحب ہدایہ ونہایہ نے کنارہ پر بندھی ہوئی کشتی میں مطلق کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو درست کہا ہے چاہے اس کا کچھ حصہ زمین پر جما ہوا ہو یا نہ ہو۔(ح)

ویتوجہ المصلی فیہا الی القبلۃ عند افتتاح الصلوٰۃ وکلما استدارت عنہا یتوجہ الیہ فی خلال الصلوٰۃ حتی یتمہا مستقبلا۔

ترجمہ : اور مصلی کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کرے گا نماز شروع کرنے کے وقت اور جب جب بھی کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو وہ بھی قبلہ کی طرف مڑتا رہے نماز کے بیچ میں یہاں تک کہ نماز کو اسی حال میں پورا کرے کہ وہ قبلہ کا استقبال کرنے والا ہو۔

تشریح: یعنی کشتی میں جب نماز شروع کرے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف ہونا ضروری ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔اور درمیان نماز میں اگر کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو مصلی بھی اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لے اور ہر دفعہ کشتی کے گھومنے کے ساتھ ساتھ نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف گھومتا جائے۔یہاں تک کہ نماز قبلہ کی طرف پوری کرے اور اگر باوجود قدرت کے قبلہ کی طرف نہیں گھومے گا تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔(ح)

فصل فی التراویح

ترجمہ : یہ فصل تراویح کے بیان میں ہے۔

تشریح: تراویح ترویحۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں آرام کرنا۔ چونکہ تراویح کی نماز میں ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔

التراویح سنة للرجال و النساء و صلوٰتها بالجماعة سنة کفایة۔

ترجمہ : تراویح سنت ہے مردوں اور عورتوں کے لئے اور اس کی نماز باجماعت سنت کفایہ ہے۔

تشریح: رمضان المبارک میں تراویح کی بیس (۲۰) رکعتیں پڑھنا مردوں اور عورتوں کے حق میں بالاجماع سنت موکدہ علی العین ہے کیوں کہ اکثر خلفاء راشدین اور عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور اس کے بعد سے آج تک علماء کرام بلا انکار متفق چلے آرہے ہیں۔ تراویح حضور ﷺ کی سنت ہے۔ بعضوں نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کہا ہے لیکن پہلا قول اصح ہے۔ لہٰذا اگر ایک شخص بھی اس کو چھوڑے گا تو ترکِ سنت کا گنہگار ہوگا اور مکروہ کا مرتکب کہا جائے گا۔ تراویح کے سنت ہونے کا سوائے روافض کے اور کوئی فرقۂ اسلام منکر نہیں ہے۔ (ع)

وصلوٰتها یعنی تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنتِ کفایہ ہے چنانچہ اگر محلے کی مسجد میں بعض لوگ جماعت کے ساتھ ادا کر لیں تو باقی لوگوں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائے گی لہٰذا اگر اہل مسجد نے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی لیکن کسی ایک شخص نے جماعت چھوڑ دی اور اپنے گھر میں اکیلے پڑھی تو اس کو اگرچہ جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوئی لیکن وہ ترکِ سنت کا گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ سنتِ کفایہ ہے اور اگر محلہ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح سب نے چھوڑ دی تو پورے محلے والے گنہگار ہوں گے۔

ووقتها بعد صلوٰة العشاء ویصح تقدیم الوتر علی التراویح و تاخیره عنها۔

ترجمہ : اور اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور صحیح ہے وتر کا مقدم کرنا تراویح پر اور اس کو مؤخر کرنا تراویح سے۔

تشریح: نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے چنانچہ اگر کوئی عشاء سے پہلے تراویح پڑھے گا تو صحیح نہ ہوگی بلکہ اعادہ واجب ہوگا کیوں کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن وتر کو نمازِ تراویح سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور نمازِ تراویح کے بعد بھی جائز ہے لیکن تراویح کے بعد پڑھنا افضل ہے۔ (ع)

ویستحب تاخیر التراویح الی ثلث اللیل او نصفه ولا یکره تاخیرها الی ما بعده علی الصحیح

ترجمہ: اور مستحب ہے تراویح کو مؤخر کرنا تہائی یا نصف رات تک اور نہیں مکروہ ہے اس کا مؤخر کرنا نصف رات کے بعد تک بھی صحیح قول کے مطابق۔

تشریح : یعنی تراویح کو اتنی دیر کر کے پڑھنا کہ تہائی یا نصف رات گذر جائے یہ مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد ادا کرنے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے اس کو مکروہ کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آدھی رات کے بعد بھی پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ بعض کے نزدیک مستحب اور افضل ہے اس لئے کہ یہ قیام اللیل ہے۔ لیکن جس کو اتنی تاخیر کرنے سے فوت ہونے کا خوف ہو اس کے لئے احسن یہ ہے کہ تاخیر نہ کرے۔(ع)

وھی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات و یستحب الجلوس بعد کل اربع بقدرھا و کذا بین الترویحۃ الخامسۃ والوتر۔

ترجمہ : اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں کے ساتھ اور مستحب ہے ہر چار رکعت کے بعد اسی کے بقدر بیٹھنا اور ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان۔

تشریح: ویستحب ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں، مستحب ہے۔ اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے اور پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی اسی قدر بیٹھنا مستحب ہے۔ لیکن اگر یہ بھی لوگوں پر بھاری ہو تو نہ بیٹھے اور بیٹھنے کے درمیان لوگوں کو اختیار ہے چاہیے تسبیح پڑھتے رہیں یا قرآن پڑھیں یا کوئی اور ورد پڑھیں۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ تین بار یہ تسبیح پڑھیں۔

سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت۔ سبحان الملك الحی الذی لا ينام ولا يموت سبوح قدوس ربنا و رب الملائكة والروح۔ لا اله الا الله نستغفر الله و نسئلك الجنة ونعوذ بك من النار(ع)۔

وسن ختم القرآن فیھا مرۃ فی الشھر علی الصحیح وان مل بہ القوم قرأ بقدر مالا یؤدی الی تنفیرھم فی المختار۔

ترجمہ : اور مسنون ہے تراویح کے اندر مہینہ میں ایک قرآن کا ختم کرنا صحیح قول کے مطابق اور اگر لوگ اس سے اکتائیں تو اتنی مقدار پڑھے جو ان کو نفرت کی حد تک نہ پہنچائے مختار قول کے مطابق۔

تشریح: رمضان المبارک میں تراویح میں ایک بار قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے لوگوں کی کاہلی اور سستی سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے۔ اس میں لوگوں کے لئے آسانی بھی ہے اور ختم قرآن کی سنت بھی ادا ہو جائے گی کیونکہ تیس راتوں میں تراویح کی چھ سو رکعات ہوتی ہیں اور قرآن پاک کی کُل آیات چھ ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ پس جب ہر رکعت میں دس آیت تلاوت کرے گا تو تراویح میں پورا قرآن ایک بار ختم ہو جائے گا۔(ح،ع) لیکن اگر لوگ اس قدر سُست ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں ہی نہیں

آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی تو پھر بہتر یہ ہے کہ جس قدر پڑھنا لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے یا الم تر کیف سے پڑھ لیا جائے۔

ولا یترک الصلوٰۃ علی النبی ﷺ فی کل تشھد منھا ولو مل القوم علی المختار ولا یترک الثناء و تسبیح الرکوع والسجود ولا یأتی بالدعاء ان مل القوم ولا تقضی التراویح بفواتھا منفرداً ولا بجماعۃ۔

ترجمہ : اور نہ چھوڑے نبی ﷺ پر درود کو تراویح کے کسی تشہد میں اگرچہ لوگ اکتائیں مختار قول پر اور نہ چھوڑے ثناء اور رکوع، سجدے کی تسبیح اور نہ پڑھے دعا اگر لوگ اکتائیں اور نہیں قضا کی جائے گی تراویح کی اس کے فوت ہو جانے سے نہ اکیلے اور نہ جماعت کے ساتھ۔

تشریح: یعنی تراویح کی ہر دوسری رکعت کے قعدہ میں تشہد کے بعد درودٰ شریف پڑھنے کو ترک نہ کرے اگرچہ صرف اللھم صلی علی محمد پڑھ لے کیون کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درودٰ پڑھنا فرض ہے۔ اسی طرح ثنا اور رکوع و سجود کی تسبیح کو بھی ترک نہ کریں بلکہ امام و مقتدی دونوں ثنا بھی پڑھیں اور رکوع و سجود کی تسبیح بھی پڑھیں۔ البتہ درودٰ کے بعد دعا پڑھنا اگر لوگوں کو دشوار معلوم ہوتا ہو تو امام کو دعا کا چھوڑ دینا جائز ہے۔

ولا یقضی یعنی اگر کسی کی تراویح چھوٹ گئی تو اب اس کی قضا نہیں ہے نہ جماعت کے ساتھ نہ بغیر جماعت کے۔ اگر کوئی ان کی قضا کرے گا تو وہ نفل ہو گی نہ کہ سنت تراویح۔

(باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ)

یہ باب خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں ہے

صح فرض و نفل فیھا و کذا فوقھا و ان لم یتخذ سترۃ لکنہ مکروہ لا ساءۃ الادب باستعلائہ علیھا۔

ترجمہ : صحیح ہے فرض اور نفل کعبہ میں اور ایسے ہی اس کے اوپر اگرچہ سترہ قائم نہ کیا ہو لیکن یہ مکروہ ہے کعبہ کے اوپر چڑھنے کی بے ادبی کی وجہ سے۔

تشریح: خانہ کعبہ کے اندر فرض و نفل ہر قسم کی نماز پڑھنا بلا کراہت صحیح ہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے اور خواہ اپنے آگے کوئی سترہ نہ بنائے لیکن خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ یہ اس کی تعظیم کے خلاف ہے۔

ومن جعل ظھرہ الی غیر وجہ امامہ فیھا او فوقھا صح وان جعل ظھرہ الی وجہ امامہ لا یصح۔

ترجمہ : اور جس شخص نے اپنی پشت امام کے چہرہ کے علاوہ کی طرف کی کعبہ میں یا اس کے اوپر تو صحیح ہے اور اگر اپنی پشت امام کے چہرہ کی طرف کی تو صحیح نہ ہو گی۔

تشریح: اگر خانہ کعبہ کے اندر یا اس کے اوپر جماعت سے نماز پڑھیں اور امام کے آس پاس اس طرح کھڑے ہوں کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں سب مقتدیوں کے رُخ جُدا جُدا سمت کو ہوں تو اس صورت میں جس مقتدی کی پشت امام کے منہ کی طرف ہو گی اس کی نماز صحیح نہ ہو گی اس کے علاوہ جتنی صورتیں بنتی ہوں مثلاً خواہ مقتدی کی پیٹھ امام کی دائیں یا بائیں کروٹ کی طرف ہو یا مقتدی کا منہ امام کے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف ہو یا مقتدی کا منہ امام کی پیٹھ کی طرف ہو وغیرہ ان سب صورتوں میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔ صرف ایک صورت اس میں کراہت کی ہے وہ یہ ہے کہ مقتدی کا منہ امام کے چہرہ کی جانب ہو۔(ع)

وصح الاقتداء خارجها بامام فيها والباب مفتوح وان تحلقوا حولها والامام خارجها صح الالمن كان اقرب اليها فى جهة امامه۔

ترجمہ : اور صحیح ہے اقتداء کرنا کعبہ سے باہر اس امام کی جو کعبہ کے اندر ہو اس حال میں کہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور اگر حلقہ بنالیں کعبہ کے اردگرد اور امام بھی خانہ کعبہ کے باہر ہو تو اقتداء صحیح ہے مگر اس شخص کی جو خانہ کعبہ کی طرف زیادہ قریب ہو اپنے امام کی جہت میں۔

تشریح: اگر امام خانہ کعبہ کے اندر کھڑا ہو اور اس کے ساتھ کوئی مقتدی بھی ہو اور باقی مقتدی کعبہ کے باہر کھڑے ہوں تو اگر کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے مقتدی امام کے رکوع و سجود کا حال معلوم کر سکتے ہیں تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح اگر دروازہ بند ہو لیکن کوئی تکبیر کہنے والا آواز پہنچاتا ہو تو بھی اقتداء جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امام کے انتقالات کی خبر ہونی ضروری ہے اور اگر امام کعبہ کے اندر اکیلا کھڑا ہو اس کے ساتھ کوئی مقتدی نہ ہو تو بوجہ قد آدم اونچا کھڑا ہونے کے مکروہ ہے۔

وان تحلقوا یعنی اگر امام خانہ کعبہ سے باہر مسجد حرام میں نماز پڑھائے اور مقتدی کعبہ کے اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جائیں تو سب کی نماز درست ہے۔ سوائے اس شخص کے جو امام کی سمت میں امام کی بہ نسبت کعبہ سے قریب ہو کیونکہ وہ امام سے آگے بڑھا ہوا کہلائے گا اور اگر کوئی شخص امام کی جانب میں نہیں ہے بلکہ دوسری جانب میں ہے اور امام کی بہ نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی کیوں کہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اس لئے کہ امام سے آگے بڑھنا اس وقت ہوتا ہے جب کہ دونوں کی جہت ایک ہو اور یہاں جہت مختلف ہے۔

(باب صلوٰۃ المسافر)

یہ باب مسافر کی نماز کے بیان میں ہے

تشریح: سفر کے لغوی معنی مسافت طے کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں سفر وہ ہے جس سے احکام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً نماز کا قصر، رمضان کے اندر افطار کی اجازت، جمعہ، عیدین و قربانی کے وجوب کا ساقط ہونا وغیرہ۔ اب سفر شرعی جس سے احکام بدل جاتے ہیں اور آدمی شریعت کی نگاہ میں مسافر ہو جاتا ہے وہ کس کو کہتے ہیں اس کو آگے بیان کرتے ہیں۔

اقل سفر تتغير به الاحكام مسيرة ثلاثه ايام من اقصر ايام السنة بسير وسط مع الاستراحات والوسط سير الابل و مشى الاقدام فى البر و فى الجبل بما يناسبه و فى البحر اعتدال الريح۔

ترجمہ: کم سے کم سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں وہ سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن کی مسافت (فاصلہ) ہے درمیانی رفتار سے، آرام لینے کے ساتھ اور درمیانی چال اونٹ کی چال اور قدموں کی چال ہے خشکی میں اور پہاڑ میں اس چیز کی رفتار ہے جو اس کے مناسب ہو اور سمندر میں ہوا کے اعتدال کے ساتھ۔

تشریح: جس سفر سے احکام بدل جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر سے اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے۔ اور دن سے سال کا چھوٹے سے چھوٹا دن مراد ہے۔ جیسے ہمارے ہندوستان میں خوب ٹھنڈی میں سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ اسی طرح تین دن میں پہنچنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ سارا دن اور رات ۲۴ گھنٹے چل کر تین دن میں پہنچے بلکہ ہر روز صبح سے زوال تک چلنا مراد ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ درمیان میں اس قدر ٹھہر تا جائے جتنا عادۃً آرام لیا جاتا ہے۔ اور چال سے مراد درمیانی چال ہے۔ اور وہ خشکی میں اونٹوں اور پیدل چلنے والوں کی چال ہے۔ لیکن عوام کی آسانی کے لئے خشکی میں اڑتالیس میل کا فاصلہ ہے۔ آج کل کیلو میٹر کے اعتبار سے سوا ستتر کیلو میٹر کو تین دن کی مسافت کے برابر قرار دے دیا ہے۔

وفی الجبل اور پہاڑی راستہ سے سفر کرنے میں وہیں کی چال کے تین دن کا اعتبار کیا گیا ہے اگر چہ ہموار زمین میں وہ راستہ تین دن سے کم میں طے ہو جاتا ہو۔

و فی البحر اگر سمندر کے اندر کشتی سے سفر کیا جائے تو تین دن کشتی کی چال سے معتبر ہیں۔ جبکہ ہوا معتدل ہو یعنی نہ بہت تیز ہو نہ ساکن ہو ایسی صورت میں تین دن کے اندر جس قدر مسافت طے کرے گا وہ مدتِ سفر کہلائے گی۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہر مقام میں اسی چال کا اعتبار ہے جو اس کے حال کے لائق ہو۔ لہذا دریائی سفر میں اور پہاڑی سفر میں خشکی کی رفتار معتبر نہ ہو گی۔ مثلاً ایک مقام پر پہنچنے کے دو راستے ہیں، ایک دریا کا دوسرا خشکی کا، اور خشکی کے راستہ سے اس مقام تک پہنچنے کے لئے تین دن لگتے ہیں اور دریا کے راستہ سے دو دن لگتے ہیں۔ لہذا اگر خشکی کا راستہ اختیار کرے گا تو وہ مسافر ہو جائے گا اور اگر دریائی راستہ سے گیا تو مسافر نہ ہو گا۔

فيقصر الفرض الرباعى من نوى السفر ولو كان عاصيا بسفره اذا جاوز بيوت مقامه و جاوز ايضا ما اتصل به من فنائه و ان انفصل الفناء مزرعة او قدر غلوة لا يشترط مجاوزته والفناء المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى۔

ترجمہ: پس قصر کرے گا چار رکعت والی فرض نماز میں وہ شخص جس نے سفر کی نیت کی ہو اگر چہ وہ اپنے سفر میں گنہگار ہو۔ جب کہ گذر جائے اپنے مقام کے گھروں سے اور گذر جائے نیز اس مقام سے جو اس سے متصل ہے یعنی فناء سے اور اگر جدا ہو فنا ایک کھیت یا ایک غلوہ کی مقدار تو

نہیں شرط لگائی جاتی ہے اس کے تجاوز کرنے کی اور فناوہ جگہ ہے جو تیار کی گئی ہو شہر کی ضرورتوں کے لئے مثلاً گھوڑوں کو دوڑانے اور مردوں کو دفن کرنے کے لئے۔

تشریح: یعنی جب آدمی شرعی سفر کے ارادے سے نکل جائے تو اس کے لئے چار رکعت والی فرض نمازیں مثلاً ظہر، عصر اور عشاء میں قصر کرنا یعنی دو رکعتیں پڑھنا واجب ہیں۔ اگر پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور رباعی کے علاوہ فجر و مغرب اور وتر میں قصر نہیں ہے۔ اسی طرح سنتوں میں بھی قصر نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے مسافر کے لئے مؤکدہ سنتوں کو چھوڑنا جائز لکھا ہے۔ لیکن مختار یہ ہے کہ اگر خوف و جلدی کی حالت ہو تو سنت نہ پڑھے اور اگر امن و قیام کی حالت ہو مثلاً کسی منزل پر ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھے۔ لیکن فجر کی سنتوں کو خاص طور پر پڑھنے کا اہتمام کرے اس کو ترک نہ کرے۔(ع)

ولو کان یعنی سفر کی وجہ سے جو حکم میں تبدیلی ہوتی ہے جیسے کہ نماز میں قصر ہو جانا تو یہ حکم ہر مسافر کے لئے ہے۔ چاہے اس کا سفر طاعت کے لئے ہو یعنی کسی مشروع کام کے لئے ہو جیسے حج و عمرہ یا خرید و فروخت وغیرہ کے لئے ہو یا معصیت یعنی غیر مشروع کام کے لئے ہو۔ جیسے ڈاکہ ڈالنے جا رہا ہو یا سینما دیکھنے اور شراب پینے جا رہا ہو۔ بہر حال! مسافر کے احکام اس کے لئے بھی ثابت ہوں گے۔

اذا کان یعنی قصر اس وقت کرے گا جبکہ سفر کی نیت کر کے اپنے شہر یا بستی کی آبادی سے باہر نکل جائے اور مکانات کو پیچھے چھوڑ دے، جب تک آبادی کے اندر چلتا رہے تب تک قصر نہ کرے۔

وجاوز ایضا یعنی اگر فناء شہر (یعنی جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان) شہر سے متصل ہو تو اس سے بھی باہر ہو جانا ضروری ہے۔

وان انفصل یعنی اگر شہر اور فناء کے درمیان ایک کھیت ہو یا ان دونوں کے درمیان دو سو گز یا اس سے زیادہ خالی جگہ ہو تو اب فناء سے باہر ہو جانا ضروری نہیں اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو وہ شہر سے متصل کے حکم میں ہوگی اور اس سے باہر ہو جانا شرط ہوگا۔

ویشرط لصحۃ نیۃ السفر ثلاثہ اشیاء الاستقلال بالحکم والبلوغ وعدم نقصان مدۃ السفر عن ثلاثہ ایام فلا یقصر من لایجاوز عمران مقامہ او جاوز و کان صبیا او تابعا لم ینو متبوعہ السفر کالمرأۃ مع زوجھا والعبد مع مولاہ والجندی مع امیرہ اوناویا دون الثلاثۃ۔

ترجمہ: اور شرط لگائی جاتی ہے سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزوں کی، حکم میں مستقل ہونا اور بالغ ہونا اور سفر کی مدت کا تین دن سے کم نہ ہونا۔ پس نہیں قصر کرے گا وہ شخص جو اپنے مقام کی آبادی سے آگے نہ بڑھا ہو یا آگے بڑھ گیا ہو اور وہ بچہ ہو یا تابع ہو کہ اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہ کی ہو جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے آقا کے ساتھ اور فوجی اپنے سردار کے ساتھ یا تین دن سے کم کی نیت کی ہو۔

تشریح: سفر کی نیت کے درست ہونے کے لئے تین چیزیں شرط ہیں۔ یعنی یہ تین چیزیں پائی جائیں گی تو سفر کی نیت معتبر ہوگی۔ **(۱)** اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔ چنانچہ جو کسی کا تابع ہو گا اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا۔ **(۲)** بالغ ہو لہذا نابالغ لڑکے کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا۔ **(۳)** کم سے کم تین دن کے سفر کا ارادہ ہو۔ لہذا اگر تین دن سے کم کی نیت کر کے گھر سے نکلا تو مسافر نہیں کہلائے گا۔

فلا یقصر اوپر جو شرطیں بیان کیں اب ان پر تفریعات بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ جب تک انسان شہر کی آبادی سے سفر شرعی کی نیت کے ساتھ باہر نہ ہو جائے وہاں تک وہ مسافر نہیں ہوتا۔ چنانچہ صرف نیت کرنے سے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر نہیں ہو گا۔

اوجاوز یعنی سفر شرعی کی نیت کے ساتھ شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا لیکن وہ بالغ نہیں ہے تو بھی وہ مسافر نہیں ہو گا۔ یا وہ حکم میں مستقل نہیں ہے یعنی کسی کا تابع ہے اور اس نے سفر کی نیت کر لی ہے اور اُس کے متبوع نے نہیں کی تو تابع کی نیت معتبر نہ ہو گی اور مسافر نہ ہو گا۔ مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے سردار کے ساتھ سفر کریں تو یہ لوگ اپنی نیت سے مسافر نہ ہوں گے جب تک کہ ان کے متبوع سفر کی نیت نہ کریں۔

او ناویا یعنی کوئی شخص سفر کے ارادہ سے آبادی سے باہر تو ہو گیا لیکن اس کا ارادہ تین دن کے سفر کا نہیں ہے بلکہ اس سے کم ہے تو وہ بھی مسافر نہ ہو گا۔

وتعتبر نیۃ الاقامۃ والسفر من الاصل دون التبع ان علم نیۃ المتبوع فی الاصح۔

ترجمہ: **اور اقامت اور سفر کی نیت اصل کی معتبر ہے نہ کہ تابع کی اگر متبوع کی نیت معلوم ہو جائے اصح قول کے مطابق۔**

تشریح: یعنی جو شخص کسی کا تابع ہو اور اس کی فرمانبرداری اس پر لازم ہو تو وہ اس کی نیتِ اقامت سے مقیم ہو گا اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہو گا کیوں کہ اصل یعنی متبوع کی نیت معتبر ہے۔ تابع کی نیت معتبر نہیں۔

ان علم یعنی تابع کا مسافر یا مقیم ہونا متبوع کی نیت پر موقوف ہے۔ چنانچہ تابع کو جب متبوع کی نیتِ اقامت یا نیتِ سفر کا علم ہو جائے تو وہ اپنے متبوع کے ساتھ مقیم یا مسافر ہو گا۔ لیکن اگر اصل کی نیت تابع کو معلوم نہ ہو مثلاً اصل نے اقامت کی نیت کر لی ہے اور تابع کو اس کا علم نہیں تو یہ قصر ہی کرتا رہے گا۔ البتہ تابع پر واجب ہے کہ اصل کی نیت معلوم کرتا رہے۔ اس پر بھی اگر یہ معلوم نہ کر سکے اور اصل کے ارادہ کے برخلاف یہ قصر کرے تو اس کی نماز درست ہے۔

والقصر عزیمۃ عندنا فاذا اتم الرباعیۃ وقعد القعود الاول صحت صلوٰتہ مع الکراھۃ والا فلا تصح الا اذا نوی الاقامۃ لما قام للثالثۃ۔

ترجمہ : اور قصر ہی اصل حکم ہے ہمارے نزدیک پس جب پوری پڑھی چار رکعت والی نماز کو اور بیٹھا پہلے قعدہ میں تو صحیح ہو گی اس کی نماز کراہت کے ساتھ ورنہ صحیح نہ ہو گی مگر جب کہ نیت کرلے اقامت کی جب کہ کھڑا ہو تیسری رکعت کے لئے۔

تشریح: قصر عزیمت ہے۔یعنی سفر کی نماز کے لئے مشروع یہی دو رکعتیں ہیں نہ یہ کہ پہلے چار رکعتیں مشروع تھیں۔ پھر بعد میں دو رکعتیں کم کر دی گئیں ۔ بلکہ سفر میں چار کے بجائے دو رکعتیں ہی فرض ہیں ۔ لیکن چونکہ بظاہر تخفیف ہے اس لئے اس کو مجازاً رُخصت کہہ دیا جاتا ہے۔

فاذاأتم یعنی اگر مسافر نے چار رکعت والی نماز میں قصر نہیں کیا بلکہ پوری چار رکعتیں پڑھیں تو اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار قعدہ کر لیا تھا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اس صورت میں پہلی دو رکعت فرض اور باقی دو نفل شمار ہوں گی۔ لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہیں بیٹھا تو اس کی یہ نماز باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت اقامت کی نیت کر لی تو اس کی یہ فرض نماز باطل نہ ہو گی۔ بلکہ یہ چار رکعتیں اب فرض کی طرف سے ادا ہو جائیں گی۔

ولا یزال یقصر حتی یدخل مصره او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قریه و قصر ان نوی اقل منه او لم ینو وبقی سنین۔

ترجمہ : اور برابر قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے یا نیت کرے نصف ماہ ٹھہرنے کی کسی شہر یا گائوں میں، اور قصر کرے گا اگر نیت کی اس سے کم کی یا کچھ بھی نیت نہیں کی اور رہ گیا کئی سال۔

تشریح: یعنی جب کوئی شخص سفر شرعی کی نیت کر کے اپنے شہر یا آبادی سے باہر نکل گیا تو اب وہ قصر نماز شروع کر دے اور جب تک سفر میں رہے قصر کرتا رہے۔ لیکن جب اپنے شہر واپس آئے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو جائے تب تک وہ مسافر رہے گا اور قصر کرتا رہے گا اور جب اس آبادی میں داخل ہو جائے جہاں سے نکلنے پر قصر نماز شروع کی تھی وہاں سے مقیم ہو جائے گا اور اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہو جائے گا۔

اوینوی یعنی قصر نماز پڑھتا رہے گا جب تک کسی شہر یا گائوں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے چنانچہ جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے گا تو سفر کا حکم ختم ہو جائے گا اور یہ مقیم ہو جائے گا۔ اب اس کو پوری نماز پڑھنی لازم ہو جائے گی۔

وقصر اور اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی یا کچھ بھی نیت نہیں کی بلکہ کسی شہر میں اس ارادہ سے داخل ہوا کہ جب دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو چلا جائوں گا۔ لیکن کام پورا نہیں ہوا۔ پھر یہی قصد ہے کہ دو چار دن اور لگ جائیں گے پھر بھی کام پورا نہ ہو اور اس طرح پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ کتنے ہی دن بلکہ برسوں گذر گئے تو وہ قصر ہی پڑھتا رہے گا۔

ولا تصح نیۃ الاقامۃ ببلدتین لم یعین المبیت باحدھما ولا فی مفازۃ لغیر اھل الاخبیۃ ولا لعسکرنا بدار الحرب ولا بدارنا فی محاصرۃ اھل البغی۔

ترجمہ: اور نہیں صحیح ہے اقامت کی نیت دو شہروں میں کہ نہ تعیین کی ہو رات گذارنے کی ان دونوں میں سے ایک میں اور نہ جنگل میں خیموں والوں کے علاوہ کے لئے اور نہ ہمارے لشکر کی دارالحرب میں اور نہ ہمارے دار میں باغیوں کا محاصرہ کرنے کے وقت۔

تشریح: دو شہر سے مراد ایسی دو آبادیاں ہیں جو ایک دوسرے سے الگ مانی جاتی ہوں چنانچہ اگر ایک آبادی دوسرے کا حصہ مانی جاتی ہو مثلاً کوئی محلہ ہو تو یہ مسئلہ جاری نہ ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو جُدا جُدا بستیوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت اس طرح کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہوں گا اور رات کو دوسری بستی میں۔ جیسے کہ پھیری پھرنے والے کسی ایک جگہ ہوٹل میں رات کا قیام مقرر کر کے دن بھر الگ الگ بستی میں چکر لگاتے ہیں تو اس طرح اقامت کی نیت درست ہے۔ چنانچہ جہاں رات کو رہنے کا قصد ہے وہاں کے حساب سے پندرہ دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا اور دونوں جگہ نماز پوری پڑھے گا۔ لیکن اگر دو جدا جُدا مقامات میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت اس طرح کی کہ کسی ایک جگہ مستقل پندرہ رات قیام نہیں کرے گا بلکہ دونوں جگہ رات گذارے گا۔ ایک جگہ دس رات دوسری جگہ پانچ رات تو وہ مقیم نہیں ہو گا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور قصر کرے گا۔

ولا فی مفازۃ یعنی جنگل میں اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ خیموں والے یعنی خانہ بدوش لوگ جیسے کے ہمارے یہاں دُبلے ہوتے ہیں جو آبادی کے باہر خیمہ ڈال کر ٹھہرا کرتے ہیں تو یہ لوگ جہاں رہتے ہیں وہیں مقیم کہلائیں گے۔ ہاں اگر اپنی جائے قیام سے ایک ساتھ ایسے مقام پر جانے کی نیت کر کے نکلیں جو وہاں سے مسافت قصر پر ہو تو مسافر ہو جائیں گے۔ چنانچہ اگر وہاں پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت کریں گے تو مقیم ہو جائیں گے اور اگر مدت سفر سے کم فاصلہ ہو تو مقیم ہی رہیں گے۔

ولا لعسکرنا اگر اسلامی لشکر نے دارالحرب میں داخل ہو کر پندرہ دن کے قیام کی نیت کی تو ان کی نیت معتبر نہیں ہو گی لہذا یہ لوگ قصر ہی پڑھیں گے۔

ولا بدارنا اگر اسلامی لشکر نے دارالاسلام میں شہر سے باہر باغیوں کا محاصرہ کیا اور انہوں نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو ان کی یہ نیت معتبر نہ ہو گی بلکہ ان پر قصر نماز پڑھنی لازم ہو گی۔

وان اقتدیٰ مسافر بمقیم فی الوقت صح واتمھا اربعا وبعدہ لا یصح وبعکسہ صح فیھما

ترجمہ: اور اگر اقتدا کرے مسافر کسی مقیم کی وقت کے اندر تو صحیح ہو جائے گی اور پوری کرے اس نماز کی چار رکعت اور وقت کے بعد صحیح نہیں ہو گی اور اس کے بر عکس دونوں صورت میں صحیح ہو جائے گی۔

تشریح: مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر یعنی جب کہ دونوں ادا نماز پڑھتے ہوں درست ہے۔ چنانچہ اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم کی اقتداء کی تو مسافر کو چار رکعتیں پوری پڑھنی ہوگی کیوں کہ مقیم کی اقتداء کی وجہ سے مسافر پر بھی چار رکعتیں فرض ہو جاتی ہیں۔

وبعدہ وقت نکلنے کے بعد یعنی امام و مقتدی دونوں قضا پڑھتے ہوں ایسی صورت میں مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے درست نہ ہوگی۔

وبعکسہ یعنی اگر مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو وقت کے اندر اور وقت کے بعد یعنی ادا اور قضا دونوں میں درست ہے لہٰذا اگر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہو تو جب مسافر امام دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے تو جو مقتدی مقیم ہوں وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیریں، بلکہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ان دو رکعتوں میں قراءت نہ پڑھیں کیونکہ وہ لاحق کے مثل ہیں اس لئے سورۂ فاتحہ کی مقدار اندازاً کھڑے ہو کر رکوع و سجود کریں اور قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کر لیں۔

وندب للامام ان یقول اتموا صلوٰتکم فانی مسافر و ینبغی ان یقول ذالک قبل شروعه فی الصلوٰة ولا یقرأ المقیم فیما یتمه بعد فراغ امامه المسافر فی الاصح۔

ترجمہ : **اور مستحب ہے امام کے لئے یہ کہ کہے کہ آپ اپنی نماز پوری کر لیں، میں مسافر ہوں اور مناسب ہے کہ کہے وہ نماز شروع کرنے سے پہلے اور نہیں قراءت کرے گا مقیم ان رکعتوں میں جس کو پورا کرے گا مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اصح قول کے مطابق۔**

تشریح: اگر امام مسافر ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے مقتدیوں کو کہہ دے کہ آپ حضرات اپنی نماز پوری کر لیجیے، میں مسافر ہوں، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہہ دے لیکن اگر شروع میں کہہ دیا ہو تب بھی بعد میں کہہ دینا بہتر ہے تاکہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں تھے انہیں بھی معلوم ہو جائے۔

ولا یقرأ یعنی اصح قول کے مطابق مقیم باقی دو رکعتیں پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو ان میں قراءت نہیں کرے گا کیوں کہ یہ لاحق کے مانند ہے۔

وفائتة السفر والحضر تقضی رکعتین واربعا و المعتبر فیه آخر الوقت۔

ترجمہ : **اور سفر اور حضر کی فوت شدہ نماز قضا کی جائے گی دو رکعت اور چار رکعت اور اعتبار کیا گیا ہے اس میں آخری وقت کا۔**

تشریح: یعنی سفر کی حالت میں اگر رباعی نماز فوت ہو گئی اور حضر میں اس کی قضا کرنا چاہے تو دو رکعت قضا کرے گا اور حضر کے زمانے میں کوئی رباعی نماز فوت ہو گئی پھر سفر کی حالت میں اس کی قضا کرنا چاہے تو چار رکعت قضا کرے گا۔

والمعتبر یعنی یہ چار رکعت یا دو رکعت کے واجب ہونے میں آخری وقت معتبر ہے چنانچہ اگر وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا تو اب اگر وقت کے آخری حصہ میں مسافر تھا تو دو رکعت قضا کرے گا اور اگر مقیم ہو گیا تو چار رکعت قضا کرے گا۔ مثلاً ظہر کے اول وقت میں

مقیم تھا پھر وقت ختم ہونے سے پہلے سفر کے لئے نکلا اور آبادی سے باہر اس وقت ہوا جب کہ وقت صرف ایک رکعت کا یا کم باقی ہے تو اس پر دو رکعت کی قضا واجب ہو گی کیونکہ آخری وقت میں مسافر ہو چکا۔

ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ فقط و یبطل وطن الاقامۃ بمثلہ و بالسفر و بالا صلی و الوطن الاصلی ھو الذی ولد فیہ اوتزوج اولم یتزوج و قصد التعیش لا الارتحال عنہ ووطن الاقامۃ موضع نوی الاقامۃ فیہ نصف شھر فما فوقہ ولم یعتبر المحققون وطن السکنی وھو ما ینوی الاقامۃ فیہ دون نصف شھر۔

ترجمہ : اور باطل ہو جاتا ہے وطن اصلی صرف اپنے مثل سے اور باطل ہو جاتا ہے وطن اقامت اپنے مثل سے اور سفر سے اور وطن اصلی سے، اور وطن اصلی وہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہو یا شادی کی ہو یا شادی (تو) نہیں کی (لیکن) ارادہ کر لیا ہو زندگی بسر کرنے کا نہ کہ اس سے کوچ کرنے کا، اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جس میں نیت کی ہو اقامت کی نصف ماہ یا اس سے زیادہ کی، اور نہیں اعتبار کیا ہے محققین نے وطن سکنی کا اور وطن سکنیٰ وہ جگہ ہے جس میں نیت کرے اقامت کی نصف ماہ سے کم۔

تشریح: عام مشائخ نے وطن کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) وطن اصلی، (۲) وطن اقامت، (۳) وطن سکنی۔ وطن اصلی انسان کی جائے پیدائش ہے۔ نیز وہ بھی وطن اصلی ہے جہاں اس نے شادی کر لی اگرچہ اس کو وطن نہیں بنایا یا پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت نہیں کی یہی اوجہ ہے۔(ع) اسی طرح وہ بھی وطن اصلی ہے جہاں اس نے شادی تو نہیں کی مگر اس جگہ زندگی گذارنے کا قصد کر لیا کہ اب وہ یہاں سے منتقل نہیں ہو گا۔ اور وطن اقامت وہ شہر یا گائوں ہے جس میں مسافر نے پندرہ دن یا زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا ہو۔ وطن سکنی وہ شہر ہے جس میں مسافر نے پندرہ دن سے کم قیام کا ارادہ کیا ہو۔ محققین نے وطن سکنی کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ بلکہ وطن کو صرف دو قسموں پر منقسم کیا ہے اس لئے کہ وطن سکنی میں اقامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ سفر کا حکم باقی رہتا ہے۔ اب ضابطہ یہ ہے کہ وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے خواہ ان کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، اور کسی دوسری جگہ اپنا گھر بنا لیا، اور اپنی بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا، اور پہلے گھر اور شہر سے کچھ مطلب نہیں رکھا، تو اب یہ دوسرا شہر اس کا وطن اصلی بن گیا، اور پہلا وطن اصلی باطل ہو گیا، یعنی اس کے لئے پردیس بن گیا۔ لہذا اگر سفر شرعی کے بعد وہ اپنے پہلے والے وطن میں داخل ہوا تو مقیم نہیں ہو گا بلکہ قصر کرے گا۔ جیسے ایک شخص کا وطن اصلی سورت تھا۔ وہ اس کو چھوڑ کر بمبئی منتقل ہو گیا اور اس کو وطن بنا لیا۔ پھر اگر اس نے بمبئی سے سورت کا سفر کیا تو سورت میں قصر کرے گا کیونکہ اب یہ اس کا وطن نہیں رہا۔ اور اگر وطن اصلی سے اپنے اہل وعیال و سامان سمیت کسی دوسرے شہر میں چلا گیا اور اس کو وطن بنا لیا لیکن پہلے شہر میں اس کا گھر و زمینیں باقی ہیں تو بعض نے کہا کہ تب بھی وہ وطن باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ اعتبار اہل کا ہے نہ کہ گھر کا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ اس کا وطن باقی رہے گا اور وہ ان دونوں شہروں میں پوری نماز پڑھے گا۔(ع)

ویبطل وطن الاقامۃ اور وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے اور شرعی سفر کرنے سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے چنانچہ اگر ایک وطن اقامت کو ترک کر کے کسی اور جگہ کو وطن اقامت بنا لیا یعنی دوسری جگہ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو

پہلا وطن اقامت ختم ہو جائے گا۔ خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ اب جب دوبارہ اس میں شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو قصر کرے گا۔

وبالسفر یعنی اگر کوئی شخص وطن اقامت سے سفر شرعی (۴۸ میل) پر روانہ ہو جائے تو وہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر اس جگہ آئے گا تو قصر کرے گا۔ جب کہ اقامت کی نیت نہ کی ہو اور اگر سفر شرعی سے کم پر روانہ ہو گا تو وطن اقامت باطل نہ ہو گا۔

وبالاصلی یعنی جب اپنے شہر یعنی وطن اصلی میں داخل ہو گیا تب بھی وطن اقامت باطل ہو جائے گا۔ اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو قصر کرے گا۔

(باب صلوٰۃ المریض)

یہ باب بیمار آدمی کی نماز کے بیان میں ہے

اذا تعذر علی المریض کل القیام او تعسر بوجود الم شدید اوخاف زیادۃ المرض اوابطاءہ بہ صلی قاعدا برکوع وسجود ویقعد کیف شاء فی الاصح والا قام بقدر ما یمکنہ۔

ترجمہ: جب مشکل ہو جائے بیمار کے لئے پورا قیام یا وہ دشوار ہو جائے سخت تکلیف موجود ہونے کی وجہ سے یا اسے ڈر ہو بیماری بڑھنے کا، یا اس کے تا دیر رہنے کا تو نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ اور بیٹھے جیسے چاہے اصح قول کے مطابق ورنہ کھڑا ہو بقدر امکان۔

تشریح: (۱) اگر انسان ایسا بیمار ہے کہ اس کے لئے تھوڑی دیر بھی قیام مشکل ہو گیا ہے۔

(۲) یا کسی شدید درد و تکلیف کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔

(۳) یا ابھی تو کھڑا ہو سکتا ہے لیکن اس سے بیماری بڑھ جانے کا گمان غالب ہے۔

(۴) یا یہ ڈر ہے کہ اچھا ہونے میں دیر لگ جائے گی۔

تو ان چاروں شکلوں میں اس کو چاہئے کہ قیام ترک کر دے بیٹھ کر نماز پڑھے، اور رکوع سجدہ بجالائے۔

ویقعد قول اصح کے مطابق بیٹھنے کی کیفیت کے معاملہ میں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے جیسے چاہے بیٹھے، چاہے دوزانو بیٹھے اور یہی افضل ہے، خواہ چارزانو (پالتی مار کر) بیٹھے۔

والالا اگر بیماری کی نوعیت ایسی ہے کہ مکمل قیام نہیں کر سکتا۔ البتہ تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہے تو پھر بقدر امکان کھڑا ہونا پڑے گا۔ پھر بیٹھ جائے۔

وان تعذر الرکوع والسجود صلیٰ قاعداً بالایماء وجعل ایماء ہ للسجود اخفض من ایماء ہ للرکوع فان لم یخفضہ عنہ لا تصح ولا یرفع لوجہہ شیء یسجد علیہ فان فعل وخفض رأسہ صح والا لا۔

ترجمہ: اگر دشوار ہو جائے رکوع اور سجدہ تو نماز پڑھے بیٹھ کر اشارہ سے اور سجدہ کے اشارے کو رکوع کے اشارہ کی بہ نسبت زیادہ پست کرے، پس اگر نہیں پست کیا سجدہ کے اشارہ کو رکوع کے اشارہ سے تو نماز صحیح نہ ہو گی اور نہ اُٹھائے اپنے چہرے کی طرف کوئی چیز جس پر وہ سجدہ کرے۔ پس اگر ایسا کیا اور اپنے سر کو جھکایا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

تشریح: یعنی اگر کسی شخص کو قیام کی طاقت تو ہے لیکن رکوع و سجود سے عاجز ہے یا قیام و رکوع و سجود تینوں کی طاقت نہیں ہے لیکن وہ بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کو جھکا دینا ہے۔ چنانچہ سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچے تک کرے یعنی رکوع کے لئے تھوڑا جھکے اور سجدہ میں اس سے زیادہ جھکے تا کہ سجدہ رکوع سے مختلف ہو جائے۔ لہٰذا اگر رکوع و سجود کا اشارہ یکساں کیا تو نماز صحیح نہ ہو گی۔

ولا یرفع یعنی سجدہ کے لئے تکیہ یا اینٹ یا تختی وغیرہ کسی چیز کو اُٹھا کر پیشانی سے لگانا درست نہیں۔ چنانچہ اگر کسی مریض نے تکیہ اُٹھا کر پیشانی سے لگایا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے رکوع و سجود کے لئے اپنے سر کو بھی جھکایا ہو گا یا نہیں، پس اگر سر کو جھکایا ہے تو نماز درست ہو جائے گی اور یہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ فعل برا ہے اور اگر تکیہ اُٹھا کر پیشانی پر لگایا اور سر قطعاً پست نہیں ہوا تو اس سے رکوع اور سجدہ ادا نہیں ہو گا، لہٰذا اس کی نماز درست نہ ہو گی۔

وان تعسر القعود اومأ مستلقیا او علی جنبہ و الاول اولی و یجعل تحت رأسہ وسادۃ لیصیر وجہہ الی القبلۃ لا السماء وینبغی نصب رکبتیہ ان قدر حتی لا یمدھما الی القبلۃ

ترجمہ: اور اگر مشکل ہو جائے بیٹھنا تو اشارہ کرے چت لیٹ کر، یا کروٹ پر، اور پہلی صورت بہتر ہے، اور رکھے اپنے سر کے نیچے تکیہ، تا کہ ہو جائے اس کا چہرہ قبلہ کی طرف، نہ کہ آسمان کی طرف۔ اور مناسب ہے اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر لینا اگر قدرت ہو، تا کہ نہ پھیلائے ان کو قبلہ کی طرف۔

تشریح: یعنی اگر مریض یا معذور کو بیٹھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر یا کروٹ پر اشارہ سے نماز پڑھے، لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کر لے۔ ہمارے ملک (ہندوستان) میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے اس لئے اس کا سر مشرق کی طرف ہو گا اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے اور کروٹ پر لیٹنے کی صورت یہ ہے کہ شمال کی جانب سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹے یا جنوب کی جانب سر کر کے بائیں کروٹ پر لیٹے لیکن چت لیٹنا اولیٰ و افضل ہے اور اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیں تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع سجدے کے لئے اشارہ کرنا بھی ممکن ہو کیونکہ بغیر تکیہ کے تندرست آدمی بھی اشارہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ بیمار اور کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے تا کہ قبلہ کی طرف پاؤں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ فعل بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر طاقت نہ ہو تو پھیلا لے۔

وان تعذر الایماء اخرت عنه مادام یفهم الخطاب قال فی الهدایة هو الصحیح و جزم صاحب الهدایة فی التجنیس والمزید بسقوط القضاء اذادام عجزه عن الایماء اکثر من خمس صلوات وان کان یفهم الخطاب وصححه قاضیخان و مثله فی المحیط و اختاره شیخ الاسلام و فخر الاسلام وقال فی الظهیریة هو ظاهر الروایة و علیه الفتوی و فی الخلاصة هو المختار و صححه فی الینابیع والبدائع و جزم به الولوالجی رحمهم الله ولم یؤم بعینه وقلبه وحاجبه۔

ترجمہ : اور اگر دشوار ہو جائے اشارہ تو مؤخر کر دی جائے گی نماز اس سے جب تک کہ وہ بات کو سمجھتا ہے۔ ہدایہ میں کہا ہے یہی صحیح ہے اور پختگی کے ساتھ کہا ہے صاحب ہدایہ نے (اپنی کتاب) "التجنیس والمزید" میں قضا کے ساقط ہونے کو جب کہ برابر رہا ہو اس کا عاجز ہونا اشارہ سے پانچ نمازوں سے زیادہ اگرچہ وہ بات کو سمجھتا ہو اور صحیح بتایا ہے اس کو قاضیخان نے اور اسی جیسا محیط میں ہے اور اختیار کیا ہے اس کو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے اور ظہیریہ میں کہا ہے یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور خلاصہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور صحیح کہا ہے اس کو ینابیع اور بدائع میں اور جزم کیا ہے اسی پر ولوالجی نے اور نہ اشارہ کرے اپنی آنکھ اور دل اور بھوں سے۔

تشریح: یعنی اگر مرض اس قدر بڑھ گیا کہ سر سے اشارہ کرنے کی قدرت بھی باقی نہیں رہی البتہ عقل قائم ہے کہ بات کو سمجھتا ہے تو اس سے نماز کا فرض اس وقت ساقط ہو جاتا ہے یعنی اس وقت اس پر نماز پڑھنا فرض نہیں رہتا اور اس کو آنکھ یا دل یا ابرو کے اشارہ سے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان چیزوں کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں کیا گیا اور اس پر قضا لازم ہے خواہ مرض پانچ نمازوں سے زیادہ رہا ہو یا کم رہا ہو اور ہدایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے۔

و جزم یعنی صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب التجنیس والمزید میں یہ لکھا ہے کہ اگر مرض اس قدر بڑھ گیا کہ سر سے اشارہ کرنے کی قدرت بھی نہیں رہی تو خواہ عقل قائم رہی ہو یا نہ رہی ہو اگر یہ مرض پانچ نمازوں سے زیادہ رہا ہو تو اس پر ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر کم رہا ہو تو قضا لازم ہے، اور چونکہ "التجنیس والمزید" صاحب ہدایہ نے ہدایہ کے بعد لکھی ہے اس لئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو قول "التجنیس والمزید" میں ہے اسی کا اعتبار ہو گا۔

وان قدر علی القیام و عجز عن الرکوع والسجود صلی قاعدا بالایماء و ان عرض له مرض یتمها بما قدر ولو بالایماء فی المشهور ولو صلی قاعدا یرکع و یسجد فصح بنی ولو کان مومیالا۔

ترجمہ : اور اگر قادر ہو قیام پر اور عاجز ہو رکوع اور سجدہ سے تو نماز پڑھے بیٹھ کر اشارہ سے اور اگر پیش آجائے اس کو کوئی مرض تو پورا کرے نماز کو جس طرح پر وہ قادر ہو اگرچہ اشارہ ہی سے ہو مشہور قول کے مطابق، اور اگر نماز پڑھ رہا تھا رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے پھر تندرست ہو گیا تو بنا کرے گا اور اگر اشارہ سے پڑھ رہا تھا تو بنا نہیں کر سکتا۔

تشریح: یعنی کوئی شخص ایسا بیمار ہے کہ وہ قیام پر تو قادر ہے لیکن رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر نہیں یا صرف سجدہ پر قادر نہیں تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا لازم نہیں ہے بلکہ وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کرے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔(ع)

وان عرض یعنی تندرست آدمی نے نماز کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر ادا کیا پھر نماز کے درمیان ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ قیام پر قادر نہیں رہا۔ مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو اب باقی نماز جس طرح ممکن ہو پوری کر لے لہٰذا اگر رکوع اور سجدہ پر قدرت ہو تو باقی نماز بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ پوری کرے اور اگر رکوع و سجود پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پوری کرے اور اگر بیٹھنے پر بھی قدرت نہیں رہی تو چِت لیٹ کر اشارہ سے نماز پوری کرے۔

ولو صلی یعنی اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز کے درمیان تندرست ہو کر قیام پر قادر ہو گیا تو وہ باقی نماز کو اسی پر بنا کر لے یعنی باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کر لے۔

ولو کان مومیا یعنی اگر عذر کی وجہ سے رکوع اور سجدہ کا اشارہ کر کے نماز پڑھتا تھا پھر درمیانِ نماز میں رکوع اور سجدہ پر قادر ہو گیا تو اس صورت میں بنا نہیں کرے گا بلکہ از سرِ نو نماز پڑھے گا۔

ومن جن او اغمی علیه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا ۔

ترجمہ: جو شخص مجنون ہو گیا یا اس پر بیہوشی طاری ہو گئی پانچ نمازوں تک تو وہ قضا کرے گا اور اگر اس سے زیادہ رہا تو قضا نہیں۔

تشریح: یعنی اگر کوئی شخص پانچ نمازوں یا ان سے کم تک بیہوش رہا یا مجنون رہا تو اس پر ان نمازوں کی قضا لازم ہے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ تک بے ہوشی یا جنون رہا تو اس پر ان نمازوں کی قضا نہیں ہے کیوں کہ بسبب حرج کے اس سے ساقط ہو گئیں۔

فصل (فی اسقاط الصلوٰۃ والصوم)

اذا مات المریض ولم یقدر علی الصلوٰۃ بالایماء لایلزمه الا یصاء بها وان قلت و کذا الصوم ان افطر فیه المسافر والمریض وما تا قبل الاقامة والصحة ۔

ترجمہ: یہ فصل نماز اور روزے کے ساقط کر دینے کے بیان میں ہے۔ جب بیمار مرنے لگے اور وہ نہ قادر ہو اشارہ سے نماز پر تو نہیں لازم ہے اس کو وصیت کرنا ان نمازوں کی اگرچہ وہ کم ہوں اور اسی طرح روزہ ہے کہ اگر افطار کر لے اس میں مسافر اور مریض اور مر گئے مقیم اور تندرست ہونے سے پہلے۔

تشریح: اس فصل میں ان مسائل کو بیان کرنا چاہتے ہیں جن میں مکلف کے اوپر سے نماز اور روزہ ساقط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص مرض الموت میں ہو اور اشارہ سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو ان نمازوں کے فدیہ کی جو حالت عجز میں قضا ہوئیں، وصیت کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کے لئے نماز معاف ہے لہٰذا فدیہ کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی طرح مریض یا مسافر رمضان شریف میں روزے نہیں رکھ رہے تھے اور مسافر مقیم ہونے سے پہلے اور مریض اسی مرض میں فوت ہو گیا تو ان پر وہ روزے لازم نہیں ہوئے یعنی معاف ہو گئے اس لئے ان روزوں کے فدیہ کی وصیت کرنا بھی ان پر لازم نہیں۔

وعلیه الوصیة بما قدر علیه و بقی بذمته فیخرج عنه ولیه من ثلث ما ترك لصوم كل یوم و لصلوٰة كل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر او قیمته وان لم یوص و تبرع عنه ولیه جاز ولا یصح ان یصوم ولا ان یصلی عنه۔

ترجمہ : **اور اس پر وصیت کرنا لازم ہے اس مقدار کی جس پر وہ قادر ہو گیا تھا اور باقی رہ گیا اس کے ذمہ پس نکالے گا اس کی طرف سے اس کا ولی اس مال کے تہائی میں سے جو اس نے چھوڑا ہے ہر دن کے روزے کے بدلے اور ہر وقت کی نماز یہاں تک کہ وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں میں سے یا اس کی قیمت اور اگر وصیت نہیں کی اور ادا کر دیا اپنی طرف سے اس کے ولی نے تو جائز ہے اور نہیں صحیح ہے یہ کہ روزہ رکھے اور نہ یہ کہ نماز پڑھے میت کی طرف سے۔**

تشریح: یعنی اگر کسی کے روزے عذر کی وجہ سے چھوٹ گئے مثلاً مریض نے یا مسافر نے روزے نہیں رکھے اور پھر مریض تندرست ہو گیا یا مسافر مقیم ہو گیا اور ان دونوں نے اتنا زمانہ پایا کہ اگر اس میں وہ قضا کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن پھر بھی قضا نہیں کی تو اب ان کے لئے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے اور یہی حکم اس کے لئے بھی ہے جو بغیر کسی عذر کے محض سستی کی وجہ سے روزے نہیں رکھتا تھا امید ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے اس کا فدیہ قبول فرمائے گا (ایضاح الاصباح) چنانچہ اس کا ولی اس کے ترکہ میں سے ایک تہائی حصہ میں سے فدیہ نکالے گا اور ہر نماز مع وتر اور ہر روزے کے عوض نصف صاع (پونے دو کلو) گیہوں دے یا اس کی قیمت دے۔

وان لم یوص یعنی میت نے کوئی وصیت نہیں کی تو اس کے وارث پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی لیکن اگر اس کا وارث اپنی طرف سے احسان کے طور پر ادا کر دے تو جائز ہے۔

ولا یصح یعنی ولی کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ میت کی طرف سے نماز و روزے کی قضا کرے کیونکہ اس طرح میت کی طرف سے نماز و روزہ ادا کرنے سے میت کے ذمہ سے وہ فرض نہیں اترتا اس لئے کہ نماز روزہ خالص بدنی عبادتیں ہیں جن میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی۔

وان لم یف ما اوصی به عما علیه یدفع ذالك المقدار للفقیر فلیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر للولی و یقبضه ثم یدفعه للفقیر بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر وهكذا حتی یسقط ما كان علی المیت من صلوٰة وصیام۔

ترجمہ : اور اگر نہ پورا ہو وہ مال جس کی اُس نے وصیت کی تھی اس فدیہ کی طرف سے جو اس پر واجب ہے تو دے ولی وہ مقدار فقیر کو پس ساقط ہو جائے گا فدیہ میت کی طرف سے اس مقدار کے بقدر پھر ہبہ کردے وہ مال فقیر ولی کو اور قبضہ کرلے ولی اس پر پھر دے دے وہ مال ولی فقیر کو پس ساقط ہو جائے گا اس کے بقدر پھر ہبہ کردے فقیر ولی کو اور ولی اس پر قبضہ کرلے پھر دے ولی فقیر کو اور اس طرح کرتا رہے یہاں تک ساقط ہو جائیں وہ نمازیں اور روزے جو میت پر واجب تھے۔

تشریح: یعنی اگر میت کا ترکہ اتنا نہیں ہے کہ سب کا فدیہ ادا ہو سکے تو جتنی رقم ولی کے پاس ہے وہ فقیر کو دے دے مثلاً اتنا ہے کہ صرف دو نمازوں کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے تو یہ رقم جب فقیر کو دی جائے گی تو میت کی طرف سے دو نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ پھر وہ فقیر اپنی طرف سے وہ رقم ولی کو ہبہ کردے اور ولی اس پر قبضہ کرلے پھر یہ فقیر کو دے دے تو میت کی طرف سے اور دو نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ پھر فقیر ولی کو دے اسی طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کفارہ پورا ہو جائے۔

ویجوز اعطاء فدیۃ صلوٰت لواحد جملۃ بخلاف کفارۃ الیمین۔

ترجمہ : اور جائز ہے چند نمازوں کا فدیہ دینا ایک کو اکٹھا، بخلاف قسم کے کفارہ کے۔

تشریح: یعنی سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دے دینا جائز ہے۔ لیکن قسم کے کفارے کے روزوں کا فدیہ ایک فقیر کو ایک دن میں ایک سے زیادہ کا دینا جائز نہیں ہے۔

(باب قضاء الفوائت)

یہ باب فوت شدہ نمازوں کی قضا کے بیان میں ہے

الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ وبین الفوائت مستحق ویسقط باحد ثلاثہ اشیاء ضیق الوقت المستحب فی الاصح والنسیان واذا صارت الفوائت ستا غیر الوتر فانہ لا یعد مسقطا وان لزم ترتیبہ۔

ترجمہ : ترتیب فوت شدہ نماز اور وقتی نماز کے درمیان، نیز چند فوت شدہ نمازوں کے درمیان لازم ہے اور ساقط ہو جاتی ہے ترتیب تین چیزوں میں سے کسی ایک سے، وقت مستحب کے تنگ ہونے سے اصح قول کے مطابق اور بھول جانے سے اور جب کہ ہو جائیں فوت شدہ نمازیں چھ وتر کے علاوہ کیوں کہ وتر کو نہیں شمار کیا جاتا ہے ترتیب کو ساقط کرنے والا اگرچہ لازم ہے اس کی ترتیب۔

تشریح: صاحبِ ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہ ہو یا پانچ نمازیں یا اس سے کم کی قضا اس کے ذمہ ہو خواہ وہ پانچ نمازیں نئی ہوں یا پُرانی یا دونوں طرح کی ہوں۔ مسلسل ہوں یا متفرق۔ چنانچہ اگر کسی کے ذمہ چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہو جائیں تو وہ شخص صاحبِ ترتیب نہیں رہتا۔ اس لئے اس کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے جس نماز کو چاہے پہلے پڑھے جس کو چاہے بعد میں۔

الترتیب یعنی صاحبِ ترتیب کے لئے پانچ سے کم قضا نمازوں اور وقتی نماز میں ترتیب واجب ہے۔ یعنی پہلے قضا پڑھے پھر وقتی نماز پڑھے۔ اسی طرح پانچ نمازیں قضا ہوں تو ان کو بھی ترتیب سے پڑھے یعنی جو سب سے پہلے قضا ہوئی ہے اس کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد والی پڑھے۔ اسی ترتیب سے سب کو قضا کرے۔ مثلاً اگر کسی کی فجر کی نماز قضا ہو گئی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے فجر کی قضا پڑھے، پھر ظہر کی ادا پڑھے اگر بغیر قضا پڑھے ادا نماز پڑھ لے گا تو ادا نماز درست نہ ہو گی۔ بلکہ اب پہلے قضا نماز پڑھے اور پھر ظہر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح کسی شخص کی پورے ایک دن کی نمازیں قضا ہو گئی یعنی فجر سے عشاء تک کی نمازیں، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے فجر کی، پھر ظہر کی، پھر عصر کی، پھر مغرب کی اور پھر عشاء کی قضا پڑھے۔ لیکن اگر فجر کے بجائے پہلے ظہر یا عصر کی پڑھی یا اور جگہ ترتیب بدل دی تو یہ نمازیں درست نہیں ہوئیں۔ پھر سے بالترتیب پڑھے۔

نوٹ:۔ پہلے مسئلہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ اب یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ترتیب تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے پائے جانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ یعنی ایسی صورت میں پہلے وقتی نماز کو پڑھے پھر اس کے بعد قضا نماز کو پڑھے۔

ضیق الوقت (۱) وقت کی تنگی سے قضا اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر وقت تنگ ہو گیا اور اس بات کا اندیشہ ہو گیا کہ اگر فائتہ کی نماز میں مشغول ہو گا تو وقت نکل جائے گا تو ایسی صورت میں وقتی نماز پہلے پڑھے اور اس کے بعد قضا نماز پڑھے۔ ویسے تو تنگی وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہونے کے لئے اصل وقت کی تنگی کا اعتبار ہے۔ مستحب وقت کا نہیں۔ لیکن عصر کے وقت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل وقت کا اعتبار ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب وقت کا اعتبار ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اصح کہا ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہو گا جبکہ کسی شخص کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور عصر کے وقت میں یاد آئی اور وقت صرف اتنا ہے کہ اگر وہ ظہر کی قضا پہلے پڑھتا ہے اور پھر عصر کی پڑھتا ہے تو ظہر کی نماز سورج کے تغیّر (زردی) سے پہلے واقع ہو گی اور عصر کی پوری نماز یا اس کا کچھ حصہ تغیّر سورج (وقت مکروہ) میں واقع ہو گا۔ تو شیخین کے نزدیک اس کو ترتیب لازم ہے اس لئے وہ پہلے ظہر پڑھے پھر عصر پڑھے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اس لئے پہلے عصر پڑھے پھر ظہر کی قضا پڑھے۔ یہ اختلاف ایک روایت کی بناء پر ہے اور دوسری روایت میں تو شیخین اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم تینوں کے نزدیک اصل وقت کا اعتبار ہے اور اکثر نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (ع)

والنسیان (۲) وقتی نماز کے پڑھنے کے وقت قضا نماز کو بھول جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز پڑھتے وقت یاد نہیں رہا کہ اس کے ذمہ فجر کی قضا باقی ہے اور ظہر کی پڑھ لی تو یہ وقتی نماز جائز ہو جائے گی۔ اب بعد میں یاد آنے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر وقتی نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے قضا نماز یاد آگئی اور وقت میں گنجائش ہو تو اس پر ترتیب لازم ہو جائے گی اور وقتی نماز فاسد ہو جائے گی۔ پس پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقتی نماز دوبارہ پڑھے۔

واذاصارت (۳) اگر فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی لہذا قضا اور وقتی نماز میں ترتیب فرض نہیں رہے گی۔ لیکن وتر کی نماز کو ان چھ نمازوں میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ عشاء اور وتر میں ترتیب ساقط نہیں ہو گی۔ مثلاً کسی کی ایک دن رات کی نمازیں قضا ہو گئیں اور دوسرے دن کی بھی ایک نماز قضا ہو گئی یعنی صبح کی نماز سے لے کر دوسرے دن کی صبح کی نماز تک قضا ہو گئیں تو اب یہ صاحبِ ترتیب نہیں رہا اس لئے یہ ظہر کی وقتی نماز پہلے پڑھ سکتا ہے۔

ولم یعد الترتیب بعودھا الی القلة ولا بفوت حدیثة بعد ست قدیمة علی الاصح فیھما۔

ترجمہ : اور نہیں لوٹے گی ترتیب فائتہ کے لوٹنے سے قلت کی طرف اور نہ نئی کے فوت ہونے سے پرانی چھ کے بعد اصح قول کے مطابق ان دونوں مسئلوں میں۔

تشریح: یعنی جب چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہونے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تو اب ان میں سے کچھ نمازوں کی قضا کر لینے سے ترتیب نہیں لوٹے گی اس لئے اب وہ باقی نمازیں یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز پڑھ سکتا ہے۔ یہی اصح ہے اور بعض کے نزدیک ترتیب لوٹ آئے گی چنانچہ وقتی نماز کو بقیہ فوائت پر مقدم کرنا صحیح نہیں ہو گا اور صاحبِ ہدایہ نے اسی قول کو اظہر کہا ہے۔ بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ ترتیب کو ثابت مانا جائے۔ (ایضاح الاصباح) مثلاً کسی کی پندرہ نمازیں قضا ہو گئیں پھر ان کو قضا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ پانچ نمازوں سے کم باقی رہ گئیں تو یہ صاحبِ ترتیب نہیں بنے گا۔ بلکہ اب بھی ان باقی نمازوں کی قضا کئے بغیر وقتی نماز پڑھنا درست ہو گا۔

ولا بفوت اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں اور اس نے ابھی تک قضا نہیں کی اور کچھ مدت کے بعد پھر ایک نماز قضا ہو گئی تو بھی ترتیب عود نہیں کرے گی مثلاً کسی کی ایک سال پہلے چھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں جو اب تک ادا نہیں کیں، اب ایک نماز مثلاً صبح کی اور قضا ہو گئی تو چونکہ پہلے سے یہ صاحبِ ترتیب نہیں تھا اس لئے اس نئی قضا کے متعلق بھی ترتیب لازم نہ ہو گی۔ چنانچہ اگر فجر کی قضا کئے بغیر ظہر پڑھے گا تو درست ہو گی۔

فلو صلی فرضا ذاکراً فائتة ولو وتراً فسد فرضه فساداً موقوفا فان خرج وقت الخامسة مما صلاه بعد المتروكة ذاكرالها صحت جمیعها فلا تبطل بقضاء المتروكة بعده وان قضی المتروكة قبل خروج وقت الخامسة بطل وصف ما صلاه متذكرا قبلها وصار نفلا۔

ترجمہ : پس اگر پڑھی کوئی فرض نماز فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے اگرچہ وہ وتر ہی ہو تو فاسد ہو جائے گا اس کا فرض فسادِ موقوف کے طور پر پس اگر نکل جائے پانچویں نماز کا وقت ان نمازوں میں سے جن کو پڑھا ہے متروکہ نماز کے بعد اس کے یاد ہوتے ہوئے، تو تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور نہیں باطل ہوں گی (یہ پڑھی ہوئی نمازیں) متروکہ نماز کو قضا کرنے سے اس کے بعد۔ اور اگر قضا کر لی متروکہ نماز پانچویں نماز کا وقت نکلنے سے پہلے تو باطل ہو جائے گا ان نمازوں کا وصف (فرضیت) جن کو پڑھا تھا متروکہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے متروکہ سے پہلے اور وہ نفل بن جائے گی۔

تشریح: یہ ترتیب کے لازم ہونے پر تفریع ہے کہ کسی صاحبِ ترتیب کی کوئی نماز قضا ہو گئی خواہ وہ نمازِ وتر ہی ہو اس کے یاد ہوتے ہوئے اُس نے وقتی نماز پڑھ لی تو اس کی وقتی نماز فساد موقوف کے طور پر فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص نے عصر کی نماز پڑھی حالانکہ اس کو یہ یاد ہے کہ اس نے ابھی تک ظہر نہیں پڑھی ہے تو اس کی عصر کی نماز موقوفاً فاسد ہو گی۔

فان خرج یہاں سے فسادِ موقوف کا مطلب بتاتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قطعی طور پر ان کو فاسد نہیں کہا جائے گا بلکہ ایک شکل کے پیدا ہونے پر ان کے فساد اور صحت کا حکم موقوف ہو گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ شخص جو صاحبِ ترتیب ہے اور اس کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور وہ اس قضا کے یاد ہوتے ہوئے وقتی نمازیں پڑھتا رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں پڑھ لیں۔ چونکہ یہ صاحبِ ترتیب تھا اور وہ متروکہ کو قضا کئے بغیر وقتی نماز پڑھتا رہا تو یہ سب فاسد ہو گئیں اور یہ سب مل کر چھ قضا نمازیں ہو گئیں اور جب چھ نمازیں قضا ہو گئیں تو ترتیب بھی ساقط ہو گئی اور چونکہ ان وقتی نمازوں کا فساد ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے تھا وہ فساد ترتیب ساقط ہو جانے سے جاتا رہا تو اب وہ پانچوں وقتی نمازیں صحیح ہو گئیں۔ اب اس پر صرف وہی ایک نماز جو حقیقتاً قضا ہوئی تھی باقی رہی۔ اور اگر اس نے پانچ وقتی نمازیں پوری ہونے سے پہلے متروکہ نماز پڑھ لی تو یہ وقتی پڑھی ہوئی نمازیں فرض نہیں رہیں گی بلکہ نفل ہو جائیں گی اور ان سب کی قضا کرنی ہو گی۔ مثلاً کسی شخص کی فجر کی نماز قضا ہو گئی اور اس کو قضا کئے بغیر وقتی نمازیں پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ دوسرے روز کا آفتاب طلوع ہو گیا اور وہ قضا نماز باوجود یاد ہونے کے اس عرصے میں نہیں پڑھی تو وہ سب وقتی نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور اگر طلوع سے پہلے کسی وقت مثلاً فجر کے وقت یا عشاء یا مغرب کے وقت اس نے متروکہ کی قضا کر لی تو اب اس سے پہلے جتنی وقتی نمازیں پڑھی تھیں سب نفل ہو جائیں گی۔ اب ان کی قضا کرنی ہو گی۔

واذا کثرت الفوائت تحتاج لتعیین کل صلوٰۃ فان اراد تسهیل الامر علیه نوی اول ظهر علیه اواٰخره وکذا الصوم من رمضانین علی احد تصحیحین مختلفین ویعذر من اسلم بدار الحرب بجهله الشرائع۔

ترجمہ : اور جب زیادہ ہو جائیں فوت شدہ نمازیں تو ضرورت ہو گی ہر نماز کو متعین کرنے کی پس اگر ارادہ کرے اپنے اوپر آسانی کا تو نیت کرے سب سے پہلی ظہر کی جو اس پر واجب ہے یا سب سے آخری ظہر کی اور ایسے ہی دو رمضانوں کے روزے دو مختلف تصحیحوں میں سے ایک کے مطابق اور معذور ہو گا وہ شخص جو مسلمان ہو دار الحرب میں اس کے نہ جاننے میں شریعت کو۔

تشریح: اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو چکی ہوں تو ان کی قضا کے لئے وقت اور دن کی تعیین ضروری ہے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا کرتا ہوں، صرف یہ نیت کر لینا کہ فجر یا ظہر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہو گا۔ اور اگر آسانی کے لئے اس طرح نیت کرے کہ مثلاً میرے ذمہ جس قدر ظہر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی ظہر کی قضا پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرے کہ میرے ذمہ جس قدر ظہر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری ظہر کی نماز پڑھتا ہوں تو کافی ہو گا۔

و کذا الصوم یعنی اگر دور مضان کے روزوں میں سے کچھ روزے قضا ہو گئے ہوں تو ان کی قضا کے وقت بھی تعیین ضروری ہے کہ فلاں رمضان کے روزے کی قضا کرتا ہوں۔ اس کو زیلعی نے صحیح کہا ہے اور بعض کے نزدیک تعیین کی ضرورت نہیں ہے اور اس کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے۔ چنانچہ اس طرح تصحیح مختلف ہو گئی ہے۔(ح)

ویعذر یعنی اگر کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور دارالحرب میں ہونے کی وجہ سے اس کو نماز روزہ وغیرہ کا علم نہ ہوا اس لئے اس نے ادا نہیں کئے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا اور اس پر نمازوں اور روزوں کی قضا لازم نہیں ہو گی۔

(باب ادارك الفريضة)

یہ باب فرض کے پانے کے بیان میں ہے

اذا شرع فی فرض منفردا فاقیمت الجماعة قطع واقتدی ان لم يسجد لما شرع فيه اوسجد فی غير رباعية وان سجد فی رباعية ضم ركعة ثانية وسلم لتصير الركعتان له نافلة ثم اقتدیٰ مفترضا۔

ترجمہ : جب شروع کی کوئی فرض نماز تنہا پھر تکبیر کہہ دی گئی جماعت کی تو (فرض) توڑ دے اور اقتدا کرے اگر نہ سجدہ کیا ہو اس نماز کا جس کو شروع کر لیا تھا یا سجدہ کر لیا تھا غیر رباعی میں۔ اور اگر سجدہ کر لیا تھا چار رکعت والی نماز میں تو ملا لے دوسری رکعت اور سلام پھیر دے تاکہ ہو جائیں دو رکعت اس کے لئے نفل پھر اقتدا کرے فرض پڑھنے کے لئے۔

تشریح: اگر کوئی شخص اکیلا فرض نماز پڑھ رہا ہو اور اسی وقت وہاں فرض کی جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شامل ہونے یا نہ ہونے کی چند صورتیں بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھ رہا تھا اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا کہ اس جگہ اسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی یعنی امام نے تکبیرِ تحریمہ کہہ دی تو وہ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے خواہ وہ کوئی بھی فرض نماز ہو یعنی فجر ہو یا ظہر، عصر، مغرب یا عشاء ہو۔ سب کا یہی حکم ہے۔

اوسجد فی غیر یعنی یہی حکم اس وقت ہے جب کہ اس نے پہلی رکعت میں سجدہ کر لیا ہو۔ مثلاً دوسری رکعت میں ہو اور وہ نماز غیر رباعی ہو جیسے فجر اور مغرب ہو تو اس نماز کو توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

وان سجد اگر وہ نماز رباعی ہو مثلاً ظہر یا عصر یا عشا ہو اور اس میں پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہو یعنی دوسری رکعت میں ہو اور یہاں جماعت قائم ہو گئی تو وہ ایک رکعت اور پڑھ کر دو رکعت پوری کرے۔ پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور فرض جماعت کے ساتھ ادا ہو جائے۔

وان صلی ثلاثا اتمہا ثم اقتدی متنفلا الا فی العصر وان قام لثالثۃ فاقیمت قبل سجودہ قطع قائما بتسلیمۃ فی الاصح۔

ترجمہ : اور اگر (چار رکعت والی فرض نماز میں) تین رکعت پڑھ چکا تھا تو اس کو پورا کرلے پھر اقتدا کرے نفل کی نیت سے مگر عصر میں اور اگر کھڑا ہوا تیسری کے لئے اور تکبیر کہدی گئی اس کے سجدہ کرنے سے پہلے تو نماز توڑ دے کھڑے کھڑے ایک سلام سے اصح قول کے مطابق۔

تشریح: یعنی چار رکعت والی فرض نماز میں مثلاً ظہر اور عصر اور عشاء میں چوتھی رکعت میں تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو یہ شخص چار رکعت پوری کرلے اور اس کو توڑے نہیں۔ اگر توڑے گا تو گنہگار ہوگا۔(ع) اور وہ فرض نماز اگر ظہر یا عشاء ہو تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو جماعت میں شامل ہو جائے اور یہ اس کے لئے افضل ہے کیونکہ یہ اس کے لئے نفل ہو جائے گی اور جماعت کے ساتھ نفل پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اگر چاہے تو جماعت میں شامل نہ ہو کیونکہ وہ اپنی فرض ادا کرچکا ہے اور یہ اس کے لئے نفل ہے اور اگر وہ فرض نماز عصر کی ہو تو جماعت میں شامل نہ ہو کیونکہ عصر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے۔

وان قام یعنی رباعی میں وہ تیسری رکعت پڑھ رہا تھا اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اصح قول کے مطابق کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کھڑے کھڑے سلام نہ پھیرے بلکہ بیٹھ جائے پھر سلام پھیرے۔ قعدہ کرنے کی صورت میں بعض کے نزدیک تشہد پڑھے اور بعض کے نزدیک نہ پڑھے اور بعض فرماتے ہیں کہ سلام نہ پھیرے بلکہ اسی طرح کھڑے کھڑے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ نماز شروع کردے۔ لیکن پہلا قول اصح ہے۔ لیکن عمدۃ الفقہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ ان سب صورتوں کا اختیار ہے اور پہلی صورت اولیٰ ہے۔

وان کان فی سنۃ الجمعۃ فخرج الخطیب او فی سنۃ الظہر فاقیمت سلم علی رأس رکعتین وھو الاوجہ ثم قضی السنۃ بعد الفرض۔

ترجمہ : اور اگر جمعہ کی سنت میں تھا کہ خطیب نکل آیا یا ظہر کی سنت میں تھا کہ تکبیر کہدی گئی تو دو رکعتوں پر سلام پھیر دے اور یہی زیادہ مدلل ہے پھر سنت کی قضا کرے فرض کے بعد۔

تشریح: اگر جمعہ کی فرض سے پہلے چار رکعتیں سنت موکدہ پڑھ رہا تھا اور خطیب نکل آیا یعنی خطبہ شروع ہوگیا یا ظہر سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور یہاں ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ راجح یہ ہے کہ پہلے دوگانہ میں ہو تو دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے اور پھر فرض کے بعد سنتوں کی قضا کرے اور بعضوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مطلقاً چار رکعت پوری کرلے خواہ پہلے دوگانہ کے وقت جماعت کھڑی ہو جائے یا دوسرے دوگانہ کے وقت، دونوں صورتوں میں گنجائش ہے موقع محل دیکھ کر جس پر چاہے عمل کرے۔(ع)

ومن حضر والامام فی صلوٰۃ الفرض اقتدی بہ ولا یشتغل عنہ بالسنۃ الا فی الفجر ان امن فوتہ وان لم یأمن ترکہا ۔

ترجمہ : اور جو شخص حاضر ہوا اس حال میں کہ امام فرض نماز میں تھا تو اس کی اقتداء کرے اور نہ مشغول ہو اس (فرض) کو (چھوڑ کر) سنت میں مگر فجر میں اگر امن ہو اس کے فوت ہونے سے اور اگر امن نہ ہو تو سنتوں کو چھوڑ دے۔

تشریح: یعنی کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وقتی فرض نماز کھڑی ہو چکی تھی اور ابھی اس شخص نے سنت موکدہ نہیں پڑھی تھی جیسے کہ ظہر اور جمعہ میں تو یہاں پر تو مطلق کہہ دیا کہ وہ سنتوں میں مشغول نہ ہو بلکہ امام کی اقتداء کرے۔ لیکن اس میں تفصیل ہے جیسا کہ حاشیہ میں بھی ہے کہ اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے وہ سنتیں پوری کر لے گا اور جماعت کی کوئی رکعت نہیں جائے گی تو مسجد سے باہر الگ جگہ میں پڑھ لے۔ پھر اقتداء کرے اور اگر رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنتیں نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔

الا فی الفجر اگر ایسے وقت میں مسجد میں آیا کہ فجر کی جماعت ہو رہی تھی تو فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ موکد ہیں اس لئے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو تو پہلے سنتیں پڑھ لے اور فجر کی سنت مسجد سے باہر جگہ ہو تو وہاں پڑھے اگر جگہ نہ ہو تو مسجد کے اندر کسی گوشہ میں یا کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور تشہد ملنے کی امید نہ ہو تو سنتوں کو چھوڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

ولم تقض سنة الفجر الا بفوتها مع الفرض وقضى السنة التى قبل الظهر فى وقته قبل شفعه۔

ترجمہ : اور نہیں قضا کی جائے گی فجر کی سنت مگر فرض کے ساتھ فوت ہونے کی صورت میں اور قضا کرے اس سنت کی جو ظہر سے پہلے ہے ظہر کے وقت میں ظہر کی دو سنتوں سے پہلے۔

تشریح: یعنی اگر کسی شخص کی صرف فجر کی سنت قضا ہو گئی تو شیخین کے نزدیک آفتاب کے بلند ہونے کے بعد ان کی قضا نہیں ہے۔ اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پسند ہے کہ وقتِ زوال تک اس کو قضا کرے۔(ہدایہ) اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ اگر صرف سنتیں قضا ہو جائیں تو آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں تو سورج ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے زوال تک اگر قضا کرے تو دونوں قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے۔

وقضى السنة اگر ظہر سے پہلے کی سنت فوت ہو گئی تو ان کی قضا ظہر کے بعد کی دو سنت سے پہلے کرے یا بعد میں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کے بعد دو سنت پڑھے، پھر ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت کی قضا کرے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے چار رکعت کی قضا کرے پھر ظہر کے بعد کی دو رکعت پڑھے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیا ہے لیکن دونوں قول مفتی بہ ہیں۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر زیادہ تر عمل ہے۔(ع)

ولم يصل الظهر جماعة بادراك ركعة بل ادرك فضلها و اختلف فى مدرك الثلاث۔

ترجمہ : اور نہیں نماز پڑھی ظہر کی جماعت کے ساتھ ایک رکعت کے پالینے سے بلکہ پالیا اس نے جماعت کی فضیلت کو اور اختلاف کیا گیا ہے تین رکعتوں کے پانے والے کے بارے میں۔

تشریح: یعنی جس شخص کو کسی بھی فرض نماز میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ البتہ اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

واختلف اور چار رکعت والی نماز میں اگر تین رکعت امام کے ساتھ ملیں اور ایک رکعت نہیں ملی تو اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کو جماعت سے پڑھنے والا نہیں کہا جائے گا اور یہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(ع) اور بعض کے نزدیک جماعت سے پڑھنے والا کہا جائے گا۔ دراصل اس مسئلہ کا تعلق قسم سے ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا اور اس نے تین رکعت امام کے ساتھ پڑھی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیوں کہ تین رکعت ملنے سے جماعت سے نماز پڑھنے والا نہیں کہا جاتا۔

ویتطوع قبل الفرض ان امن فوت الوقت والا فلا۔

ترجمہ : اور نفل پڑھے فرض سے پہلے اگر وقت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو ورنہ نہیں۔

تشریح: یہ عبارت مجمل ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفل کی دو قسمیں ہیں۔ سنتِ مؤکدہ اور سنتِ غیر مؤکدہ۔ اور مصلی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ فرض نماز جماعت سے ادا کرنے والا ہوگا یا منفرد ہوگا۔ پس اگر وہ جماعت سے ادا کرنے والا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ سنت مؤکدہ پڑھے اور اگر منفرد ہے تو ایک روایت کے مطابق اس پر بھی لازم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو اختیار ہے خواہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور رہی سنتِ غیر مؤکدہ تو اس میں مطلق اختیار ہے خواہ پڑھے یا نہ پڑھے۔(ح) لیکن فرض سے پہلے نفل اس وقت پڑھے گا جبکہ وقت میں گنجائش ہو اور اگر وقت تنگ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے تا کہ فرض اپنے وقت سے ہٹ نہ جائے۔

ومن ادرك امامه راكعا فكبر و وقف حتى رفع الامام رأسه لم يدرك الركعة وان ركع قبل امامه بعد قراءة الامام تجوز به الصلوٰة فادركه امامه فيه صح والا لا۔

ترجمہ : جس شخص نے اپنے امام کو رکوع میں پایا پھر اس نے تکبیر کہی اور کھڑا رہا یہاں تک کہ امام نے اپنا سر اُٹھالیا تو اس شخص نے اس رکعت کو نہیں پایا اور اگر مقتدی نے اپنے امام سے پہلے رکوع کر لیا، امام کی اتنی قراءت کے بعد جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے پھر امام نے اس کو رکوع میں پالیا تو (مقتدی کا رکوع) صحیح ہو گیا ورنہ نہیں۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص صف میں اس وقت پہنچا جب کہ امام رکوع میں تھا اور یہ شخص تکبیرِ تحریمہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اور امام کے ساتھ رکوع نہیں کیا یہاں تک کہ امام نے رکوع سے سر اُٹھالیا تو یہ شخص اس رکعت کو پانے والا شمار نہیں ہوگا۔

وان رکع دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو یہ رکوع دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہو گا۔ ایک تو یہ کہ امام کے رکوع کرنے تک رکوع میں رہا یہاں تک کہ دونوں رکوع میں شریک ہو گئے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ امام کی اتنی قراءت کرنے کے بعد رکوع کیا ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر امام کے ماتجوز بہ الصلوٰۃ قراءت کرنے سے پہلے رکوع کر لیا تھا تو چاہے امام نے اس کو رکوع میں پالیا ہو تب بھی اس کا رکوع صحیح نہ ہو گا۔ اسی طرح امام کے ماتجوز بہ الصلوٰۃ قراءت کے بعد رکوع کیا تھا مگر امام کے رکوع میں جانے سے پہلے سر اُٹھالیا تب بھی اس کا رکوع صحیح نہ ہو گا۔(ح) لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ دوبارہ رکوع کرے۔ اگر نہیں کیا تو نماز نہ ہو گی۔

و کرہ خروجہ من مسجد اذن فیہ حتی یصلی الا اذا کان مقیم جماعۃ اخری وان خرج بعد صلوٰۃ منفرداً لا یکرہ الا اذا اقیمت الجماعۃ قبل خروجہ فی الظہر و العشاء فیقتدی فیہا متنفلا ولا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا ۔

ترجمہ : اور مکروہ ہے اس کا نکلنا ایسی مسجد سے جس میں اذان دے دی گئی ہو یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ لے مگر جب کہ دوسری جماعت کا قائم کرنے والا ہو اور اگر نکلا اپنی نماز تنہا پڑھ لینے کے بعد تو مکروہ نہیں ہے مگر جب کھڑی ہو گئی جماعت اس کے نکلنے سے پہلے ظہر اور عشاء میں، پس اقتداء کرے ان دونوں میں نفل کی نیت سے اور نہ پڑھی جائے کسی نماز کے بعد اس جیسی نماز۔

تشریح: یعنی جب کسی مسجد میں اذان ہو جائے تو جو شخص مسجد میں موجود ہے یا اذان کے بعد مسجد میں آیا ہے اور اس نے ابھی اس وقت کی نماز نہیں پڑھی اس کو اس وقت کی نماز اس مسجد میں جماعت سے پڑھے بغیر جانا مکروہِ تحریمی ہے۔ بظاہر اذان سے مراد یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہو اور وہ اس وقت مسجد میں ہو خواہ اذان اس مسجد میں ہوئی ہو یا کسی اور مسجد میں یا کہیں بھی نہ ہوئی ہو۔(ح)

الا اذا کان یعنی کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں اس کو مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

(۱) چنانچہ اگر وہ کسی اور مسجد کا امام یا موذّن ہو تو اس کو اجازت ہے کہ یہاں سے اپنی مسجد میں چلا جائے اگرچہ یہاں اقامت بھی شروع ہو گئی ہو اور اگر اس کی مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اب یہاں سے جانے کی اجازت نہیں۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے محلہ کا رہنے والا ہو اس کو بھی اپنے محلہ کی مسجد کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے اس مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ جبکہ ابھی وہاں جماعت نہ ہوئی ہو لیکن اس کے لئے افضل یہ ہے کہ یہیں جماعت میں شامل ہو جائے۔

(۳) اگر کسی ضرورت کے لئے نکلے اور گمان غالب ہو کہ جماعت قائم ہونے سے پہلے آجائے گا تو اس کو مسجد سے باہر جانا بلا کراہت جائز ہے۔(ع)

وان خرج یعنی اس وقت فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو تو عشاء اور ظہر کی نماز میں جب تک موذن نے اقامت نہ کہی ہو مسجد سے باہر جانا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن بلا عذر تنہا پڑھ لینے اور جماعت کا انتظار نہ کرنے کا اور ترکِ جماعت کی کراہت کا مرتکب کہلائے گا اور اگر موذن نے اقامت شروع کر دی تو اب اس شخص کو بھی مسجد سے باہر جانا مکروہ ہو گا کیوں کہ وہ بلا عذر جماعت کی مخالفت کرنے والا ہو گا بلکہ

اس کو چاہیے کہ نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر عصر و مغرب اور فجر کی نماز کا وقت ہو تو ہر حال میں مسجد سے باہر چلا جائے۔ خواہ اقامت شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کیوں کہ عصر و فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب کی تین رکعت نفل نہیں ہو سکتی اور بغیر شامل ہوئے وہاں بیٹھے رہنا بھی مکروہ ہے۔(ع)۔

ولا یصلی یہ حدیث کے الفاظ ہیں اس کے چند معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ اجر و ثواب کے شوق میں فرض نماز کو بار بار نہ پڑھا جائے، دوسرا معنی یہ ہے کہ بلاوجہ محض فساد کے وہم سے نماز کا اعادہ نہ کیا جائے، تیسرے یہ کہ تکرارِ جماعت ہیئت اولیٰ پر مسجد کے اندر نہ کی جائے۔(ح)

(باب سجود السھو)

یہ باب سہو کے سجدوں کے بیان میں ہے

سہو کے معنی ہیں بھول جانا، چیز کا ضرورت کے وقت یاد نہ آنا۔ ایک اور لفظ بولا جاتا ہے ''نسیان'' سہو اور نسیان میں لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ لیکن بعض نے فرق بیان کیا ہے کہ کسی معلوم چیز سے ایسی غفلت ہو جائے کہ ادنی سی تنبیہ پر یاد آجائے اس کو سہو کہتے ہیں اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کی تعریف یہ ہے کہ جب کبھی نماز میں بھولے سے ایسی کمی یا زیادتی ہو جائے، جس سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی، لیکن ایسا نقصان آجاتا ہے جس کی تلافی نماز میں ہی ہو سکتی ہے۔ اس نقصان کی تلافی کے لئے شریعت نے یہ طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ آخری قعدہ کے تشہد کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے جاتے ہیں، ان کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

یجب سجدتان بتشھد و تسلیم لترک واجب سھوا وان تکرر وان کان ترکہ عمدا اثم ووجب اعادۃ الصلوٰۃ لجبر نقصھا و لا یسجد فی العمد للسھو و قیل الا فی ثلاث ترک القعود الاول او تاخیرہ سجدۃ من الرکعۃ الاولی الی أخر الصلوٰۃ و تفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن۔

ترجمہ: اور واجب ہوتے ہیں دو سجدے تشہد اور سلام کے ساتھ کوئی واجب سہواً چھوڑ دینے کی وجہ سے اگرچہ وہ مکرر ہو اور اگر واجب کو چھوڑنا قصداً ہو تو گنہگار ہو گا اور واجب ہو گا نماز کا اعادہ اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے اور نہیں سجدہ کرے گا عمد میں سہو کا اور کہا گیا ہے مگر تین میں (۱) قعدۂ اولیٰ کو چھوڑ دینا، (۲) پہلی رکعت کے سجدہ کو مؤخر کر دینا نماز کے آخر تک (۳) اور اس کا جان بوجھ کر سوچنے لگ جانا جو اس کو ایک رکن کی ادائیگی سے غافل کر دے۔

تشریح: اگر نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے یا فرض و واجب میں تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

بتشھد یعنی سجدۂ سہو کے بعد پھر دوبارہ التحیات پڑھے اور درود و دعا کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے۔

وان تکرر یعنی واجب کو سہواً چھوڑنا ایک سے زیادہ مرتبہ ہو تب بھی ایک سجدۂ سہو کافی ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ ایک ہی واجب دو بار چھوٹ گیا ہو یا کوئی دوسرا واجب چھوٹ گیا۔ مثلاً سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اور قعدۂ اولیٰ بھی نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں ایک مرتبہ سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔

وان کان ترکہ یعنی اگر نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا اور سجدۂ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہوگا۔ بلکہ اس نقصان کی تلافی کے لئے نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

وقیل فی ثلاث یعنی صرف تین صورتوں میں اگر کوئی قصداً واجب کو چھوڑے گا تو سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے گی۔

(۱) قعدۂ اولیٰ کو قصداً چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو سے تلافی ہو جائے گی، نماز کو لوٹانا واجب نہیں ہے۔

(۲) پہلی رکعت کے ایک سجدہ کو عمداً دوسری رکعت میں یا تیسری میں یا بالکل آخری رکعت میں ادا کیا تو بھی سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی۔

(۳) نماز میں قصداً اتنی دیر سوچتا رہا کہ اتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے۔ (یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار) مثلاً الحمد پڑھ کر قصداً سوچنے لگا اور اس سوچ میں اتنی دیر لگ گئی کہ اس میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا تو بھی سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔

ویسن الاتیان بسجود السھو بعد السلام و یکتفی بتسلیمۃ واحدۃ عن یمینہ فی الاصح فان سجد قبل السلام کرہ تنزیھا۔

ترجمہ: اور مسنون ہے سجدۂ سہو کا سلام کے بعد ادا کرنا اور اکتفا کرے ایک سلام پر اپنی داہنی طرف اصح قول کے مطابق، اگر سجدہ کرے سلام سے پہلے تو مکروہِ تنزیہی ہے۔

تشریح: یہاں پر سجدۂ سہو کے متعلق دو باتیں بیان کی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ سجدۂ سہو سلام کے بعد کرنا مسنون ہے۔ لہٰذا اگر کوئی سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ ایک ہی طرف یعنی داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے یہی قول اصح ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرے، پھر سجدۂ سہو کرے۔ (ع)

ویسقط سجود السھو بطلوع الشمس بعد السلام فی الفجر و احمرارھا فی العصر وبوجود ما یمنع البناء بعد السلام۔

ترجمہ: اور ساقط ہو جاتا ہے سجدۂ سہو سورج کے طلوع ہونے سے سلام کے بعد فجر میں اور اس کے سُرخ ہو جانے سے عصر میں اور سلام کے بعد ایسی چیز کے پائے جانے سے جو بنا کے لئے مانع ہو۔

تشریح: یہاں سے ان صورتوں کو بیان کرتے ہیں جن سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور ساقط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب سجدۂ سہو کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱) اگر کسی شخص پر صبح کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا تھا اور اس نے پہلا سلام پھیرا اور ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا تھا کہ سورج نکل آیا تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور اس پر نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔(ع)

(۲) واحمرارھا اگر کسی شخص پر عصر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور پہلا سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے سے پہلے سورج متغیّر (سُرخ) ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کا اعادہ بھی نہیں۔(ع)

(۳) وبوجود یعنی جو چیز نماز کو توڑنے والی اور مانع بناہے۔ مثلاً عمداً حدث کرنا یا کلام کرنا وغیرہ۔ اگر سلام کے بعد وہ چیز پائی گئی تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔

ویلزم المأموم بسھو امامہ لا بسھوہ و یسجد المسبوق مع امامہ ثم یقوم بقضاء ما سبق بہ ولو سھا المسبوق فیما یقضیہ سجد لہ ایضا لا اللاحق ولا یاتی الامام بسجود السھو فی الجمعۃ و العیدین۔

ترجمہ :اور سجدۂ سہو لازم ہو گا مقتدی پر اپنے امام کے سہو سے نہ کہ اپنے سہو سے، اور سجدۂ سہو کرے مسبوق اپنے امام کے ساتھ پھر کھڑا ہو ان رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے جو اس سے چھوٹ گئی ہیں، اور اگر بھول جائے مسبوق ان رکعتوں میں جن کو وہ پورا کر رہا ہے تو سجدہ کرے گا اس کے لئے بھی نہ کہ لاحق، اور نہیں ادا کرے گا امام سجدۂ سہو کو جمعہ اور عیدین میں۔

تشریح : یعنی اگر امام سے کوئی سہو ہو گیا تو سجدۂ سہو امام پر بھی واجب ہو گا اور مقتدی پر بھی۔

لابسھوہ: یعنی اگر امام کے پیچھے مقتدی سے کوئی سہو گیا مثلاً قعدۂ اولیٰ میں تشہد نہیں پڑھی تو اس کی وجہ سے نہ امام پر سجدۂ سہو لازم ہو گا اور نہ مقتدی پر۔

ویسجد یعنی اگر امام سے کوئی سہو ہو گیا اور اس کے پیچھے اقتدا کرنے والوں میں مسبوق بھی ہے تو وہ بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا۔ خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں، البتہ جب امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے، بلکہ بیٹھا رہے اور جب امام سہو کا سجدہ کرے تو یہ بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے اور امام کے ساتھ تشہد پڑھے۔ پھر جب امام سلام پھیرے تو اس کے بعد یہ مسبوق اپنی باقی نماز پوی کرے۔

ولو سھا: یعنی اگر مسبوق کو امام کے سلام کے بعد اپنی باقی (مسبوقانہ) نماز کے پڑھنے میں سہو ہو گیا تو اس کے لئے اخیر نماز میں سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔

لا اللاحق: یعنی اگر لاحق کو اپنی لاحقانہ نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔ مثلاً ایک آدمی کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا جب وہ وضو کر کے واپس ہوا تو امام ایک رکعت ادا کر چکا تھا تو اس کو امام کے سلام کے بعد ادا کرے گا۔ چنانچہ اگر اس رکعت میں کوئی سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں اس لئے کہ وہ حکماً مقتدی ہے اور مقتدی پر اپنے سہو سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔

ولا یاتی یعنی اگر امام کو جمعہ یا عیدین میں ایسا سہو ہو جائے جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو تاکہ لوگ گڑبڑ میں نہ پڑیں۔

ومن سها عن القعود الاول من الفرض عاد اليه مالم يستو قائما فی ظاهر الرواية وهو الاصح و المقتدی كالمتنفل يعود ولو استتم قائما فان عاد وهو الی القيام اقرب سجد للسهو وان كان الی القعود اقرب لا سجود عليه فی الاصح وان عاد بعد ما استتم قائما اختلف التصحيح فی فساد صلوٰته۔

ترجمہ : اور جو شخص بھول جائے فرض نماز کے قعدۂ اول کو لوٹ آئے اس کی طرف جب تک کہ سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو ظاہر روایت کے مطابق اور یہی اصح ہے اور مقتدی نفل پڑھنے والے کی طرح ہے وہ لوٹ آئے گا اگرچہ پورا کھڑا ہو گیا ہو پس اگر وہ لوٹا اس حال میں کہ وہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو سجدۂ سہو کرے گا اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اصح قول کے مطابق، اور اگر وہ لوٹا بعد اس کے کہ پورا کھڑا ہو گیا تھا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے بارے میں تصحیح مختلف ہو گئی ہے۔

تشریح: یعنی اگر امام یا منفرد فرض یا وتر میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا (پورا کھڑا) نہ ہو اس پر واجب ہے کہ قعدہ کی طرف لوٹے یہی ظاہر روایت ہے اور اصح ہے۔

والمقتدی: یعنی جس طرح نفل پڑھنے والا ہر حال میں قعود کی طرف لوٹے گا اس لئے کہ نفل پڑھنے والے پر ہر قعدہ قعدۂ اخیرہ یعنی فرض ہے۔ اس لئے اگرچہ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ہو اس کو قعود کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ اسی طرح مقتدی اگر قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا ہو اور امام بیٹھا ہو تو مقتدی کو لازم ہے کہ وہ لوٹ آئے۔

فان عاد یعنی اوپر مسئلہ معلوم ہو چکا کہ اگر امام یا منفرد فرض یا وتر میں قعدۂ اولیٰ بھول جائے تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو اس پر واجب ہے کہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔ اب اگر وہ اس حال میں لوٹا کہ وہ قیام کے زیادہ قریب تھا بایں طور کے نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا بایں طور کہ نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہیں ہوا تھا تو اصح قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ کا حکم متعلق ہے قرب اور عدمِ قرب کے ساتھ اور عود کا حکم متعلق ہے استوا اور عدم استواء کے ساتھ۔ یہاں پر اصح قول کہا اس لئے کہ بعضوں کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے کیوں کہ قعدۂ اولیٰ جو واجب ہے اس میں تاخیر پائی گئی۔ (ہدایہ)

وان عاد بعد یعنی قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر جب سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کو لوٹنا نہیں چاہیے تھا لیکن اگر وہ لوٹ آیا تو بعضوں نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور انہوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اور انہوں نے اس قول کو اصح کہا ہے۔ لیکن عمدۃ الفقہ میں ہے کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز ادا ہو جائے گی مگر ایسا کرنے سے گنہگار ہو گا اور اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہو گا۔

وان سھا عن القعود الاخیر عاد مالم یسجد و سجد لتأخیرہ فرض القعود فان سجد صار فرضہ نفلا وضم سادسۃ ان شاء ولو فی العصر و رابعۃ فی الفجر ولا کراھۃ فی الضم فیھما علی الصحیح ولا یسجد للسھو فی الاصح۔

ترجمہ : اور اگر بھول گیا قعدۂ اخیرہ کو تو لوٹ آئے جب تک کہ سجدہ نہ کرے اور سجدہ کرے فرض قعدہ کو مؤخر کر دینے کی وجہ سے سو اگر سجدہ کر لیا تو اس کا فرض نفل ہو جائے گا اور ملالے چھٹی رکعت اگر چاہے خواہ عصر میں ہی ہو اور چوتھی رکعت فجر میں۔ اور کوئی کراہت نہیں ہے ان دونوں نمازوں کے اندر ملانے میں صحیح قول پر اور اصح قول کے اندر سجدۂ سہو بھی نہیں کرے گا۔

تشریح : اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ بھول گیا اور رباعی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا ثلاثی نماز (مغرب و وتر) میں چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا ثنائی میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرلے کیوں کہ قعدۂ اخیرہ جو فرض ہے اس میں تاخیر ہو گئی۔

فان سجد اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس کی نماز نفل ہو گئی اور اس نماز کا فرض کی طرف سے واقع ہونا باطل ہو گیا۔ لہٰذا اگر چاہے تو ایک رکعت اور ملالے تا کہ نفل جفت ہو جاویں طاق نہ رہیں۔ ان شاء کہا لہٰذا اگر چاہے تو ایک رکعت اور نہ ملائے اور پانچویں پر سلام پھیر دے۔ پس اب اس کی چار رکعت نفل ہو گئیں اور ایک رکعت بیکار گئی۔ لیکن ایک رکعت ملانا بہتر ہے۔ (ع)

ولو فی العصر اگرچہ عصر کی نماز ہو اس میں بھی چھٹی رکعت ملالے اور فجر کی نماز ہو تو چوتھی ملالے اور صحیح قول کے مطابق ان دونوں کے اندر ایک رکعت کے ملانے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک ان دونوں میں ایک رکعت نہ ملائے۔

ولا یسجد بعض کے نزدیک اس میں یعنی جب کہ ایک رکعت ملائی تو آخر میں سجدۂ سہو ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

وان قعد الاخیر ثم قام عاد و سلم من غیر اعادۃ التشھد فان سجد لم یبطل فرضہ وضم الیھا اخریٰ لتصیر الزائدتان لہ نافلۃ و سجد للسھو۔

ترجمہ : اور اگر قعدۂ اخیرہ کر لیا پھر کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور سلام پھیر دے تشہد لوٹائے بغیر۔ پس اگر سجدہ کر لیا تو نہیں باطل ہو گا اس کا فرض اور ملالے اس کے ساتھ دوسری کو تا کہ ہو جائیں زائد رکعتیں اس کے لئے نفل اور سجدۂ سہو کرے۔

تشریح: اگر مصلی نے چوتھی رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کیا اور سلام نہیں پھیرا بلکہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور تشہد نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر اسی وقت سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کر کے تشہد و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

فان سجد: اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا کہ یہ چوتھی رکعت نہیں ہے بلکہ پانچویں رکعت ہے تو اب ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کر لے۔ اس صورت میں اس کا فرض باطل نہیں ہو گا بلکہ چار رکعت فرض شمار ہوں گی اور پانچویں اور چھٹی دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔

ولو سجد للسهو فی شفع التطوع لم یبن شفعا اٰخر علیه استحبابا فان بنیٰ اعاد سجود السهو فی المختار۔

ترجمہ : اور اگر سجدۂ سہو کر لیا نفل کی دو رکعت میں تو مستحب ہے کہ نہ جوڑے دوسری دو رکعت کو اس پر پس اگر جوڑ لیا تو اعادہ کرے گا سجدۂ سہو کا مختار قول کے مطابق۔

تشریح: کسی شخص نے نفل کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں کوئی سہو ہو گیا جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لیا تو اب اس کے لئے مستحب ہے کہ ان دو رکعتوں کے ساتھ دوسری رکعت نہ ملائے۔ لیکن صاحبِ بحر فرماتے ہیں کہ دوسری دو رکعت کی بنا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔(ح) بلکہ سلام پھیر کر علیحدہ تحریمہ کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے۔

فان بنیٰ یعنی اس کو بنا نہ کرنی چاہیے تھی لیکن اس کے باوجود اگر بنا کر لی اور دوسرا دوگانہ بھی ادا کر لیا تو صحیح ہے اور مختار یہ ہے کہ اس پر سجدۂ سہو کا اعادہ واجب ہو گا۔

ولو سلم من علیه سهو فاقتدی به غیره صح ان سجد للسهو والا فلا یصح و یسجد للسهو وان سلم عامدا للقطع مالم یتحول عن القبلة او یتکلم۔

ترجمہ : اور اگر سلام پھیر دیا اس شخص نے جس پر سجدۂ سہو واجب تھا پس اقتداء کی اس کی دوسرے نے تو صحیح ہے اقتداء اگر سجدہ کرے وہ سہو کا، ورنہ نہیں صحیح ہو گی اور سجدۂ سہو کرے گا اگرچہ اس نے سلام پھیرا ہو قصد کرتے ہوئے نماز ختم کرنے کا جب تک کہ نہ مڑے قبلہ سے یا بات نہ کرے۔

تشریح: ایک شخص پر سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے سلام پھیر دیا۔ ابھی سلام پھیر کر خاموش بیٹھا ہوا تھا اور کوئی ایسا فعل نہیں کیا جو نماز کے منافی ہو بس سلام پھیرا تھا اس حال میں کسی دوسرے شخص نے اس کے پیچھے نیت باندھ لی تو اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی اس کی نماز میں داخل ہو جائے گا اور اگر امام نے سجدۂ سہو نہیں کیا تو یہ اس کی نماز میں شامل ہونے والا شمار نہ ہو گا۔

ویسجد ایک شخص پر سجدۂ سہو واجب ہے اور اس نے نماز ختم کرنے کے ارادہ سے سلام پھیر دیا تو جب تک وہ قبلہ سے نہ پھِرا ہو اور نہ کسی سے بولا ہو اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس سے پہلے پہلے یاد آنے پر سجدۂ سہو کرلے تو نماز ہو جائے گی۔

ولو توھم مصل رباعیۃ او ثلاثیۃ انہ اتمھا فسلم ثم علم انہ صلی رکعتین اتمھا وسجد للسھو و ان طال تفکرہ ولم یسلم حتی استیقن ان کان قدر اداء رکن وجب علیہ سجود السھو والا لا ۔

ترجمہ : اور اگر وہم ہو گیا چار رکعت یا تین رکعت والی نماز پڑھنے والے کو کہ اس نے اس کو پورا کر لیا ہے پس اس نے سلام پھیر دیا پھر اس نے جانا کہ اس نے دو رکعت پڑھی ہیں تو اس کو پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر لمبا ہو گیا اس کا سوچنا اور سلام نہیں پھیرا یہاں تک کہ یقین ہو گیا تو اگر سوچنا ایک رُکن کی ادائیگی کے بقدر تھا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے ورنہ نہیں۔

تشریح: اگر کسی نے چار یا تین رکعت والی نماز میں یہ خیال کر کے کہ چار یا تین رکعتیں پوری ہو گئیں، دو رکعت پر سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا تو جب تک کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے وہ کھڑا ہو کر اس نماز کو پورا کر لے کیوں کہ بھولے سے سلام پھیرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔(ع) اور اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے مثلاً قبلہ سے سینہ پھیر لیا یا کسی سے بات کر لی تو اب نئے سرے سے نماز پڑھنی ہو گی۔

وان طال: یعنی تشہد و درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی یا تین اور اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آگیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر تفکر ایک رکن کی ادائیگی سے کم تھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

فصل فی الشك

ترجمہ: یہ فصل شک کے احکام کے بیان میں ہے۔

شک کے معنی ہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں اس طرح تردد کرنا کہ کسی جانب کو ترجیح حاصل نہ ہو یعنی ہونے یا نہ ہونے میں برابر کا تردد ہو اور اگر ان دونوں میں کسی جانب کو ترجیح ہو تو اس کو ظن کہیں گے اور اس کی مخالف جانب کو وہم۔ اور ترجیح میں زیادتی ہو لیکن یقین کے درجے تک نہ پہنچے تو اس کو غلبۂ ظن کہتے ہیں۔(ع)

تبطل الصلوۃ بالشك فی عدد رکعاتھا اذا کان قبل اکمالھا وھو اول ما عرض لہ من الشك او کان الشك غیر عادۃ لہ فلو شك بعد سلامہ لا یعتبر الا ان تیقن بالترك وان کثر الشك عمل بغالب ظنہ فان لم یغلب لہ ظن اخذ بالاقل وقعد بعد کل رکعۃ ظنھا اٰخر صلوٰتہ ۔

ترجمہ: نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک پڑ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جب کہ شک نماز کو پوری کرنے سے پہلے ہو اور یہ پہلا شک ہو جو اس کو پیش آیا یا شک اس کی عادت نہ ہو۔ سو اگر سلام کے بعد شک ہوا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ یقین ہو جائے چھوڑنے کا اور اگر زیادہ ہو شک تو عمل کرے گا غالب گمان پر اور اگر کوئی گمان غالب نہ ہو تو لے گا اقل کو اور بیٹھے ہر اس رکعت کے بعد جس کو نماز کی آخری رکعت گمان کرتا ہو۔

تشریح: یعنی مصلی کو نماز میں یہ شک پیش آیا کہ تین رکعتیں ہوئیں یا چار ہوئیں اور یہ شک پہلی ہی بار پیش آیا ہے تو ایسی صورت میں نماز از سرِ نو پڑھے۔

وھو اول یعنی پہلی بار شک ہونے کے معنی کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بھولنا اس کی عادت نہ ہو بلکہ کبھی کبھار ہو جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اپنی عمر میں کبھی سہو نہ ہوا ہو۔ اور یہی صحیح ہے۔ (ع)

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بالغ ہونے کے بعد یہ شک پہلی بار پیش آیا ہو۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قول جو الگ الگ ہیں ان کو جمع کر دیا ہے۔ جس سے معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے کس پر اعتماد کیا ہے۔ (ط)

اذا کان یعنی یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ یہ شرطیں پائی جائیں۔ (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ یہ شک نماز کے اندر پیش آیا ہو کیوں کہ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ نماز کے جواز کا حکم دے دیا جائے گا۔

فلوشك سے اسی کو بیان کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی احتیاطاً نئے سرے سے پڑھ لے تو اچھا ہے تاکہ دل کی کھٹک نکل جائے۔ (ع)

الا ان تیقن یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد نماز توڑنے والا کوئی فعل سرزد ہونے سے پہلے یقین ہو گیا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو کر لے۔ (ع) اور دوسری شرط وھو اول کی تشریح اوپر گذر چکی ہے۔

وان کثر: اگر ادا کی ہوئی رکعتوں کی مقدار کے بارے میں بکثرت شک ہوتا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو کسی ایک طرف ظن غالب ہو گا یا نہیں۔ اگر ظن غالب ہے تو اس پر عمل کرے اور سجدۂ سہو نہ کرے لیکن اگر ظن غالب پر عمل کرنے کی صورت میں تفکر کرتے ہوئے ایک رکن کی مقدار تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ (ع)

فان لم یغلب اور اگر اس کو کسی طرف کا ظن غالب نہ ہو بلکہ دونوں طرف برابر خیال رہے تو کمی کی جانب کو مقرر کرے مثلاً کسی کو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری اور کسی ایک کا غالب گمان نہ ہو تو پہلی مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہے کہ دوسری ہے یا تیسری تو دوسری خیال کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری ہے یا چوتھی تو تیسری مقرر کر لے۔

وقعد یعنی اقل پر بنا کی صورت میں ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ مثلاً رباعی نماز میں مصلی کو یہ شک پیش آیا کہ یہ پہلی ہے یا دوسری تو اقل یعنی پہلی کو مقرر کی تو اس (پہلی) کے بعد قعدہ کرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پر قعدہ واجب ہے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھنے کے بعد بھی قعدہ کر لے کیوں کہ مصلی نے اس کو دوسری رکعت کے حکم میں مان رکھا ہے اور پھر

تیسری رکعت کے بعد بھی قعدہ کرے کیوں کہ ممکن ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہو اور چوتھی پر قعدہ فرض ہے۔ پھر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کرے کیوں کہ مصلی کے نزدیک یہ چوتھی رکعت ہے اور چوتھی رکعت پر قعدہ فرض ہے اور اسی قعدہ میں سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرے۔ حاصل یہ ہے کہ قعدہ مفروضہ اور قعدۂ واجبہ کے چھوٹنے کے اندیشہ سے ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شک کی صورت میں سجدۂ سہو کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن طحطاوی میں سجدۂ سہو کے متعلق مذکورہ بالا تفصیل موجود ہے۔

(باب سجود التلاوۃ)

یہ باب تلاوت کے سجدہ کے بیان میں ہے

سببه التلاوة على التالى والسامع فى الصحيح وهو واجب على التراخى ان لم يكن فى الصلوٰة و كره تأخيره تنزيها و يجب على من تلا اٰية ولو بالفارسية۔

ترجمہ : سجدۂ تلاوت (کے واجب ہونے) کا سبب تلاوت کرنا ہے۔ تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر صحیح قول کے مطابق وہ واجب ہے تاخیر کی گنجائش کے ساتھ اگر نماز میں نہ ہو۔ اور موخر کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور واجب ہوتا ہے اس شخص پر جس نے تلاوت کی ہو سجدہ کی آیت اگرچہ فارسی میں کی ہو۔

تشریح: سجدۂ تلاوت اُس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ سجدہ کی آیت پڑھے یا سنے۔ گویا جس طرح تالی کے لئے سجدہ کے واجب ہونے کا سبب تلاوت ہے اسی طرح سامع کے لئے بھی سجدہ کے واجب ہونے کا سبب تلاوت ہے۔ کیوں کہ سننے کا سبب تلاوت ہی ہے اگر تلاوت نہ ہو تو سننا بھی نہ ہو۔ اس لئے تالی اور سامع دونوں کے لئے سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا سبب تلاوت ہے اور یہی صحیح ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سامع پر سجدہ کے واجب ہونے کا سبب سننا ہے۔ (ط)

وھو واجب یعنی سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد اس کو ادا کیا تو وہ ادا کرنے والا ہی کہا جائے گا نہ کہ قضا کرنے والا۔ (ط) لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے نماز میں سجدہ کی آیت نہ پڑھی ہو۔ چنانچہ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی ہو تو نماز ہی میں سجدہ کرنا واجب ہے، نماز پڑھنے کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ کے لئے گنہگار رہے گا۔ اب سوائے توبہ و استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں۔ (بہشتی زیور)

و کرہ یعنی بلاوجہ سجدہ تلاوت کا موخر کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کر لے کہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

ویجب علی جو شخص سجدہ کی آیت پڑھے اس پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگرچہ فارسی زبان ہی میں پڑھے۔ یہاں پر فارسی سے ہر ایسی زبان مراد ہے جو عربی نہ ہو۔ غرض ہر زبان کا یہی حکم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ والی آیت کا ترجمہ پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

وقراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده من اٰيتها كالاٰية فى الصحيح۔

ترجمہ : اور سجدہ کے حرف کا پڑھ لینا آیت سجدہ کے کسی کلمہ کے ساتھ چاہے وہ کلمہ حرف سجدہ سے پہلے ہو یا بعد میں پوری آیت کی طرح ہے صحیح مذہب میں۔

تشریح: یعنی جس طرح سجدہ کی آیت تلاوت کرنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اسی طرح آیتِ سجدہ کا بعض حصہ تلاوت کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ ایک کلمہ شروع میں یا بعد میں ملا کر پڑھا ہو۔ مثلاً سورۃ الاعراف میں وله يسجدون پر سجدہ ہوتا ہے اس کو لفظِ سجدہ کہا جائے گا۔ چنانچہ جب اس سے پہلے والا لفظ (و يسبحونه) بھی ساتھ میں ملا کر پڑھے گا تو سجدہ واجب ہوگا۔ صرف وله يسجدون زبان سے ادا کرنے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ یہی صحیح ہے۔ البتہ سورۂ اِقرأ میں جو کلمۂ سجدہ ہے اگر صرف اس کو پڑھا یعنی واسجد پڑھ کر ٹھہر گیا واقترب نہیں پڑھا تو بھی سجدہ واجب ہوگا۔ (ع) اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ جب تک آیتِ سجدہ کا اکثر حصہ لفظ سجدہ کے ساتھ نہ پڑھے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ خواہ وہ اکثر حصہ لفظِ سجدہ سے پہلے ہو یا بعد میں ہو یا درمیان میں ہو۔ (ح۔ع) اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن لفظ سجدہ نہیں پڑھا تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔

واٰياتها اربع عشرة اٰية فى الاعراف والرعد والنحل والاسراء و مريم و اولى الحج والفرقان والنمل والسجدة وص وحٰم السجدة والنجم وانشقت واقرأ۔

ترجمہ : اور سجدہ کی آیتیں چودہ ہیں۔ اعراف، رعد، نحل، اسراء، اور مریم میں اور سورۂ حج کا پہلا سجدہ اور سورۂ فرقان، نمل اور سورۂ سجدہ، سورۂ ص، حم سجدہ، سورۂ نجم، سورۂ انشقت اور سورۂ اقرأ میں۔

تشریح: پورے قرآن مجید میں چودہ مقام ایسے ہیں جن کو پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی چودہ ہیں۔ لیکن ان کے تعیّن میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک سورۃ صٓ میں سجدہ نہیں ہے۔ اس کے بجائے سورۃ حج میں دو سجدے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورۃ صٓ میں سجدہ ہے اور سورۃ الحج میں ایک سجدہ ہے۔ یعنی پہلا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی نماز سے باہر ہو تو اسے دوسرے مقام پر بھی سجدہ کر لینا چاہیے۔ اور اگر نماز میں ہو تو اس آیت پر رکوع کر دینا چاہیے اور رکوع میں سجدہ کی نیت کر لینی چاہیے۔ (درسِ ترمذی)

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ سورۃ النجم و انشقت و اقرأ میں ان کے نزدیک سجدے نہیں ہیں۔ سورۃ

النحل میں ایک روایت کے مطابق وھم لا یستکبرون تک آیتِ سجدہ ہے اور ایک روایت میں ویفعلون ما یؤمرون تک آیتِ سجدہ ہے۔ اور یہی اولیٰ ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل میں ایک روایت کے مطابق لمفعولا تک آیتِ سجدہ ہے۔ اور دوسری روایت میں خشوعا تک ہے اور یہی اولیٰ ہے۔ سورۃ النمل میں وما تعلنون تک ایک روایت میں اور دوسری میں رب العرش العظیم تک اور یہی اولیٰ ہے اور سورۃ ص میں ایک روایت میں واناب تک اور دوسری میں وحسن مآب تک اور یہی اولیٰ ہے۔(ع)

ویجب السجود علی من سمع وان لم یقصد السماع الا الحائض والنفساء والامام والمقتدی بہ۔

ترجمہ : **اور واجب ہوتا ہے سجدہ ہر اس شخص پر جو سنے اگرچہ سننے کا قصد نہ کیا ہو۔ مگر حیض اور نفاس والی عورت اور امام اور اس کا مقتدی۔**

تشریح: جو شخص کسی انسان سے آیتِ سجدہ سنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو گا۔ خواہ سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ چنانچہ اگر کسی کام میں لگا ہوا ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی تو سجدہ واجب ہو گا۔

الا الحائض یعنی ایسی عورت جو حیض یا نفاس میں ہو اور وہ کسی سے آیتِ سجدہ سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہو گا۔ اسی طرح امام اور اس کا مقتدی اگر یہ دونوں کسی مقتدی سے آیتِ سجدہ سُنیں تو ان دونوں پر سجدہ واجب نہیں ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مقتدی نے غلطی سے آیتِ سجدہ پڑھی جو امام نے یا جماعت کے مقتدیوں نے سن لی تو خود اس پر سجدہ واجب ہو گا اور نہ اس کے امام اور دوسرے مقتدیوں پر نہ نماز میں اور نہ نماز کے بعد۔(ع)

ولو سمعوھا من غیرہ سجدوا بعد الصلوٰۃ ولو سجدوا فیھا لم تجزھم ولم تفسد صلاتھم فی ظاھر الروایۃ۔

ترجمہ : **اور اگر سُنا امام نے اور مقتدیوں نے سجدہ کی آیت کو اپنے علاوہ سے تو سجدہ کریں گے یہ لوگ نماز کے بعد اور اگر نماز میں سجدہ کر لیں گے تو ان کو کافی نہ ہو گا اور ان کی نماز فاسد نہیں ہو گی ظاہر روایت میں۔**

تشریح: اگر امام اور مقتدیوں نے کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے تو یہ لوگ نماز کے اندر سجدۂ تلاوت نہ کریں بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں۔ لیکن اگر انہوں نے نماز کے اندر سجدہ کر لیا تو وہ معتبر نہ ہو گا بلکہ نماز کے بعد اس کا اعادہ کرنا ضروری ہو گا۔ البتہ ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں اُن کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اور نوادر کی روایت یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ نماز کا فاسد ہونا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(ح)

ویجب بالسماع الفارسیۃ ان فھمھا علی المعتمد و اختلف التصحیح فی وجوبھا بالسماع من نائم او مجنون ولا تجب بسماعھا من الطیر و الصدی۔

ترجمہ : **اور واجب ہو جاتا ہے فارسی میں سُننے سے اگر اس کو سمجھ لے معتمد مذہب پر اور مختلف ہو گئی ہے تصحیح سجدہ کے واجب ہونے میں سونے والے یا مجنون شخص سے سننے کی صورت میں اور سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے آیتِ سجدہ پرندہ یا صدائے بازگشت کے سننے سے۔**

تشریح: یعنی اگر سجدہ کی آیت کا ترجمہ فارسی یا اردو وغیرہ کسی زبان میں سنا تو اس پر سجدہ اس وقت واجب ہوگا جب کہ سامع سمجھتا ہو یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیتِ سجدہ کا ترجمہ ہے اور اگر اس کو خبر ہی نہ ہو کہ یہ آیتِ سجدہ ہے تو وہ معذور ہے۔ یہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہے اور یہی معتمد مذہب ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سننے والے پر ہر حال میں سجدہ واجب ہوگا خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ لیکن امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے۔(ط)

واختلف اگر کسی سوتے ہوئے آدمی سے یا مجنون سے سجدہ کی آیت سنی تو اس صورت میں وجوب سجدہ کے متعلق صحیح مذہب معین کرنے میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک عدم وجوب صحیح ہے۔ لیکن اصح یہ ہے کہ واجب نہیں۔(ع)

ولا تجب اگر کسی پرندے مثلاً طوطا، مینا وغیرہ سے آیتِ سجدہ سنی یا صدائے باز گشت یعنی گنبد کے اندر یا پہاڑ یا جنگل میں بلند آواز سے پڑھنے والے کی آواز ٹکرا کر جب واپس لوٹی تو آیتِ سجدہ اس گونج کی آواز سے سنی تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔(ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے آیت سجدہ سننے کا بھی یہی حکم ہے)۔

وتودی برکوع اوسجود فی الصلوٰۃ غیر رکوع الصلوٰۃ وسجودھا ویجزی عنھا رکوع الصلوٰۃ ان نواھا وسجودھا و ان لم ینوھا اذا لم ینقطع فور التلاوۃ باکثر من آیتین۔

ترجمہ: اور ادا کیا جائے گا نماز میں رکوع یا سجدہ کر کے نماز کے رکوع اور سجدہ کے علاوہ اور کافی ہے سجدۂ تلاوت کی طرف سے نماز کا رکوع اگر نیت کی ہو سجدہ کی اور نماز کا سجدہ اگرچہ نہ نیت کی ہو سجدہ کی جب کہ نہ منقطع ہوا ہو تلاوت کا تسلسل دو آیتوں سے زیادہ پڑھ لینے سے۔

تشریح: یعنی اگر نماز میں سجدہ تلاوت کے لئے نماز کے رکوع کے علاوہ رکوع کیا یا نماز کے سجدہ کے علاوہ سجدہ کیا تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اندر رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن سجدہ کرنا افضل ہے کیوں کہ یہ اصل ہے۔(ع)

ویجزی یعنی سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع سے بھی ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کی ہو اور اگر رکوع میں جانے کے بعد نیت کی تو اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں۔(ع)

وسجودھا یعنی نماز کے سجدہ سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور اس میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں۔ لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے کہ آیتِ سجدہ کے بعد فوراً رکوع کر کے سجدہ کرے اور فوراً کا مطلب یہ ہے کہ دو آیتوں سے زیادہ کا فصل نہ ہوا ہو۔ لہٰذا اگر آیتِ سجدہ کے بعد تین آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لیں تو اب نماز کے سجدہ سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا اور الگ سے سجدہ کرنا ضروری ہوگا، اور جب بھی یہ سجدۂ تلاوت کرے گا تو تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر نماز میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کیا تو اب نماز کے بعد تلافی کی کوئی صورت نہیں سوائے استغفار اور توبہ کے۔(ع)

ولو سمع من امام فلم یأتم به او ائتم فی رکعة اخریٰ سجد خارج الصلوٰة فی الاظهر وان ائتم قبل سجود امامه لها سجد معه فان اقتدی به بعد سجودها فی رکعتها صار مدرکا لها حکما فلا یسجدها اصلا ولم تقض الصلوٰتیة خارجها۔

ترجمہ : اور اگر امام سے (آیتِ سجدہ کو) سنا پھر اس کی اقتداء نہیں کی یا دوسری رکعت میں اقتداء کی تو نماز سے باہر سجدہ ادا کرے گا ظاہر روایت میں۔ اور امام کے سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے اس کی اقتداء کرلی تو امام کے ساتھ سجدہ کرے گا۔ سو اگر امام کے سجدہ کرلینے کے بعد اسی رکعت میں امام کی اقتدا کرلی تو حکماً سجدہ کو پانے والا ہو جائے گا لہذا مطلق سجدہ نہیں کرے گا اور نماز کا سجدہ نماز کے باہر ادا نہیں کیا جائیگا۔

تشریح: اگر امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کی اور اس کو ایسے آدمی نے سنا جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے اور بعد میں اس کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوا تو اس پر سجدہ واجب ہو گا۔ اور اگر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں یعنی جس رکعت میں آیتِ سجدہ تلاوت کی تھی اس کے بعد والی رکعت میں شامل ہوا تو نماز سے فراغت کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہو گا اور یہ قول ظاہر روایت ہے اور بعض کے نزدیک اقتداء کرنے سے وہ سجدہ نماز کے اندر کا ہو گا لہذا خارجِ نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر ادا کرنے سے امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔(ع) اس لئے نہ نماز میں کرے نہ نماز کے بعد۔

وان ائتم: یعنی اگر امام کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ کرلے یہ کافی ہے۔

فان اقتدی اور اگر امام کے سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد اسی رکعت میں جس میں آیت سجدہ تلاوت کی گئی تھی شامل ہوا تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہو گا، نہ نماز کے اندر نہ نماز کے بعد۔ کیوں کہ رکعت کو پالینے کی وجہ سے حکماً سجدہ پانے والا ہو گیا۔

ولم تقض: یعنی ہر وہ سجدہ جو نماز کے اندر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کی وجہ سے واجب ہوا لیکن نماز میں سجدہ نہیں کیا تو نماز سے باہر ادا کرنے سے ادا نہ ہو گا۔ لہذا اگر قصداً چھوڑ دیا تو گنہگار ہو گا۔ توبہ کرنی چاہیے۔

ولو تلا خارج الصلوٰة فسجد ثم اعادها فیها سجد اخری وان لم یسجد اولا کفته واحدة فی ظاهر الروایة کمن کررها فی مجلس واحد لا مجلسین۔

ترجمہ : اور اگر نماز کے باہر تلاوت کی اور سجدہ کرلیا پھر نماز میں اس کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ کرے گا اور اگر پہلی مرتبہ سجدہ نہیں کیا تو ایک ہی سجدہ اس کو کافی ہو گا ظاہر روایت میں۔ جیسے کہ وہ شخص جس نے ایک ہی مجلس میں سجدہ کی آیت کو مکرر پڑھا نہ کہ دو مجلسوں میں۔

تشریح : اگر کسی نے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر نماز میں داخل ہو کر اسی آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو اس پر نماز کے اندر تلاوت کرنے کی وجہ سے دوسرا سجدہ واجب ہو گا۔ اور اگر کسی نے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہیں کیا پھر نماز شروع کردی اور اُسی آیتِ سجدہ کی دوبارہ تلاوت کی اور نماز میں سجدہ کرلیا تو دونوں تلاوتوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ اور یہ ظاہر

روایت کے مطابق ہے۔ اور نوادر میں ہے کہ نماز کے اندر سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے ایک سجدہ ادا ہو گا دوسرا سجدہ نماز سے فراغت کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔(ح)

کمن کررھا یعنی جس طرح ایک مجلس میں ایک آیتِ سجدہ کو بار بار پڑھنے سے صرف ایک سجدہ تمام تلاوتوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اسی طرح اوپر والے مسئلہ میں نماز سے باہر تلاوت کرنے کے بعد اسی آیت کو نماز میں پڑھنے سے اور نماز میں سجدہ کر لینے سے نماز کے باہر والے کی طرف سے بھی کافی ہو جائے گا۔

لا مجلسین یعنی نہ کہ اس شخص کی طرح جس نے دو مجلسوں میں آیتِ سجدہ کو پڑھا کہ اس صورت میں ایک سجدہ کافی نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک مجلس میں آیتِ سجدہ تلاوت کی پھر دوسری جگہ جا کر اسی آیت کو پڑھا تو اس پر دو سجدے واجب ہوں گے۔

ویتبدل المجلس بالانتقال منه ولو مسدیا و بالانتقال من غصن الی غصن و عوم فی نہر او حوض کبیر فی الاصح۔

ترجمہ: اور مجلس بدل جاتی ہے مجلس سے منتقل ہو جانے سے اگرچہ تانا تنتے ہوئے منتقل ہو رہا ہو اور ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونے سے اور نہر یا بڑے حوض میں تیرنے سے اصح قول کے مطابق۔

تشریح: یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مجلس کا بدلنا کب متحقق ہو گا تو فرماتے ہیں کہ پہلی مجلس سے اُٹھ کر کہیں دور چلا جائے تو مجلس بدلنے کا حکم لگا دیا جائے گا اگرچہ کپڑے کا تانا تننے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو اور اگر قریب میں گیا تو اتحاد مجلس باقی رہے گا اور قریب و بعید میں فاصل یہ ہے کہ دو یا تین قدموں کی مقدار تو قریب ہے اور اس سے زائد بعید ہے۔(ع) چنانچہ تانا تنتے وقت اگر ایک آیت سجدہ کو بار بار تلاوت کیا تو جتنی بار تلاوت کی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے کیوں کہ اس آمد و رفت میں مجلس بدل جاتی ہے۔ اسی طرح اگر درخت کی ایک شاخ پر بیٹھ کر ایک آیتِ سجدہ پڑھی پھر دوسری شاخ پر اسی آیت کو پڑھا تو دو سجدے واجب ہوں گے۔ اسی طرح نہر یا بڑے حوض میں تیرنے سے مجلس بدل جاتی ہے۔ لہذا جتنی مرتبہ آیتِ سجدہ پڑھے گا اتنے سجدے واجب ہوں گے۔ اور یہی اصح ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تینوں صورتوں میں مجلس کے بدلنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ بلکہ اتحاد مجلس کا حکم رہے گا۔ البتہ تیسری صورت میں شرط ہے کہ نہر یا حوض کا طول و عرض کسی مسجد کے طول و عرض کی مانند ہو۔(ح)

ولا یتبدل بزوایا البیت والمسجد ولو کبیرا ولا بسیر سفینة ولا برکعة وبرکعتین وشربة واکل لقمتین و مشی خطوتین ولا باتکاء وقعود و قیام و رکوب و نزول فی محل تلاوته ولا بسیر دابته مصلیا۔

ترجمہ: اور کمرہ و مسجد کے گوشوں سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ مسجد بڑی ہو اور نہ کشتی کے چلنے سے اور نہ ایک دو رکعت پڑھنے اور پانی پینے اور دو لقموں کے کھانے سے اور دو قدموں کے چلنے سے اور نہ تکیہ لگانے سے اور بیٹھنے اور کھڑے ہونے سے اور سوار ہونے اور اترنے سے تلاوت کی جگہ میں اور نہ اس کی سواری کے چلنے سے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

تشریح: یعنی مسجد یا گھر کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی۔ اگرچہ وہ مسجد یا گھر بڑا ہو۔ چنانچہ پہلے ایک کونے میں آیتِ سجدہ تلاوت کی پھر دوسرے کونے میں اسی آیت کی تلاوت کی تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا۔ اسی طرح کشتی کے چلنے سے سوار کی مجلس نہیں بدلتی لہٰذا اس میں بھی مکرر سجدہ واجب نہیں ہو گا۔ اسی طرح آیتِ سجدہ کو دو دفعہ پڑھنے کے درمیان ایک دو رکعت نماز پڑھ لی یا ایک دو گھونٹ پانی پیا(ع) یا ایک دو لقمے کھالئے یا دو قدم چلا یا بیٹھا تھا پھر ٹیک لگالیا یا بیٹھا تھا پھر کھڑا ہو گیا یا کھڑا تھا اور بیٹھ گیا یا سواری سے اترا ہوا تھا پھر اسی جگہ سوار ہو گیا یا سوار تھا اور اُتر گیا ان سب صورتوں میں مجلس نہیں بدلتی۔ لہٰذا ایک ہی سجدۂ تلاوت کافی ہو گا۔

ولا بسیر دابتہ اگر سواری کا جانور چلتا ہو اور سوار اس پر نماز پڑھ رہا ہو اور آیتِ سجدہ مکرر تلاوت کرے تو اس سے بھی مجلس نہیں بدلتی۔ لہٰذا ایک ہی سجدہ کافی ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ سجدے کے مکرر ہونے کے لئے تین باتوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ اولؔ اختلافِ تلاوت یعنی ایک ہی مجلس میں سجدہ کی مختلف آیتیں تلاوت کرنا، دومؔ اختلافِ ساعت یعنی ایک ہی مجلس میں مختلف آیاتِ سجدہ کا سننا، سومؔ اختلافِ مجلس یعنی ایک ہی آیت کا مختلف مجلسوں میں سننا یا پڑھنا۔(ع)

ویتکرر الوجوب علی السماع بتبدیل مجلسه وقد اتحد مجلس التالی لا بعکسه علی الاصح۔

ترجمہ : اور مکرر ہوتا ہے وجوب سامع پر اس کی مجلس کے بدل جانے سے اس حال میں کہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہو اس کے عکس کی صورت میں نہیں اصح قول کے مطابق۔

تشریح: اگر آیتِ سجدہ سننے والے کی مجلس بدل گئی اور تلاوت کرنے والے کی نہیں بدلی تو ایک آیت کے مکرر سننے سے سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہو گا۔ مثلاً پڑھنے والا ایک جگہ پر ہے اور سننے والے نے پہلے ایک جگہ آیتِ سجدہ سنی پھر دوسری جگہ وہی آیت سُنی تو سامع پر وجوب سجدہ مکرر ہو گا۔

لا بعکسه یعنی اگر تلاوت کرنے والے کی مجلس بدل گئی لیکن سامع کی مجلس نہیں بدلی تو اصح یہ ہے کہ سامع پر وجوب سجدہ مکرر نہیں ہو گا اور بعض کے نزدیک اس صورت میں بھی سجدہ کا وجوب سامع پر مکرر ہو گا۔(ہدایہ)

و کرہ ان یقرأ سورۃ و یدع اٰیۃ السجدۃ لا عکسه وندب ضم اٰیۃ او اکثر الیها وندب اخفاء ها من غیر متأهب لها وندب القیام ثم السجود لها و لا یرفع السامع راسه منها قبل تالیها ولا یؤمر التالی بالتقدم ولا السامعون بالا صطفاف فیسجدون کیف کانوا و شرط لصحتها شرائط الصلوٰۃ الا التحریمة و کیفیتها ان یسجد سجدۃ واحدۃ بین تکبیر تین هما سنتان بلا رفع ید ولا تشهد ولا تسلیم۔

ترجمہ : اور مکروہ ہے یہ کہ پڑھے سورت اور چھوڑ دے سجدہ کی آیت اس کا عکس مکروہ نہیں اور مستحب ہے ایک یا زیادہ آیتوں کا ملانا آیتِ سجدہ کے ساتھ اور مستحب ہے آیتِ سجدہ کا آہستہ پڑھنا اس شخص کے سامنے جو سجدہ کے لئے تیار نہ ہو اور مستحب ہے کھڑا ہونا پھر سجدہ کرنا تلاوت کا اور نہ اُٹھائے سننے والا اپنا سر سجدہ سے سجدۂ تلاوت پڑھنے والے سے پہلے اور نہیں حکم دیا جائے گا پڑھنے والے کو آگے پڑھنے کا اور نہ سننے والے کو صف لگانے کا پس سجدہ کرلیں جیسے بھی ہوں اور سجدۂ تلاوت کے صحیح ہونے کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے ہیں مگر تحریمہ اور سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ سجدہ کرے ایک سجدہ دو تکبیروں کے درمیان، یہ دونوں تکبیریں سنت ہیں بغیر ہاتھ اُٹھائے اور تشہد و سلام کے۔

تشریح: نماز میں یا بغیر نماز کے پوری سورت پڑھنا اور آیتِ سجدہ چھوڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس کا عکس مکروہ نہیں یعنی صرف آیتِ سجدہ پڑھنا اور باقی پوری سورت چھوڑ دینا پس اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وندب یعنی صرف آیتِ سجدہ کو پڑھنے کے بجائے مستحب یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کے ساتھ ایک یا دو آیتیں اس کے شروع میں یا آخر میں ملا کر پڑھ لے۔

وندب اخفاءھا یعنی اگر تلاوت کرنے والے کو یہ گمان ہو کہ سننے والوں کو سجدہ کرنا گراں ہو گا یا ان کا حال معلوم نہ ہو کہ سجدے کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں تو دونوں صورتوں میں مستحب ہے کہ آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھے اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ سننے والوں کو گراں نہ ہو گا تو اس کو جہر سے پڑھنا چاہیے۔(ع)

وندب القیام یعنی بیٹھ کر سجدہ کی آیت پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا مستحب ہے اور پھر سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب ہیں۔(ع۔ط) لہٰذا اگر کوئی بیٹھے بیٹھے ہی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے تب بھی درست ہے۔(ع)

ولا یرفع یعنی نماز سے باہر کسی سے آیتِ سجدہ سُنی تو مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اس سے پہلے سر نہ اُٹھائے اور اس میں صفیں بنانا اور تالی کا آگے ہونا لازم نہیں ہے بلکہ اپنی اپنی جگہ پر سجدہ کرلیں۔

وشرط یعنی تحریمہ کے سوا سجدۂ تلاوت کے لئے وہی سب شرطیں ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں۔ مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، سترِ عورت وغیرہ

وکیفیتھا: سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے اُٹھے اور یہ دونوں تکبیریں سنت ہیں اور سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اُٹھانا اور التحیات اور سلام نہیں ہے۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ: سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب سجدہ کا ارادہ کرے تو کھڑے ہو کر اس کی نیت دل میں کرے اور زبان سے کہے کہ اللہ کے واسطے سجدۂ تلاوت کرتا ہوں۔ پھر ہاتھ اُٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اُٹھائے اور کھڑا ہو جائے اور اس کو تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فصل: فی سجدۃ الشکر

سجدۃ الشکر مکروھۃ عند الامام لا یثاب علیھا وقالا ھی قربۃ یثاب علیھا وھیئتھا مثل سجدۃ التلاوۃ۔

ترجمہ: سجدۂ شکر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے نہیں ثواب دیا جاتا ہے اس پر اور فرمایا صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے وہ عبادت ہے اس پر ثواب دیا جاتا ہے اور اس کی صورت سجدۂ تلاوت جیسی ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر کا اعتبار نہیں وہ ان کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس پر کوئی ثواب نہیں ملتا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ وجوب کا انکار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس اگر ہر نعمت پر سجدۂ شکر کے وجوب کا حکم دے دیا جائے تو اس میں دقت و حرج ہے۔ لہذا مباح ہوا۔ بعض نے کہا ان کی مراد نفی سے پورے شکر کی نفی ہے اس لئے کہ پورا شکر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا۔(ح۔ع) معتمد یہ ہے کہ امام صاحب کا صاحبین کے ساتھ سجدۂ شکر کے سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ جواز میں اختلاف نہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام و خلفائے راشدین سے منقول ہے۔ سو فتویٰ اس پر ہے کہ لوگوں کو سجدۂ شکر سے منع نہ کریں۔ سجدۂ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی نعمت ظاہر ہو مثلاً اللہ فرزند دے یا مال دے یا کوئی گم شدہ شخص یا چیز مل جائے یا کوئی مصیبت دور ہو جائے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالی کے واسطے قبلے کی طرف شکر کا سجدہ کرے اور اس میں اللہ کی حمد و تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر سر اُٹھا دے۔(ط) اور بغیر سبب کے سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں۔(ع) بعض لوگ نماز کے بعد جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں اور جس مباح کو لوگ سنت یا واجب سمجھنے لگیں وہ مکروہ ہے۔(ع۔ح)

فائدۃ مھمۃ لدفع کل مھمۃ۔

ترجمہ: ہر پریشانی کو دور کرنے کے لئے عظیم الشان فائدہ۔

قال الامام النسفی فی الکافی من قرأ ای السجدۃ کلھا فی مجلس واحد وسجد لکل منھا کفاہ اللہ ما اھمہ۔

ترجمہ: فرمایا امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی میں کہ جو شخص پڑھے سجدہ کی تمام آیتوں کو ایک مجلس میں اور سجدہ کرے ہر آیت کے لئے تو کافی ہو گا اس کو اللہ ہر اس معاملہ میں جو اس کو پریشان کئے ہوئے ہے۔

تشریح: اگر کوئی شخص ایک مجلس میں سجدہ والی سب آیتیں تلاوت کر کے سب سجدے کرے تو اللہ اس کا مقصد پورا فرمادے اور اس کی مشکل کو حل فرمادے اور ہر حادثہ سے جو اس کے لئے غم و حزن کا باعث ہو محفوظ فرمادے اور اس کو اختیار ہے خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کر تا جائے یا سب آیتوں کو ایک دفعہ پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کر لے۔(ع)

(باب الجمعه)

جمعہ کی نماز کا بیان

تشریح: جمعہ میم کے ضمہ و فتحہ و سکون تینوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ اجتماع سے ہے۔ بمعنی جمع ہونا اور جمعہ کو جمعہ اسی لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن میں اکٹھا ہوتے ہیں۔

صلوٰۃ الجمعۃ فرض عین علی من اجتمع فیہ سبعۃ شرائط الذکورۃ والحریۃ والا قامۃ فی مصر او فیما ھو داخل فی حد الاقامۃ فیھا فی الاصح والصحۃ والامن من ظالم و سلامۃ العینین و سلامۃ الرجلین۔

ترجمہ : جمعہ کی نماز فرض عین ہے ہر اس شخص پر جس میں سات شرطیں جمع ہوں۔(۱) مذکر ہونا، (۲) آزاد ہونا، (۳) اور مقیم ہونا شہر میں یا ایسی جگہ میں جو داخل ہو مصر میں مقیم ہونے کی حد میں اصح قول کے مطابق (۴) تندرست ہونا، (۵) ظالم سے امن ہونا، (۶) دونوں آنکھوں کا سالم ہونا، (۷) دونوں پاؤں کا سالم ہونا۔

تشریح: جمعہ کی نماز ہر اس شخص پر فرض عین ہے جس میں سات شرطیں موجود ہوں۔ اور ان کے پائے جانے کے بغیر اس پر جمعہ فرض نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود جمعہ پڑھے گا تو اس کی جمعہ کی نماز ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اُتر جائے گا۔(ع)

(۱) مذکر ہونا، چنانچہ عورت پر جمعہ فرض نہیں۔

(۲) آزاد ہونا، غلام پر جمعہ فرض نہیں۔ اس کا مالک اس کو جمعہ میں جانے سے منع کر سکتا ہے۔ لیکن مزدور اور نوکر پر جمعہ فرض ہے۔ لہٰذا مستاجر یا مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مزدور یا نوکر کو جمعہ سے منع کرے۔(ع)

(۳) شہر میں مقیم ہو یا ایسی جگہ میں ہو جہاں کے ٹھہرنے کو شہر میں ٹھہرنا کہا جا سکے۔ چنانچہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں اور ایسے مقیم پر بھی جمعہ فرض نہیں جو ایسے گائوں میں رہتا ہو جہاں جمعہ پڑھنا صحیح نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص فناء شہر سے باہر ہو اگرچہ اس کو اذان سنائی دے پھر بھی اس پر جمعہ فرض نہیں۔ یہ اصح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس کے لئے جمعہ میں حاضر ہونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو تو اس پر جمعہ واجب ہے۔(ح)

(۴) تندرست ہونا، چنانچہ مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ مریض سے مراد وہ ہے جو جمعہ کی مسجد تک نہ جا سکتا ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا یا دیر سے اچھا ہونے کا خوف ہو یا بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے مسجد تک نہ جا سکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر مریض یا بوڑھا وغیرہ عاجز کے پاس سواری اور خادم ہو تو اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر جمعہ واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے۔ اور وہ چلنے پر قادر کے حکم میں ہے۔ قواعد کی رو سے یہی مناسب ہے کہ اگر مشقت اور مرض میں زیادتی نہ ہو تو حاضر ہونا چاہیے ورنہ معذور ہے۔ (ع)

(۵) ظالم سے امن ہونا یعنی ظالم بادشاہ یا چور یا کسی ظالم شخص کا خوف ہو تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔

(۶) دونوں آنکھوں کا سالم ہونا، اگر کسی کی ایک آنکھ ہو یعنی کانا ہو تو اس پر بھی جمعہ فرض ہے۔ (ط۔ع) البتہ جو نابینا خود مسجد جمعہ تک بلا تکلیف نہ جا سکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ لہٰذا اگر اس کو مسجد تک لے جانے والا اجرتِ مثل پر یا بلا اجرت ہو تو بھی اس پر جمعہ فرض نہیں۔ صاحبین کے نزدیک فرض ہے۔ بعض نابینا بلا تکلف اور بغیر کسی کی مدد کے بازاروں اور راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہے بے ڈھرک جا سکتے ہیں۔ ان پر جمعہ فرض ہے۔ (ع)

(۷) دونوں پاؤں کا سالم ہونا یعنی چلنے پر قادر ہونا، چنانچہ جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا فالج وغیرہ سے بیکار ہوں اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اگرچہ کوئی اس کو اُٹھا کر مسجد میں رکھنے والا ہو اور اگر ایک پاؤں کٹا ہوا ہو یا فالج سے بیکار ہو گیا ہو اور مسجد تک بلا مشقت جا سکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے، ورنہ نہیں۔ (ع)

ویشترط لصحتها ستة اشياء المصر او فناءه والسلطان او نائبه ووقت الظهر فلا تصح قبله و تبطل بخروجه۔

ترجمہ: **اور جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ (۱) شہر یا فناء شہر، (۲) سلطان یا اس کا نائب، (۳) ظہر کا وقت۔ پس نہیں صحیح ہے جمعہ اس سے پہلے اور باطل ہو جائے گی جمعہ کی نماز ظہر کا وقت نکل جانے سے۔**

تشریح: نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہیں پائی جائے گی تو جمعہ صحیح نہیں ہو گا۔ یعنی ادا ہی نہ ہو گا۔

(۱) جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے مصر یعنی شہر یا قصبہ (بڑا گائوں) ہونا شرط ہے۔ چھوٹے گائوں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔ مصر کی تحدید میں مشائخِ حنفیہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ مصر وہ ہے جس میں سلطان یا اس کا نائب موجود ہو۔ بعض نے کہا کہ مصر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد اس کی آبادی کے لئے کافی نہ ہو۔ بعض نے کہا جس میں بازار ہوں۔ غرض اس طرح مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ مصر کی کلی طور پر کوئی جامع مانع تعریف نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس کا مدار عرف پر ہے۔ اگر عرف میں کسی بستی کو شہر یا قصبہ سمجھا جاتا ہو تو وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں۔ (درسِ ترمذی) اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ ہمارے

زمانے کی حکومتیں چار ہزار کی آبادی کو قصبہ کا درجہ دیتی ہے اور عام طور پر ایسی جگہ دوسری شرائط بھی میسّر ہوتی ہیں۔ پس آبادی کے لحاظ سے چار ہزار یا اس کے لگ بھگ آبادی کا گائوں بڑا گائوں و قصبہ شمار کیا جانا چاہیے۔ یہ بطور تمثیل ہے نہ کہ بطور تحدید۔

اوفناءہ فناءِ مصر یعنی شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی جو شہر کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے شہر سے ملی ہوئی ہوں۔ مثلاً قبرستان، چھائونی (فوج کے رہنے کی جگہ) کچہریاں اور اسٹیشن وغیرہ۔ یہ سب فنا کہلاتی ہیں اور شہر کے حکم میں ہیں۔ ان میں نمازِ جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔(ع)

والسلطان (۲) جمعہ کے صحیح ہونے کی دوسری شرط سلطان (بادشاہِ اسلام) یا نائب سلطان کا ہونا ہے۔ نائب سلطان وہ ہے جس کو سلطان نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت یا حکم دیا ہو لہذا بادشاہ یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی شہر یا قصبہ میں ان میں سے کوئی موجود نہ ہو اور لوگ ایک شخص کو مقرر کر لیں اور وہ خطبہ و نماز جمعہ پڑھائے تو جائز ہے۔(ع)

وو‌قت الظھر (۳) تیسری شرط ظہر کا وقت ہونا۔ یعنی جمعہ کی نماز ظہر کے وقت میں صحیح ہے۔ چنانچہ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح ظہر کی نماز کا وقت اس حال میں نکل گیا کہ امام نمازِ جمعہ میں مشغول تھا تو جمعہ باطل ہو جائے گا یعنی اس کی صحت نہ اداءً باقی رہے گی نہ قضاءً ۔ بلکہ یہ نماز نفل ہو جائے گی۔ اور از سرِ نو ظہر کی قضا کرنی پڑے گی اسی طرح تشہد کی مقدار قعدہ کرنے بعد وقت نکل گیا تب بھی یہی حکم ہے اور اس نیتِ جمعہ پر ظہر کی نیت کی بنا کرنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے ظہر کی قضا کا تحریمہ باندھے۔(ع۔ح)

والخطبة قبلها بقصدها فی وقته وحضور احد لسماعها ممن تنعقد بهم الجمعة ولو واحدا فی الصحیح والاذن العام والجماعة وهم ثلاثة رجال غیر الامام ولو کانو اعبیداً اومسافرین او مرضی والشرط بقاؤهم مع الامام حتی یسجد فان نفروا بعد سجوده اتمها وحده جمعة وان نفروا قبل سجوده بطلت ولا تصح بامرأة اوصبی مع رجلین وجاز للعبد والمریض ان یؤم فیها ۔

ترجمہ : (۴) اور خطبہ جمعہ سے پہلے اس کے ارادے سے جمعہ کے وقت میں اور کسی شخص کا حاضر ہونا خطبہ سننے کے لئے ان میں سے جن سے جمعہ منعقد ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی ہو صحیح قول کے مطابق۔ (۵) اور عام اجازت۔(۶) اور جماعت اور وہ تین مرد ہیں امام کے سوا اگرچہ غلام ہوں یا مسافر ہوں یا بیمار ہوں اور ان تین کا باقی رہنا شرط ہے امام کے ساتھ سجدہ کرنے تک سو اگر چلے جائیں یہ لوگ امام کے سجدہ کے بعد تو پورا کرلے امام جمعہ کو تنہا جمعہ کی حیثیت سے اور اگر چلے جائیں امام کے سجدہ سے پہلے تو باطل ہو جائے گی جمعہ کی نماز اور نہیں صحیح ہے جمعہ ایک عورت یا ایک بچہ سے دو مردوں کے ساتھ۔ اور جائز ہے غلام اور بیمار کے لئے کہ امامت کریں جمعہ میں۔

تشریح: (۴) جمعہ کی ایک شرط خطبہ ہے چنانچہ خطبہ کے بغیر جمعہ کی نماز ادا نہ ہوگی اور خطبہ کے فرائض میں یہ ہے کہ خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہو سو اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہیں ہوگا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ خطبہ کی نیت سے لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کیا

ہو لہذا اگر چھینک آئی اور اس پر الحمد للہ کہا تو یہ خطبہ کے قائم مقام نہ ہو گا۔(ح۔ع) اسی طرح خطبہ جمعہ کے وقت میں ہو اور وہ زوال کے بعد ہے۔ چنانچہ اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھا تو جائز نہیں ہو گا۔

و حضور یہ بھی خطبہ کے فرائض میں سے ہے کہ خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھا جائے جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہو جاتا ہے یعنی عاقل بالغ مرد ہوں خواہ صرف ایک ہی ہو اور یہی صحیح ہے۔ لہذا اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جمعہ درست نہیں ہو گا۔ اور بعض کے نزدیک خطبہ میں کم از کم تین آدمیوں کا ہونا شرط ہے ورنہ خطبہ صحیح نہ ہو گا۔ اکثر فقہا اسی طرف گئے ہیں اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔(ع)

والاذن (۵) یعنی عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان جمعہ کی نماز ادا کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ایسے سب لوگوں کو آنے کی اجازت ہو جن پر جمعہ فرض ہے۔ چنانچہ ایسی جگہ جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہو گی جہاں خاص لوگ آسکتے ہوں اور ہر شخص کو آنے کی اجازت نہ ہو۔ اسی لئے اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے دروازے بند کر لیں اور نماز جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے۔(ع)

والجماعۃ (٦) جماعت کا ہونا یہ بھی جمعہ کے لئے شرط ہے۔ جماعت سے مراد امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ہے۔ اگرچہ غلام یا مسافر یا مریض ہوں بشرطیکہ خطبہ کے شروع سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود ہوں۔

فان انفروا چنانچہ اگر نماز جمعہ شروع کرنے کے بعد امام کے سجدہ کرنے کے بعد لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو امام جمعہ کی نماز پوری کرے اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے لوگ امام کو چھوڑ کر چلے گئے تو اس صورت میں جمعہ باطل ہو گیا اور اب امام از سرِ نو ظہر پڑھے گا۔

ولا تصح یعنی جمعہ کی نماز میں دو مرد ہوں اور ایک عورت یا ایک بچہ ہو تو جمعہ کی نماز صحیح نہ ہو گی بلکہ تینوں بالغ مرد ہونا ضروری ہے۔

وجاز للعبد یعنی غلام اور بیمار پر اگرچہ جمعہ فرض نہیں لیکن ان کو جمعہ میں امام بنانا جائز ہے۔

والمصر کل موضع له مفت وامیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وبلغت ابنیته منیٰ فی ظاهر الروایة و اذا کان القاضی او الامیر مفتیا اغنیٰ عن التعداد وجازت الجمعة بمنی فی الموسم للخلیفة او امیر الحجاز۔

ترجمہ : اور مصر ہر وہ جگہ ہے جس کے لئے کوئی مفتی، امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو اور اس کی عمارتیں پہنچ گئی ہوں منی کی عمارتوں کی مقدار کو ظاہر روایت کے مطابق اور جب قاضی یا امیر ہی مفتی ہو تو بے نیاز کر دے گا تعداد سے اور جمعہ جائز ہے منی میں موسم حج میں خلیفہ یا امیر حجاز کے لئے۔

تشریح: ظاہر روایت کے مطابق مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں مفتی اور امیر اور قاضی (جج) رہتا ہو جو احکام جاری کرے اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو اور اس کی کم سے کم آبادی منی کے برابر ہو، اگر امیر یا قاضی مفتی بھی ہو تو وہی کافی ہے۔ الگ اور مفتی ہو نا ضروری نہیں۔

وجازت یعنی ایام حج میں منی کے اندر جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ امیر حج وہ شخص ہو جو صوبۂ حجاز کا حاکم ہے۔ صرف حج کرانے کے لئے امیر نہ بنایا گیا ہو یا خلیفۃ المسلمین بذاتِ خود موجود ہو۔ موسمِ حج کے سوا اور دنوں میں وہاں جمعہ جائز نہیں کیونکہ وہ گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن آج کل موجودہ حیثیت کے مطابق فتویٰ ہونا چاہیے۔(ع)

وصح الاقتصار فی الخطبة علی نحو تسبیحة او تحمیدة مع الکراهة۔

ترجمہ : اور صحیح ہے اکتفاء کرنا خطبہ میں ایک تسبیح یا تحمید پر کراہت کے ساتھ۔

تشریح: یعنی خطبہ میں اگر صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا تو خطبہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن صرف اس پر اکتفا کرنا مخالفتِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہے اور یہ کراہت بعض کے نزدیک تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔(ع)

وسنن الخطبة ثمانیة عشر شیئا الطهارة وستر العورة والجلوس علی المنبر قبل الشروع فی الخطبة والاذان بین یدیه کالاقامة ثم قیامه والسیف بیساره متکئا علیه فی کل بلدة فتحت عنوة وبدونه فی بلدة فتحت صلحا واستقبال القوم بوجهه وبداء ته بحمد الله والثناء علیه بما هو اهله والشهادتان والصلوٰة علی النبی صلی علیه وسلم والعظة والتذکیر وقراءة أیة من القران۔

ترجمہ : خطبہ کی سنتیں اٹھارہ ہیں۔(۱) پاکی (۲) ستر کا چھپانا(۳) اور منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے ، (۴) اور اذان دینا امام کے سامنے اقامت کی طرح،(۵) پھر امام کا کھڑا ہونا اس حال میں کہ تلوار اس کے بائیں ہاتھ میں ہو اور وہ اس پر سہارا دیئے ہوئے ہو ہر ایسے شہر میں جو فتح کیا گیا ہو غلبہ سے اور تلوار کے علاوہ ایسے شہر میں جو فتح کیا گیا ہو صلح سے (٦) اور قوم کی طرف اپنا رُخ کرنا(۷) اور خطبہ کا شروع کرنا اللہ کی حمد سے اور اللہ کی ایسی ثنا سے جس کا وہ اہل ہے،(۸) اور شہادتین کہنا،(۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا،(۱۰)۔(۱۱) اور وعظ ونصیحت کرنا، (۱۲) اور قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا۔

تشریح: الطهارة : یعنی خطیب کا حدثِ اصغر و اکبر سے پاک ہونا۔ محدث اور جنبی کا خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اعادہ مستحب ہے چنانچہ اگر غسل کرکے خطبہ نہ لوٹائے اور جمعہ پڑھا دے یا دوسرا پاک آدمی جمعہ پڑھائے تو جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ اگرچہ مسجد میں حدث اکبر کی حالت میں داخل ہونے کا گناہ الگ ہو گا۔(ع)

سترالعورۃ یہ خطبہ کے لئے سنت ہے اگرچہ فی حد ذاتہ فرض ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اور خواہ تنہائی میں ہو۔ سوائے ضروریاتِ شرعیہ وبشریہ کے۔ پس خطبہ کے لئے ستر عورت سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بغیر خطبہ کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا۔ اگرچہ بلاستر ہونے کا گناہ الگ لازم آئے گا۔

والجلوس خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا۔

والاذان یعنی جب خطیب ممبر پر بیٹھ جائے تو دوسری اذان اس کے سامنے دینا سنت ہے جیسے اقامت خطبہ کے بعد اس کے سامنے دی جاتی ہے اور سامنے سے مراد یہ ہے کہ منبر یا امام کے بالکل سامنے ہو یا دائیں طرف یا بائیں طرف یا ایک دو صفوں کے بعد ہو اور جائز ہونے کے لئے تو ساری صفوں کے بعد مسجد کے اندر یا باہر ہونا برابر ہے۔(ع)

ثم قیامه خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھا تو بلا کراہت جائز ہے اور بلا عذر کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اور جو شہر تلوار سے فتح ہوا ہو اس میں اگر خطیب امام المسلمین یا اس کا نائب ہو تو خطبہ کے وقت اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر اس پر سہارا کرلے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤگے تو یہ تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی ہے، وہ تم سے قتال کریں گے یہاں تک کہ تم پھر اسلام کی طرف لوٹ آئو۔(ح) اور جو شہر تلوار سے فتح نہیں ہوا تو وہاں تلوار لے کر خطبہ نہ پڑھے اور یہ (تلوار پر سہارا لینا) مغل بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کے لئے مخصوص ہے۔ دوسرے خطیبوں کے لئے مشروع نہیں۔(ع)

واستقبال قوم یعنی سامعین کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا سنت ہے۔ اس کے خلاف قبلہ کی طرف منہ کرنا اور قوم کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے اور حاضرین کا خطیب کی طرف منہ کرنا اس وقت ہے جب کہ امام سامنے ہو اور اگر اس کے قریب داہنی یا بائیں طرف ہو تو اس کی طرف مڑ کر سننے کے لئے مستعد ہو کر بیٹھ جائے لیکن ہمارے زمانہ میں خواہ دائیں ہوں یا بائیں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مناسب ہے تاکہ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے خطبہ کے بعد صفیں بنانے میں حرج نہ ہو۔(ح۔ع)

والشهادتان شہادت کے دونوں کلمے یعنی اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده و رسوله کو خطبہ کے ضمن میں ادا کرنا سنت ہے۔

وقراءۃ اور قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا دونوں خطبوں کے لئے الگ الگ سنت ہے۔

وخطبتان و الجلوس بين الخطبتين و اعادة الحمد والثناء والصلوٰۃ على النبى صلى الله عليه و سلم فى ابتداء الخطبة الثانية والدعاء فيها للمؤمنين والمؤمنات بالاستغفار لهم وان يسمع القوم الخطبة و تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل و ترك شى من السنن۔

ترجمہ : اور دو خطبے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا اور حمد و ثنا اور نبی صلی علیہ وسلم پر درود کا اعادہ کرنا، دوسرے خطبہ کے شروع میں اور دعا کرنا اس میں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کی دعا کے ساتھ۔ اور یہ کہ قوم خطبہ کو سن سکے اور دونوں خطبوں کا مختصر کرنا طوال مفصل کی ایک سورت کے بقدر اور مکروہ ہے خطبہ کا طویل کرنا اور خطبہ کی سنتوں میں سے کسی کو چھوڑ دینا۔

تشریح: خطیب کا دو خطبے پڑھنا سنت ہے۔

والجلوس دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے اور بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایت میں تین آیت پڑھنے کے بقدر ہے اور مختار یہ ہے کہ اطمینان سے بیٹھ جائے اور سب اعضاء اطمینان سے اپنے مقام پر ٹھہر جائیں پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے اس سے زیادہ دیر نہ کرے۔

وان یسمع یعنی خطبہ اتنی بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے کہ لوگ سن سکیں۔

و تخفیف خطبہ کو زیادہ لمبا نہ کرنا۔ دونوں خطبے طوال مفصل کی کسی سورت کے برابر ہوں اس سے زیادہ مکروہ ہے۔

ویجب السعی للجمعة وترك البيع بالاذان الاول في الاصح و اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام ولا يرد سلاما ولا يشمت عاطسا حتى يفرغ من صلوٰته و كره لحاضر الخطبة الاكل والشرب والعبث والالتفات ولا يسلم الخطيب على القوم اذا استوى على المنبر.

ترجمہ : اور واجب ہے جمعہ کے لئے چلنا اور خرید و فروخت کا ترک کرنا پہلی اذان سے اصح قول کے مطابق اور جب نکلے امام تو نہیں جائز ہے نماز اور نہ کلام اور نہ سلام کا جواب دے اور نہ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے اور مکروہ ہے خطبہ میں حاضر ہونے والے کے لئے کھانا، پینا، کھیلنا اور اِدھر اُدھر دیکھنا اور نہ سلام کرے خطیب لوگوں کو جب ممبر پر چڑھ جائے۔

تشریح: جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی جمعہ کے لئے سعی واجب ہے اور خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کی طرف متوجہ ہونا واجب ہے۔ سعی سے مراد اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا ہے اور ان امور کو ترک کرنا ہے جو خطبہ اور نماز میں حاضر ہونے کے منافی ہیں۔ لہذا پہلی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے۔

فی الاصح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرمتِ بیع اور سعی الی الجمعہ کے واجب ہونے میں وہ اذان معتبر ہے جو منبر کے سامنے ہوتی ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے (ح) اور پہلا قول اصح ہے یعنی حرمت بیع اور سعی الی الجمعہ میں اذانِ اول معتبر ہے لہذا اذان اول کے بعد خرید و فروخت کرنا یا کسی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (ع)

واذا خرج یعنی جب امام خطبہ دینے کے لئے منبر کی طرف چلے تو ہر قسم کی نماز پڑھنا منع ہے خواہ جمعہ کی سنت ہو یا کوئی اور نفل تحیۃ المسجد وغیرہ ہو اور اگر کسی نے خطبہ شروع ہونے سے پہلے سنتِ مؤکدہ شروع کی ہوئی ہو تو راجح یہ ہے کہ خطبہ شروع ہونے پر بھی

پڑھتا رہے اور اس کو پورا کر لے۔(ع) اسی طرح کلام کرنا بھی ممنوع ہے، خواہ دنیوی کلام ہو یا دینی کلام ہو۔ یہاں تک کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا بھی منع ہے۔ البتہ ہاتھ یا سر یا آنکھوں کے اشارہ سے امرِ معروف کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن خطیب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کر سکتا ہے۔(ع) اور سلام و چھینک کا جواب نہ زبان سے دے اور نہ دل سے۔ چھینک آئے تو دل میں الحمدللہ کہہ لے اور خطبہ کے وقت سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔(ع)

و کرہ الخروج من المصر بعد النداء مالم یصل۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے شہر سے نکلنا اذان کے بعد جب تک کہ نماز نہ پڑھے۔

تشریح: جس شخص پر جمعہ پڑھنا واجب ہے اس کو زوال کے بعد شہر سے سفر کے لئے نکلنا مکروہ تحریمی ہے جب تک جمعہ نہ پڑھ لے۔ البتہ اگر زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو مکروہ نہیں۔

ومن لا جمعۃ علیہ ان اداھا جاز عن فرض الوقت۔

ترجمہ: جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر جمعہ ادا کرے گا تو کافی ہو گا وقت کے فرض کی طرف سے۔

تشریح: جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر اس نے جمعہ میں حاضر ہو کر لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نمازِ جمعہ پڑھ لے تو ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے اتر جائے گی بلکہ مسافر مرد مکلف کے لئے نمازِ جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ البتہ عورت کے لئے اپنے گھر میں نمازِ ظہر پڑھنا افضل ہے۔(ع)

ومن لا عذر لہ لو صلی الظھر قبلھا حرم فان سعی الیھا والامام فیھا بطل ظھرہ وان لم یدرکھا۔

ترجمہ: اور جس شخص کے لئے کوئی عذر نہ ہو اگر اس نے ظہر کی نماز جمعہ سے پہلی پڑھی تو حرام ہے۔ پس اگر (نماز ظہر پڑھنے کے بعد) جمعہ کے لئے سعی کی اس حال میں کہ امام جمعہ میں مشغول تھا تو اس کی ظہر باطل ہو جائے گی اگرچہ اس نے جمعہ کو نہ پایا ہو۔

تشریح: جس شخص نے جمعہ کے دن امام کے نمازِ جمعہ پڑھانے سے پہلے اپنے گھر میں ظہر پڑھی حالانکہ اس کو کوئی عذر بھی نہیں ہے تو اس کی نماز تو ہو گئی لیکن اس کا یہ فعل حرام ہے۔

فان سعی یعنی گھر میں ظہر پڑھنے کے بعد اس کو خیال آیا کہ جمعہ میں شرکت کرنی چاہیے چنانچہ وہ چل دیا اور جس وقت یہ گھر سے نکلا امام نماز میں تھا تو چلنے کے ساتھ ہی اس کی ظہر باطل ہو جائے گی۔ لہذا اگر امام کو پالے تو جمعہ پڑھے اور اگر اس کے پہونچتے پہونچتے امام نمازِ جمعہ سے فارغ ہو گیا تو چونکہ اس کی ظہر باطل ہو گئی ہے اور جمعہ کو پا سکا نہیں اس لئے ظہر کی نماز کا اعادہ کرے گا۔

و کرہ للمعذور والمسجون اداء الظهر بجماعة فی المصر یومها۔

ترجمہ :اور مکروہ ہے معذور اور قیدی کے لئے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا شہر میں جمعہ کے دن۔

تشریح: معذور مثلاً مریض، اپاہج، نابینا وغیرہ اور قیدی ان سب کو جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ پس یہ لوگ اس دن ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں۔

ومن ادرکها فی التشهد او سجود السهو اتم جمعة واللہ اعلم۔

ترجمہ :اور جو شخص پالے جمعہ کو تشہد یا سجدۂ سہو میں تو پورا کرے جمعہ کو۔

تشریح: اگر کسی نے امام کو نمازِ جمعہ کے تشہد میں پایا یا سجدۂ سہو میں پایا تو اس شخص کو جمعہ مل گیا۔ اب وہ جمعہ کی دو رکعت ہی پڑھے گا۔

(باب العیدین)

یہ باب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح: عید، عاد یعود سے ماخوذ ہے۔ اس کی جمع اعیاد آتی ہے۔ عید کو عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ بار بار لوٹ کر آتی ہے۔ ہر مذہب و ملّت میں چند ایام خوشی کے ہوتے ہیں۔ اسلام نے سال بھر میں دو یوم مقرر کئے ہیں۔ ایک شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ جس کو عید الفطر کہتے ہیں اور دوسرا ذی الحجہ کی دسویں تاریخ جس کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ پھر ان دونوں دنوں کو بھی عبادت بنا دیا گیا کہ ان کا آغاز دوگانۂ عید سے ہوتا ہے۔

صلوٰۃ العید واجبة فی الاصح علیٰ من تجب علیه الجمعة بشرائطها سوی الخطبة فتصح بدونها مع الاساءۃ کما لو قدمت الخطبة علی صلوٰۃ العید۔

ترجمہ :عید کی نماز واجب ہے اصح قول کے مطابق اس شخص پر جس پر جمعہ واجب ہوتا ہے۔ جمعہ کی شرطوں کے ساتھ، سوائے خطبہ کے پس صحیح ہو جاتی ہے خطبہ کے بغیر برائی کے ساتھ جیسے کہ اگر مقدم کر دے خطبہ کو عید کی نماز پر۔

تشریح: عید کی نماز واجب ہے یہی اصح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ ہے اور عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ فرض ہے اور جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے جو شرطیں بیان ہو چکی ہیں وہی سب عید کی نماز میں بھی ہیں۔ سوائے خطبہ کے کہ جمعہ

کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور عید کی نماز میں سنت ہے۔ چنانچہ عید کی نماز میں خطبہ ترک کر دیا تو نماز ہو گئی لیکن اس نے بُرا کیا جیسا کہ کوئی عید کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھ لے تو وہ بُرا ہے۔

وندب فی الفطر ثلاثة عشر شیئا ان یاکل وان یکون الما کول تمرا وَ وِتْراً و یغتسل و یستاك و یتطیب و یلبس احسن ثیابه۔

ترجمہ: اور مستحب ہیں عید الفطر میں تیرہ چیزیں۔ (۱) (صبح کو) کھائے، (۲) اور جو چیز کھائی جائے وہ چھوہارہ ہو، (۳) اور طاق ہو، (۴) اور غسل کرے، (۵) اور مسواک کرے، (۶) اور خوشبو لگائے، (۷) اور اپنے کپڑوں میں سے سب سے اچھے کپڑے پہنے۔

ویؤدی صدقة الفطر ان وجب علیه و یظهر الفرح والبشاشة و کثرة الصدقة حسب طاقته والتبکیر وهو سرعة الانتباه والابتکار وهو المسارعة الی المصلی و صلوٰة الصبح فی مسجد حیه ثم یتوجه الی المصلی ما شیا مکبرا سرا ویقطعه اذا انتهٰی الی المصلی فی روایة و فی روایة اذا افتتح الصلوٰة و یرجع من طریق اٰخر۔

ترجمہ: (۸) اور ادا کرے صدقۂ فطر اگر اس پر واجب ہو، (۹) اور ظاہر کرے خوشی اور بشاشت کو، (۱۰) اور زیادہ کرنا صدقہ کو اپنی طاقت کے مطابق، (۱۱) اور تبکیر یعنی سویرے اُٹھنا، (۱۲) ابتکار اور وہ عید گاہ کی طرف جلدی جانا ہے، (۱۳) اور صبح کی نماز اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا۔ پھر متوجہ ہو عید گاہ کی طرف پیدل آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے اور بند کر دے اس کو جب پہنچ جائے عید گاہ ایک روایت کے مطابق اور دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرے اور لوٹے دوسرے راستے سے۔

تشریح: صدقہ فطر کی ادائیگی کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) روزِ عید سے پہلے رمضان شریف میں یہ جائز ہے۔ (۲) عید کے دن، نماز کو جانے سے پہلے یہ مستحب ہے، (۳) عید کے دن عید کی نماز کے بعد یہ جائز ہے بلا کراہت، (۴) عید کے دن سے مؤخر کرنا گناہ ہے لیکن جب ادا کر دے گا تو گناہ نہیں رہے گا۔ (ح)

ویرجع راستہ کی تبدیلی کی مختلف حکمتیں بیان کی گئی ہیں جن کی تعداد بیس تک پہنچتی ہیں۔ ان میں صحیح ترین یہ ہے کہ اس عمل سے شعارِ اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت و شوکت کا اظہار ہے۔ (درس ترمذی)

ویکره التنفل قبل صلوٰة العید فی المصلی و البیت وبعدها فی المصلی فقط علی اختیار الجمهور۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے نفل پڑھنا عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں اور گھر میں اور عید کی نماز کے بعد فقط عید گاہ میں جمہور کے اختیار کردہ فتوی کے مطابق۔

تشریح: عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ گھر میں پڑھے یا عید گاہ میں اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن گھر آکر نفل پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

ووقت صحة صلوٰة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح او رمحين الى زوالها ۔

ترجمہ : اور عید کی نماز کے صحیح ہونے کا وقت سورج کے ایک یا دو نیزے کے بقدر بلند ہونے سے زوال تک ہے۔

تشریح: اس عبارت میں نمازِ عید کے وقت کی ابتدا اور انتہا بتائی گئی ہے۔ چنانچہ عید کی نماز کا وقت سورج کے ایک یا دو نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ نیزہ کی مقدار بارہ بالشت ہے۔ اس لئے اگر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے پہلے یا استواء کے وقت عید کی نماز پڑھیں گے تو وہ عید کی نماز نہیں ہو گی بلکہ نفل مکروہ تحریمی ہو گی۔(ع)

و كيفيه صلوتهما ان ينوى صلوٰة العيد ثم يكبر للتحريمة ثم يقرأ الثناء ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلاثا يرفع يديه فى كل منها ثم يتعوذ ثم يسمى سرا ثم يقرأ الفاتحه ثم سورة و ندب ان تكون بسبح اسم ربك الاعلى ثم يركع ۔

ترجمہ : اور دونوں عیدوں کی نماز کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے نمازِ عید کی پھر تحریمہ کی تکبیر کہے، پھر ثنا پڑھے، پھر کہے زائد تکبیریں تین مرتبہ، اُٹھائے اپنے ہاتھوں کو ہر تکبیر میں پھر اعوذ باللہ پڑھے، پھر بسم اللہ پڑھے آہستہ، پھر سورۂ فاتحہ پھر سورت پڑھے اور مستحب ہے کہ سبح اسم ربک الاعلی پڑھے پھر رکوع کرے۔

تشریح: نمازِ عید کی کیفیت یہ ہے کہ سب سے پہلے نیت کرے اور نیت ارادہ کا نام ہے۔ زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں اور اگر کہہ لے تو بہتر ہے۔ اتنا ارادہ کر لینا اور اپنے الفاظ میں اتنا زبان سے کہہ دینا کافی ہے کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ (ایضاح الاصباح) یہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر بدستور ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں۔ پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دیں۔ لیکن تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ چھوڑیں بلکہ حسبِ دستور ناف پر باندھ لیں۔ پھر امام اعوذ، بسم اللہ آہستہ پڑھ کر الحمد شریف اور اس کے بعد کوئی سورۃ جہر سے پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ سورۃ الاعلی پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں۔ پھر رکوع وسجدہ کرے اس طرح پہلی رکعت پوری ہو جائے گی۔

فاذ اقام للثانية ابتدأ بالبسملة ثم بالفاتحة ثم بالسورة و ندب ان تكون سورة الغاشية ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلاثا و يرفع يديه فيها كما فى الاولى و هٰذا اولى من تقديم تكبيرات الزوائد فى الركعة الثانية على القراءة فان قدم التكبيرات على القراءة فيها جاز ۔

ترجمہ : پس جب کھڑا ہو دوسری رکعت کے لئے تو ابتداء کرے بسم اللہ سے پھر فاتحہ پھر سورت سے اور مستحب یہ ہے کہ سورۂ غاشیہ ہو۔ پھر زائد تکبیریں کہے تین مرتبہ اور اُٹھائے دونوں ہاتھوں کو اس میں جیسا کہ پہلی رکعت میں اور یہ اولیٰ ہے تکبیرات زوائد دوسری رکعت میں قراء ت پر مقدم کرنے سے پس اگر مقدم کرے تکبیرات کو قراءت پر دوسری رکعت میں تو جائز ہے۔

تشریح: جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو امام پہلے الحمد و سورۃ کی قراءت جہر سے کرے۔ بہتر یہ ہے کہ سورۃ الغاشیہ پڑھے۔ قراءت ختم کرنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں پہلی رکعت کی طرح کہے اور تیسری تکبیر پر بھی ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور دستور کے موافق نماز پوری کرے اور دوسری رکعت میں یہ تین تکبیریں قراءت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہنا افضل اور اولیٰ ہے۔ لیکن اگر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی طرح تعوذ وتسمیہ و قرأت سے پہلے کہہ لے گا تب بھی جائز ہے۔

ثم یخطب الامام بعد الصلوۃ خطبتین یعلم فیهما احکام صدقۃ الفطر ۔

ترجمہ : پھر پڑھے امام نماز کے بعد دو خطبے، سکھلائے ان دونوں میں صدقۂ فطر کے احکام۔

تشریح: نماز عید سے فارغ ہو کر امام دو خطبے پڑھے گا اور خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام بتلائے گا یعنی صدقۂ فطر کس پر واجب ہے اور کس کے واسطے واجب ہے اور کب واجب ہے اور کس قدر واجب ہے اور کس چیز سے واجب ہے۔ ان مسائل کی تفصیل صدقۂ فطر کے بیان میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

ومن فاتته الصلوۃ مع الامام لا یقضیها و تؤخر بعذر الی الغد فقط ۔

ترجمہ : جس شخص کی عید کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جائے نہیں قضا کرے گا اس کی اور موٴخر کی جاسکتی ہے عید کی نماز کسی عذر کی وجہ سے صرف اگلے روز تک۔

تشریح: امام اگر عید کی نماز ادا کر چکا اور ایک آدمی باقی رہ گیا اس نے عید کی نماز ادا نہیں کی ہے تو اس کو قضا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

و تؤخر اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز عید کے دن ادا نہیں ہوئی مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور باہر کے یا وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی زوال کے بعد دی تو ایسی صورت میں عید کی نماز دوسرے روز پڑھی جائے گی، اگر کسی وجہ سے دوسرے روز نہ پڑھی گئی تو تیسرے دن نہیں پڑھ سکتے۔

و احکام الاضحی کالفطر لکنه فی الاضحیٰ یؤخر الاکل عن الصلوۃ و یکبر فی الطریق جهرا و یعلم الاضحیۃ و تکبیر التشریق فی الخطبۃ و تؤخر بعذر الی ثلاثه ایام۔

ترجمہ : اور عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں۔ لیکن عید الاضحی میں موٴخر کرے گا کھانے کو نماز سے اور تکبیر پڑھے گا راستہ میں آواز سے اور سکھلائے گا امام قربانی اور تکبیرِ تشریق کو خطبہ میں اور موٴخر کی جاسکتی ہے نمازِ عید عذر کی وجہ سے تین دن تک۔

تشریح: عید الفطر کے احکام یعنی مستحبات وغیرہ جو بیان کئے وہی عید الاضحی کے بھی ہیں۔ البتہ چند باتوں میں فرق ہے کہ عید الاضحی میں مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز تک کچھ نہ کھائے بلکہ نماز کے بعد کھائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ سب سے پہلے اپنی قربانی کا گوشت کھائے۔ دوسرا یہ کہ عید الاضحی میں عید گاہ جاتے ہوئے بآواز بلند تکبیر کہے اور تیسرا یہ کہ عید الاضحی کے دونوں خطبوں میں لوگوں کو قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام سکھلائے۔ یعنی قربانی کس پر واجب ہے اور کن جانوروں کی قربانی واجب ہے اور ان کی عمریں کتنی ہونی چاہیے اور قربانی کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کون ذبح کرے اور گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے۔ یہ سب سکھلائے اور تکبیر تشریق کب سے کب تک پڑھی جائے گی یہ بھی بتائے۔ تشریق کے لغوی معنی گوشت کے ٹکڑے بنا کر دھوپ میں سکھانا ہے۔ چونکہ ان تین دنوں میں (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذی الحجہ) قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھانے کا طریقہ چلا آرہا ہے اسی لئے ان دنوں کا نام ایام تشریق رکھ دیا گیا۔ پھر تکبیر کی اضافت اس کی طرف کر دی گئی کہ تکبیر ایام التشریق (ط)

وتؤخر اگر عید الاضحی کی نماز کسی عذر کی وجہ سے (مثلاً سخت بارش برس رہی تھی) نہیں پڑھی گئی تو دوسرے دن گیارہویں تاریخ کو پڑھیں اور اگر گیارہویں تاریخ میں عذر باقی رہا تو بارہویں کو پڑھ لیں اور اگر اس میں بھی عذر موجود ہو تو اس کی بعد تاخیر کی اجازت نہیں ہے۔ پس قربانی کے تین روز تک ہر روز آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک عید کی نماز کا وقت رہے گا۔

والتعریف لیس بشئی۔

ترجمہ : اور عرفہ منانا کوئی شی نہیں ہے۔

تشریح: تعریف۔ اہلِ عرفہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے یعنی عرفہ کے دن لوگ کسی میدان میں جمع ہو کر حاجیوں کی طرح دُعا کریں اور تضرع کریں تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ثواب مرتب ہو بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس حکم کو ترجیح ہے تاکہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہو۔ (ع)

ویجب تکبیر التشریق من بعد فجر عرفة الی عصر العید مرة فور کل فرض ادی بجماعة مستحبة علی امام مقیم بمصر و علی من اقتدی ولو کان مسافرا او رقیقا اوانثی عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا یجب فور کل فرض علی من صلاه ولو منفردا او مسافرا او قرویا الی عصر الخامس من یوم عرفة وبه یعمل و علیه الفتوی۔

ترجمہ : اور واجب ہے تکبیر تشریق عرفہ کی فجر کے بعد سے عید کی عصر تک ایک مرتبہ ہر ایسی فرض نماز کے بعد جو ادا کی گئی ہو مستحب جماعت سے ایسے امام پر جو شہر میں مقیم ہو اور اس شخص پر جس نے اقتدا کی اگرچہ مقتدی مسافر ہو یا غلام ہو یا عورت ہو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تشریق واجب ہے ہر فرض نماز کے بعد اس شخص پر جس نے اس فرض نماز کو پڑھا ہو اگرچہ وہ منفرد ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو عرفہ کے دن (۹۔ ذی الحجہ) سے پانچویں دن (۱۳۔ ذی الحجہ) کی عصر تک اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح: تکبیر تشریق کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کا وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے دسویں ذی الحجہ کی عصر تک ہے یعنی دسویں کی عصر کے بعد تکبیر کہہ کر ختم کردے۔ یہ کُل آٹھ نمازیں ہوئیں اور اس تکبیر کا بلند آواز سے ایک بار کہنا واجب ہے اور ذکر سمجھ کر دو یا تین بار کہنا افضل ہے۔(ع)

فور کل: یعنی یہ تکبیر ایسی فرض نماز کے بعد واجب ہے جو مستحب طریقہ پر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہو اور وہ امام شہر کے اندر مقیم ہو اور اس پر بھی واجب ہے جو امام کی اقتداء کرے ان شرائط کے ساتھ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) وہ نماز فرض ہو، لہٰذا نمازِ جنازہ، وتر اور نفل کے بعد تکبیر واجب نہیں۔

(۲) فرض کے بعد فوراً ہو، چنانچہ اگر فرض نماز کے بعد کوئی دوسرا عمل پایا گیا مثلاً مسجد سے نکل گیا یا باتوں میں مشغول ہو گیا تو یہ تکبیر ساقط ہو جائے گی۔

(۳) وہ فرض مستحب جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہو، لہٰذا منفرد پر بھی واجب نہیں۔ مستحب کی قید لگائی۔ لہٰذا اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی تو ان پر تکبیر واجب نہیں۔

(۴) مقیم ہو پس مسافر پر واجب نہیں۔

(۵) شہر کے اندر ہو، لہٰذا گائوں کے رہنے والے پر واجب نہیں۔

وعلی من اقتدی یعنی اگر مسافر یا گائوں کا رہنے والا یا عورت یا غلام کسی ایسے شخص کا مقتدی ہو جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔

وقالا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ہر اس شخص پر تکبیر واجب ہے جو فرض نماز پڑھے، خواہ جماعت سے یا اکیلے، مسافر ہو یا مقیم ہو، شہری ہو یا دیہاتی، اور اس کا وقت عرفہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہے۔ یہ ۲۳ نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے اور ہر زمانہ میں سب شہروں میں اس پر عمل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ولا بأس بالتکبیر عقب صلوٰۃ العیدین والتکبیر ان یقول اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے عیدین کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں اور تکبیر یہ ہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔

تشریح: تکبیر کے یہ کلمات سیدنا حضرت ابراہیمؑ سے منقول ہیں۔ اور ان کلمات کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم نے جب اپنے لختِ جگر کو زمین پر لٹایا تو باری تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو دنبہ لے کر بھیج دیا اور حضرت جبرئیل نے آکر حضرت ابراہیمؑ کی

حکمِ خداوندی میں عجلت کو دیکھا تو بے اختیار پہلا جملہ (اللہ اکبر اللہ اکبر) فرمایا تھا اور دوسرا جملہ (لا الہ الا اللہ واللہ اکبر) خلیل اللہ کی زبان سے حضرت جبرئیلؑ کی آمد پر نکلا ہے، اور تیسرا جملہ (اللہ اکبر وللہ الحمد) خود ذبیح اللہ یعنی حضرت اسماعیلؑ کا ہے۔

(باب صلوٰۃ الکسوف والخسوف والافزاع)

سورج گہن اور چاند گہن اور خطروں کے وقت کی نماز کا بیان

تشریح: کسوف کے لغوی معنی تغیر کے ہیں۔ پھر عرفاً یہ لفظ سورج گرہن کے ساتھ خاص ہو گیا اور خسوف چاند گرہن کو کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے کی وجہ سے ان کو گہن نہیں لگتا اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کو گہن لگتا ہے۔ سو جب تم ان کو گہن میں دیکھو تو اللہ تعالی سے دعا مانگو اور تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور خیرات کرو۔ لہٰذا کسوف اور خسوف اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا مظہر ہیں۔ اس لئے اس کی عظمت و جلال کے اعتراف کے لئے نماز مشروع ہوئی۔ اور افزاع فزع کی جمع ہے۔ جس کے معنی خوف و گھبراہٹ کے ہیں۔ جیسے زلزلہ یا سخت اندھیرا چھا جائے۔

سن رکعتان کهیئة النفل لكسوف بامام الجمعة او مامور السلطان بلا اذان اولا اقامة ولاجهر ولا خطبة بل ينادى الصلوٰة جامعة۔

ترجمہ : دو رکعت مسنون ہیں نفل کی طرح سورج گرہن کے لئے امام جمعہ یا سلطان کے مامور کے پیچھے بغیر اذان واقامت کے اور بغیر جہر اور بغیر خطبہ کے بلکہ یہ آواز لگائی جائے۔ الصلوٰۃ جامعة۔

تشریح: سورج گہن کے وقت دو رکعت نماز ادا کرنا سنت ہے۔ چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اس سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ (ح) اور اس کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے بشرطیکہ امام یعنی بادشاہِ وقت یا اس کا نائب ہو۔ ہر امامِ مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔ عورتیں اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ نیز چھوٹے چھوٹے گائوں میں لوگ اکیلے اکیلے یہ نماز پڑھیں۔ (ع) اور سورج گرہن کی نماز عام نفل کی طرح ہے یعنی جس طرح نفل بِلا اذان واقامت کے ادا کی جاتی ہے یہ بھی بِلا اذان واقامت ادا کی جائے گی اور اس نماز میں قراءت جہر (بلند آواز) سے نہ کی جائے۔ بلکہ آہستہ پڑھے اور اس میں خطبہ بھی نہیں ہے۔ اگر لوگوں کو جمع کرنا ہو تو ان لفظوں میں پکارا جائے الصلوٰۃ جامعة۔ یا مقامی زبان میں اعلان کر دیا جائے کہ نماز تیار ہے۔

وسن تطويلهما وتطويل ركوعها وسجودها۔

ترجمہ : اور مسنون ہے ان رکعتوں کو طویل کرنا اور ان کے رکوع و سجود کو طویل کرنا۔

تشریح: دونوں رکعتوں میں طویل قراءت کرنا مسنون ہے۔ لہٰذا اگر یاد ہو تو سورۂ بقرہ واٰلِ عمران جیسی بڑی سورتیں پڑھے اور رکوع وسجود بھی لمبا کرے۔

ثم یدعو الامام جالساً مستقبل القبلة ان شاء او قائماً مستقبل الناس و هو احسن ویؤمنون علی دعائه حتی یکمل انجلاء الشمس۔

ترجمہ : **پھر امام دعا مانگے بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اگر چاہے یا کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رُخ کر کے اور یہ (لوگوں کی طرف رُخ کر کے) بہتر ہے اور آمین کہتے رہیں نمازی امام کی دعا پر یہاں تک کہ آفتاب کامل طور پر کھل جائے۔**

تشریح: نماز کے بعد آفتاب روشن ہونے تک دعا کی جائے۔ نماز میں طول کرنا اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں طول کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں طرح جائز ہے۔ تاکہ گہن کا وقت نماز و دعا میں پورا ہو جائے۔ اب اس دعا میں امام کو اختیار ہے خواہ قبلہ کی طرف بیٹھ کر دعا مانگے خواہ کھڑے ہو کر قوم کی طرف منہ کر کے دعا مانگے اور لوگ اس کی دعا پر آمین کہتے رہیں۔ یہی دوسری صورت بہتر ہے۔

وان لم یحضر الامام صلوا فرادیٰ کالخسوف والظلمة الهائلة نهاراً او الریح الشدیدة والفزع۔

ترجمہ : **اور اگر امام موجود نہ ہو تو تنہا تنہا نماز پڑھ لیں جیسے کہ چاند گہن میں اور دن میں خوفناک تاریکی میں اور سخت ہوا اور پریشانی میں۔**

تشریح: اگر امامِ جمعہ موجود نہ ہو تو لوگ جماعت نہ کریں بلکہ جُدا جُدا مسجدوں یا گھروں میں پڑھ لیں جس طرح خسوف کی نماز بغیر جماعت کے دو رکعتیں تنہا تنہا پڑھی جاتی ہیں اور دن میں سخت تاریکی کے وقت اور دن میں یا رات میں سخت آندھی کے وقت اور زلزلے آئیں یا بجلیاں گریں اس وقت ان حوادث کے دفعیہ کی نیت سے دو رکعت نماز اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں یا مساجد میں پڑھی جانی چاہیے۔

(باب الاستسقاء)

استسقاء کے احکام کا بیان

تشریح: استسقاء کے لغوی معنی بارش طلب کرنا اور شریعت میں استسقاء کے معنی خشک سالی کے وقت اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے لئے کیفیت مخصوصہ کے ساتھ استغفار و دعا کرنا ہے اور یہ استسقاء ایسے مقام پر مشروع ہے جہاں تالاب، نہریں اور ایسے کنویں نہ ہوں جن سے لوگ پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں کو پانی دیں یا یہ چیزیں ہوں مگر ان کی ضرورت کو کافی نہ ہوں اور اگر یہ چیزیں ہوں تو لوگ استسقاء کے لئے نہیں نکلیں گے کیوں کہ استسقاء شدت ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔ (ع)

له صلوٰة من غير جماعة وله استغفار۔

ترجمہ : استسقاء کے لئے نماز ہے بغیر جماعت کے اور اس کے لئے (محض) استغفار بھی ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء میں جماعت کے ساتھ کوئی نماز مسنون نہیں ہے۔ البتہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ یہی صحیح ہے۔ کیوں کہ احادیث و اثار سے اس کا کبھی پڑھنا اور کبھی نہ پڑھنا بلکہ صرف دعا اور استغفار کرنا ثابت ہوتا ہے۔ لہذا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور ﷺ سے جو طریقے مروی ہیں ان میں سے جو بھی طریقہ اختیار کر لیا جائے گا اس سے سنت ادا ہو جائے گی اور وہ مروی طریقے نماز باجماعت یا اکیلے اکیلے نماز یا صرف دعا و استغفار ہے۔ بعض متعصبین نے جو امام صاحب کی طرف نماز باجماعت کا بدعت ہونا منسوب کیا ہے وہ غلط ہے۔ اس لئے کہ امام صاحب کے اس قول (کہ استسقاء میں کوئی نماز مسنون نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ سنتِ استسقاء صرف نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ محض دعا و استغفار سے بھی یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ صلوٰۃ استسقاء غیر مسنون ہے۔ (درسِ ترمذی) اور صاحبین کے نزدیک یہ نماز جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ چنانچہ امام عید کی نماز کی طرح اذان و اقامت کے بغیر دو رکعت نماز استسقاء پڑھائے۔ دونوں رکعتوں میں جہر کرے۔ تکبیرات زائد کہنے میں اختلاف ہے۔ لیکن مشہور روایت کی بنا پر نہ کہے۔ (ع)

ويستحب الخروج له ثلاثة ايام مشاة فى ثياب خلقة غسيلة او مرقعة متذللين متواضعين خاشعين الله تعالى ناكسين رؤسهم مقدمين الصدقة كل يوم قبل خروجهم۔

ترجمہ : اور مستحب ہے استسقاء کے لئے نکلنا تین دن پیدل پرانے کپڑوں میں جو دھلے ہوئے ہوں یا پیوند لگے ہوئے ہوں اس حال میں کہ عاجزی، تواضع اور خشوع ظاہر کر رہے ہوں اللہ کے سامنے، اپنے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں، روزانہ نکلنے سے پہلے صدقہ دے رہے ہوں۔

تشریح: مستحب یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ برابر تین دن تک استسقاء کے لئے باہر جنگل کی طرف جائے۔ تین روز سے زیادہ نہیں کیوں کہ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ سب پیدل ہوں اور بغیر دُھلے ہوئے کپڑے یعنی معمولی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنیں اور اللہ تعالی کے سامنے ذلت کی صورت بنائیں، عاجزی و انکساری و تواضع کرتے ہوئے (تینوں الفاظ قریب المعنی ہیں) سروں کو جھکائے ہوئے چلیں اور ہر روز نکلنے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات بھی کر دیں اور حقوق والوں کے حقوق ادا کریں یا معاف کرائیں۔ اگر امام نہ نکلے تو لوگوں کو نکلنے کے لئے کہے اور اگر لوگ اس کی اجازت کے بغیر نکلیں تب بھی جائز ہے۔

ويستحب اخراج الدواب والشيوخ الكبار والاطفال۔

ترجمہ : اور مستحب ہے جانوروں اور بڑے بوڑھوں اور بچوں کا لے جانا۔

تشریح: جانوروں کو بھی ساتھ لے جانا مستحب ہے کیوں کہ کبھی بارش ان ہی کے سبب سے عنایت ہوتی ہے۔(ع) اسی طرح بوڑھے مرد اور بچوں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ غرض کہ رحمتِ الٰہی کے متوجہ ہونے کے تمام اسباب مہیا کریں۔

و فی مکة و بیت المقدس ففی المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ یجتمعون و ینبغی ذالك ایضا لاھل مدینة النبی ﷺ ۔

ترجمہ: اور مکہ و بیت المقدس والے مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ میں جمع ہوں اور یہی مناسب ہے نبی کریم ﷺ کے شہر والوں کے لئے۔

تشریح: مکہ معظمہ کے لوگ استسقاء کے لئے مسجدِ حرام میں جمع ہوں گے اور بیت المقدس کے لوگ مسجدِ اقصیٰ میں اور مدینہ منورہ کے لوگ بھی مسجدِ نبوی ﷺ میں جمع ہوں گے اور باقی جگہوں کے لوگ بستی کے باہر میدان میں جائیں گے۔ حرمین شریفین میں بوقت ضرورت اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ویقوم الامام مستقبل القبلة رافعا یدیه والناس قعود مستقبلین القبلة یؤمنون علی دعائه یقول اللھم اسقنا غیثا مغیثا ھنیئا مریئا مریعا غدقا مجللا سحا طبقا دائما وما اشبه سرا اوجھرا و لیس فیه قلب رداء ولا یحضرہ ذمی۔

ترجمہ: اور کھڑا ہو امام اس حال میں کہ قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہو اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر اور لوگ بیٹھے رہیں قبلہ کی طرف منہ کر کے آمین کہتے رہیں اس کی دعا پر، امام یہ دعا پڑھے:- اے اللہ! ہمیں سیر اب کر دے ایسی بارش سے جو سختی سے نجات دینے والی ہو، مبارک ہو، خوش گوار ہو، شاداب کر دینے والی ہو، موسلا دھار ہو، چھا جانے والی، تیز، زمین کو گھیر نے والی، ہمیشہ نفع دینے والی ہو اور جو دعا اس کے مشابہ ہو آہستہ یا آواز سے اور نہیں ہے استسقاء میں چادر کا پلٹنا اور نہ آئے اس میں ذمی۔

تشریح: اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کیونکہ دعا میں قبلہ کی طرف منہ کرنا افضل اور اقرب الی الاجابه ہے۔(ط) اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے بلکہ ہاتھوں کو خوب بلند کرے کیونکہ کوئی مطلب جس کے لئے دعا کی جائے جتنا دشوار اور بھاری ہو اس میں ہاتھوں کا اُٹھانا بھی اتنا بلند ہونا چاہیے۔(ع) اور لوگ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھیں رہیں اور امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں اور امام مذکورہ دعا پڑھے یا جو الفاظ اس کے مانند ہوں پڑھے مثلاً۔ اللھم اسق عبادك و بھیمتك وانشر رحمتك واحی بلدك المیت (ع)

ولیس فیه صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک استسقاء کی نماز کے بعد امام خطبہ دے گا۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو خطبے دے گا اور دونوں کے درمیان جلسہ بھی کرے گا مثل جمعہ کے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک خطبہ دے گا اور جب کچھ خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے اور یہ چادر کا پلٹنا تفاؤلاً ہے کہ جس حالت میں آئے تھے اُس حالت میں واپس نہیں جائیں گے۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(ع) اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں اور امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء میں چادر پلٹنے کا عمل مسنون نہیں ہے۔(ط) اور چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کرلے۔ اس طرح پر کہ دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے جا کر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور بائیں ہاتھ سے دائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرے کہ دائیں ہاتھ والا سرا دائیں کندھے پر آجائے اور بائیں ہاتھ والا سرا بائیں کندھے پر آجائے۔ پس اس طرح دایاں کونہ بائیں طرف اور بایاں دائیں طرف اور اوپر کا رُخ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو جائے گا۔(ع)

ولا یحضرہ یعنی استسقاء میں ذمی کافر کو ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ مسلمانوں کا نکلنا نزولِ رحمت کی دعا کے لئے ہے اور کافروں پر لعنت اترتی رہتی ہے۔(ح)

(باب صلوٰۃ الخوف)

خوف کی نماز کا بیان

تشریح: صلوٰۃ الخوف نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مشروع تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد اس کی مشروعیت باقی رہنے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز اب بھی جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی۔ البتہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ خوف کے موقع پر دو جماعتیں الگ الگ کرلی جائیں۔ ہاں اگر تمام لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مصر ہوں تب صلوٰۃ خوف کی اجازت ہے۔ (درسِ ترمذی) جیسا کہ خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے اخیر میں اس کی صراحت کی ہے۔ بہر حال یہ کوئی الگ نماز نہیں ہے۔ بلکہ جہاد کرتے وقت جب فرض نماز کا وقت آجائے اور سب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دشمن کے حملہ کرنے کا خوف ہو یا کسی اور دشمن سے یہ خطرہ ہو اور سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا چاہیں تو جماعت کے دو گروہ کرکے جماعت سے نماز پڑھی جائے جس کی ترکیب آگے آرہی ہے۔(ع)

ھی جائزۃ بحضور عدو و بخوف غرق او حرق۔

ترجمہ : صلوٰۃ خوف جائز ہے، دشمن کے موجود ہونے سے اور ڈوبنے یا جلنے کے خوف سے۔

تشریح: صلوٰۃ خوف کے جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ دشمن موجود ہو یعنی ایسا قریب اور سامنے ہو کہ نظر آرہا ہو اور یقین کے ساتھ یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت میں مشغول ہوں گے تو وہ حملہ کر دے گا لہذا اگر دشمن دور ہو تو نماز خوف جائز نہیں ہو گی۔ یہاں پر دشمن سے مراد یہ ہے کہ وہ خواہ انسان ہو جیسے کفار وغیرہ یا درندہ جانور یا اژدہا وغیرہ بڑا سانپ ہو۔ اسی طرح اگر کہیں سیلاب

آیا ہو اور سب کے ایک ساتھ جماعت میں مشغول ہونے سے ڈوبنے کا خوف ہو یا کہیں سخت آگ لگی ہوئی ہو اور وہ پھیلتی جا رہی ہو ایسے موقع پر سب کے ایک ساتھ جماعت میں مشغول ہو جانے سے جلنے کا خوف ہو تو صلوٰۃ خوف جائز ہے۔

واذا تنازع القوم فی الصلوٰۃ خلف امام واحد فیجعلھم طائفتین واحدۃ بازاء العدو و یصلی بالاخری رکعۃ من الثنائیۃ و رکعتین من الرباعیۃ او المغرب و تمضی ھٰذا الی العدو مشاۃ وجاء ت تلک فصلی بھم ما بقی و سلم وحدہ فذھبوا الی العدو ثم جاء ت الاولی واتموا بلا قراءۃ وسلموا و مضوا ثم جاء ت الاخری ان شاء و اصلوا ما بقی بقراءۃ۔

ترجمہ : **اور جب جھگڑا کریں لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو امام ان کو دو جماعت کر دے، ایک دشمن کے مقابلے میں ہو اور پڑھائے دوسری کو ایک رکعت، دو رکعت والی نماز میں، اور دو رکعت چار رکعت والی یا مغرب کی نماز میں، پھر چلی جائے یہ دشمن کی طرف پیدل، اور وہ آجائے سو ان کو باقی نماز پڑھا دے اور امام سلام پھیر دے تنہا۔ پھر چلے جائیں یہ لوگ دشمن کی طرف، پھر پہلی جماعت آجائے اور پوری کر لے (اپنی باقی ماندہ نماز) بغیر قراءت کے اور سلام پھیر دے اور چلی جائے پھر دوسری جماعت آئے اگر چاہے (ورنہ اپنی اپنی جگہ پر) باقی نماز پڑھ لے قراءت کے ساتھ۔**

تشریح: صلوٰۃ الخوف کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کریں مثلاً ان میں کوئی بزرگ شخصیت ہے کہ سب ان ہی کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ امام لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دے ایک گروہ کو دشمن کے مقابلے میں کھڑا کر دے (یہ گروہ نمبر ۲ ہے) اور ایک گروہ کو دو رکعت والی نماز مثلاً فجر یا نمازِ قصر میں ایک رکعت اور چار رکعت والی اور مغرب میں دو رکعت پڑھائے، (گروہ نمبر ۱ ہے)۔ اب اگر فجر یا قصر نماز ہو تو جب امام ایک رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو یہ گروہ پیدل چل کر دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور گروہ نمبر دو آجائے اور امام اتنی دیر بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرتا رہے اور ان کے آنے پر کھڑا ہو کر دوسری رکعت شروع کر دے۔ یہ گروہ امام کے پیچھے دوسری رکعت ادا کرے اور امام کے ساتھ تشہد میں بیٹھے۔ جب امام سلام پھیر دے تو یہ گروہ سلام نہ پھیرے بلکہ اُٹھ کر دشمن کے مقابلہ پر جائے اور وہ گروہ نمبر (۱) نماز کی جگہ پر واپس آکر دوسری رکعت لاحقانہ یعنی بغیر قراءت کے پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔ لیکن اس گروہ کا نماز کی جگہ پر واپس آنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ چاہیں تو وہیں اپنی جگہ پر بھی باقی نماز پوری کر سکتے ہیں۔ (م) پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور گروہ نمبر (۲) اگر چاہے تو نماز کی جگہ پر واپس آکر یا اپنی جگہ پر ایک رکعت فرداً فرداً قراءت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے۔ پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر چار رکعت والی یا مغرب ہو تو امام گروہ نمبر (۱) کو دو رکعتیں پڑھائے اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے۔ پھر تشہد پڑھنے کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابلے پر جائے۔ اور گروہ نمبر (۲) آئے اور امام اتنی دیر بیٹھ کر ان کا انتظار کرے۔ پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ گروہ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلے پر جائے باقی ترتیب اوپر کی طرح ہے۔

وان اشتد الخوف صلوا رکباناً فرادیٰ بالایماء الی ایّ جھۃ قدروا ولم تجز بلا حضور عدو و یستحب حمل السلاح فی الصلوٰۃ عند الخوف وان لم یتنازعوا فی الصلوٰۃ خلف امام واحد فالافضل صلوٰۃ کل طائفۃ بامام مثل حالۃ الامن۔

ترجمہ: اور اگر خوف زیادہ ہو جائے تو نماز پڑھیں سوار ہو کر تنہا تنہا اشارہ کے ساتھ جس جہت پر قادر ہوں۔ اور نمازِ خوف بغیر دشمن کی موجودگی کے جائز نہیں ہے اور مستحب ہے خوف کے وقت نماز میں ہتھیار اُٹھانا اور اگر نہ جھگڑا کریں لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر تو افضل ہے ہر جماعت کی نماز علیحدہ امام کے ساتھ امن کی حالت کی طرح۔

تشریح: یعنی اگر دشمن کا خوف اس قدر شدید ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کو سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہیں دیتے تو ایسی صورت میں سواری پر بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدے کے اشارے کے ساتھ تنہا تنہا نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اور قبلہ کی طرف رُخ نہ کر سکتے ہوں تو جس سمت کی طرف ممکن ہو نماز پڑھ لیں۔ یہاں پر فرادیٰ کی قید لگائی اس لئے کہ سوار ہونے کی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر دو یا زیادہ آدمی ایک سواری پر ہوں تو اتحاد مکان کی وجہ سے اقتداء صحیح ہو جائے گی۔(ح۔ع)

ولم تجز نمازِ خوف اسی وقت جائز ہے جب کہ دشمن سامنے ہو، اگر دشمن دور ہو تو نمازِ خوف جائز نہیں۔

ویستحب نماز خوف میں ہتھیار اُٹھائے رہنا مستحب ہے۔ واجب نہیں۔

وان لم یتنازعوا یعنی اگر لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مصر نہ ہوں تو افضل یہ ہے کہ ایک امام ایک گروہ کو پوری نماز پڑھا دے اور ان کو دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیج دے اور دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابلے پر تھا ان میں سے ایک شخص کو حکم دے کہ وہ ان کو پوری نماز پڑھا دے۔ گویا امن کی حالت کی طرح دونوں گروہ دو اماموں کے پیچھے الگ الگ جماعت کر لیں۔

(باب احکام الجنائز)

جنازوں کے احکام کا بیان

تشریح: جنازہ جیم کے فتحہ کے ساتھ میت کو کہتے ہیں۔ اور کسرہ کے ساتھ اس چارپائی کو کہتے ہیں جس پر میت کو رکھا جاتا ہے۔ بعض نے اس کے برعکس کہا ہے۔(ح۔ع)

یسن توجیہ المحتضر للقبلۃ علی یمینہ وجاز الاستلقاء ویرفع راسہ قلیلا۔

ترجمہ: مسنون ہے قریب المرگ کو قبلہ رو کر دینا داہنی کروٹ پر اور چت لِٹانا بھی جائز ہے اور اس کا سر ذرا سا اُٹھا دیا جائے۔

تشریح: مرنے والے شخص کو محتضر کہا یا تو اس لئے کہ موت اس کے پاس حاضر ہوتی ہے یا موت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ بہر حال جب کوئی شخص قریب الموت ہو اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں مثلاً سانس اُکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ناک ٹیڑھی ہو جائے وغیرہ تو مسنون یہ ہے کہ مرنے والے کو دائیں کروٹ پر قبلہ رُو کر دیا جائے اور چت لٹانا بھی جائز ہے اس صورت میں اس کے پاؤں قبلہ کی طرف اور سر مشرق کی طرف ہو گا۔ اور اس کو پسندیدہ کہا ہے کیونکہ یہ کیفیت روح نکلنے کے واسطے بہت آسان ہے۔ (ہدایہ) لیکن اس صورت میں مرنے والے کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ دی جائے تا کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ آسمان کی طرف نہ رہے۔

ویلقن بذکر الشھادتین عندہ من غیر الحاح و لا یؤمر بھا و تلقینہ فی القبر مشروع و قیل لا یلقن و قیل لا یؤمر بہ ولا ینھٰی عنہ۔

ترجمہ: اور تلقین کی جائے شہادتین کے دونوں کلموں کی اس کے پاس بغیر اصرار کے اور اس کو حکم نہ کیا جائے اور اس کو تلقین کرنا قبر میں مشروع ہے اور کہا گیا ہے کہ تلقین نہ کی جائے اور کہا گیا ہے کہ نہ پڑھنے کا حکم کیا جائے اور نہ اس کو روکا جائے۔

تشریح: مرنے والے کو شہادتین کی تلقین کرنا مستحب ہے۔ (ح) اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ نزع کے وقت اس کے پاس بیٹھ کر باآواز بلند اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کرے تا کہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھ لے اور اس کو یوں نہ کہے کہ تو پڑھ اور اس سے کہلوانے میں اصرار نہ کرے اس لئے کہ یہ وقت اس پر انتہائی سخت ہے۔ کہیں جھڑک نہ دے یا انکار نہ کر دے اور جب ایک بار پڑھ لے تو چپ ہو جائے یہ کوشش نہ کرے کہ وہ بار بار کہتا رہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ آخری کلام جو اس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ مبارکہ ہو۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (ع)

و تلقینہ موت کے بعد قبر میں میت کو تلقین کرنے کے بارے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تین قول بیان کئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر تلقین مشروع ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قبر میں تلقین غیر مشروع ہے، لہٰذا اس سے منع کیا جائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ تلقین کرتے ہیں ان کو منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں، اور جو نہیں کرتے ان کو اس کی ہدایت نہ کی جائے اگر مومن مرا ہے تو اس کو تلقین کی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین اس کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بہر حال عمل دونوں پر ہے یعنی موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی (ع) اور دفن کے بعد تلقین کی صورت یہ ہے کہ جب عام آدمی دفن کر کے چلے جائیں تو کچھ خاص خاص آدمی تین مرتبہ یہ کہیں کہ فلاں بن فلاں کہو لا الٰہ الا اللہ پھر تین مرتبہ کہیں کہ اے فلاں کہدو کہ میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (ایضاح الاصباح)

ویستحب لاقرباء المحتضر و جیرانہ الدخول علیہ و یتلون عندہ سورۃ یٰسین و استحسن سورۃ الرعد و اختلفوا فی اخراج الحائض والنفساء من عندہ۔

ترجمہ : اور مستحب ہے قریب الموت کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے اس کے پاس آنا اور اس کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کریں اور اچھا سمجھا گیا ہے سورۂ رعد کو اور اختلاف کیا ہے حائضہ اور نفساء کو اس کے پاس سے نکالنے کے بارے میں۔

تشریح: قریب الموت کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت مستحب ہے۔ اس سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔(ع) ایک حدیث میں ہے کہ جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے وہ سیر اب ہو کر مرتا ہے اور اپنی قبر میں سیر اب ہو کر داخل ہوتا ہے۔(ح۔ع) اور سورۂ رعد کا پڑھنا مستحسن ہے کہ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔(ع) اور حیض و نفاس والی عورتوں کو وہاں سے ہٹا دینے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اولیٰ و غیر اولیٰ ہونے میں ہے۔ وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ بعض فرماتے ہیں کہ ان کو وہاں سے ہٹا دینا یا ان کا خود ہٹ جانا اولیٰ ہے کیونکہ ان کے ہونے سے ملائکہ رحمت نہیں آتے اور بعض کے نزدیک حائضہ و نفساء اس کے پاس حاضر ہو سکتی ہیں کیونکہ شفقت و ضرورت کی وجہ سے ان کو وہاں سے نکالنا ممکن نہیں۔(ح۔ع)

فاذا مات شد لحياه و غمض عيناه و يقول مغمضه بسم الله و على ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم يسر عليه امره و سهل عليه ما بعده و اسعده بلقائك و اجعل ما خرج اليه خيرا مما خرج عنه و يوضع على بطنه حديدة لئلا ينتفخ۔

ترجمہ : پھر جب وہ مر جائے تو باندھ دیئے جائیں اس کے جبڑے اور بند کر دیا جائے اس کی آنکھوں کو اور آنکھیں بند کرنے والا کہے بسم اللہ الخ ترجمہ : اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر اے اللہ اس کے معاملہ کو آسان کر دے اور اس کے مابعد کو اس پر سہل کر دے اور اس کو اپنے دیدار کی سعادت عطا فرما اور جس جانب وہ روانہ ہوا ہے اس کو اس سے بہتر کر دے جہاں سے وہ نکلا ہے اور رکھ دیا جائے اس کے پیٹ پر لوہا تاکہ وہ نہ پھولے۔

تشریح: جب آدمی مر جائے اور روح اس کے بدن سے نکل جائے تو اس کے جبڑوں کو باندھ دیا جائے اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جائیں اور گرہ لگا دے تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں بند کر دی جائیں تاکہ اچھا معلوم ہو کیوں کہ اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہیں گی تو صورت خوف ناک معلوم ہو گی اور یہ اس لئے بھی کرے کہ غسل کے وقت پانی منہ میں داخل نہ ہو۔(ع) اور آنکھیں بند کرنے والا مذکورہ بالا دُعا پڑھے اور اس کے پیٹ پر لوہے کا ٹکڑا یا کوئی چیز مثلاً قینچی وغیرہ رکھ دی جائے تاکہ پیٹ پھول نہ جائے۔ کیونکہ لوہے کی خاصیت ہے کہ وہ پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا۔

و توضع يداه بجنبيه ولا يجوز وضعهما على صدره۔

ترجمہ : اور رکھ دیئے جائیں اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں میں اور نہیں جائز ہے ان کا سینے پر رکھنا۔ (اس لئے کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔)(م)

وتکرہ قراءۃ القرآن عندہ حتی یغسل۔

ترجمہ: **اور مکروہ ہے اس کے پاس قرآن شریف پڑھنا یہاں تک کہ اس کو غسل دیا جائے۔**

تشریح: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے میت کے پاس غسل دینے تک قرآن کی تلاوت کو مطلقاً مکروہ کہا ہے۔ لیکن عمدۃ الفقہ میں تفصیل ہے کہ غسل دینے سے پہلے میت کے پاس بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ یہی قول اکثر فقہاء کا مختار ہے۔ اگر آہستہ پڑھا جائے یا میت سے دوُر بلند آواز سے پڑھا جائے تو سب کے نزدیک کوئی کراہت نہیں ہے۔ اور روح نکلنے سے پہلے تک اس کے پاس بالاتفاق بلا کراہت قراءت جائز ہے۔

ولا بأس باعلام الناس بموته۔

ترجمہ: **اور کوئی حرج نہیں ہے لوگوں کو اس کی موت کی خبر دینے میں۔**

تشریح: یعنی بازاروں اور شارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لئے بلند آواز سے اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تاکہ اس پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت ہو۔ خصوصاً جب کہ وہ میت عالم زاہد اور بابرکت شخصیت ہو تو بعض متاخرین نے اس کی نماز جنازہ کے لئے بازاروں میں آواز لگانے کو مستحسن قرار دیا ہے اور یہی اصح ہے۔(ح۔ع)

ویعجل بتجهیزہ فیوضع کمامات علی سریر مجمر وتراً و یوضع کیف اتفق علی الاصح ویستر عورته ثم جرد عن ثیابه۔

ترجمہ: اور جلدی کی جائے اس کی تجہیز میں پس رکھ دیا جائے جیسے ہی موت واقع ہو ایسے تخت پر جس کو طاق عدد میں دھونی دی گئی ہو اور لٹا دیا جائے (تختہ پر) جیسے بھی موقع ہو اصح قول کے مطابق (کسی رُخ کا لحاظ نہیں) اور اس کا ستر چھپایا جائے پھر برہنہ کر دیا جائے اس کو اس کے کپڑوں سے۔

تشریح: جب کوئی مر جائے تو جلدی سے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے چنانچہ جیسے ہی موت کا یقین ہو جائے تو جلدی ہی اس کو کسی ایسے تختہ پر لٹایا جائے جس پر غسل دینا منظور ہے اور میت کو اس تخت پر رکھنے سے پہلے انگیٹھی وغیرہ میں صندل یا لوبان یا اگر سلگا کر طاق مرتبہ یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ اس تختہ کے گرد پھرا کر اس کی دھونی دی جائے۔

ویوضع میت کو تختہ پر لٹانے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ تختہ طول میں شرقاً وغرباً رکھا جائے جیسے مرض کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھنے کے لئے لٹاتے ہیں۔ یعنی پاؤں قبلہ کی جانب اور سر پورب کی جانب اور بعض نے کہا کہ تختہ عرضاً رکھا جائے یعنی قبلہ رُخ اس طرح لٹا دیں جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں۔(ح) اور اصح قول یہ ہے کہ جس طرح آسان ہو اس طرح رکھیں۔

ویستر اور میت کو تخت پر لٹانے کے بعد اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیا جائے۔ یہی صحیح ہے اور ظاہر روایت کے مطابق عورت غلیظہ یعنی قبل و دبر کا ڈھانپ لینا کافی ہے اور ہدایہ وغیرہ نے اسی کی تصحیح کی ہے۔ لیکن پہلا قول حدیثِ پاک سے ماخوذ ہے اس لئے اسی پر عمل ہونا چاہیے۔(ع)

ثم جرد میت کے ستر پر کپڑا ڈال کر نرمی سے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں۔

ووضئ الاان یکون صغیرا لا یعقل الصلوٰۃ بلا مضمضۃ واستنشاق الا ان یکون جنبا وصب علیہ ماء مغلی بسدر او حرض والا فالقراح وھو الماء الخالص۔

ترجمہ : اور وضو کرایا جائے مگر یہ کہ ایسا چھوٹا ہو کہ نماز کو نہ سمجھتا ہو، بغیر کلی اور ناک میں پانی دینے کے، مگر یہ کہ جنبی ہو اور بہایا جائے اس پر ایسا پانی جس کو جوش دیا گیا ہو بیری کے پتے یا اشنان سے ورنہ پھر خالص پانی۔

تشریح: میت کو نماز کے وضو کی طرح وضو کرایا جائے لیکن کلی نہ کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں کیونکہ پھر منہ سے پانی نکالنا دشوار ہو گا۔ بلکہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ نہلانے والا اپنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر یا روئی تر کر کے اس کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں، لبوں، مسوڑھوں اور تالو پر ملے اور ناک کے سوراخوں میں بھی پھرا دے تو یہ جائز ہے۔ اور اس زمانے میں اسی پر عمل ہے۔(ح)(ع) اگر میت ایسا بچہ ہو کہ نماز جانتا اور سمجھتا نہ ہو یعنی ذی شعور نہ ہو تو اس کو وضو نہیں کرایا جائے گا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو بھی وضو کرایا جائے۔(ع) اگر میت حالتِ جنابت میں ہو یا حائضہ یا نفساء ہو تو اس کے منہ میں اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ضروری نہیں۔(ع) اور میت کو ایسے پانی سے غسل دیا جائے جس میں بیری کے پتے یا اشنان گھاس ڈال کر گرم کیا گیا ہو کیوں کہ اس سے صفائی اور پاکی بہتر ہو گی۔ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو سادہ پانی ہی کافی ہے۔

ویغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی۔

ترجمہ : اور دھویا جائے اس کے سر اور داڑھی کو خطمی سے

تشریح: خطمی یہ ایک نفع بخش جڑی بوٹی ہے جو دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اور اس کے خشک پتوں کو کوٹ کر ان کے پانی سے سر دھویا جائے تو اس سے سر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔(القاموس الوحید) اگر خطمی نہ ہو تو کسی ایسی چیز سے دھوئے جس سے سر اور داڑھی صاف ہو جائے۔ مثلاً صابن وغیرہ سے، اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے۔(ع)

ثم یضجع علی یسارہ فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذالک۔

ترجمہ : پھر لٹا دیا جائے اس کو بائیں کروٹ پر اور دھویا جائے یہاں تک کہ پہنچ جائے پانی اس حصہ تک جو تخت سے متصل ہے پھر داہنی کروٹ پر اسی طرح۔

تشریح: ان سب کاموں سے فراغت کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک تین مرتبہ پانی ڈال کر نہلایا جائے یہاں تک کہ پانی تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے۔ پھر میت کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالے یہاں تک کہ پانی تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے۔ یہ ترتیب اس لئے رکھی ہے تا کہ غسل کا دائیں پہلو سے شروع کرنا پایا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔(ہدایہ)

ثم اجلس مسنداً الیه و مسح بطنه رفیقا و ما خرج منه غسله و لم یعد غسله۔

ترجمہ : **پھر بٹھائے میت کو اپنے بدن سے ٹیک لگا کر اور ملے اس کے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ پیٹ سے نکلے اس کو دھو دے اور اس کے غسل کا اعادہ نہ کرے۔**

تشریح: اس کے بعد میت کو اپنے ہاتھوں یا گھٹنوں یا سینہ کا سہارا دے کر بٹھا دے اور اس کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرے۔ اگر کچھ غلاظت نکلے تو اس کو دھو ڈالے مگر دوبارہ غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صرف نجاست نکلنے کے مقام کو دھونا کافی ہے۔

ثم ینشف بثوب و یجعل الحنوط علی لحیته و رأسه و الکافور علی مساجده و لیس فی الغسل استعمال القطن فی الروایات الظاهرة۔

ترجمہ : **پھر پونچھ لیا جائے کپڑے سے اور حنوط لگایا جائے اس کی ڈاڑھی اور سر پر اور کافور اس کے اعضاءِ سجدہ پر اور غسل میں روئی کا استعمال کرنا نہیں ہے، روایاتِ ظاہرہ کے مطابق۔**

تشریح: میت کو غسل دینے کے بعد اس کا سارا بدن کسی پاک کپڑے سے پونچھ دیا جائے تا کہ کفن بھیگ نہ جائے اور میت کے سر اور ڈاڑھی پر حنوط لگایا جائے۔ حنوط چند خوشبودار چیزوں سے مرکب عطر کا نام ہے اور جو اعضاء سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم ان پر کافور لگایا جائے اور غسل دیتے وقت میت کے چہرے پر اور پیشاب و پاخانہ کے مقام پر اور دونوں کانوں، دونوں نتھنوں اور منہ میں روئی بھر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ظاہر روایت میں روئی کا استعمال غسل کے احکام میں داخل نہیں ہے اس لئے اس کا ترک اولیٰ ہے۔(ع)

ولا یقص ظفره و شعره و لا یسرح شعره و لحیته۔

ترجمہ : **اور نہ کاٹے جائیں اس کے ناخن اور اس کے بال اور نہ کنگھی کی جائے اس کے بالوں میں اور نہ اس کی داڑھی میں۔**

تشریح: اس لئے کہ یہ سب چیزیں زینت کے لئے ہیں اور میت زینت سے مستغنی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہوگا۔(ع)

والمرأۃ تغسل زوجها بخلافہ کام الولد لا تغسل سیدھا ۔

ترجمہ : اور عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے بخلاف مرد جیسا کہ ام ولد اپنے آقا کو غسل نہیں دے سکتی۔

تشریح: بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیوں کہ عدت تک وہ اس کے نکاح میں باقی ہے۔ لیکن شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا کیونکہ عورت کے مرنے کے بعد مرد کی زوجیت کا تعلق ختم ہو گیا اور اب شوہر اس کے حق میں اجنبی ہو گیا۔ جیسا کہ ام ولد (یعنی وہ باندی جس سے آقا نے وطی کی اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا تو وہ اپنے آقا کی ام ولد ہو گئی۔ (یہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔) اپنے آقا کو غسل نہیں دے سکتی کیوں کہ آقا کے مرنے کے بعد وہ اس کی ملک سے خارج ہو گئی۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اُتار سکتا ہے اور نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل چھونے کی ممانعت ہے۔(ع)

ولو ماتت امرأۃ مع الرجال یمموھا کعکسہ بخرقۃ و ان وجد ذو رحم محرم یمم بلا خرقۃ و کذا الخنثی المشکل یمم فی ظاھر الروایۃ ۔

ترجمہ : اور اگر مر جائے کوئی عورت جو مردوں کے ساتھ ہو تیمم کرا دیں اس کو ایک کپڑے سے جیسا کہ اس کے عکس کی شکل میں اور اگر کوئی ذو رحم محرم موجود ہو تو تیمم کرا دے بغیر کپڑے کے اور ایسے ہی خنثی مشکل کو تیمم کرایا جائے ظاہر روایت میں۔

تشریح: اگر کوئی عورت سفر میں مردوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی عورت نہ ہو تو اجنبی شخص اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے اور اس کو تیمم کرا دے۔ جیسا کہ اگر معاملہ بر عکس ہو یعنی مرد عورتوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی مرد نہ ہو تو اجنبی عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور اگر دونوں صورتوں میں اس کا کوئی محرم موجود ہو تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اس کے لئے اعضاء تیمم کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ اس لئے ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے اور خنثی مشکل (وہ ہے جن میں مذکر و موئنث کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو، مذکر کی علامت مثلاً داڑھی، جماع اور مونث کی علامت مثلاً پستان، حیض، حمل وغیرہ) کو نہ مرد نہلائے نہ عورت۔ بلکہ اگر اس کا کوئی محرم مرد یا عورت ہو تو بغیر ہاتھ پر کپڑا لپیٹے اس کو تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے۔ یہی ظاہر روایت ہے اور بعض کے نزدیک اس کو ایسے قمیص میں نہلایا جائے جو پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو۔(ح) اور اگر خنثی مشکل چھوٹا بچہ ہو کہ شہوت کی عمر کو نہ پہنچا ہو تو اس کو مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورتیں بھی۔

ویجوز للرجل والمرأۃ تغسیل صبی و صبیۃ لم یشتھیا ۔

ترجمہ : اور جائز ہے مرد و عورت کے لئے ایسے لڑکے اور لڑکی کو غسل دینا جو عمر شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح: یعنی اگر لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اس کو شہوت نہ ہوتی ہو تو اس کو عورت غسل دے سکتی ہے، اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہو جو ابھی حد شہوت کو نہ پہنچی ہو تو اس کو مرد غسل دے سکتا ہے اور جو لڑکا یا لڑکی حد شہوت کو پہنچ گئے ہوں بالغ کے حکم میں ہیں۔ چنانچہ ایسے لڑکے کو اجنبی عورت نہیں نہلا سکتی اور ایسی لڑکی کو مرد نہیں نہلا سکتے۔

ولا باس بتقبیل المیت۔

ترجمہ : **اور کوئی حرج نہیں ہے میت کو بوسہ دینے میں۔**

تشریح: میت کے ساتھ محبت ہونے کی وجہ سے یا اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اس کو بوسہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر شہوت سے ہو تو حرام ہے۔(م۔ط)

وعلی الرجل تجهیز امرأته ولو معسرا فی الاصح۔

ترجمہ : **اور مرد پر واجب ہے اپنی بیوی کو کفن دینا اگرچہ وہ تنگدست ہو اصح قول کے مطابق۔**

تشریح: شوہر پر بیوی کا کفن واجب ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شوہر پر کفن دینا واجب نہیں کیونکہ موت سے اس کی زوجیت منقطع ہو گئی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً شوہر پر کفن دینا واجب ہے۔ خواہ بیوی نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور خواہ شوہر مالدار ہو یا مفلس، اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس کا حکم زندگی کے لباس کی طرح ہے اور وہ زندگی میں مطلقاً خاوند پر واجب ہے۔ یہاں پر یہ بات جان لینی چاہیے کہ خاوند پر جو کفن واجب ہونا کہا گیا ہے تو اس سے مراد تجہیز و تکفین و تدفین شرعی ہے۔ یعنی کفن سنت یا کفایت اور خوشبو اور اجرتِ غسل و حمل و دفن وغیرہ شرعی مقدار کے مطابق واجب ہو گی اور جو بدعتیں ہمارے زمانہ میں رائج ہیں ان کا خرچ خاوند یا دیگر ورثاء کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ مثلاً کلمہ شریف یا قرآن پڑھوانے پر یا تین دن کے کھانے وغیرہ کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے بلکہ اس کے ارتکاب کا گناہ الگ ہو گا۔(ع)

ومن لا مال له فکفنه علی من تلزمه نفقته وان لم یوجد من تجب علیه نفقته ففی بیت المال فان لم یعط عجزا او ظلما فعلی الناس۔

ترجمہ : **اور جس شخص کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو تو اس کا کفن اس پر لازم ہے جس پر اس کا نفقہ لازم تھا اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہو تو بیت المال کے ذمہ ہے۔ پس اگر بیت المال بھی نہ دے عاجزی یا ظلم کے باعث تو مسلمانوں کے ذمہ ہے۔**

تشریح: جس میت کا کچھ مال نہ ہو تو اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے جس پر اس کا نفقہ ہے لہٰذا میت کے نسبی اعتبار سے جو ذو رحم محرم ہیں ان پر واجب ہو گا اور اگر وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر میت کا نفقہ واجب ہو تو اس کا کفن بیت المال میں سے دیا جائے گا

اور اگر بیت المال بھی خالی ہو یا ہو مگر ظلماًنہ دے تو اس کو کفن دینا مسلمانوں پر واجب ہے یعنی جن کو مردے کا حال معلوم ہو گا ان پر فرض کفایہ ہو گا۔ چنانچہ وہ سب جاننے والے ترک کر دیں گے تو گنہگار ہوں گے۔(ع) اور اگر میت کا کوئی مال ہو تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے گا اور مقدار سنت تک کفن اس کے ترکہ میں سے دینے کو قرض اور وصیت اور تقسیم میراث پر مقدم کیا جائے گا۔(ح۔ع)

ویسأل له التجهيز من لا يقدر عليه غيره۔

ترجمہ : **اور سوال کر سکتا ہے میت کی تجہیز کے لئے دوسرے سے وہ شخص جو اس پر قادر نہ ہو۔**

تشریح: جو شخص اپنی میت کی تجہیز و تکفین سے مفلسی کی وجہ سے عاجز ہو تو اس کے لئے دوسرے لوگوں سے بقدر کفایت کفن کے لئے کپڑا یا نقدی مانگنا جائز ہے۔ اگر کفن ضرورت پر قادر ہو مگر کفن مسنون پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔(ع)

وكفن الرجل سنة قميص وازار ولفافة مما يلبسه فى حيٰوته وكفاية ازار ولفافة۔

ترجمہ : **مرد کا کفن سنت قمیص، ازار اور لفافہ ہے۔ ان کپڑوں میں سے جن کو وہ اپنی زندگی میں پہنتا تھا اور کفن کفایت ازار اور لفافہ ہے۔**

تشریح: کفن تین قسم کا ہوتا ہے۔ کفن مسنون، کفن کفایہ، کفن ضرورت۔ اس عبارت میں کفن سنت اور کفن کفایہ کا بیان ہے۔ کفن سنت مردوں کے حق میں تین کپڑے ہیں۔ **(۱)** قمیص یعنی کرتا۔ یہ گردن سے لے کر پاؤں تک ہو گا۔ **(۲)** ازار یعنی تہبند۔ یہ سر سے لے کر پاؤں تک ہونی چاہیے۔ **(۳)** لفافہ جس کو پوٹ کی چادر کہتے ہیں۔ یہ اتنی لمبی ہو کہ میت کے قد سے سر اور پاؤں کی طرف اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں جانب کے کنارے باندھ سکیں۔ (تقریباً ایک ہاتھ بڑی ہو) اور مرد کو ایسے کپڑوں میں کفن دینا چاہیے جیسا کہ وہ جمعہ و عیدین میں اپنی زندگی میں پہن کر نکلتا تھا اور عورت کو ایسا دینا چاہیے جیسے وہ کپڑے پہن کر اپنے ماں باپ کے گھر جایا کرتی تھی یعنی اس قیمت کا اندازہ ہونا چاہیے۔(ع) اور کفن کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔ ایک ازار اور دوسرا لفافہ۔

وفضل البياض من القطن۔

ترجمہ : **اور سفید سوتی کپڑے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔**

تشریح: کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **اِلبسوا من البياض فانه من خير ثيابكم وكفنوا فيها موتاكم** (رواہ ابو داؤد) یعنی سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ یہ بہترین کپڑے ہیں اور انہیں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

وكل من الازار واللفافة من القرن الى القدم۔

ترجمہ: **اور ازار و لفافہ میں سے ہر ایک کنپٹی یعنی سر کے بالوں سے قدم تک ہو گا۔**

ولا يجعل لقميصه كم ولا دخريص ولا جيب ولا تكف اطرافه وتكره العمامة فى الاصح۔

ترجمہ : اور قمیص کی نہ آستینیں بنائی جائیں اور نہ کلی اور نہ جیب اور نہ اس کے کنارے سیئے جائیں اور صحیح مسلک کے مطابق عمامہ مکروہ ہے۔ (بعضوں نے اس کو مستحسن کہا ہے۔)

ولف من یسارہ ثم یمینہ و عقدان خیف انتشارہ۔

ترجمہ : اور لپیٹا جائے مردے کی بائیں جانب سے پھر داہنی جانب سے اور گرہ لگادی جائے اگر کفن کے پھیلنے کا خوف ہو۔

تشریح: میت پر کفن لپیٹنے کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے کفن کو لوبان وغیرہ سے ایک مرتبہ یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ دھونی دی جائے۔ پھر پہلے لفافہ بچھائیں اور اس کے اوپر ازار بچھائیں اور میت کو کرتہ پہنا کر ازار پر لٹادیں۔ پھر اس کے سر، ڈاڑھی اور پورے بدن پر خوشبو لگائی جائے اور اس کے اعضاء سجود پر کافور لگائی جائے۔ پھر ازار کی بائیں جانب کو لپیٹیں۔ پھر دائیں جانب کو تاکہ دایاں حصہ اوپر رہے۔ پھر اسی طرح لفافہ لپیٹا جائے اور اگر کفن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو کپڑے کی پٹی سے سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیا جائے۔

وتزاد المرأۃ فی السنۃ خماراً لوجھھا وخرقۃ لربط ثدییھا وفی الکفایۃ خماراً۔

ترجمہ : اور زیادتی کر دی جائے عورت کے کفن مسنون میں ایک اوڑھنی کی اس کے چہرے کے لئے اور ایک کپڑے کی پستانوں کے باندھنے کے لئے اور کفن کفایہ میں (صرف) ایک اوڑھنی کی۔

تشریح: عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔ تین وہی جو مرد کے کفن میں ہیں اور اوڑھنی (سر بند) جو تین ہاتھ ہونی چاہیے اور سینہ بند جس میں افضل یہ ہے کہ چھاتیوں سے گھٹنوں تک چوڑا ہو، ناف تک ہو تب بھی درست ہے اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔ اور عورت کے لئے کفن کفایت تین ہیں۔ ازار، لفافہ اور اوڑھنی۔ کفن کفایت اختیاری حالت میں واجب ہے اور اس مقدار میں کوئی کراہت نہیں اور اس سے کم کرنا یعنی مرد کے لئے ایک کپڑا اور عورت کے لئے دو کپڑے کرنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے۔(ع)

ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوق القمیص ثم الخمار فوقہ تحت اللفافۃ۔ ثم الخرقۃ فوقھا و تجمر الاکفان وترا قبل ان یدرج فیھا و کفن الضرورۃ ما یوجد۔

ترجمہ : اور اس کے بالوں کی دو لٹیں کر کے سینے پر ڈالدی جائیں کرتے کے اوپر پھر اس کے اوپر اوڑھنی لفافہ کے نیچے پھر سینہ بند لفافہ کے اوپر اور دھونی دی جائے کفن کے کپڑوں کو طاق مرتبہ میت کو اس میں داخل کرنے سے پہلے اور کفن ضرورت وہ ہے جو مل جائے۔

تشریح: یہاں عورت کو کفن دینے کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے کفن کو تین یا پانچ یا سات بار لوبان وغیرہ سے دھونی دی جائے پھر سب سے پہلے سینہ بند بچھائیں پھر اس کے اوپر لفافہ پھر اس کے اوپر ازار بچھائیں اور میت کو کفنی پہنا کر اس پر لٹادیا جائے۔ پھر اس

کے بالوں کے دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھ دیں۔ ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف اور اس کے اوپر اوڑھنی سر پر اور بالوں پر اس طرح ڈالیں کہ نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر نقاب کی طرح سینہ پر ڈال دیں، باندھنا اور لپیٹنا نہیں چاہیے اور یہ جو بعض لوگ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بے اصل اور خلافِ سنت ہے۔ پھر ازار کو پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے لپیٹیں پھر لفافہ کو اسی طرح لپیٹیں جیسا کہ مرد کے لئے بیان ہوا۔ پھر سب کفنوں کے اوپر سینہ بند کو بغلوں سے نکال کر گھٹنے کے نیچے تک چھاتیوں کے اوپر پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹ کر اس کے کناروں کو گرہ دے کر باندھ لیں تاکہ کفن رانوں کے اوپر سے اُڑنے نہ پائے۔ اگر سینہ بند کو اوڑھنی کے بعد ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تب بھی جائز ہے۔ اور اگر ازار لپیٹنے کے بعد لفافہ لپیٹنے سے پہلے باندھ دیا تب بھی جائز ہے اور یہی ظاہر ہے پھر کسی دھجی سے سر اور پیر کی طرف سے کفن کو باندھ دیں اور ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دیں تاکہ راستہ میں کہیں سے کھل نہ جائے۔(ع) اور کفن کی تیسری قسم کفن ضرورت ہے۔ کفن ضرورت مرد و عورت کے لئے یہ ہے کہ جو میسر آجائے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے خواہ نئے کپڑے کا ہو یا پُرانے کپڑے کا۔ اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے مانگ کر پورا کیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور کپڑا کم ہو تو سر کی طرف سے اوڑھا کر پاؤں کی طرف سے جس قدر کھلا رہے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپا دینا واجب ہے۔(ع)

فصل: الصلوٰۃ علیہ فرض کفایۃ۔

ترجمہ : میت پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

تشریح: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک مسلمان شخص نے ادا کرلی تو سب کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا۔ خواہ وہ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا باندی۔ اگر ایک شخص نے بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جن کو اس میت کا علم ہو گا وہ سب گناہ گار ہوں گے۔(ع)

وارکانھا التکبیرات و القیام۔

ترجمہ : اور اس کے ارکان تکبیریں اور کھڑا ہونا ہے۔

تشریح: نمازِ جنازہ کے دو رُکن ہیں۔ (۱) چار تکبیریں یعنی چار بار اللہ اکبر کہنا۔ (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا۔ اگر بلا عذر بیٹھ کر نمازِ جنازہ پڑھی تو صحیح نہ ہو گی، لیکن اگر عذر ہو تو جائز ہے۔(ع)

وشرائطھا ستۃ اسلام المیت و طھارتہ و تقدمہ و حضورہ او حضور اکثر بدنہ او نصفہ مع رأسہ و کون المصلی علیھا غیر راکب بلا عذر و کون المیت علی الارض فان کان علی دابۃ او علی ایدی الناس لم تجز الصلوٰۃ علی المختار الا من عذر۔

ترجمہ : اور نمازِ جنازہ کی شرطیں چھ ہیں۔(۱) میت کا مسلمان ہونا،(۲) اور اس کا پاک ہونا،(۳) اور اس کا آگے ہونا (۴) میت کا یا اس کے اکثر بدن کا یا نصف بدن کا سر کے ساتھ حاضر ہونا،(۵) میت پر نماز پڑھنے والے کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا،(۶) اور میت کا زمین پر ہونا۔ پس اگر میت سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو نماز جائز نہ ہو گی۔ مختار قول کے مطابق مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

تشریح: نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔

(۱) میت کا مسلمان ہونا۔ خواہ فاسق ہو یا بدعتی، اس کی نمازِ جنازہ صحیح ہے۔ کافر اور مرتد کی نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہے۔

(۲) طہارت یعنی میت کے بدن و کفن اور جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اور میت کے بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا۔ بدن پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُسے غسل دیا گیا ہو۔ اگر غسل دینے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے میت کے بدن سے نجاست نکلے تو اس کو دھو دیا جائے، غسل کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کفن پہنانے کے بعد نجاست نکلے تو معاف ہے اور نماز درست ہے اور کفن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اگر بعد میں میت سے نجاست خارج ہو کر کفن ناپاک ہو گیا تو معاف ہے اور نماز درست ہے۔ جگہ پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو۔ وہ جگہ جس پر پلنگ یا تخت رکھا ہوا ہو اس کا پاک ہونا شرط نہیں۔ ہر حال میں بالاتفاق نماز درست ہے۔(ع)

(۳) میت کا امام کے آگے قبلہ کی جانب ہونا۔ اگر میت امام کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں ہو گی۔

(۴) میت کا کل جسم یا اکثر حصہ ٔ جسم سر کے ساتھ یا بغیر سر کے یا نصف حصہ جسم مع سر کے موجود ہونا۔ اگر اس قدر میت وہاں موجود نہ ہو مثلاً صرف سر موجود ہو یا نصف حصہ ٔ جسم بغیر سر کے ہو تو اس پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔ اسی طرح غائب کی نماز جنازہ درست نہیں۔(ع)

(۵) میت پر نماز پڑھنے والے کا بلا عذر سوار نہ ہونا۔ چنانچہ اگر سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نمازِ جنازہ نہیں ہو گی۔ لیکن اگر عذر ہو جس کی وجہ سے اُتر نہ سکتا ہو مثلاً کیچڑ یا بارش ہے تو سواری پر بھی جائز ہے۔

(۶) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا لہٰذا اگر میت گاڑی یا جانور پر ہو یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو نماز صحیح نہ ہو گی۔ لیکن اگر عذر ہو مثلاً زمین پر کیچڑ ہو تو جائز و درست ہے۔

وسننها اربع قيام الامام بحذاء صدر الميت ذكراً كان اوانثى۔

ترجمہ : نمازِ جنازہ کی سنتیں چار ہیں۔(۱) امام کا کھڑا ہونا میت کے سینہ کے سامنے، میت مرد ہو یا عورت۔

تشریح: امام کے لئے سنت ہے کہ میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو اور اس سے دور نہ ہو خواہ میت مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ۔(ع)

والثناء بعد التکبیرۃ الاولی۔

ترجمہ : (۲) اور پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھے۔

تشریح: ثنا وہی ہے جو اور نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ لیکن اس میں وتعالیٰ جدك کے بعد وجل ثناءك زیادہ کرنا بہتر ہے۔

والصلوٰۃ علی النبی صلی علیه وسلم بعد الثانیة۔

ترجمہ : اور دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنا (بہتر یہ ہے کہ وہی دونوں درود پڑھے جو نماز کے اخیر قعدہ میں پڑھے جاتے ہیں۔)

والدعاء للمیت بعد الثالثة ولا یتعین له شئ وان دعا بالمأثور فهو احسن وابلغ ومنه ما حفظ عوف من دعاء النبی ﷺ اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار۔

ترجمہ : (۴) اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا اور اس کے لئے کوئی خاص دعا معین نہیں ہے اور اگر منقول دعا پڑھے تو زیادہ اچھا اور مقصود تک زیادہ پہنچنے والا ہے اور منقول دعاء میں سے ایک وہ ہے جس کو عوف رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یاد کیا ہے۔ (ترجمہ) اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت بخش اور اس کو معاف کر اور اس کے آنے کا انتظام عظیم الشان کر اور اس کی قبر کو وسیع کردے اور اس کو پانی، برف اور اولے سے دھو ڈال (گناہوں سے پاک صاف کردے) اور اس کو تمام خطاؤں سے اسی طرح پاک و صاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کو ایسا مکان بدلہ میں عطا فرما جو اس کے دنیا کے مکان سے بہتر ہو اور ایسے اہل و عیال عطا فرما جو دنیاوی اہل و عیال سے بہتر ہوں اور اس کو ایسا جوڑا عطا فرما جو اس کے دنیوی جوڑے سے بہتر ہو، اس کو جنت میں داخل کر اور عذاب دوزخ سے اس کو پناہ دے۔

ویسلم بعد الرابعة من غیر دعاء فی ظاهر الروایة۔

ترجمہ : اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے بغیر دعا کے ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح: بعض نے کہا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ربّنا اٰتنا فی الدنیا الخ کہے اور بعض نے کہا کہ ربنا لا تزغ قلوبنا الخ پڑھے اور ظاہر روایت میں ہے کہ بغیر دعا کے دونوں طرف سلام پھیر دے۔ (ح)

ولا یرفع یدیہ فی غیر التکبیرۃ الاولی۔

ترجمہ : اور نہ اُٹھائے اپنے ہاتھوں کو پہلی تکبیر کے علاوہ میں۔(یعنی امام اور مقتدی صرف پہلی مرتبہ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اُٹھائیں پھر نہ اُٹھائیں۔

ولو کبر الامام خمسا لم یتبع ولکن ینتظر سلامہ فی المختار۔

ترجمہ : اور اگر امام پانچویں تکبیر کہے تو نہ اتباع کرے لیکن اس کے سلام کا انتظار کرے مختار قول کے مطابق۔

تشریح: اگر امام نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اور جب امام سلام پھیرے تو یہ اس کے ساتھ سلام پھیر دے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام جیسے ہی زائد تکبیر کہے مقتدی سلام پھیر دے۔(ح)

ولا یستغفر لمجنون وصبی ویقول اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفّعا۔

ترجمہ : اور نہ استغفار کرے مجنون اور بچہ کے لئے اور پڑھے اللھم الخ اے اللہ اس کو ہمارے لئے پیشگی اجر بنادے اور اس کو ہمارے لئے ثواب اور ذخیرہ بنادے اور اس کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنادے جس کی سفارش قبول ہو۔

تشریح: بچہ اور مجنون کے لئے وہ دعا نہ پڑھے جو بڑوں کے لئے اوپر درج ہوئی ہے بلکہ اس کے بجائے مذکورہ دعا پڑھی جائے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے لئے گناہوں کی مغفرت چاہنا بے فائدہ ہے اور یہاں مجنون سے مراد وہ مجنون ہے جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو گیا ہو کہ وہ کبھی مکلف ہی نہیں ہوا اور اگر جنون بلوغ کے بعد طاری ہوا تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے کیونکہ جنون سے پہلے وہ مکلف تھا اور جنون سے پہلے کے بلوغ کے زمانے کے گناہ جنون سے ساقط نہیں ہوئے۔(ع۔ح)

فصل۔فی الاحق بالصلوۃ علی الجنازۃ

السلطان احق بصلوٰتہ ثم نائبہ ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی۔

ترجمہ : بادشاہ زیادہ حق دار ہے میت کی نماز کا پھر اس کا نائب پھر قاضی پھر محلہ کا امام پھر ولی۔

تشریح: نمازِ جنازہ پڑھانے کا اول حق سلطان یعنی بادشاہ اسلام کو ہے۔ اگر وہ حاضر نہ ہو تو بادشاہ کا نائب اولیٰ ہے۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو قاضی اولیٰ ہے۔ لیکن آج کل بالعموم یہ بات مفقود ہے۔ یہ حکم وہاں ہے جہاں شرعی حکومت قائم ہو۔ پھر ان کی عدم موجودگی میں محلہ کا امام اگر میت کے ولی سے بہتر ہو تو وہ اولیٰ ہے اور اگر میت کا ولی بہتر ہو تو وہ اولیٰ ہے اور اگر محلہ کا امام نہ ہو تو ولیِ میت یعنی مردوں میں جو میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو وہ اولیٰ ہے۔ ولی کا مذکر و عاقل و بالغ ہونا شرط ہے۔

ولمن له حق التقدم ان یأذن لغیرہ فان صلی غیرہ اعادھا ان شاء ولا یعید معه من صلی مع غیرہ۔

ترجمہ : اور جس شخص کو آگے ہونے کا حق ہے اس کو جائز ہے کہ اپنے علاوہ کو اجازت دے دے پس اگر نماز پڑھائی اس کے علاوہ نے تو اعادہ کرے اگر چاہے اور نہیں اعادہ کرے گا اس کے ساتھ وہ شخص جو دوسرے کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے۔

تشریح: نمازِ جنازہ پڑھانے کا جو زیادہ حق رکھتا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کی اجازت دیدے لیکن اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھائی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہیں تھا اور ولی نے موجود ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اور جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے اور جو اس وقت شریک نہیں تھے وہ شریک ہو سکتے ہیں اور اگر ولی کی اجازت سے نماز پڑھائی یا ولی نے اجازت تو نہیں دی لیکن ولی نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو اب ولی اعادہ نہیں کر سکتا۔(ح)

ومن له ولایة التقدم فیها احق ممن اوصی له المیت بالصلوۃ علیه علی المفتی به۔

ترجمہ : جس شخص کو تقدم کا حق حاصل ہے نماز میں وہی زیادہ حقدار ہے اس شخص سے جس کے لئے میت نے نماز پڑھانے کی وصیت کی ہو مفتٰی بہ قول پر۔

تشریح: اگر میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے تو مفتی بہ قول کے مطابق وصیت باطل ہے اس کا جاری کرنا لازمی نہیں ہے اور اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہیں رہے گا البتہ ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اور اس سے پڑھوائے۔

وان دفن بلا صلوۃ صلی علی قبرہ وان لم یغسل مالم یتفسخ۔

ترجمہ : اور اگر دفن کر دیا گیا بغیر نماز کے تو نماز پڑھی جائے گی اس کی قبر پر اگرچہ غسل نہ دیا گیا ہو جب تک کہ وہ پھٹا نہ ہو۔

تشریح: میت اگر بغیر نماز کے دفن ہو گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی۔ اگرچہ اس کو غسل نہ دیا گیا ہو۔ اور قبر پر نماز پڑھنے کی اجازت میت کے خراب اور متفرق الاجزاء ہونے سے پہلے پہلے ہے۔ پھولنے پھٹنے کے بعد اجازت نہیں اور پھولنے پھٹنے کی شناخت میں غالب رائ معتبر ہے۔ یعنی جب تک غالب گمان یہ ہو کہ نعش پھولی نہیں ہے تو قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے اور جب پھول پھٹنے کا غالب گمان ہو گیا تو اب اجازت نہ ہو گی۔ یہی صحیح قول ہے اس لئے کہ نعش کا خراب ہونا زمانہ اور میت کے حال کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔(ح)

واذا جتمعت الجنائز فالا فراد بالصلوۃ لکل منها اولی و یقدم الافضل فالا فضل۔

ترجمہ : اور جب چند جنازے جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور مقدم کیا جائے گا ان میں سے افضل کو پھر اس کے بعد جو افضل ہو۔

تشریح: اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو افضل یہ ہے کہ ہر ایک جنازے کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھائے اور ان میں سے جو سب سے افضل ہو پہلے اس کی نماز پڑھائے پھر اس سے کم فضیلت والے کی پھر اس سے کم کی علی ھذا القیاس۔

وان اجتمعن وصلی علیھا مرۃ جعلھا صفا طویلا ممایلی القبلۃ بحیث یکون صدر کل قدام الامام وراعی الترتیب فیجعل الرجال ممایلی الامام ثم الصبیان بعدھم ثم الخنائی ثم النساء ولو دفنوا بقبر واحد وضعوا علی عکس ھذا۔

ترجمہ : اور اگر چند جنازے جمع ہو جائیں اور نماز پڑھی جائے ان پر ایک ہی مرتبہ میں تو رکھدے ان جنازوں کو ایک لمبی صف میں قبلہ کی طرف اس طور پر کہ ہر ایک کا سینہ امام کے سامنے رہے اور رعایت کرے ترتیب کی، پس مردوں کو امام کے متصل رکھے پھر بچوں کو ان کے بعد پھر مخنثوں کو پھر عورتوں کو اور اگر دفن کئے جائیں یہ ایک قبر میں تو رکھے جائیں اس کے برعکس۔

تشریح: اگر سب جنازوں پر ایک ہی ساتھ نماز پڑھنی ہو تو ان جنازوں کی قبلہ کی طرف ایک لمبی صف بنائی جائے اس طور پر کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے اس کی شکل یہ ہے۔

اور جنازوں کے رکھنے کی ترتیب اس طرح ہو کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں پھر بچوں کے پھر خنثی پھر عورتوں کے اور کسی ضرورت سے اگر ایک قبر میں ان چار قسم کے جنازوں کو رکھنا ہو تو ترتیب اس کے برعکس ہو گی یعنی سب سے پہلے قبلہ کی طرف

مرد کو رکھیں، پھر بچے پھر خنثیٰ پھر عورتیں اور ایک دوسرے کے بیچ میں کچھ مٹی کی آڑ کر دیں تاکہ الگ الگ قبروں کے حکم میں ہو جائیں۔(ع)

ولا یقتدی بالامام من وجدہ بین تکبیر تین بل ینتظر تکبیر الامام فیدخل معہ ویوافقہ فی دعائہ ثم یقضی مافاتہ قبل رفع الجنازۃ۔

ترجمہ :اور نہ اقتداء کرے امام کی وہ شخص جس نے پایا امام کو دو تکبیروں کے درمیان بلکہ انتظار کرے امام کی تکبیر کا پھر شامل ہو اس کے ساتھ اور موافقت کرے امام کی دعا میں پھر قضا کرے فوت شدہ کی جنازہ اُٹھنے سے پہلے۔

تشریح: اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے تو ابھی یہ امام کے ساتھ شامل نہ ہو بلکہ انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے تو یہ اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور اس وقت امام جو پڑھ رہا ہو یہ وہی پڑھے اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے تو وہ شخص جنازہ اُٹھنے سے پہلے اپنی فوت شدہ تکبیر کہہ لے۔ اسی طرح اگر ایسے وقت آیا کہ امام دو یا تین تکبیر کہہ چکا ہے تب بھی انتظار کرے اور جب امام تکبیر کہے اس وقت یہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام کے بعد ادا کرے۔

ولا ینتظر تکبیر الامام من حضر تحریمتہ۔

ترجمہ :اور نہ انتظار کرے امام کی تکبیر کا وہ شخص جو امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت حاضر تھا۔

تشریح: اگر کوئی شخص امام کی تکبیر کے وقت وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ غفلت وغیرہ کی وجہ سے اللہ اکبر نہ کہہ سکا تو یہ امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ فوراً ہی یعنی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور اس کی یہ تکبیر شمار کی جائے گی۔

ومن حضر بعد التکبیرۃ الرابعۃ قبل السلام فاتتہ الصلوۃ فی الصحیح۔

ترجمہ :اور جو شخص حاضر ہوا چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے تو اس سے نماز فوت ہو گئی صحیح قول کے مطابق۔

تشریح: اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام چاروں تکبیر کہہ چکا ہے لیکن ابھی سلام نہیں پھیرا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو۔ اس سے جنازہ کی نماز فوت ہو گئی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن اصح یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد جنازہ اُٹھنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(ح۔ع)

و تکرہ الصلوٰۃ علیہ فی مسجد الجماعۃ وھو فیہ او خارجہ و بعض الناس فی المسجد علی المختار۔

ترجمہ : **اور مکروہ ہے جنازہ کی نماز مسجدِ جماعت میں اس حال میں کہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور کچھ لوگ مسجد کے اندر ہوں مختار قول پر۔**

تشریح: ایسی مسجد جس میں جماعت ہوتی ہو یعنی جامع مسجد اور مسجدِ محلہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد کے باہر ہو اور کل یا بعض لوگ مسجد کے اندر ہوں یہی مختار ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اگر صرف جنازہ مسجد کے باہر ہو اور نمازی کل یا بعض مسجد کے اندر ہوں تو مکروہ نہیں۔

ومن استھل سمی و غسل و صلی علیہ و ان لم یستھل غسل فی المختار و ادرج فی خرقۃ و دفن ولم یصل علیہ کصبی سبی مع احد ابویہ الا ان یسلم احدھما او ھو او لم یسب احدھما معہ۔

ترجمہ : **اور جو بچہ روئے نام رکھا جائے اور غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور اگر نہ روئے تو غسل دیا جائے مختار قول میں اور لپیٹ لیا جائے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے جیسے وہ بچہ جو قید کیا گیا اپنے والدین میں سے ایک کے ساتھ (تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی) مگر یہ کہ ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے یا وہ خود یا نہ قید کیا گیا ہو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کے ساتھ۔**

تشریح: اگر بچہ کے اندر ولادت کے وقت زندگی کی کوئی دلیل پائی گئی مثلاً آواز نکالی یا سانس لیا یا کسی عضو یا آنکھ جھپکنے کی حرکت وغیرہ پائی گئی پھر مر گیا تو اس بچہ کا نام بھی رکھا جائے اور اس کو غسل وکفن بھی دیا جائے اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے۔ اور جس بچہ نے ولادت کے وقت رونے کی آواز نہیں نکالی اور زندگی کی کوئی دوسری علامت بھی نہیں پائی گئی تو مختار قول کے مطابق اس کو غسل دیا جائے اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ جیسے کافروں کا کوئی بچہ اپنے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ قید ہوا اور مر گیا تو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ بچہ والدین کے تابع ہو کر کافر ہے۔ ہاں اگر بچہ کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اب اس بچہ کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسی طرح وہ بچہ سمجھدار ہو اور وہ خود اسلام کا اقرار کرلے تو بھی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ایسے ہی جب کہ بچہ قید ہوا مگر اس کے والدین میں سے کوئی قید نہیں ہوا اور وہ بچہ مر گیا تو اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی کیونکہ دارالاسلام کے تابع ہوتے ہوئے اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا۔ (ہدایہ)

وان کان لکافر قریب مسلم غسلہ کغسل خرقۃ نجسۃ و کفنہ فی خرقۃ والقاہ فی حفرۃ او دفعہ الی اھل ملتہ۔

ترجمہ : **اور اگر کسی کافر کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہو تو (یہ مسلمان) اس کافر کو غسل دے، ناپاک کپڑے کو دھونے کی طرح اور کفن دے اس کو کسی کپڑے میں، اور ڈال دے اس کو کسی گڑھے میں یا حوالے کر دے اس کو اس کے مذہب والوں کے۔**

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو اس کا غسل و کفن مسلمانوں پر فرض نہیں ہے اس لئے کہ غسل میت کی تعظیم و بزرگی کے لئے واجب ہوا ہے اور کافر اس کا اہل نہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً کوئی مسلمان اس کا رشتہ دار ہو اور یہ مسلمان قرابت کی وجہ سے غسل و کفن و دفن کرے تو جائز ہے۔ مگر غسل و کفن و دفن میں سنت طریقہ نہ کرے یعنی نہ اس کو وضو کرائے نہ سر کو خطمی یا صابن وغیرہ سے صاف کرے نہ دائیں طرف سے شروع کرے اور نہ کافور و خوشبو اس کے بدن پر ملا جائے وغیرہ بلکہ ناپاک کپڑے کی طرح دھو کر (یعنی اس پر پانی بہا کر) ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبا دے یا اس کے ہم مذہب کے حوالے کر دے۔

ولا یصل علی باغ و قاطع طریق قتل فی حالة المحاربة و قاتل بالخنق غیلة و مکابر فی المصر لیلا بالسلاح و مقتول عصبية وان غسلوا۔

ترجمہ: اور نہ نماز پڑھی جائے باغی پر اور ڈاکو پر جو مقابلہ کی حالت میں قتل کیا گیا ہو اور خفیہ طور پر گلا گھونٹ کر قتل کر دینے والے پر اور رات کو شہر میں ہتھیار لے کر ڈاکہ ڈالنے والے پر اور عصبیت کی وجہ سے قتل کئے جانے والے پر اگرچہ ان سب کو غسل دیا جائے گا۔

تشریح: پانچ قسم کے لوگوں کے لئے نماز جنازہ نہیں ہے۔

(۱) باغی، یعنی وہ مسلمان جو بغیر حق کے اپنے امام برحق (حاکم) کی اطاعت سے نکل جائے اور ناحق اس کے خلاف بغاوت کرے۔

(۲) ڈاکو، پس اگر باغی یا ڈاکو مقابلہ کی حالت میں قتل کئے جائیں تو ان کو غسل تو دیا جائے گا لیکن نماز نہیں پڑھی جائے گی تا کہ دوسروں کو تنبیہ ہو اور اگر لڑائی ختم ہونے کے بعد قتل کئے جائیں یا اپنی موت مریں تو ان پر نماز پڑھی جائے گی۔(ع)

(۳) لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارنے والا جبکہ اس نے ایک مرتبہ سے زیادہ ایسا کیا ہو لہذا اگر اس کو پکڑ کر مار دیں یا مقابلہ میں مارا جائے تو اس پر نماز نہ پڑھائی جائے۔

(۴) مکابر، یعنی وہ شخص جو شہر کے اندر رات کو ہتھیار لگا کر غارت گری کرے اس پر بھی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ صحیح یہ ہے کہ رات کے وقت ہتھیار ہوں یا نہ ہوں یعنی صرف لاٹھی، پتھر وغیرہ سے قتل کرے دونوں کا حکم یکساں ہے اور دن میں ہتھیار کے ساتھ ایسا کرے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے کہ یہ رہزن کے حکم میں ہے۔(ع) جو شخص شہر میں کسی جگہ کھڑا ہو جائے اور جو اس طرف کو نکلے اس کا مال چھین لے وہ بھی مکابر ہے۔(ع)

(۵) اہل عصبیت: یعنی وہ لوگ جو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت و اعانت کریں، لہذا اگر اعانت کرنے میں مارے جائیں تو وہ باغیوں کے حکم میں ہیں۔ نور الایضاح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کو غسل تو دیا جائے گا لیکن عمدة الفقہ میں ہے کہ ان سب کو غسل بھی نہیں دیا جائے گا۔

وقاتل نفسه یغسل و یصلی علیه لا علی قاتل احد ابویه عمداً۔

ترجمہ : اور خود کشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی نہ کہ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قصداً قتل کرنے والے پر۔

تشریح: جو شخص خود کشی کرے یعنی پھانسی لے کر یا کسی اوزار یا ہتھیار سے یا زہر کھا کر یا کسی اور طرح اپنے آپ کو مار ڈالے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

لا علی قاتل جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو قصداً مار ڈالا اور امام (حاکم) نے اس کو قصاص میں قتل کر دیا تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ لیکن اصح یہ ہے کہ اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(ع) اور اگر وہ اپنی موت مرا ہے تو بہر کیف اس پر نماز پڑھی جائے گی۔(ع)

فصل فی حملها ودفنها.

ترجمہ : فصل جنازہ اُٹھانے اور دفن کرنے کے بیان میں۔

یسن لحملها اربعة رجال.

ترجمہ : جنازہ اُٹھانے کے لئے چار آدمی مسنون ہیں۔

تشریح: جنازہ کو اُٹھانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور یہ عبادت ہے۔ ہر شخص کو کندھا دینے میں سبقت کرنی چاہیے اور سنت یہ ہے کہ چار مرد چار پائی کے چاروں پایوں کو کندھوں پر رکھ کر چلیں، بلا عذر سواری پر نہ لے جائیں کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً قبرستان دوُر ہو یا جنازہ اُٹھانے والا صرف ایک ہی ہو تو سواری پر لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(ح)

وینبغی حملها اربعین خطوة یبدأ بمقدمها الایمن علی یمینه و یمینها ما کان جهة یسار الحامل ثم مؤخرها الایمن علیه ثم مقدمها الایسر علی یساره ثم یختم الایسر علیه.

ترجمہ: اور مناسب ہے اس کو اُٹھانا چالیس قدم تک، شروع کرے جنازہ کے اگلے داہنے سے اپنے داہنے (کندھے) پر اور جنازہ کا داہنا وہ ہے جو اُٹھانے والے کے بائیں ہاتھ کی جانب ہو، پھر جنازہ کے پچھلے داہنے کو اپنے داہنے کندھے پر، پھر جنازہ کے اگلے بائیں حصہ کو اپنے بائیں کندھے پر پھر ختم کرے جنازہ کے پچھلے بائیں کو اپنے بائیں کندھے پر۔

تشریح: اگر جنازہ اُٹھانے والے لوگ زیادہ ہوں تو باری باری اُٹھاتے چلیں اور باری باری اُٹھانے میں دو چیزیں ہیں، ایک سنت، دوسرے کمالِ سنت۔ اصل سنت یہ ہے کہ خواہ کسی طرف سے شروع کرے اور ہر شخص اس کے چاروں پایوں کو باری باری کندھے پر رکھے اور ہر جانب سے دس قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ پہلے میت کے سرہانے کا داہنا پایہ پکڑے اور اپنے داہنے کندھے پر اُٹھائے

اور دس قدم چلے پھر پائینتی کے داہنے پایہ کو اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرہانے کے بائیں پایہ کو پکڑ کر اپنے بائیں کندھے پر اُٹھائے اور دس قدم چلے، پھر پائینتی کے بائیں پایہ کو اپنے بائیں کندھے پر اُٹھا کر دس قدم چلے۔ اس طرح کل چالیس قدم ہوئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ اُٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو جنازے کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمائے گا۔(ع) یہ کمال سنت ہر شخص سے ادا ہونا مشکل ہے۔ مگر جو بھی ادا کر سکے مستحب ہے۔ اور جنازہ کا داہنا وہ ہے جو اُٹھانے والے کی بائیں جانب ہو گی جبکہ اُٹھانے والا شخص بھی مردے کی طرح لیٹ جائے۔

ویستحب الاسراع بها بلا خبب وهو ما یؤدی الی اضطراب المیت۔

ترجمہ: **اور مستحب ہے جنازہ کو تیز لے جانا بغیر خبب کے اور خبب وہ رفتار ہے جو پہنچا دے میت کے حرکت کرنے تک۔**

تشریح: جنازہ کو لے کر تیز چلنا مستحب ہے مگر دوڑیں نہیں اور اس قدر تیز نہ چلیں کہ چارپائی کو جھٹکے لگیں کہ یہ مکروہ ہے۔(ع)

والمشی خلفها افضل من المشی امامها کفضل صلوٰۃ الفرض علی النفل۔

ترجمہ: **اور جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے آگے چلنے سے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل پر۔**

تشریح: جو لوگ میت کے ساتھ ہوں ان کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔ کیونکہ جنازہ کے آگے چلنے کی بہ نسبت پیچھے چلنے کی فضیلت ایسی ہے جیسے فرض کی نفل پر۔ جنازے کے دائیں بائیں یا آگے چلنے میں مضائقہ نہیں لیکن خلاف اولیٰ ہے۔(ع)

ویکره رفع الصوت بالذکر والجلوس قبل وضعها۔

ترجمہ: **اور مکروہ ہے بلند آواز سے ذکر کرنا اور جنازہ کو (زمین پر) رکھے جانے سے پہلے بیٹھنا۔**

تشریح: جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے، موت و قبر کے احوال و اہوال کو پیش نظر رکھیں۔ دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں اور قراءت قرآن و ذکر وغیرہ بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں۔

والجلوس جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں تو جنازے کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے ان کا بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن معذور کے لئے مضائقہ نہیں۔(ح)

ویحفر القبر نصف قامة او الی الصدر وان زید کان حسنا۔

ترجمہ: **اور کھودی جائے قبر آدھے قد کے برابر یا سینہ تک اور اگر اس سے زیادہ گہری ہو تو بہتر ہے۔**

تشریح: قبر کی لمبائی تو میت کے قد کے برابر ہونی چاہیے اور چوڑائی آدھے قد کے برابر ہو اور گہرائی کم سے کم آدمی کے نصف قد کے برابر ہونی چاہیے یا سینہ تک ہو یہ درمیانی درجہ ہے اور پورے قد کے برابر ہو تو بہتر ہے اور یہ اعلی درجہ ہے۔

ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ۔

ترجمہ : اور لحد بنائی جائے اور شق نہ بنائی جائے مگر نرم زمین میں ۔

تشریح: قبر دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کو لحد یا بغلی قبر کہتے ہیں ۔ یہ مسنون ہے۔ دوسری کو شق یا صندوقی قبر کہتے ہیں۔ جہاں زمین سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانا سنت ہے اور صندوقی بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور جہاں نرم زمین ہو اور بغلی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر صندوقی قبر بنانا ہی متعین ہو جائے گا۔ بغلی قبر کی ترکیب یہ ہے کہ قبر پوری کھودی جائے پھر اس کے اندر قبلہ کی جانب ایک گڑھا قبر کی لمبائی کے برابر بنایا جائے جو اتنا چوڑا ہو کہ پوری میت اس میں آسانی سے رکھی جا سکے اور صندوقی قبر کی ترکیب یہ ہے کہ پوری قبر کھودنے کے بعد اس کے درمیان میں نہر کے مانند ایک گڑھا میت کے رکھنے کے لئے کھودا جائے۔(ع)

ویدخل المیت من جهة القبلة و یقول واضعه بسم الله و علی ملة رسول الله صلی علیه وسلم و یوجه الی القبلة علی جنبه الایمن و تحل العقد و یسوی اللبن علیه والقصب و کره الأجر و الخشب۔

ترجمہ : اور داخل کیا جائے میت کو قبلہ کی جانب سے اور اس کو رکھنے والا کہے اللہ کے نام پر ہم قبر میں رکھ رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ملت کی پیروی کر رہے ہیں اور متوجہ کر دے قبلہ کی طرف اس کی داہنی کروٹ پر اور گرہیں کھول دی جائیں اور جما دی جائیں اس پر کچی اینٹیں اور نرکل اور مکروہ ہے پکی اینٹیں اور لکڑی۔

تشریح: میت کو قبلہ کی طرف سے اتارنا مستحب ہے یعنی میت کی چارپائی قبر سے قبلہ کی طرف رکھی جائے اور دو یا زائد قوی آدمی قبر میں اُتر کر سرہانے اور پائینتی اور درمیان میں قبلہ رو کھڑے ہو جائیں اور اوپر والے آدمی میت کو احترام سے اُٹھا کر آہستگی سے نیچے والوں کو دیں اور وہ آہستگی سے قبر میں رکھ دیں اور میت کو قبر میں رکھنے والا یہ الفاظ کہے۔ بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ یہ مستحب ہے اور میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹانا سنت ہے اس لئے میت کی پیٹھ کی طرف مٹی یا اس کے ڈھیلے سے تکیہ لگا دیا جائے تا کہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے، چت لِٹا کر منہ قبلہ کی طرف کرنے کا جو عام رواج ہے یہ سنت کے خلاف ہے اور قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دی جائیں اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اندر والے لوگ باہر آجائیں اور لحد کو کچی اینٹوں یا بانس کے ڈنڈوں سے بند کر دیا جائے تا کہ میت پر مٹی نہ گرے۔ پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں سے پاٹنا مکروہِ تحریمی ہے لیکن اگر زمین نرم اور کمزور ہو تو مکروہ نہیں۔(ع)

وان یسجی قبرها لا قبره۔

ترجمہ : اور پردہ کر لیا جائے عورت کی قبر کا نہ مرد کی قبر کا۔

تشریح: یعنی عورت کا جنازہ قبر میں اُتارنے سے لے کر لحد میں بند کرنے تک کسی کپڑے وغیرہ سے قبر پر پردہ کر لیا جائے لیکن مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے۔

ویھال التراب ویسنم القبر ولا یربع ویحرم البناء علیه للزینة۔

ترجمہ : **اور مٹی ڈال دی جائے اور قبر کوہان نما بنائی جائے، چوکور نہ بنائی جائے اور قبر پر زینت کے لئے تعمیر کرنا حرام ہے۔**

تشریح: یعنی اینٹوں وغیرہ سے لحد بند کرنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جائے، ہاتھوں یا پھاوڑے وغیرہ سے ہر طرح ڈالنا جائز ہے۔ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ سب حاضرین مٹی ڈالیں اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی قبر میں ڈالیں اور میت کے سر کی جانب سے ڈالیں، پہلی لپ ڈالتے وقت مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ پڑھے، دوسری لپ کے وقت وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری مرتبہ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھے۔ پھر باقی مٹی پھاوڑے وغیرہ سے قبر پر کر دی جائے اور قبر کوہان نما بنائی جائے یعنی یہ بھی مستحب ہے کہ قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح ڈھلوان ایک بالشت یا اس سے معمولی اونچی بنائی جائے، چوکور نہ بنائی جائے اور قبر پر کوئی عمارت بنانا اگر زینت کے لئے ہو تو حرام ہے اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے ہو تو مکروہ ہے، لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں۔ کچی اینٹوں سے قبر کی کوہان بنانا جائز ہے بلکہ اس کو مستحسن جانا گیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مشائخ و علماء و سادات کی قبروں پر قبہ یا مکان بنانا بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ احادیث میں قبروں پر مطلقاً عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔(ع)

ویکرہ للاحکام بعد الدفن ولا بأس بالکتابة علیه لئلا یذھب الاثر ولا یمتھن۔

ترجمہ : **اور مکروہ ہے دفن کے بعد مضبوطی کے لئے اور کوئی حرج نہیں ہے قبر پر لکھ دینے میں تاکہ نشان نہ مٹ جائے اور وہ پامال نہ کی جائے۔**

تشریح: یعنی اگر قبر پر تعمیر کرنا دفن کے بعد مضبوطی کے لئے ہو تو مکروہ ہے اور اس غرض سے کہ قبر کا نشان مٹ نہ جائے اور وہ ذلیل و پامال نہ کی جائے اس کے لئے کسی پتھر وغیرہ پر نام وغیرہ لکھوا کر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ویکرہ الدفن فی البیوت لاختصاصه بالانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ : **اور مکروہ ہے گھروں میں دفن کرنا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔**

تشریح: آدمی کا جس گھر میں انتقال ہوا ہو اسی گھر میں اس کو دفن نہ کیا جائے بلکہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے کہ وہ جس جگہ وفات پائیں وہیں دفن کئے جائیں۔

ویکرہ الدفن فی الفساقی۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے دفن کرنا فساقی میں (گنبد دار بند کوٹھری)

ولا بأس بدفن اکثر من واحد فی قبر للضرورۃ و یحجز بین کل اثنین بالتراب۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے ایک قبر میں ایک سے زیادہ کو دفن کرنے میں ضرورت کی وجہ سے اور ہر دو کے درمیان مٹی سے آڑ کر دی جائے۔

تشریح: ایک قبر میں بلا ضرورت ایک سے زیادہ یعنی دو یا تین یا زیادہ میتوں کو دفن کرنا جائز نہیں، اور اگر ضرورت ہو مثلاً دفن کرنے والوں کی قلت ہے یا دفن کرنے والے کمزور ہیں کہ ان کے لئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قبر کھودنا دشوار ہے یا کمزور تو نہیں ہیں لیکن ان کی مشغولی اس سے زیادہ اہم کام میں ہے تو اس صورت میں ایک سے زیادہ میتوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔ اور اس میں ترتیب وہی رکھی جائے جو پہلے گذری یعنی مرد کو لحد میں قبلہ کی طرف رکھیں، اس کے پیچھے برابر میں لڑکے، پھر عورت اور ایک دوسرے کے بیچ میں مٹی کی آڑ کر دیں اور اگر ایک ہی جنس کے ہوں مثلاً صرف مرد یا صرف عورتیں ہوں تو قبلہ کی طرف پہلے افضل کو رکھیں پھر بتدریج کم مرتبہ والوں کو۔

ومن مات فی سفینۃ و کان البر بعیدا او خیف الضرر غسل و کفن و صلی علیہ والقی فی البحر۔

ترجمہ: جو شخص کشتی میں مر جائے اور خشکی دور ہو اور میت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔

تشریح: جو شخص جہاز یا کشتی میں مر جائے اور سمندر کا کنارہ دور ہو اور میت کے اندر بو پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کو غسل و کفن دے کر اس پر نماز پڑھی جائے اور کچھ باندھ کر سمندر میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں اور اگر بو پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہو خواہ خشکی دور ہو یا قریب ہو اور جہاز سے باہر نکلنا ممکن ہو تو اس کو سمندر میں نہ ڈالیں بلکہ خشکی میں دفن کریں۔ (ح)

و یستحب الدفن فی محل مات بہ او قتل فان نقل قبل الدفن قدر میل او میلین لا بأس و کرہ نقلہ لاکثر منہ۔

ترجمہ: اور مستحب ہے دفن کرنا اسی جگہ میں جہاں اس کی موت ہوئی ہے یا جہاں قتل کیا گیا۔ پس اگر دفن سے ایک میل یا دو میل کے بقدر منتقل کیا گیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور مکروہ ہے اس کو منتقل کرنا اس سے زیادہ مسافت پر۔

تشریح: جو شخص جس شہر یا گائوں وغیرہ میں مرا یا قتل ہوا ہو تو اس کو اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے۔ اور دفن سے پہلے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا مکروہ ہے۔ الا یہ کہ وہ دوسرا مقام ایک دو میل کے فاصلہ پر ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ شہر کے قبرستان عموماً اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں۔

ولا یجوز نقله بعد دفنه بالاجماع الا ان تکون الارض مغصوبة او اخذت بالشفعة۔

ترجمہ : اور نہیں جائز ہے دفن کرنے کے بعد بالاجماع منتقل کرنا مگر یہ کہ زمین غصب کی ہوئی ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو۔

تشریح: یعنی دفن کے بعد نعش نکال کر دوسری جگہ لے جانا بالاجماع ناجائز ہے مگر کسی آدمی کے حق کے لئے جائز ہے۔ مثلاً زمین کسی اور شخص کی تھی اور بغیر اس کی اجازت کے میت کو دفن کر دیا گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو میت کو نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے تو زمین کو ہموار کر کے اپنے کام میں لائے۔

اواخذت اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے ایک زمین خریدی اور اس نے اس میں کسی مردے کو دفن کر دیا پھر شفیع (عمر) کو زید کے خریدنے کا علم ہوا اور وہ اس پر شفعہ کا دعویٰ کر کے جیت کر اس کا مالک ہو گیا تو عمر کے لئے جائز ہے کہ میت کو نکالنے کا حکم کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ زمین کو ہموار کر کے اپنے کام میں لائے۔ شفعہ کے مفصل احکام ان شاء اللہ آپ دوسری کتابوں میں پڑھیں گے۔

وان دفن فی قبر حفر لغیره ضمن قیمة الحفر ولا یخرج منه۔

ترجمہ : اور اگر ایسی قبر میں دفن کیا گیا جو دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو کھدائی کی قیمت کا ضامن ہو گا اور قبر سے نکالا نہیں جائے گا۔

تشریح: یعنی کسی نے اپنے لئے زندگی میں قبر کھدوائی اور اس پر خرچ کیا اور دوسرے نے اپنا مردہ اس میں دفن کر دیا تو اس مردے کو نکالنے کی اجازت نہیں ہے البتہ وہ پہلا شخص اس قبر کے کھودنے پر جو خرچ ہوا ہے وہ ان سے لے سکتا ہے۔

وینبش لمتاع سقط فیه ولکفن مغصوب و مال مع المیت۔

ترجمہ : اور قبر کھولی جاسکتی ہے کسی سامان کے لئے جو اس میں گر گیا ہو اور مغصوب کفن کی وجہ سے اور کسی مال کی وجہ سے جو میت کے ساتھ (دفن ہو گیا ہو)

تشریح: اگر قبر کے اندر کوئی سامان گر گیا یا میت کو غصب کئے ہوئے کپڑے میں کفن دیا گیا یا میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہو گیا تو اس کو نکالنے کے لئے قبر کھولنا جائز ہے۔

ولا ینبش بوضعه لغیر القبلة او علی یساره واللہ اعلم۔

ترجمہ : اور قبر کو نہیں کھولا جاسکتا ہے میت کو قبلہ رُخ نہ رکھے جانے کی وجہ سے یا بائیں کروٹ پر لٹا دینے کی وجہ سے۔

فصل فی زیارۃ القبور۔

ترجمہ : فصل زیارت قبور کے بیان میں۔

ندب زیارتھا للرجال والنساء علی الاصح۔

ترجمہ : قبروں کی زیارت مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے اصح قول پر۔

تشریح: مومنین کی قبروں کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور حضور ﷺ کے زمانہ سے آج تک پوری امت کا اس پر عمل ہے، زیارتِ قبور سے دل نرم ہوتا ہے، موت یاد آتی ہے اور دنیا کو فانی جانتا ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرنا مستحب ہے اور جمعہ یا ہفتہ یا پیر یا جمعرات کے دن زیارت قبور مستحب ہے۔ سب سے افضل جمعہ کا دن اور صبح کا وقت ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ جمعرات و جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو مردہ پہچانتا ہے۔ اور عورتوں کے لئے بھی اصح یہ ہے کہ زیارت قبور جائز ہے جب کہ وہ غیر شرعی امور نہ کریں۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کو خواہ بوڑھی ہوں یا جوان اور خواہ بزرگوں کی قبروں پر جائیں یا عام قبرستان میں مطلقاً ہر حال میں منع کیا جائے گا اور ہمارے زمانے میں جب کہ جہالت اور رسومِ بدعات و شرک کا بہت زور ہے اور بہت سے غیر اخلاقی و غیر شرعی امور و مفاسد کا ظہور ہو رہا ہے اس لئے شدت سے منع کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ ہے۔(ع)

ویستحب قراءۃ یٰس لما ورد انہ من دخل المقابر و قرأ یٰس خفف اللہ عنھم یومئذ و کان لہ بِعَدَدِ مَا فیھا حسنات۔

ترجمہ : اور مستحب ہے سورۂ یٰس کا پڑھنا اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ یٰس شریف پڑھے تو اللہ تعالی (عذاب میں) تخفیف کر دیتا ہے ان سب سے اس دن اور پڑھنے والے کو اتنی نیکیاں ملیں گی جتنے مردے قبرستان میں موجود ہیں۔

تشریح: زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ یا یوں کہے

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا و نحن بالاثر۔

پھر جب کسی خاص قبر پر جائے تو پائینتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو اس طرح کہ اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ میت کی طرف ہو۔ لیکن سرہانے سے نہ آئے کیونکہ یہ باعث تکلیف ہے میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا۔ اگر اس پر عمل ممکن نہ ہو تو جدھر سے بھی آجائے کوئی مضائقہ نہیں اور مذکورہ بالا سلام مسنون پڑھنے کے بعد حسب توفیق قرآن مجید کا کچھ حصہ یا سورتیں پڑھے اور سورۂ یٰس کی فضیلت آئی ہے۔ پھر اس کا ثواب میت کو اور قبرستان کے سب مردوں کو پہنچا دے۔

ولا یکرہ الجلوس للقراءۃ علی القبر فی المختار و کرہ القعود علی القبور لغیر قراءۃ و وطؤھا و النوم وقضاء الحاجۃ علیھا و قلع الحشیش والشجر من المقبرۃ ولا بأس بقلع الیابس منھما ۔

ترجمہ: اور نہیں مکروہ ہے بیٹھ جانا قبر پر تلاوت کے لئے مختار قول کے مطابق۔ اور مکروہ ہے قبر پر بیٹھنا تلاوت کے علاوہ کے لئے اور قبر کو روندنا اور قبر پر سونا اور قبر پر قضاء حاجت کرنا اور قبرستان کی گھاس اور درختوں کو اُکھاڑنا اور کوئی مضائقہ نہیں ہے ان میں سے خشک کو اکھاڑنے میں۔

(باب احکام الشھید)

یہ باب شہید کے احکام کے بیان میں ہے

تشریح: شہید بروزن فعیل بمعنی مشہود ہے کیونکہ اس کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے یا بمعنی فاعل یعنی شاہد ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور اللہ کے پاس حاضر ہے۔ شہید کے احکام علیحدہ باب میں اس لئے ذکر کئے گئے کہ شہید کی موت دوسری اموات سے ہزارہا درجہ افضل ہے حتیٰ کہ شہید فی سبیل اللہ کو مردہ تک کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح عام موتی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہوتے اس لئے اس کو الگ سے بیان کیا۔

المقتول میت باجلہ عندنا اھل السنۃ ۔

ترجمہ : مقتول ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک اپنی موت سے مرتا ہے۔

تشریح: مقتول کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ میت باجلہ ہے یعنی اس کی موت وقت پر آئی ہے وقت سے پہلے واقع نہیں ہوئی۔ رہی یہ بات کہ مقتول جب میت باجلہ ہے تو پھر قاتل پر قصاص یا دیت کیوں واجب ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاتل نے چونکہ سبب قتل اختیار کر کے نظام عالم کو خراب کیا ہے اس لئے نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے قاتل کے واسطے یہ سزا تجویز کی گئی ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ مقتول اپنے وقت پر نہیں مرا ہے بلکہ قاتل نے اس کی عمر کو ختم کر دیا ہے۔ اگر قاتل اس کو قتل نہ کرتا تو وہ زندہ رہتا۔(ح)

والشھید من قتلہ اھل الحرب واھل البغی او قطاع الطریق او اللصوص فی منزلہ لیلا و لو بمثقل او وجد فی المعرکۃ وبہ اثر او قتلہ مسلم ظلما عمدا بمحدد کان مسلما بالغا خالیا عن حیض و نفاس و جنابۃ ولم یرتث بعد انقضاء الحرب فیکفن بدمہ و ثیابہ و یصلی علیہ بلا غسل و ینزع عنہ ما لیس صالحا للکفن کالفرو و الحشو و السلاح والدرع و یزاد و ینقص فی ثیابہ ۔

ترجمہ : شہید وہ ہے جس کو قتل کردیا ہو حربیوں نے یا باغیوں نے یا ڈاکوئوں نے یا چوروں نے رات کو اس کے مکان کے اندر اگرچہ کسی بھاری چیز سے یا پایا گیا ہو میدانِ جنگ میں اور اس پر زخم کا نشان ہو یا قتل کردیا ہو اس کو مسلمان نے ظلماً قصداً دھاردار چیز سے اور وہ مقتول مسلمان بالغ ہو جو حیض ونفاس وجنابت سے پاک ہو اور پرانا نہ ہو گیا ہو جنگ ختم ہونے کے بعد، پس ایسے مقتول کو کفن دیا جائے گا اس کے خون اور اسی کے کپڑوں کے ساتھ اور اس پر نماز پڑھی جائے گی بغیر غسل کے اور اتار لئے جائیں گے اس سے وہ کپڑے جو کفن کے مناسب نہ ہوں جیسے پوستین اور روئی کے کپڑے اور ہتھیار اور زرہ اور اس کے کپڑوں میں (مناسب) کمی زیادتی کردی جائے گی۔

تشریح: شہید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اخروی ثواب کے لحاظ سے شہید، دوسرے دنیاوی احکام کے لحاظ سے شہید۔ یہاں دنیوی احکام کے لحاظ سے جو شہید مانے جاتے ہیں ان کا تذکرہ ہوگا۔ شہید کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) کسی مسلمان کو حربیوں نے یا باغیوں نے یا ڈاکوئوں نے یا چوروں نے رات کو اس کے گھر کے اندر مار ڈالا، خواہ آلۂ جارحہ تلوار بندوق وغیرہ سے یا غیر جارحہ پتھر لکڑی مکّا وغیرہ سے مارا ہو وہ شہید ہے اور اس پر شہید کے احکام جاری ہونگے

(۲) کوئی مسلمان میدانِ جنگ میں اس حال میں پایا گیا کہ اس کے بدن پر زخم کے نشانات ہوں تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

(۳) کسی مسلمان کو مسلمانوں نے ظلماً اور قصداً دھار دار چیز سے قتل کر ڈالا تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہونگے۔ تیسری صورت میں ظلماً کی قید لگائی۔ لہٰذا اگر کسی کے حق کے بدلے میں قتل کردیا گیا مثلاً حد یا قصاص میں یا کسی قوم پر ظلم وزیادتی کی اور انہوں نے اس کو قتل کردیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ اسی طرح قصداً کی قید لگائی ہے۔ چنانچہ اگر خطأً کسی دھاردار چیز سے قتل کردیا گیا مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانہ پر حملہ کر رہا تھا اور وہ کسی انسان کو لگ گیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ اسی طرح دھاردار کی قید لگائی۔ لہٰذا اگر غیر دھاردار چیز سے مثلاً کسی لاٹھی یا پتھر سے مارا گیا ہو تو وہ بھی شہید نہیں ہے۔ اور دھاردار چیز سے مراد وہ آلہ ہے جس میں کاٹنے کی قوت ہو اور اعضاء کو جدا کردے جیسے تلوار، چھری، چاقو، بندوق اور لوہا مطلقاً آلۂ جارحہ میں داخل ہے اگرچہ اس میں دھار نہ ہو۔ ان تینوں صورتوں میں شہید کے احکام جاری ہونگے۔ یعنی اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کو انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کردیا جائیگا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جبکہ مندرجہ ذیل شرائط اس میں پائیں جائیں۔

(۱) وہ مقتول مسلمان ہو، کیونکہ کافر کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔

(۲) بالغ ہو، چنانچہ اگر نابالغ مارا جائے تو اس پر شہادت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کو عام موتیٰ کی طرح غسل وکفن دیا جائے گا۔

(۳) حیض ونفاس وجنابت سے پاک ہو لہٰذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں یا کوئی عورت حیض و نفاس میں شہید ہو جائے تو اس کو بھی غسل وکفن دیا جائے گا۔

(۴) مرتث نہ ہو، یہ ارتثاث سے ماخوذ ہے اور ارتثاث کا مادہ رث ہے۔ رث اصل میں پرانی چیز کو کہتے ہیں اور ارتثاث کے معنی ہیں پرانا پڑ جانا اور سلسلہ ٔشہادت میں ارتثاث کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ زخمی ہو جانے کے بعد وہ اتنا زندہ رہا ہو کہ کوئی دنیاوی حکم اس پر نافذ ہو سکا ہو۔ مثلاً ایک نماز کا وقت اس کی زندگی کی حالت میں گذر گیا ہو یا کوئی دنیوی نفع اس نے حاصل کر لیا ہو مثلاً دوا پی یا وصیت کی یا کافی دیر تک گفتگو کی وغیرہ وغیرہ۔ ایسے شخص کو اصطلاحِ فقہ میں مرتث کہتے ہیں۔ ایسا شخص اگرچہ خدا کے نزدیک شہید ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میدان میں سب سے افضل اور اعلیٰ شہید وہی ہو مگر دنیاوی اعتبار سے شہید کے احکام اس پر نافذ نہیں ہوں گے یعنی اس کو غسل و کفن دیا جائے گا۔ (ایضاح الاصباح) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ امور لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پائے جائیں۔ پس اگر لڑائی ختم ہونے سے پہلے یہ امور پائے جائیں تو وہ مرتث نہیں ہو گا، لہذا شہید ہو گا اور شہید کے بدن پر جو کپڑے کفن کے قبیل سے نہ ہوں مثلاً ٹوپی، موزہ، جوتا اور ہتھیار وغیرہ ان کو اُتار دیا جائے اور کفن کے کپڑوں میں کمی ہو تو ان میں اضافہ کر دیا جائے۔

و کرہ نزع جمیعھا۔

ترجمہ: اور تمام کپڑوں کا اتارنا مکروہ ہے۔ (یعنی شہید کے سب کپڑے اتار کر دوسرے کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔)

و یغسل ان قتل صبیا او مجنونا او حائضا او نفساء او جنبا او ارتث بعد انقضاء الحرب بان اکل او شرب او نام او تداوٰی او مضی وقت الصلوٰۃ وھو یعقل او نقل من المعرکۃ لا لخوف وطیٔ الخیل او اوصی او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر و ان وجد ما ذکر قبل انقضاء الحرب لا یکون مرتثا۔

ترجمہ: اور غسل دیا جائے گا اگر قتل کیا گیا ہو بچہ یا مجنون یا حائضہ یا نفساء یا جنبی یا پرانا ہو گیا ہو جنگ ختم ہونے کے بعد اس طور سے کہ کچھ کھایا یا پیا یا سویا یا دوا کی یا ایک نماز کا وقت گذر گیا اس حال میں کہ وہ ہوش رکھتا ہو یا منتقل کر دیا گیا لڑائی کے میدان سے نہ کہ گھوڑے کے روندنے کے خوف کی وجہ سے یا وصیت کی یا کوئی چیز بیچی یا خریدی یا بہت سی باتیں کیں اور اگر مذکورہ چیزیں پائی گئیں لڑائی ختم ہونے سے پہلے تو وہ مرتث نہیں ہو گا۔

تشریح: وھو یعقل یعنی اس کے ہوش و حواس درست ہوں کیونکہ اگر ہوش و حواس درست نہ ہوں اور وہ نماز ادا کرنے کی مقدار زندہ رہا ہو تب بھی وہ شہید ہے۔

لالخوف یعنی اگر میدان جنگ سے اس لئے اُٹھالائے کہ گھوڑے اس کو نہ روندیں تو وہ مرتث نہیں ہو گا بلکہ شہید ہو گا۔

ویغسل من قتل فی المصر ولم یعلم انہ قتل ظلما او قتل بحد او قود و یصلی علیہ۔

ترجمہ: اور غسل دیا جائے گا اس شخص کو جو شہر میں قتل کیا گیا ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ظلما قتل کیا گیا ہے یا کسی سزا میں یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے اور اس پر نماز پڑھی جائیگی۔

(کتاب الصوم)

روزے کا بیان۔

هو الامساك نهارا عن ادخال شئ عمدا او خطاء بطنا او ماله حكم الباطن وعن شهوة الفرج بنية من اهله ۔

ترجمہ : وہ رکنا ہے دن میں کسی چیز کو قصداً یا خطاءً پیٹ میں یا اس حصہ میں جو پیٹ کا حکم رکھتا ہے داخل کرنے سے اور شرم گاہ کی شہوت سے نیت کے ساتھ اس کے اہل کی طرف سے۔

تشریح: صوم کے لغوی معنی مطلقاً امساک (رکنے) کے ہیں، خواہ کسی چیز سے رُکنا ہو۔ اور شریعت میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس شخص کا جو روزے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی حائضہ اور نفسا، کافر و مجنون نہ ہو، کسی چیز کو (ماکول ہو یا غیر ماکول) پیٹ میں یا جو پیٹ کا حکم رکھتا ہے مثلاً دماغ میں داخل کرنے سے اور فرج کی شہوت سے (خواہ جماع ہو یا چھیڑ چھاڑ جس سے انزال ہو جائے) عبادت کی نیت سے رکنے کا نام صوم ہے۔

وسبب وجوب رمضان شهود جزء منه وكل يوم منه سبب لوجوب ادائه۔

ترجمہ : اور رمضان کی فرضیت کا سبب رمضان کے جزو کا آجانا ہے اور رمضان کا ہر ایک دن اس کی ادائیگی کے واجب ہونے کا سبب ہے۔

تشریح: رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا سبب رمضان کے مہینہ کے کسی جزو کا پایا جانا ہے۔ لہٰذا جب بھی رمضان کا مہینہ پایا جائے گا تو رمضان کے روزے فرض ہو جائیں گے کیونکہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار کو مستلزم ہے اور رمضان کا ہر دن اس دن کے روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کا سبب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نفسِ وجوب (۲) وجوب ادا۔ پس شہر رمضان سبب ہے نفس وجوبِ صوم کا اور ہر دن سبب ہے اس دن کے وجوبِ ادا کا۔

وهو فرض اداء وقضاء على من اجتمع فيه اربعة اشياء، الاسلام والعقل والبلوغ والعلم بالوجوب لمن اسلم بدار الحرب او الكون بدار الاسلام ۔

ترجمہ: اور وہ فرض ہے اداءً وقضاءً اس شخص پر جس میں چار چیزیں جمع ہوں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) وجوب کا علم اس شخص کے لئے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا ہو یا دار الاسلام میں ہونا۔

تشریح: رمضان کے روزے اداءً رکھنا فرض ہے اور اگر رمضان میں ادا نہ رکھ سکا تو رمضان کے بعد اس کی قضا فرض ہے اور یہ رمضان کے روزے اداء اور قضاء فرض ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

(۱) مسلمان ہونا، پس کافر پر روزہ فرض نہیں

(۲) عاقل ہونا، چنانچہ مجنون پر روزہ فرض نہیں۔

(۳) بالغ ہونا، لہٰذا نابالغ پر روزہ فرض نہیں۔

(۴) یا جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا ہو اس کو رمضان کے روزوں کی فرضیت کا علم ہونا، لہٰذا جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اس کو روزہ کی فرضیت کا علم نہیں ہوا تو اس پر اس وقت تک روزہ فرض نہیں ہے جب تک اس کو روزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو جائے اور جب اس کو علم ہو جائے گا اس وقت اس پر روزے فرض ہو جائیں گے اور اس پر گذرے ہوئے دنوں کی قضا لازم نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ بغیر علم کے وہ مکلف نہیں ہے۔ اور جو شخص دارالاسلام میں ہو (یعنی وہیں پیدا ہوا ہو یا اب وہاں رہتا ہو) اور مسلمان ہو اس پر ہر حال میں روزہ فرض ہے خواہ اس کو روزے کی فرضیت کا علم نہ ہو کیونکہ دارالاسلام میں روزہ کی فرضیت سے بے علم ہونا عذر نہیں ہے۔

ويشترط لوجوب ادائه الصحة من مرض وحيض ونفاس والاقامة۔

ترجمہ : **اور روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے صحیح سالم ہونا بیاری اور حیض و نفاس سے، اور مقیم ہونا**

تشریح: اور روزے کی ادائیگی مکلف پر اس وقت واجب ہے جبکہ دو شرطیں پائی جائیں۔

(۱) تندرست ہونا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا،

(۲) مقیم ہونا۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تین شرط کہہ کر بیان کیا ہے۔ یعنی صحت، اقامت اور حیض و نفاس کی حالت میں نہ ہونا۔ (ع) چنانچہ جو شخص مریض یا مسافر ہو اس کو اس وقت میں روزہ رکھنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے اور جب بیمار تندرست ہو جائے اور مسافر سفر سے واپس آجائے تو ان پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا فرض ہے۔ حاصل یہ ہے کہ رمضان کے روزے کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں۔

(۱) شرائطِ وجوب **(۲)** شرائطِ وجوب ادا۔ پہلے چار شرائط بیان کئے گئے وہ شرائط وجوب ہیں۔ اس کے بعد دو شرطیں بیان کی گئیں وہ شرائط وجوبِ ادا کی ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی شخص میں وجوب روزہ کی شرطوں میں سے ایک شرط بھی پائی نہ گئی تو اس پر نہ فی الحال روزہ واجب ہے اور نہ آئندہ اس کی قضا واجب ہے اور جس شخص میں وجوبِ روزہ کی تمام شرطیں پائی گئیں لیکن وجوب ادا کی کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو اس پر روزہ تو واجب ہو جائے گا لیکن فی الحال رکھنا واجب نہیں ہو گا۔ بلکہ جب وہ عذر ختم ہو جائے یعنی وجوب ادا کی شرطیں پائی جائیں تو اس کی قضا واجب ہو گی۔

ويشترط لصحة ادائه ثلاثة النية والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس وعما يفسده ولا يشترط الخلو عن الجنابة۔

ترجمہ : **اور روزے کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔(۱) نیت (۲) اور ایسی چیزوں سے خالی ہونا جو روزے کے منافی ہوں یعنی حیض ونفاس (۳) اور ان چیزوں سے خالی ہونا جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں اور جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں ہے۔**

تشریح: روزے کی ادائیگی اس وقت صحیح ہوگی جب کہ تین شرطیں پائی جائیں (۱) روزہ رکھنے کی نیت کرنا اس کی تفصیل آگے آئے گی (۲) عورت حیض و نفاس سے پاک ہو یعنی اس پر یہ دو حالتیں طاری نہ ہوں۔ یہ دوسری شرط وجوبِ ادا کی بھی ہے اور صحت ادا کی بھی (۳) روزے کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ روزہ مفسداتِ صوم سے خالی ہو۔ لیکن روزے کے صحیح ہونے کے لئے جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ جنابت کی حالت میں روزہ صحیح ہو جاتا ہے۔

وركنه الكف عن قضاء شهوتي البطن والفرج وما الحق بهما۔

ترجمہ : **اور اس کا رُکن پیٹ اور شرم گاہ اور ان چیزوں کی شہوت سے رکنا ہے جو ان دونوں کے ساتھ ملحق ہیں۔**

تشریح: روزہ کے رکن کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے روکے۔

وما الحق بهما یعنی ان شہوتوں سے رکنا ہے جو پیٹ اور شرم گاہ کے ساتھ لاحق مانی جاتی ہیں۔ پیٹ کے ساتھ جیسے دماغ میں دوا وغیرہ پہنچانا۔ شرم گاہ کے ساتھ جیسے چھیڑ چھاڑ جس سے انزال ہو جائے۔

وحكمه سقوط الواجب عن الذمة والثواب فى الاخرة والله أعلم۔

ترجمہ : **اور روزے کا حکم فرض کا ذمہ سے ساقط ہو جانا ہے اور آخرت میں ثواب ہے۔**

تشریح: روزہ کا حکم یعنی اثر یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے اس کے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب پاتا ہے۔

فصل: فی صفة الصوم و تقسیمه

ینقسم الصوم الی ستة أقسام فرض وواجب ومسنون ومندوب ونفل ومکروه۔

ترجمہ: روزہ چھ قسموں پر منقسم ہوتا ہے (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) نفل (۶) مکروہ۔

أما الفرض وهو صوم رمضان اداء و قضاء وصوم الکفارات والمنذور فی الاظهر۔

ترجمہ: بہر حال فرض سو وہ رمضان کے ادا اور قضا روزے ہیں اور کفاروں کے روزے اور منت مانے ہوئے روزے ظاہر تر روایت کے مطابق۔

تشریح: فرض روزوں کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض معین (۲) فرض غیر معین۔ فرض معین وہ روزے ہیں جن کا وقت معین و مخصوص ہے۔ وہ ہر سال میں ایک مہینہ کے رمضان المبارک کے ادا روزے ہیں اور فرض غیر معین وہ روزے ہیں جن کا کسی خاص وقت میں رکھنا معین نہ ہو اور وہ رمضان المبارک کے قضا روزے ہیں۔ خواہ وہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں یا بلا عذر۔ اور کفاروں کے روزے یعنی کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل خطا اور کفارۂ یمین کے روزے بھی فرض ہیں۔ کفارۂ ظہار، قتل خطا کے دو مہینے لگاتار روزے ہیں اور کفارۂ یمین کے تین دن۔ لیکن یہاں فرض سے مراد فرض عملی ہے اعتقادی نہیں۔ اسی لئے ان کے منکر کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ (ع) اسی طرح نذر کے روزے بھی ظاہر تر روایت کے مطابق فرض (یعنی فرض عملی) ہیں اور بعض نے واجب کہا ہے۔

و اما الواجب فهو قضاء ما افسده من صوم نفل۔

ترجمہ: بہر حال واجب تو وہ نفل روزے کی قضا ہے جس کو توڑ دیا ہو۔

تشریح: نفل روزہ توڑنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر نفل روزہ شروع کرنے کے بعد اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔ خواہ قصداً توڑا ہو یا بلا قصد۔

واما المسنون فهو صوم یوم عاشوراء مع التاسع۔

ترجمہ: بہر حال مسنون پس وہ عاشورہ کے دن کا روزہ ہے نویں کے ساتھ۔

تشریح: سنت سے مراد وہ روزے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے ترغیب پائی گئی ہو یا آپ ﷺ نے رکھے ہوں۔ اگر اس کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہوں اور اس پر نبی کریم ﷺ کا اکثر عمل ثابت ہو تو وہ مسنون روزے ہیں اور جس پر نبی کریم ﷺ کا اکثر عمل نہیں پایا گیا یا آپ ﷺ نے کسی روزے کے متعلق رغبت دلائی لیکن خود بنفسِ نفیس وہ روزہ نہیں رکھا یا آپ ﷺ سے رغبت دلانا ثابت نہیں لیکن آپ ﷺ سے اس کی کراہت بھی ثابت نہیں تو وہ سب

مستحب ہیں۔ چنانچہ عاشورہ کا روزہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ سنت ہے لیکن اس کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی نویں تاریخ کا یا ایک دن بعد یعنی گیارہویں تاریخ کا روزہ بھی رکھے تا کہ اہلِ کتاب کی مخالفت ہو جائے اور ان کے ساتھ مشابہت نہ رہے اس لئے کہ یہود بھی اس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے۔ اس لئے بعض کے نزدیک صرف عاشورہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن عام فقہا کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (ع)

واما المندوب فھو صوم ثلاثۃ من کل شھر و یندب کونھا الایام البیض وھی الثالث عشر والرابع عشر و الخامس عشر وصوم یوم الاثنین والخمیس و صوم ست من شوال ثم قیل الافضل و صلھا و قیل تفریقھا و کل صوم ثبت طلبہ و الوعد علیہ بالسنۃ کصوم داؤد علیہ السلام کان یصوم یوما و یفطر یوما وھو افضل الصیام واحبہ الی اللہ تعالی۔

ترجمہ: اور بہر حال مستحب سو وہ ہر مہینہ میں تین روزے ہیں اور مستحب ہے کہ یہ تین دن ایام بیض ہوں اور وہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ہیں۔ اور پیر اور جمعرات کا روزہ اور شوال کے چھ روزے، پھر کہا گیا ہے کہ ان کو ملا کر رکھنا افضل ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کو علیحدہ علیحدہ رکھنا افضل ہے۔ اور ہر وہ روزہ جس کی طلب اور جس پر ثواب سنت سے ثابت ہو جیسے داؤد علیہ السلام کا روزہ کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور یہ روزوں میں افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تشریح: ہر قمری مہینے کے کوئی سے تین دن کے روزے رکھنا مستحب ہے یعنی سارے مہینہ میں جب چاہے رکھ لے خواہ شروع مہینہ میں یا وسط میں یا اخیر میں۔ لیکن ان تین روزوں کا ایام بیض یعنی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو رکھنا الگ مستحب ہے۔ چنانچہ اگر مہینہ کے کوئی سے تین دن میں تین روزے رکھے تو ایک مستحب ادا ہو گا اور اگر خاص ایام بیض میں رکھے تو دو مستحب ادا ہوں گے۔

وصوم یوم الاثنین اور ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کا روزہ مستحب ہے۔ ان دنوں میں خصوصیت سے روزے رکھنے کی حکمت حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال باری تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تو مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب میرے عمل پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔ (ترمذی)

و صوم ست شوال کے مہینہ میں یوم عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے مستحب ہیں۔ انہی کو شش عید کے روزے کہا جاتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ روزوں کو لگاتار رکھنا افضل ہے یا متفرق طور پر رکھنا افضل ہے۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تفریق کو راجح قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعض احناف نے پے در پے رکھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ (درس ترمذی) ان روزوں کی فضیلت حدیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا وہ پورے زمانہ روزہ رکھتا رہا۔

وکل صوم روزے کے مستحب ہونے کے بارے میں ایک اصولی بات کو بیان فرماتے ہیں کہ ہر وہ روزہ جس کے بارے میں کوئی حدیث مروی ہو اور اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو تو وہ مستحب ہے۔ جیسے صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔ اس کی فضیلت بھی ترمذی کی روایت میں ہے جس کی طرف مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور افضل ہے۔

واما النفل فهو ما سوى ذالك مما لم يثبت كراهيته۔

ترجمہ : اور بہر حال نفل پس وہ مذکورہ بالا روزوں کے سوا ہیں جن کی کراہت ثابت نہ ہو۔

تشریح : یعنی ہر وہ روزہ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کوئی کراہت ثابت نہ ہو وہ نفل ہے۔ اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ تمام نفل روزے جن کے لئے کوئی کراہت ثابت نہ ہو وہ مستحب ہے اس لئے کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے مطلق روزے کی رغبت دلائی ہے۔ لہٰذا اس کے رکھنے پر ثواب مرتب ہوگا۔

واما المكروه فهو قسمان مكروه تنزيها و مكروه تحريما الاول كصوم عاشورآء منفرداً عن التاسع۔

ترجمہ : بہر حال مکروہ پس وہ دو قسموں پر ہے (۱) مکروہ تنزیہی (۲) مکروہِ تحریمی۔ پہلا (یعنی مکروہِ تنزیہی) جیسے صرف عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ کے روزے کے بغیر۔

تشریح : صرف عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ بعض حضرات کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہود بھی اس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے۔ لیکن عام فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پوری عمر صرف عاشورہ کا روزہ رکھا ہے۔ البتہ آپ نے آخری سال میں یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا۔ یعنی ۹ محرم یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔ لہٰذا صرف عاشورہ کے روزہ کو مکروہ نہیں کہا جائے گا۔ (ع)

والثانى صوم العيدين وايام التشريق و كره افراد يوم الجمعة وافراد يوم السبت ويوم النيروز اوالمهرجان الاان يوافق عادته و كره صوم الوصال ولو يومين وهوان لا يفطر بعد الغروب اصلا حتى يتصل صوم الغد بالامس و كره صوم الدهر۔

ترجمہ : اور دوسرا (یعنی مکروہ تحریمی) عیدین اور ایام تشریق کے روزے ہیں اور مکروہ ہے تنہا جمعہ یا تنہا سنیچر کا روزہ رکھنا اور نوروز یا مہرجان کا روزہ رکھنا مگر یہ کہ اس کی عادت کے موافق ہو اور صوم وصال بھی مکروہ ہے اگرچہ دو ہی دن کا ہو اور وہ یہ کہ غروب کے بعد قطعاً افطار نہ کرے یہاں تک کہ مل جائے آئندہ کل کا روزہ گذشتہ کل کے روزے سے اور مکروہ ہے صوم دہر۔

تشریح: عید الفطر اور عید الاضحی اسی طرح عید الاضحی کے بعد تین دن یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے۔

و کرہ افراد یوم الجمعۃ یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھنا بعض فقہا کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن عام فقہا کے نزدیک جمعہ کے دن کا تنہا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ البتہ شروع اسلام میں یہ خطرہ تھا کہ جمعہ کے دن کو کہیں عبادت کے لئے اس طرح مخصوص نہ کر لیا جائے جس طرح یہود نے ہفتہ میں صرف یوم السبت کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور باقی ایّام میں چھٹی کر لی تھی۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا تھا لیکن جب بعد میں اسلامی عقائد و احکام راسخ ہو گئے تو یہ حکم ختم کر دیا گیا اور جمعہ کے دن بھی روزہ رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ (درسِ ترمذی)

وافراد یوم السبت تنہا سنیچر کا روزہ رکھنا یہود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اور نوروز و مہر جان کا روزہ مجوس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (نوروز و مہر جان فارس والوں کے عید کے دن ہیں) چنانچہ اگر یہ روزے ان دنوں کی تعظیم اور ان لوگوں کے ساتھ مشابہت کے ارادے سے رکھے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر یہ نیت نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ (ع) اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ اس کی عادت کے روزہ کا دن اس کے موافق نہ ہو۔ چنانچہ اگر نوروز وغیرہ کا دن عادت والے دن میں آ جائے تو پھر کسی قسم کی کراہت نہیں رہے گی۔ مثلاً کوئی شخص ہمیشہ جمعرات کا روزہ رکھتا ہے اتفاقاً جمعرات کو نوروز آ گیا تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

و کرہ یوم الوصال صوم وصال (روزوں میں اتصال کرنا) یعنی دو یا زیادہ دن تک افطار کئے بغیر روزے رکھنا اس طرح کہ غروب آفتاب کے بعد بھی افطار نہ کرے یہاں تک کہ آئندہ کل کا روزہ گذشتہ کل کے روزے کے ساتھ ملا دے اس کو صوم وصال کہتے ہیں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے مکروہ ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے امت کے لئے نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے اسی لئے بعض نے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے اور بعض نے مکروہ تنزیہی کہا ہے۔ (ع)

و کرہ صوم الدھر صوم دہر کے تین مفہوم ہیں (۱) پورے سال روزے رکھنا یعنی کوئی دن ناغہ کئے بغیر ہمیشہ روزے رکھنا اور پانچ ممنوعہ دنوں میں بھی (دونوں عیدوں اور تین دن ایامِ تشریق) روزے رکھنا یہ بالاتفاق ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے (۲) ایام منہیہ کو چھوڑ کر سال کے باقی دنوں میں روزے رکھنا جمہور کے نزدیک جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے (۳) صوم داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا بالاتفاق افضل اور مستحب ہے۔ (درسِ ترمذی بتصرف)

فصل: فيما يشترط تبييت النية و تعيينها فيه و ما لا يشترط۔

ترجمہ: فصل ان روزوں کے بیان میں جن میں رات سے نیت کرنا اور ان کو معین کرنا شرط ہے اور ان روزوں کے بیان میں جن میں یہ شرط نہیں ہے۔

تشریح: روزے کی چند قسمیں ہیں۔ بعض روزے ایسے ہیں جن میں رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کر لینا اور ان کا معین کرنا شرط ہے یعنی اپنے دل میں جانتا ہو کہ کونسا روزہ رکھتا ہے اور بعض روزے ایسے ہیں جن میں رات سے نیت کرنا اور ان کا معین کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اتنا ارادہ کافی ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں چنانچہ اس فصل میں ان دونوں کو بیان کریں گے۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ روزے کی نیت کرنا ہر روزے کے لئے شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص نیت کے بغیر صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکا رہا تو یہ روزہ دار نہیں کہا جائے گا اور روزہ کی نیت یہ ہے کہ دل میں پختہ ارادہ کرے کہ وہ آج آنے والے دن کا روزہ رکھتا ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں لیکن مستحسن ہے۔ عربی میں یوں کہے وبصوم غد نویت من شهر رمضان اور اردو میں یوں کہے "میں نے رمضان کے مہینے کے کل کے روزے کی نیت کی"۔ رمضان میں ہر دن کے روزے کے لئے نئی نیت کرنا ضروری ہے اور سحری کھانا بھی نیت ہے چنانچہ اگر کسی نے نہ زبان سے نیت کی نہ دل سے لیکن روزے کے لئے سحری کھائی تو اس کا روزہ درست ہے۔(ع)

اما القسم الذى لا يشترط فيه تعيين النية ولا تبييتها فهو اداء رمضان والنذر المعين زمانه و النفل فيصح بنية من الليل الى ما قبل نصف النهار على الاصح و نصف النهار من طلوع الفجر الى وقت الضحوة الكبرى۔

ترجمہ: بہر حال روزے کی وہ قسم جن میں نیت کا معین کرنا اور رات سے ارادہ کرنا شرط نہیں ہے وہ رمضان کا ادا روزہ اور ایسی نذر کا روزہ جس کا زمانہ معین ہو اور نفلی روزہ ہے پس ان تینوں میں رات سے لے کر نصف النہار کے پہلے تک نیت کرنا اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور نصف النہار صبح صادق سے ضحوۂ کبریٰ تک ہوتا ہے۔

تشریح: رمضان کے ادا روزے اور نذر معین یعنی جس نذر میں دن یا تاریخ و مہینہ معین کیا ہو مثلاً کسی نے کہا مجھ پر اللہ کے واسطے اسی مہینہ کے پہلے جمعہ کا روزہ لازم ہے تو اس ماہ کا پہلا جمعہ معین ہو گیا اور نفلی روزے میں کسی میں بھی رات سے نیت کرنا اور نیت کو معین کرنا کہ کونسا روزہ رکھتا ہے شرط نہیں ہے بلکہ نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے بھی اگر نیت کر لی تو بھی روزہ صحیح ہو جائے گا۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک شرعی دن مانا جاتا ہے اور اس کا نصف ضحوۂ کبریٰ اور نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے۔ مثلاً صبح صادق ۶ بجے ہو اور غروب آفتاب بھی ۶ بجے ہو تو شرعی دن بارہ گھنٹے کا ہوا اور اس کا نصف چھ گھنٹے کا ہوا تو ٹھیک بارہ بجے نصف النہار شرعی ہوا۔ چنانچہ ان روزوں کی نیت کا آخری وقت نصف النہار شرعی سے ذرا پہلے تک ہے لہذا اگر نصف النہار شرعی ہونے پر یا اس کے بعد نیت کی تو روزہ صحیح نہیں ہو گا۔

ویصح ایضا بمطلق النیۃ و بنیۃ النفل ولو کان مسافرا او مریضا فی الاصح۔

ترجمہ: اور صحیح ہو جاتے ہیں نیز مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے اگرچہ مسافر ہو یا مریض ہو اصح قول کے مطابق۔

تشریح: یعنی مذکورہ بالا تینوں قسم کے روزے مطلق نیت سے بھی ادا ہو جائیں گے۔ مثلاً یہ کہا کہ میں آئندہ کل روزہ رکھوں گا، یہ نہیں کہا کہ فرض یا واجب یا سنت، تب بھی روزہ ادا ہو جائے گا اور نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جائے گا مثلاً یہ کہا کہ میں آئندہ کل نفلی روزہ رکھوں گا کیونکہ رمضان کا مہینہ فرض روزوں کے لئے متعین ہے اور نذر معین بزمانہ بھی رمضان کے حکم میں ہے کیونکہ وہ بھی نذر کرنے والے کی طرف سے متعین ہے اور متعین کے لئے کسی تعیین کی ضرورت نہیں ہوتی اور نفل روزے کے لئے رمضان کے سوا تمام ایام وقت ہے اس لئے رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ اور نفل روزہ مطلق نیت سے ادا ہو جائے گا اور اس حکم میں مسافر اور مریض دونوں برابر ہیں۔ لہذا مسافر اور بیمار کا بھی رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے ادا ہو جائے گا اور نفل روزہ بھی مطلق نیت سے ادا ہو جائے گا۔ یہاں پر فی الاصح کہا کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافر اور مریض اگر رمضان کے روزے میں مطلق نیت یا نفل کی نیت کریں گے تو وہ روزہ نفل ہو گا۔ رمضان کی طرف سے نہیں ہو گا۔ (ط)

و یصح اداء رمضان بنیۃ واجب آخر لمن کان صحیحا مقیما بخلاف المسافر فانہ یقع عما نواہ من الواجب و اختلف الترجیح فی المریض اذا نوی واجبا آخر فی رمضان ولا یصح المنذور المعین زمانہ بنیۃ واجب غیرہ بل یقع عما نواہ من الواجب فیہ۔

ترجمہ: اور رمضان کا ادا روزہ صحیح ہو جاتا ہے دوسرے واجب کی نیت سے اس شخص کا جو تندرست اور مقیم ہو بخلاف مسافر کے پس مسافر کا اسی واجب کی طرف سے واقع ہو گا جس کی اس نے نیت کی اور مریض کے بارے میں ترجیح مختلف ہو گئی ہے جب کہ رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے اور نہیں صحیح ہوتا ہے وہ نذری روزہ جس کا وقت متعین ہو دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ اسی واجب کی طرف سے واقع ہو گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

تشریح: اگر تندرست اور مقیم نے رمضان کا روزہ دوسرے واجب کی نیت سے رکھا تو وہ رمضان ہی کی طرف سے ادا ہو گا۔ مثلاً کسی نے یوں کہا کہ میں آئندہ کل کا کفارہ کا یا گذشتہ سال کے رمضان کی قضا کا روزہ رکھوں گا تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہو گا اور اگر مسافر یا بیمار نے رمضان کے اندر دوسرے کسی واجب نیت کے ساتھ روزہ رکھا پس اگر مسافر ہے تو دوسرے واجب کی طرف سے ادا ہو گا نہ کہ رمضان کا اور اگر مریض ہے تو اس کے بارے میں ترجیح مختلف ہو گئی ہے۔ علامہ فخر الاسلام اور شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی طرف سے ادا ہو گا اور انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور صاحب ہدایہ اور اکثر مشائخ فرماتے ہیں جس کی نیت کی ہے اس کی طرف سے ادا ہو گا۔ (م)

ولایصح اگر کسی نے نذر معین کا روزہ کسی دوسرے واجب کی نیت سے رکھا تو وہ نذر کا روزہ نہیں ہو گا بلکہ جس واجب کی نیت کی ہے اسی کا ہو گا۔ خواہ وہ تندرست ہو یا بیمار ہو، مسافر ہو یا مقیم مثلاً نذر معین کے روزے میں کفارے کے روزے کی نیت کی تو وہ کفارہ کی طرف سے ادا ہو گا، نذر معین کی طرف سے ادا نہ ہو گا۔

واما القسم الثانی و ھو ما یشترط فیہ تعیین النیۃ و تبییتھا فھو قضاء رمضان و قضاء ما افسدہ من نفل و صوم الکفارات بانواعھا و المنذور المطلق کقولہ ان شفی اللہ مریضی فعلی صوم یوم فحصل الشفاء۔

ترجمہ: اور بہر حال دوسری قسم اور وہ وہ روزے ہیں جن میں نیت کی تعیین اور رات سے نیت کرنا شرط ہے پس وہ رمضان کی قضا ہے اور اس نفل کی قضا ہے جس کو فاسد کر دیا تھا اور تمام قسم کے کفاروں کے روزے اور نذر مطلق کے روزے ہیں۔ جیسے اس کا قول کہ اگر اللہ تعالی میرے مریض کو شفا دے تو مجھ پر ایک دن کا روزہ ہے پس شفا ہو گئی۔

تشریح: روزے کی دوسری قسم وہ ہے جس میں نیت کا تعین اور رات سے نیت کرنا ضروری ہے اور وہ رمضان کے قضاء روزے اور اس نفل روزے کی قضا جس کو توڑ دیا ہو اور چاروں کفاروں (کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل، کفارۂ قسم اور کفارۂ افطار رمضان) کے روزے اور نذر مطلق کا روزہ جیسے کسی نے کہا کہ اگر خدا میرے بیمار کو شفا بخش دے تو میں خدا کے نام پر ایک روزہ رکھوں گا پھر شفا ہو گئی تو اس پر ایک روزہ لازم ہو گا تو ان مذکورہ روزوں میں تعیین شرط ہے یعنی اس کا دل جانتا ہو کہ وہ کونسا روزہ رکھ رہا ہے مثلاً رمضان کے قضا روزہ کی نیت کرتا ہوں یا روزہ توڑنے کے کفارہ کے روزے کی نیت کرتا ہوں اگر اس قسم کے روزوں میں نیت کا تعین نہیں کیا بلکہ صرف مطلق نیت کی کہ میں روزہ رکھتا ہوں تو وہ روزے نفل ہوں گے کیونکہ اصل روزے کی نیت موجود ہے اور اس قسم کے روزوں میں رات سے (صبح صادق سے پہلے پہلے) نیت کرنا ضروری ہے اور اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو روزہ درست نہ ہو گا ہاں اگر صبح صادق ہوتے ہی نیت کر لی تو جائز ہے۔(ع)

فصل فیما یثبت بہ الھلال و فی صوم یوم الشک و غیرہ۔

ترجمہ: فصل ان چیزوں کے بیان میں جن سے چاند کا ثبوت ہوتا ہے اور یوم شک وغیرہ کے روزے کے بیان میں۔

تشریح: شعبان کی اُنتیس تاریخ کو رمضان کا چاند تلاش کرنا (دیکھنے کی کوشش کرنا) واجب علی الکفایہ ہے اسی طرح رجب، رمضان اور ذیقعد وذی الحجہ کی انتیسویں تاریخ کو چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔ ان پانچ مہینوں کے علاوہ باقی مہینوں کی انتیسویں تاریخ کو چاند دیکھنا مستحب علی الکفایہ ہے۔(ع)

یثبت رمضان برویۃ ھلالہ او بعد شعبان ثلاثین ان غم الھلال۔

ترجمہ: رمضان ثابت ہو جاتا ہے چاند دیکھنے سے یا شعبان کے تیس دن گن لینے سے اگر چاند مشتبہ ہو۔

تشریح: رمضان کا چاند دو باتوں میں سے ایک سے ثابت ہو جاتا ہے۔ یا تو ۲۹ شعبان کو چاند نظر آ جانے سے یا چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرنے سے رمضان ثابت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر چاند نظر آ گیا تو اگلے روز روزہ رکھ لیا جائے اور اگر چاند نظر نہیں آیا تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے اگلے دن روزہ رکھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ثبوتِ شہر کا مدار چاند کی رویت پر ہے نہ کہ اس کے وجود پر لہذا معلوم ہوا کہ اگر چاند افق پر موجود ہو مگر بادل وغیرہ کسی وجہ سے دیکھا نہ جا سکے تو اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس سے ثبوت شہر نہ ہو گا۔(درسِ ترمذی)

ویوم الشك هو ما يلي التاسع و العشرين من شعبان وقد استوى فيه طرف العلم والجهل بان غم الهلال۔

ترجمہ: اور یوم شک وہ ہے جو ۲۹ ء شعبان سے متصل ہے (یعنی شعبان کا تیسواں دن) اور اس میں جاننے نہ جاننے کا پہلو برابر ہو اس طور سے کہ چاند مشتبہ رہا ہو۔

تشریح: یومِ شک سے مراد شعبان کا آخری دن ہے جس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ رمضان کا پہلا دن ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ شعبان کا آخری دن یعنی شعبان کی تیس تاریخ ہو۔

وقد استوی یعنی تیسویں شعبان یوم الشک اس صورت میں ہو گا جب کہ ۲۹ ء شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند کے ہونے اور نہ ہونے میں شک ہو اور اگر مطلع صاف ہو تو اگلا دن یوم شک نہیں کہلائے گا۔

و كره فيه كل صوم الا صوم نفل جزم به بلا ترديد بينه و بين صوم آخر وان ظهر انه من رمضان اجزأعنه ما صامه وان ردد فيه بين صيام و فطر لا يكون صائما۔

ترجمہ: اور یوم شک میں ہر روزہ مکروہ ہے مگر وہ نفلی روزہ جس کا ارادہ پختگی سے کیا ہو، بغیر تردد کے اس کے اور دوسرے روزے کے درمیان اور اگر ظاہر ہو جائے کہ وہ رمضان کا دن ہے تو وہ رمضان کی طرف سے کافی ہو گا اور اگر تردد ہو اس دن کے روزہ میں روزہ اور افطار کے درمیان تو وہ روزہ نہیں ہو گا۔

تشریح: یعنی شک والے دن ہر روزہ مثلاً قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے مگر بغیر کسی تذبذب کے پکے طور پر نفل کی نیت سے روزہ رکھے کہ اس کی نیت میں نفل کے ساتھ دوسرا کوئی روزہ ہونے کا تردد نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ چنانچہ اگر نفل روزے کی نیت کی یا قضا یا کفارہ یا نذر کے روزہ کی نیت کی اور کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو جس نیت سے بھی روزہ رکھا ہو وہ روزہ رمضان کی طرف سے ادا ہو گا اور قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہ آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہ ادا ہو جائے گا۔

وان ردد یعنی اس دن میں نیت کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے درمیان دائر کر دے اس طور سے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہوا تو روزہ رکھوں گا اور اگر شعبان کا ہوا تو روزہ نہیں رکھوں گا۔ اس صورت میں روزہ ہی معتبر نہ ہو گا۔ خواہ رمضان ہو یا نہ ہو۔

و کرہ صوم یوم او یومین من اٰخر شعبان لا یکرہ مافوقھما۔

ترجمہ: اور مکروہ ہیں ایک یا دو دن کے روزے شعبان کے اخیر میں، اس سے زیادہ مکروہ نہیں۔

تشریح: اس میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ جس شخص کے روزہ کی عادت والے دن شعبان کے آخری دو دن میں واقع ہوں تو اس کے حق میں ان دنوں کا روزہ رکھنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے اور بغیر عادت والے شخص کے لئے شعبان کے آخری تین دن یا زیادہ کے روزے رکھنے میں بھی کراہت نہیں ہے لیکن ایک یا دو دن کا روزہ رکھنے میں کراہت تنزیہی ہے۔(ع)

و یأمر المفتی العامة بالتلوّم یوم الشك ثم بالافطار اذا ذهب وقت النية ولم یتعین الحال۔

ترجمہ: اور یومِ شک میں مفتی عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے گا پھر افطار کا جب کہ نیت کا وقت چلا جائے اور کوئی حالت متعین نہ ہو۔

تشریح: یوم الشک میں مفتی عام لوگوں کو فتوی دے کہ وہ زوال تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ ممنوعات روزہ سے باز رہیں اگر زوال تک چاند کا ثبوت ہو گیا تو وہ لوگ رمضان کے روزہ کی نیت کر لیں اور روزہ پورا کریں اور اگر زوال ہو گیا تو پھر افطار کا فتوی دے دے کہ اب وہ لوگ کھائیں پئیں اور روزہ نہ رکھیں۔

ویصوم فیه المفتی والقاضی ومن کان من الخواص وهو من یتمکن من ضبط نفسه عن الترديد فی النية و ملاحظة کونه عن الفرض۔

ترجمہ: اور روزہ رکھیں اس دن میں مفتی اور قاضی اور جو خواص میں سے ہوں اور خواص وہ ہیں جو قابو رکھ سکیں اپنے نفس کو ضبط کر کے نیت کے اندر تردید سے اور اس کے فرض کی طرف سے ہونے کے دھیان سے۔

تشریح: مفتی، قاضی اور خواص یوم شک میں روزہ رکھیں اور یہ ان کے لئے مستحب ہے، واجب نہیں۔(ع) اور خواص و عوام میں فرق یہ ہے کہ جو شخص اپنے علم و فقہ کی بناء پر شکوک و وساوس میں پڑے بغیر خالص نفل روزے کی نیت کرے اور دل میں یہ خیال نہ آنے دے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہو گا تو وہ رمضان کا روزہ ہے وہ خواص میں سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو وہ عوام میں سے ہے۔ بہر حال مفتی، قاضی اور خواص روزہ رکھ لیں۔ تاکہ احتیاط پر عمل ہو سکے کیونکہ یوم شک میں احتمال ہے کہ یہ رمضان کا دن ہو۔

ومن رأیٰ هلال رمضان او الفطر وحده و ردقوله لزمه الصیام و لا یجوز له الفطر بتیقنه هلال شوال وان افطر فی الوقتین قضیٰ و لا کفارة علیه ولو کان فطره قبل ما رده القاضی فی الصحیح۔

ترجمہ: جو شخص رمضان کا یا عید الفطر کا چاند تنہا دیکھے اور اس کا قول رد کر دیا گیا ہو تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہے اور اس کو افطار کرنا جائز نہیں ہے شوال کے چاند کا یقین کرنے کی وجہ سے اور اگر دونوں وقت میں افطار کر لیا تو قضا کرے گا اور اس پر کفارہ لازم نہ ہو گا۔ اگرچہ افطار کر لیا ہو قاضی کے رد کر دینے سے پہلے صحیح قول کے مطابق۔

تشریح: یعنی اگر تنہا کسی مسلمان عاقل بالغ نے رمضان یا عید الفطر کا چاند دیکھا اور کسی وجہ سے قاضی نے اس کی گواہی قبول نہیں کی مثلاً مطلع صاف ہونے کی حالت میں اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی تو خود اس کو تیس شعبان اور تیس رمضان کو روزہ رکھنا واجب ہے اور عید کا چاند دیکھنے کے باوجود اس کے لئے روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ روزہ نہ رکھے لیکن لوگوں کے سامنے نہ کھائے۔(ح)

وان افطر یعنی اگر اس نے رمضان اور شوال کا چاند دیکھ کر روزہ رکھ کر توڑ دیا اس حال میں کہ قاضی نے اس کی گواہی کو رد کر دیا تھا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی۔ کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

ولو کان یعنی قاضی نے ابھی تک اس کی گواہی رد نہیں کی اس سے پہلے ہی اس نے روزہ توڑ ڈالا تو قضا تو بالاتفاق واجب ہے لیکن کفارہ کے واجب ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس صورت میں کفارہ واجب ہو گا مگر صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہ ہو گا۔

واذا كان بالسماء علة من غيم او غبار او نحوه قبل خبر واحد عدل او مستور في الصحيح ولو شهد على شهادة واحد مثله ولو كان انثى او رقيقا او محدودا في قذف تاب لرمضان.

ترجمہ: اور اگر آسمان میں بادل یا غبار یا اس جیسی کوئی علت ہو تو ایک عادل یا مستور کی خبر قبول کی جائے گی صحیح قول کے مطابق۔ اگرچہ گواہی دی ہو اپنے جیسے ایک آدمی کی گواہی پر اور اگرچہ عورت یا غلام یا ایسا شخص ہو جس کو تہمت کے سلسلہ میں سزا ملی ہو جو توبہ کر چکا ہو رمضان کے لئے۔

تشریح: اگر مطلع صاف نہ ہو بلکہ بادل یا غبار یا دھواں وغیرہ اُفق پر ایسا چھایا ہوا ہو جو چاند کو چھپا دے تو ایک عادل یا مستور کی گواہی رمضان کا چاند دیکھنے میں قبول کر لی جائے گی اور عادل ہونے کا ادنی درجہ جو یہاں شرط ہے وہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کو ترک کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور خلاف مروت کاموں سے بچے۔ اور مستور سے مراد وہ شخص ہے جس کا حال پوشیدہ ہو یعنی بظاہر نیکوکار معلوم ہوتا ہو اور اس کے باطن کا حال معلوم نہ ہو کہ بدکار ہے یا نیکوکار۔ لہذا صحیح یہ ہے اس کی بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔(ع)

ولو شهد یعنی دوسرا شخص گواہی دے کہ میرے سامنے فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے تو یہ گواہی بھی مقبول ہو گی اور چاند ثابت ہو جائے گا۔

ولو کان یعنی گواہ خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام یا ایسا محدود فی القذف جس نے توبہ کرلی ہو چنانچہ ایک عورت کی گواہی بھی رمضان کے چاند کے لئے مقبول ہوگی اسی طرح کسی شخص کو کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگی ہو اور پھر اس نے توبہ کرلی ہو تو اس کی گواہی بھی قابل قبول ہوگی۔

ولا یشترط لفظ الشهادة ولا الدعوی۔

ترجمہ : اور نہیں شرط لگائی جاتی ہے لفظِ شہادت کی اور نہ دعویٰ دائر کرنے کی۔

تشریح : یعنی گواہی لفظ شہادت کے ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے مثلاً عربی میں اشھد یا اردو میں یوں کہنا میں گواہی دیتا ہوں یہ شرط نہیں ہے۔ اسی طرح دعویٰ کی بھی شرط نہیں ہے، یعنی قاضی کے یہاں پہلے دعویٰ ہو اس کے بعد شہادت پیش کی جائے ایسی شرط نہیں بلکہ بلا کسی دعوی کے شاہد شہادت دیں گے۔ ویسے قاضی کے یہاں عدالت میں کوئی شہادت اسی وقت پیش ہوتی ہے جب کوئی دعویٰ ہوا ہو لیکن یہاں پر عید بقر عید کے چاند کے ثبوت کے لئے اس طرح کے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بلا کسی دعویٰ کے شاہد شہادت دیں گے۔

و شرط لهلال الفطر اذا کان بالسماء علة لفظ الشهادة من حرین او حر و حرتین بلا دعوی۔

ترجمہ : اور شرط ہے عید کے چاند کے لئے لفظ شہادۃ جب کہ آسمان پر علت ہو جو دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی جانب سے ہو بغیر دعویٰ کے۔

تشریح : اس سے پہلے رمضان کے چاند کے متعلق تفصیل تھی اب یہاں سے عید الفطر کے چاند کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ ۲۹ رمضان کو اگر آسمان پر ابر یا غبار وغیرہ ہو تو عید الفطر کے چاند کے ثبوت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ ایک آدمی کی شہادت کافی نہ ہوگی اور گواہوں کا آزاد ہونا بھی ضروری ہے اسی طرح گواہی کا لفظ شہادت کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ عربی میں اشھد کہے یا دوسری کسی زبان میں اس کے ہم معنی جملہ کہے۔ مثلاً اردو میں کہے میں گواہی دیتا ہوں البتہ اس میں دعویٰ شرط نہیں ہے۔

و ان لم یکن بالسماء علة فلا بد من جمع عظیم لرمضان والفطر و مقدار الجمع العظیم مفوض لرأی الامام فی الاصح۔

ترجمہ : اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو ایک بڑی جماعت رمضان اور عید کے لئے ضروری ہے اور بڑی جماعت کی مقدار سپرد کی گئی ہے امام کی رائے پر اصح قول میں۔

تشریح : اگر آسمان صاف ہو یعنی ایسا گرد و غبار، دھواں یا بادل چھایا ہوا نہ ہو جو چاند کی رویت میں حائل ہو سکے اور اس کے باوجود کسی بستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں رمضان و عید کے چاند کے لئے صرف دو چار گواہوں کے اس

بیان کا اعتبار نہ ہو گا کہ ہم نے اس بستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہو گی جو مختلف اطراف سے آئے ہوں اور اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنا بیان کریں کسی سازش کا احتمال نہ ہو اور جماعت کی کثرت کے سبب عقلاً یہ باور نہ کیا جاسکے کہ اتنی بڑی جماعت جھوٹ بول سکتی ہے۔ اس جماعت کی تعداد کے بارے میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے پچاس کا عدد بیان کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ کوئی خاص تعداد شرعاً متعین نہیں جتنی تعداد سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب مل کر جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں وہی تعداد کافی ہے خواہ پچاس ہوں یا کم و بیش۔ (درسِ ترمذی ۲ / ۵۲۶)

و اذا تم العدد بشهادة فرد و لم یر هلال الفطر و السماء مصحية لا يحل الفطر ۔

ترجمہ : اور جب عدد پورا ہو جائے ایک آدمی کی شہادت سے اور عید کا چاند نظر نہ آئے حالانکہ آسمان صاف ہے تو اس کے لئے افطار حلال نہیں ہے۔

تشریح : اگر ایک آدمی کی شہادت پر قاضی نے فیصلہ کر دیا اور اس فیصلہ کے مطابق رمضان کے تیس روزے ہو گئے پھر بھی آسمان کے صاف ہونے کے باوجود اکتیسویں دن شوال کا چاند نظر نہیں آیا تو اس صورت میں عید نہیں منائی جائے گی بلکہ دوسرے دن اکتیسواں روزہ رکھنا ضروری ہو گا اور قاضی کو حق ہو گا کہ شاہد پر مقدمہ چلائے اور سزا دے۔ (ح)

واختلف الترجيح فيما اذا كان بشهادة عدلين۔

ترجمہ : اور ترجیح میں اختلاف ہو گیا ہے اس صورت میں جب کہ دو عادل کی شہادت سے رمضان کا حکم دیا گیا ہو۔

تشریح : اگر دو عادل شخصیتوں کی گواہی پر رمضان کا فیصلہ کر دیا گیا اور پھر رمضان کے تیس روزے پورے ہونے کے بعد بھی چاند نظر نہیں آیا تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں دوسرے دن عید منائی جائے گی اور اس کو راجح کہا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ عید نہیں منائی جائے گی اور انہوں نے اس کو راجح کہا ہے۔

ولا خلاف فی حل الفطر اذا كان بالسماء علة و لو ثبت رمضان بشهادة الفرد ۔

ترجمہ : اور کوئی اختلاف نہیں ہے افطار کے حلال ہونے میں جب کہ آسمان پر علت ہو، اگرچہ رمضان کا ثبوت ایک آدمی کی شہادت پر ہوا ہو۔

تشریح : اگر رمضان کا ثبوت ایک آدمی کی شہادت پر ہوا یا دو آدمی کی شہادت پر ہوا پھر رمضان کے تیس روزے پورے ہونے کے بعد آسمان پر کوئی علت یعنی غبار بادل وغیرہ کی وجہ سے اکتیسویں دن چاند نظر نہیں آیا تو اس صورت میں بالاتفاق دوسرے دن عید منائی جائے گی۔

وهلال الاضحٰی کالفطر و یشترط لبقیة الاهلة شهادة رجلین عدلین او حر و حرتین غیر محدودین فی قذف۔

ترجمہ : عیدالاضحی کے چاند کا حکم عیدالفطر کی طرح ہے اور شرط ہے باقی چاندوں کے لئے دوعادل مرد یاایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت جن کو تہمت کے سلسلے میں حد نہ لگائی گئی ہو۔

تشریح : عیدالاضحی کے چاند کا حکم عیدالفطر کے چاند کی طرح ہے یعنی ابر و غبار کی حالت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عوتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اور ان کا عادل و آزاد ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا شرط ہے اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں بڑی جماعت کا ہونا شرط ہے۔

ویشترط یعنی ہلال رمضان و عیدین کے علاوہ باقی نو مہینوں کے چاند میں خواہ ابر ہو یا مطلع صاف ہو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کافی ہے کیونکہ ان مہینوں کے چاند دیکھنے کا عام طور پر اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس کو علامہ خیر الدین رملی نے بیان کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک قول یہ ہے کہ عیدالاضحی اور باقی نو مہینوں کے چاند کا حکم عیدالفطر کی طرح ہے یہ حکم ظاہر روایت میں ہے اور یہی اصح ہے۔(ع)

واذا ثبت فی مطلع قطر لزم سائر الناس فی ظاهر المذهب و علیه الفتوی و اکثر المشائخ۔

ترجمہ : اور جب کسی علاقے کے مطلع میں (عیدالفطر کا) ثبوت ہو گیا تو تمام لوگوں پر (افطار) لازم ہو جائے گا ظاہر مذہب کے مطابق اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مسلک ہے۔

تشریح : اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں یعنی ایک مطلع کی رویت دوسرے مطلع کے لئے کافی ہے یا نہیں چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اختلافِ مطالع شرعاً معتبر ہے۔ لہذا ہر شہر کے لوگ اپنی رویت کا الگ الگ اعتبار کریں گے یعنی ایک شہر میں چاند نظر آجائے تو دوسرے شہر کے لوگ اس کے مطابق رمضان یا عید نہیں کریں گے۔ لیکن احناف کا اصل مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں لہذا اگر کسی ایک شہر میں چاند نظر آجائے تو دوسرے شہر کے لوگ اس کے مطابق رمضان یا عید کر سکتے ہیں بشرطیکہ اُس شہر میں چاند کا ثبوت شرعی طریقہ سے ہو جائے یعنی شہادت وغیرہ سے البتہ متأخرین حنفیہ میں سے حافظ زیلعی نے کنز کی شرح میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزیک بھی معتبر ہے۔ لہذا بلاد بعیدہ کی رویت کافی نہیں ہوگی۔ متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے۔ لیکن بلاد بعیدہ و قریبہ کی تفریق کا کیا معیار ہو گا تو اس کی وضاحت کتب فقہ میں نہیں ہے۔ البتہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الملہم میں اس کا یہ معیار تجویز فرمایا ہے کہ جو بلاد اتنی دور ہوں کہ ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے دو دن کا فرق پڑ جائے وہاں اختلاف مطالع معتبر ہو گا۔ (یعنی ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے کافی نہ ہوگی) کیونکہ اگر ایسے بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو مہینہ یا اٹھائیس دن کا یا اکتیس دن کا ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ بعض شہروں میں چاند کی رویت دوسرے شہروں سے اکثر دو دن پہلے بھی واقع ہوتی ہے) جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں۔ (ع، درس ترمذی ۲ □ ۵۳۱)

ولا عبرة برویة الهلال نہاراسواء کان قبل الزوال اوبعدہ وھو اللیلة المستقبلہ فی المختار

ترجمہ : اور کوئی اعتبار نہیں ہے دن میں چاند دیکھنے کا، خواہ زوال سے پہلے دیکھا جائے یازوال کے بعد اور یہ چاند آنے والی رات کا ہے۔ مختار قول میں۔

تشریح : یعنی اگر شعبان یا رمضان کی تیس تاریخ کو دن میں چاند نظر آیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی اس سے وہ دن نہ رمضان کا ہوگا اور نہ عید کا بلکہ یہ چاند آنے والی رات کا شمار کیا جائے گا۔ خواہ زوال سے پہلے نظر آیا ہو یازوال کے بعد۔ یہ طرفین کا مسلک ہے اور یہی مختار ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر چاند زوال کے بعد نظر آیا ہو تب تو یہی حکم ہے کہ آنے والی رات کا مانا جائے گا اور اگر زوال سے پہلے دیکھا گیا ہو تو وہ گذشتہ رات کا مانا جائے گا اور وہ دن رمضان یا عید کا ہو گا۔

(باب مالا یفسد الصوم)

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزے کو فاسد نہیں کرتی ہیں

وھو اربعة و عشرون شیأ مالو اکل او شرب او جامع ناسیا وان کان للناسی قدرة علی الصوم یذ کرہ بہ من رأہ یاکل و کرہ عدم تذ کیرہ و ان لم یکن قوة فالاولی عدم تذ کیرہ۔

ترجمہ : اور یہ چوبیس چیزیں ہیں (تقریباً)۔(۱) اگر بھولے سے کھایا،(۲) یا پیا،(۳) یا جماع کیا، اور اگر بھولنے والے کو روزہ پر قدرت ہو تو اس کو یاد دلادے وہ شخص جو اس کو کھاتے ہوئے دیکھے اور اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اور اگر اس میں روزہ کی قوت نہ ہو تو اس کو یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

تشریح : مسئلہ یہ ہے کہ اگر روزے دار بھول کر کھاپی لے یا جماع کرلے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ کھانے پینے اور جماع کے دوران یاد آجانے پر فوراً کھانا پینا اور جماع ترک کر دیا ہو یعنی لقمہ منہ سے باہر نکال دیا ہو اور جماع سے فوراً الگ ہو گیا ہو۔ چنانچہ اگر یاد آجانے کے بعد لقمہ نگل گیا یا جماع پر قائم رہا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ پھر لقمہ نگلنے کی صورت میں قضا ہے اور کفارہ واجب ہونے میں اختلاف ہے اور جماع کی صورت میں قضا لازم ہے اور ظاہر روایت کے مطابق کفارہ لازم نہیں۔(ع)

وان کان للناسی اگر کوئی شخص روزہ دار کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے اور اس کو یہ خیال ہو کہ یہ روزہ دار آسانی سے اس روزے کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے مثلاً جوان ہے تو ایسی صورت میں اس کو باخبر کر دینا ضروری ہے اور باخبر نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر وہ روزہ دار ایسا ہو کہ روزہ رکھنے سے اسے ضعف لاحق ہونے کا اندیشہ ہو اور اکل و شرب سے دوسری عبادات وطاعات میں قوت حاصل ہونے کی امید ہو مثلاً بہت بوڑھا ہو تو ایسی صورت میں عدم اخبار کی بھی گنجائش ہے۔

او انزل بنظر او فکر وان دام النظر والفکر او ادھن او اکتحل ولو وجد طعمه فی حلقه۔

ترجمہ : **(۴) یا انزال ہو گیا دیکھنے سے (۵) یا سوچنے سے اگرچہ برابر دیکھتا یا سوچتا رہا ہو، (۶) یا تیل لگایا، (۷) یا سرمہ لگایا اگرچہ اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا ہو۔**

تشریح : اگر کسی عورت کے چہرہ کو یا اس کی شرمگاہ کو بار بار یا ایک بار دیکھا اور منی نکل گئی یا کسی عورت کے بارے میں سوچنے لگا اور انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہ ہو گا۔ اگرچہ دیر تک فکر میں رہا ہو۔ اور غیر محرم کی طرف بار بار دیکھنا حرام ہے لیکن حرمت سے روزہ کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا اور اگر انزال نہیں ہوا تو بدرجہ اولیٰ روزہ فاسد نہ ہو گا۔

او ادھن بدن یا سر میں تیل لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ اگرچہ وہ تیل خوشبودار ہو۔ (زبدۃ الفقہ)

او اکتحل سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگرچہ سرمہ کا اثر یعنی ذائقہ حلق میں محسوس ہو یا اس کی سیاہی تھوک میں نظر آنے لگے۔ اسی طرح آنکھوں میں دوا ڈالنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو۔ (ع)

او احتجم او اغتاب او نوی الفطر ولم یفطر او دخل حلقه دخان بلا صنعه او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویة فیه وھو ذاکر لصومه۔

ترجمہ : **(۸) یا پچھنہ لگوایا، (۹) یا غیبت کی، (۱۰) یا افطار کا ارادہ کیا اور افطار نہیں کیا، (۱۱) یا اس کے حلق میں بغیر اس کے فعل کے دھواں داخل ہو گیا، (۱۲) یا غبار داخل ہو گیا اگرچہ چکی کا ہو، (۱۳) یا مکھی گھس گئی، (۱۴) یا دواؤں کے مزہ کا اثر حلق میں داخل ہو گیا اس حال میں کہ اس کو روزہ یاد ہو۔**

تشریح : پچھنہ یعنی جسم پر نشتر لگا کر سینگی (سوراخ کیا ہوا سینگ) کے ذریعہ خون چوسنا چنانچہ اگر اس سے کمزوری لاحق ہونے کا خوف نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر ضعف کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

او اغتاب غیبت یعنی کسی مسلمان کا اس کی پیٹھ پیچھے اس طرح ذکر کرنا کہ اگر اس کے سامنے ہو تو اس کو ناگوار ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی غیبت کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ یہ کمال صوم کے منافی ہے اور مکروہ فعل ہے۔

او نوی یعنی اگر کسی شخص نے روزہ توڑنے کی نیت کی اور نیت کے علاوہ اور کوئی چیز روزہ توڑنے والی اس سے واقع نہیں ہوئی تو صرف نیت سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ روزہ توڑنے کا فعل اس کے ساتھ واقع نہ ہو۔

او دخل حلقه یعنی کسی کے حلق میں مٹی کا غبار یا پیسنے یا چھاننے کا غبار یا دھواں وغیرہ یا اس قسم کی کوئی اور چیز داخل ہو گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ خواہ اس کو روزہ یاد ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ روزہ دار کے فعل کے بغیر خود بخود داخل ہو جائے اور اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے اس نے اپنے فعل سے ان میں سے کسی چیز کو داخل کیا مثلاً بیڑی سگریٹ پی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اوذباب یعنی مکھی کے بلا قصد روزدار کے پیٹ میں پہنچ جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اواثر طعم کسی نے دوائی کوٹی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں محسوس کیا تو اگرچہ اس کو روزہ یاد ہو پھر بھی اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اواصبح جنبا ولو استمر یوما بالجنابۃ اوصب فی احلیلہ ماء اودھنا اوخاض نھرا فدخل الماء اذنہ۔

ترجمہ : (۱۵) یا جنابت کی حالت میں صبح کی اگرچہ گذار دیا ہو پورا دن جنابت کے ساتھ، (۱۶) یا اپنی پیشاب گاہ کے سوراخ میں پانی ٹپکایا، (۱۷) یا تیل ٹپکایا، (۱۸) یا غوطہ لگایا کسی نہر میں اور اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا۔

تشریح : اگر روزہ دار نے جنابت کی حالت میں صبح کی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ پورا دن جنابت کی حالت میں رہے کیونکہ روزہ توڑنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ لیکن اس کو بلا عذر قصداً غسل میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔(ع)

اوصب اگر کسی نے اپنے پیشاب کے مقام میں پانی یا تیل وغیرہ ٹپکایا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔(ح)

اوخاض اگر نہر وغیرہ کے اندر غوطہ لگایا اور اس کے کان میں پانی داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن روزہ کی حالت میں ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا یا پانی میں غوطہ لگانا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ اس سے عبادت میں بے رغبتی (دل کی تنگی) پائی جاتی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور یہی اظہر ہے۔

اوحک اذنہ بعود فخرج علیہ درن ثم ادخلہ مرارا الی اذنہ اودخل انفہ مخاط فاستنشقہ عمدا او ابتلعہ و ینبغی القاء النخامۃ حتیٰ لا یفسد صومہ علی قول الامام الشافعی رحمہ اللہ

ترجمہ : (۱۹) یا اپنے کان کو لکڑی سے کھجایا پس اس پر میل نکلا پھر اس کو بار بار اپنے کان میں داخل کیا، (۲۰) یا اس کی ناک میں رینٹھ آئی پس اس کو قصداً چڑھالیا یا نگل لیا اور مناسب ہے کھنکار کو باہر پھینک دینا تاکہ اس کا روزہ فاسد نہ ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر۔

تشریح : اگر کان کے اندرونی حصہ کو لکڑی سے کھجلایا پھر اس کو کان سے باہر نکال لیا اور اس پر میل لگ گیا تھا پھر اس کو اس میل سمیت دوبارہ کان میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اودخل انفہ اگر کسی کے دماغ سے ناک میں رینٹھ آئی یا ناک ہی سے رینٹھ پیدا ہوئی پھر اس نے اسی کو سانس کے ساتھ قصداً اوپر چڑھالیا یا نگل لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن احتیاطاً اس کو نگلنے کے بجائے، باہر ڈال دینا چاہیے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور ائمہ کے اختلاف کے مواقع میں حسب استطاعت ان کے مذہب کی رعایت کرنا مستحب ہے تاکہ روزہ بالاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہو جائے۔(ع)

اوذرعه القئ و عاد بغير صنعه ولو ملأ فاه فی الصحیح اواستقاء اقل من ملأ فیه علی الصحیح ولو اعادہ فی الصحیح۔

ترجمہ : (۲۱) یا اس کو خود بخود قے ہوگئی اور اس کے فعل کے بغیر واپس ہوگئی اگرچہ منہ بھر کر ہو صحیح قول کے مطابق۔(۲۲) یا قے کی منہ بھر سے کم صحیح قول پر اگرچہ اس کو واپس کرلیا ہو صحیح قول کے مطابق۔

تشریح : اگر قے بلا ارادہ خود بخود ہوگئی اور پھر خود ہی لوٹ کر واپس اندر چلی گئی تو وہ منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم ہو ایسی صورت میں اس کا روزہ صحیح قول کے مطابق فاسد نہیں ہوگا۔

اواستقاء یعنی اگر عمداً منہ بھر سے کم قے کی تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ اگرچہ بالا رادہ اس نے لوٹائی ہو۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمداً منہ بھر سے کم قے کی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر قے کو بالا رادہ لوٹایا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا۔ خواہ قے قلیل ہو یا کثیر ہو۔(م) چنانچہ امام ابن نجیم نے البحر الرائق میں قے کی بارہ صورتیں بیان کی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ قے یا خود آئی ہوگی یا قصداً لائی گئی ہوگی، دونوں صورتوں میں منہ بھر کے ہوگی یا نہیں پھر ان میں سے ہر ایک صورت میں یا وہ خارج ہوگئی ہوگی یا خود بخود واپس ہوگئی ہوگی یا قصداً اسے واپس کرلیا گیا ہوگا یہ کل بارہ صورتیں ہوئی۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ان میں سے صرف دو صورتیں ناقضِ صوم ہیں۔ ایک یہ کہ منہ بھر کے قے ہو اور صائم اس کا اعادہ کرلے دوسرے یہ کہ عمداً منہ بھر کے قے کرے باقی کوئی صورت مفسدِ صوم نہیں۔(ط۔ درسِ ترمذی)

اواكل مابين اسنانه و كان دون الحمصة او مضغ مثل سمسمة من خارج فمه حتى تلاشت ولم يجد لها طعما فى حلقه۔

ترجمہ : (۲۳) یا کھالیا اس چیز کو جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اس حال میں کہ وہ چنے سے کم تھی (۲۴) یا چبایا تل جیسی چیز کو منہ کے باہر سے یہاں تک کہ وہ لاشی ہوگئی اور اس کا مزہ حلق میں نہیں پایا۔

تشریح : سحری کھانے کے بعد دانتوں میں کوئی چیز رہ گئی اور اس نے روزہ کے حالت میں اندر اندر ہی زبان سے نکال کر کھالیا تو اگر وہ چیز چنے کی مقدار سے کم ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ یہاں پر دون الحمصة فرمایا چنانچہ اگر چنے کی مقدار سے زائد ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا خواہ اس کو باہر نکال کر کھائے یا بغیر نکالے ہی کھا جائے۔ اسی طرح چنے کی مقدار سے کم ہو لیکن منہ سے باہر نکال کر دوبارہ منہ میں ڈال کر کھالیا تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔

او مضغ اگر تل یا بقدر تل کوئی چیز ابتداءً منہ میں ڈال کر چبائی اور وہ دانتوں اور زبان کو لگ کر وہیں ختم ہوگئی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہیں ہوا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ یہاں پر اومضغ فرمایا چنانچہ اگر منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔(ع)۔

(باب ما يفسد به الصوم و تجب به الكفارة مع القضاء)

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو تا ہے

وهو اثنان وعشرون شيأ اذا فعل الصائم منها طائعا متعمداً غير مضطر لزمه القضاء والكفارة۔

ترجمہ: وہ (تقریباً) بائیس چیزیں ہیں۔ جب روزہ دار ان میں سے کسی کو اضطرار کے بغیر اپنی مرضی اور اپنے ارادہ سے کرے گا تو اس پر قضا بھی لازم ہو گی اور کفارہ بھی۔

تشریح: روزہ کو توڑنے والی چیز دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے اور دوسری وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ چنانچہ روزے کے فاسد ہو جانے پر قضا تو ہر صورت میں واجب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کفارہ خاص خاص صورتوں میں واجب ہو تا ہے اور یہ ان صورتوں میں ہو تا ہے جن میں روزہ توڑنے والا فعل عمداً ہو اور اپنی مرضی سے ہو کسی کے جبر و اکراہ سے نہ ہو۔ چنانچہ اگر مرض وغیرہ یا کسی کے جبر و اکراہ کے باعث مضطر ہو کر روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ مثلاً کسی نے روزہ دار سے کہا کہ اگر تو نہیں کھائے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا یا تیرا ہاتھ، کان وغیرہ کاٹ دوں گا اور اس نے کھا لیا تو اس صورت میں صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔

وهي الجماع فى احد السبيلين على الفاعل و المفعول به۔

ترجمہ: اور وہ جماع کرنا ہے سبیلین میں سے کسی ایک میں، فاعل اور مفعول بہ پر۔

تشریح: اگر روزہ دار نے عمداً جماع کیا خواہ فرج میں جو محل حلال ہے خواہ مقعد میں جو محل حرام ہے تو اس پر قضا اور کفارہ واجب ہو گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو کیونکہ کفارہ واجب ہونے کے لئے ادخال شرط ہے، انزال شرط نہیں اور جس سے جماع کیا جائے اگر اس کی رضامندی سے ہو تو اس پر بھی کفارہ واجب ہو گا۔

والاكل والشرب سواء فيه ما يتغذى به او يتداوى به۔

ترجمہ: (۳) کھانا، (۴) پینا۔ خواہ اس میں کوئی ایسی چیز ہو جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا اس سے دوا کی جاتی ہو۔

تشریح: اگر روزے دار نے غذا یا دوا کے طور پر کوئی چیز عمداً کھا پی لی تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ غذا کی تشریح یہ ہے کہ وہ چیز ایسی ہو جس کے کھانے کی طبیعت کو رغبت ہو اور پیٹ کی خواہش اس سے پوری ہو۔ مثلاً کسی اناج کی روٹی یا دودھ وغیرہ پیا اور دوا سے ایسی چیز مراد ہے جن سے بدن کی اصلاح ہو۔

وابتلاع مطر دخل الی فمه۔

ترجمہ : (۵) بارش کا نگل لینا جو اس کے منہ میں داخل ہو گئی ہو۔

تشریح : اگر بارش کے قطرے کو اپنے قصد سے نگل گیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے اور اگر بغیر قصد کے بارش کا قطرہ اس کے حلق میں داخل ہو گیا تو صرف قضا ہے۔

واکل اللحم النئی الا اذا دود۔

ترجمہ : کچے گوشت کا کھالینا مگر جبکہ کیڑے پڑ جائیں۔

تشریح : اگر کسی روزہ دار نے کچا گوشت کھالیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے لیکن اگر اس میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو اس کے کھانے پر کفارہ واجب نہ ہو گا اس لئے کہ وہ غذائیت سے خارج ہو گیا بلکہ وہ بدن کو ایذا دینے والا ہو گا اور اس سے بدن کی اصلاح نہیں ہو گی۔(ع)

واکل الشحم فی اختیار الفقیه ابی اللیث و قدید اللحم بالاتفاق۔

ترجمہ : (۷)اور چربی کا کھانا فقیہ ابو اللیث کے اختیار کردہ قول کے مطابق (۸) اور سوکھے گوشت کا کھانا بالاتفاق۔

تشریح : کچی چربی کھانے سے کفارہ لازم ہونے میں اختلاف ہے۔ صحیح و مختار یہ ہے کہ کفارہ واجب ہو گا اور سکھائے ہوئے گوشت کے کھانے سے بالاتفاق کفارہ واجب ہو گا اس لئے کہ وہ عادۃً اسی طرح کھایا جاتا ہے۔(ع)

واکل الحنطة و قضمها الا ان یمضغ قمحة فتلاشت۔

ترجمہ : (۹) گیہوں کا کھانا،(۱۰) اور گیہوں کا چبالینا مگر یہ کہ چبالے ایک دانہ پس وہ لاشی ہو جائے۔

تشریح : یعنی گیہوں کو بغیر بھونے ہوئے ایسے ہی کھالیا جائے تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔اسی طرح اگر روزہ دار نے گیہوں کا دانہ چبایا اور کھالیا تو بھی کفارہ لازم آئے گا اور اگر گیہوں کا دانہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس کے منہ میں ہی منتشر ہو کر ختم ہو گیا اور حلق میں اس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

وابتلاع حبة حنطة و ابتلاع حبة سمسمة او نحوها من خارج فمه فی المختار۔

ترجمہ : (۱۱) گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا(۱۲) تل یا تل جیسے ایک دانہ کا منہ کے باہر سے نگل لینا مختار قول کے مطابق۔

تشریح : اگر کسی روزہ دار نے گیہوں کا دانہ نگل لیا یا تل یا اس کے مثل کوئی چیز اپنے منہ کے باہر سے لے کر بغیر چبائے نگل گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یہی مختار ہے۔

واكل الطين الارمنى مطلقا والطين غير الارمنى كالطفل ان اعتاد اكله۔

ترجمہ : **(۱۳) گل ارمنی کا کھانا مطلقًا اور ارمنی کے سوا کوئی اور مٹی کا کھانا مثلاً طفل اگر اس کے کھانے کا عادی ہو۔**

تشریح : گلِ ارمنی ایک سیاہی مائل سُرخ مٹی ہے۔ جو بلادِ ارمن میں پیدا ہوتی ہے اور اس بخار میں جو وبا اور طاعون کے دنوں میں لاحق ہوتا ہے بہت فائدہ کرتی ہے۔(ع)۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار نے کوئی ایسی مٹی کھائی جو دوا کے طور پر کھائی جاتی ہے مثلاً گلِ ارمنی تو اس پر کفارہ واجب ہو گا خواہ اس کے کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ اس کو بطور دوا کھایا جاتا ہے اور جس کو گلِ ارمنی کے علاوہ کسی اور مٹی کے کھانے کی عادت ہے تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے ورنہ صرف قضا لازم ہو گی۔

والملح القليل فى المختار۔

ترجمہ : **(۱۴) اور تھوڑا سا نمک مختار قول میں۔**

تشریح : قلیل مقدار وہ ہے جس کے ایک دم کھانے کی عادت ہو اور جس مقدار کے ایک دم کھانے کی عادت نہ ہو وہ کثیر ہے۔ (ع) چنانچہ اگر اکیلا نمک کھایا اور وہ مقدار میں قلیل ہے تو کفارہ واجب ہو گا اور کثیر ہے تو نہیں اور یہی مختار ہے۔

وابتلاع بزاق زوجته او صديقه لا غيرهما۔

ترجمہ: **(۱۵) اپنی بیوی کے لعاب کو نگل لینا، (۱۶) یا اپنے دوست کے لعاب کو نگل لینا نہ کہ ان دونوں کے علاوہ کا۔**

تشریح: اگر کسی روزے دار نے اپنی بیوی یا اپنے کسی دوست کا تھوک نگل لیا تو کفارہ واجب ہو گا کیونکہ اس سے طبیعت کو کراہت نہیں ہوتی بلکہ لذت حاصل کی جاتی ہے۔ پس وہ مصلحِ بدن کے حکم میں ہو گیا۔ ان کے علاوہ کسی اور کا تھوک نگلنے سے صرف قضا ہے کفارہ نہیں اس لئے کہ اس سے نفرت کی جاتی ہے۔

واكله عمدا بعد غيبة او بعد حجامة او بعد مس او قبلة بشهوة او بعد مضاجعة من غير انزال او بعد دهن شاربه ظانا انه افطر بذالك الااذا افتاه فقيه او سمع الحديث و لم يعرف تاويله على المذهب وان عرف تاويله وجبت عليه الكفارة۔

ترجمہ : **(۱۷) اور اس کا کھالینا قصداً غیبت کے بعد (۱۸) یا پچھنہ لگوانے کے بعد، (۱۹) یا شہوت سے چھونے کے بعد، (۲۰) یا شہوت سے بوسہ لینے کے بعد، (۲۱) یا انزال کے بغیر لیٹنے کے بعد، (۲۲) یا مونچھ کو تیل لگانے کے بعد یہ خیال کر کے کہ ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ گیا ہے۔**

مگر جب کہ اس کو کسی فقیہ نے فتویٰ دیا ہو یا اس نے حدیث سنی ہو اور اپنے مذہب پر اس کی تاویل سے واقف نہ ہو اور اگر اس کی تاویل سے واقف ہو تو اس پر کفارہ واجب ہو گا۔

تشریح: اگر روزہ دار نے کسی کی غیبت کی یا پچھنہ لگوایا یا کسی عورت کو شہوت سے چھو لیا یا اس کو شہوت کے ساتھ بوسہ دیا، یا اس کو لپٹا اور ان تین صورتوں میں انزال نہیں ہوا یا مونچھ پر تیل لگایا اور اس نے گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر اس نے عمداً کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ لیکن اگر اس نے کسی فقیہ عالم سے فتویٰ لیا اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور پھر اس نے عمداً کھا لیا تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں اور اگر اس نے کسی مفتی سے فتویٰ تو نہیں پوچھا لیکن اس کو حدیث پہنچی "الغیبة تفطر الصائم" کہ غیبت سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور افطر الحاجم المحجوم یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کو پچھنہ لگایا گیا ہے دونوں کا روزہ جاتا رہا۔ چنانچہ اس نے اس حدیث پر اعتماد کیا اور اس کا مطلب معلوم نہ کر سکا حالانکہ حدیث کی بالاجماع یہ تاویل کی گئی ہے کہ روزہ کا مقصد یعنی اجر و ثواب جاتا رہتا ہے تو اس میں صرف قضا ہے، کفارہ نہیں اور اگر حدیث کی تاویل معلوم ہے اور پھر کھایا پیا تو کفارہ بھی واجب ہو جائے گا۔ (درسِ ترمذی) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ غیبت سے فسادِ صوم کے قائل ہیں اور جمہور عدم فساد کے قائل ہیں۔

وتجب الكفارة على من طاوعت مكرها.

ترجمہ: **اور کفارہ واجب ہے اس عورت پر جس نے موافقت کی ہو مجبور کئے ہوئے کی۔**

تشریح: مثلاً زید پر جبر کیا گیا کہ وہ جماع کرے، ہندہ بخوشی آمادہ ہو گئی یعنی اس پر کوئی جبر نہیں کیا گیا تو ہندہ پر کفارہ واجب ہو گا اور زید پر نہیں۔

فصل: في الكفارة وما يسقطها عن الذمة.

ترجمہ: **فصل کفارہ اور ان چیزوں کے بیان میں جو کفارہ کو ذمہ سے ساقط کر دیتی ہیں۔**

تسقط الكفارة بطرو حيض او نفاس او مرض مبيح للفطر في يومه.

ترجمہ: **کفارہ ساقط ہو جاتا ہے حیض یا نفاس یا ایسی بیماری کے طاری ہونے سے جو افطار کو مباح کر دینے والی ہو اسی دن میں۔**

تشریح: یعنی روزہ کو کسی ایسے فعل سے توڑ ڈالا تھا جس سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ مثلاً عمداً کھا لیا یا پی لیا، جس کی وجہ سے کفارہ لازم ہو گیا لیکن اسی دن روزہ توڑ دینے کے بعد عورت کو حیض یا نفاس جاری ہو گیا یا کسی مرد کو روزہ توڑ دینے کے بعد افطار کو مباح کرنے والی بیماری لاحق ہو گئی تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ صرف قضا لازم ہو گی۔

ولا تسقط عمن سوفربه کرھا بعد لزومھا علیه فی ظاھر الروایة۔

ترجمہ : اور کفارہ ساقط نہیں ہو گا اس شخص سے جس کو زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہو اس پر کفارہ لازم ہونے کے بعد ظاہر روایت میں۔

تشریح : اگر کسی شخص نے روزہ توڑ دینے کے بعد اسی روز کسی کے مجبور کر دینے کی وجہ سے سفر کیا تو ظاہر روایت کے مطابق اس سے کفارہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ یہ عذر آسمانی نہیں ہے یعنی اللہ تعالی کی جانب سے لاحق نہیں ہوا، بخلاف حیض و نفاس و مرض کے کہ یہ سب آسمانی عذر ہیں۔ ان میں روزہ دار کے فعل کو کوئی دخل نہیں ہے۔(ع)

والکفارة تحریر رقبة ولو کانت غیر مؤمنة فان عجز عنه صام شھرین متتابعین لیس فیھما یوم عید ولا ایام التشریق فان لم یستطع الصوم اطعم ستین مسکینا یغدیھم و یعشیھم غداء و عشاء مشبعین اوغداءین او عشاءین او عشاء و سحوراً او یعطی کل فقیر نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او صاع تمرا و شعیر او قیمته۔

ترجمہ : اور کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اگرچہ وہ مسلمان نہ ہو۔ پس اگر اس سے عاجز ہو تو ایسے دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ ان میں عید اور ایام تشریق نہ ہو اور اگر روزے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، دوپہر میں کھلائے اور رات میں کھلائے پیٹ بھر کر یا دو دن دوپہر میں یا دو دن رات میں یا رات میں اور سحری میں یا ہر فقیر کو آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع کھجور یا جَو یا اس کی قیمت دے دے۔

تشریح : رمضان کے ادائی روزہ کو توڑ دینے کے کفارہ میں ترتیب لازم ہے۔ چنانچہ پہلے اس کو غلام آزاد کرنا ہی واجب ہے، خواہ وہ غلام مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت۔ ان میں سے کسی کو بھی آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ پھر اگر ادائیگی کے وقت غلام نہ ملے یا غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ جن میں رمضان اور عید الفطر و عید الاضحی اور ایام تشریق کے تین دن درمیان میں نہ آئیں۔ لہذا اگر کفارے کے روزوں کی مدت میں ایک روزہ بھی چھوڑ دیا یا توڑ دیا خواہ عذر مثلاً بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا کیا ہو یا بلا عذر کیا ہو وہ سب روزے کفارے میں شمار نہیں ہوں گے۔ اب پھر نئے سِرے سے دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے۔(ع)

فان لم یستطع اگر کوئی شخص روزے رکھنے پر قادر نہ ہو یعنی ایسا بیمار ہے کہ اچھا ہونے کی امید نہیں رہی یا بہت بوڑھا ہے تو وہ ساٹھ مسکین کو دوپہر کا اور رات کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے، اگر کوئی شخص ساٹھ مسکینوں کو دو دن دوپہر کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے یا دو دن میں رات کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے یا رات کا اور سحری کا کھانا کھلا دے تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری دفعہ کھانے والے وہی لوگ ہوں جنہوں نے پہلی دفعہ کھایا ہے اور اگر دوسری دفعہ کھانے والے دوسرے لوگ تھے تو کفارہ ادا نہیں ہو گا۔(ع)

او یعطی یعنی اگر تملیک کرنا (کھانا دینا) چاہے تو ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار کے دے کر اس کا مالک بنا دے چنانچہ گیہوں یا آٹا یا ستو دینا چاہے تو ہر فقیر کو آدھا آدھا صاع (ایک کلو ۶۶۶ گرام) دے اور اگر جَو یا کھجور دینا چاہے تو ایک صاع دے یا پھر ان میں سے کسی کی قیمت لگا کر ساٹھ مسکینوں کو دے دے۔

و کفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل متعدد فی ایام لم یتخللہ تکفیر ولو من رمضانین علی الصحیح فان تخللہ التکفیر لا تکفی کفارۃ واحدۃ فی ظاہر الروایۃ۔

ترجمہ: اور کافی ہے ایک کفارہ چند بار جماع کرنے اور چند بار کھانے سے چند دنوں میں (بشرطیکہ) بیچ میں کفارہ ادا نہ کیا ہو اگرچہ دو رمضان سے ہوں صحیح قول کے مطابق۔ پس اگر بیچ میں کفارہ ادا کر دیا ہو تو ایک کفارہ کافی نہیں ہو گا ظاہر روایت میں۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک رمضان میں کئی دفعہ روزہ توڑا مثلاً متعدد مرتبہ جماع کیا یا کھانا کھالیا جس کی وجہ سے چند کفارے لازم ہو گئے یا ایک رمضان میں ایک روزہ توڑا اور ابھی اس کا کفارہ ادا نہیں کیا اور دوسرے رمضان میں پھر ایک روزہ توڑا اس کے بعد ایک کفارہ ادا کر لیا تو سب کی طرف سے کفارہ ادا ہو جائے گا، لیکن اگر ایک مرتبہ جماع کر کے کفارہ ادا کر دیا اس کے بعد دوبارہ کسی روزے میں جماع کر لیا تو دوسرا کفارہ ادا کرنا ہو گا، پہلا کفارہ کافی نہ ہو گا۔ یہاں پر علی الصحیح فرمایا کیونکہ دوسرا قول بھی ہے وہ یہ کہ اگر کسی نے الگ الگ رمضان کا ایک ایک روزہ توڑ دیا مثلاً دونوں رمضانوں میں مجامعت کی اور پہلے رمضان کا کفارہ نہیں دیا ہے تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے۔ (ح۔ع)

(باب ما یفسد الصوم من غیر کفارۃ)

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں بغیر کفارہ کے

وھو سبعۃ وخمسون شیأ۔

ترجمہ: اور وہ ستاون [۵۷] چیزیں ہیں۔

اذا اکل الصائم ارزا نیا او عجینا او دقیقا او ملحا کثیراً دفعۃ۔

ترجمہ: جب روزہ دار کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا سوکھا آٹا یا ایک ہی دفعہ بہت سا نمک کھالے۔

تشریح: ہر وہ چیز جس کو غذا یا دوا کے قصد سے یا عادت کے طور پر نہیں کھایا جاتا اس کے کھانے سے صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا یا ایک ہی دفعہ میں بہت سا نمک کھالیا تو اس پر صرف قضا واجب ہے کیونکہ یہ چیزیں اس طرح نہ غذائً و دوائً کھائی جاتی ہیں اور نہ عادت کے طور پر کھائی جاتی ہیں۔

اوطینا غیر ارمنی لم یعتد اکلہ او نواۃ او قطنا او کاغذا او سفر جلا ولم یطبخ او جوزۃ رطبۃ او ابتلع حصاۃ او حدیدا او ترابا او حجرا او احتقن او استعط او اوجر بصب شیٔ فی حلقہ علی الاصح۔

ترجمہ: یا ایسی مٹی (کھائی) جو ارمنی کے علاوہ ہو جس کے کھانے کی اس کو عادت نہ ہو یا گٹھلی یا روئی یا کاغذ یا سفر جل اس حال میں کہ وہ پکایا نہ گیا ہو یا تر اخروٹ کھالے یا نگل جائے کنکری یا لوہا یا مٹی یا پتھر یا حقنہ لے یا ناک میں دوا ڈالے یا کوئی چیز حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی جائے اصح قول کے مطابق۔

تشریح: اگر کسی نے گلِ ارمنی کے علاوہ کوئی اور مٹی کھائی جس کے کھانے کی عادت نہیں ہے تو اس پر صرف قضا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے گٹھلی یا روئی یا کاغذ کھالیا تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں کو عادت کے طور پر نہیں کھایا جاتا، ہاں اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز کے کھانے کی عادت ہو تو ایسی صورت میں اس کے کھانے سے کفارہ لازم آئے گا۔(ع)

او سفر جلا سفر جل سیب کے مانند ایک پھل ہوتا ہے جس کو بہی کہتے ہیں انگریزی میں اسے پیرس (**Pears**) کہتے ہیں بارش کے موسم میں بازار میں آتا ہے۔ یہاں پر مراد ہر وہ پھل ہے جو کچا نہ کھایا جاتا ہو اور نہ وہ آگ پر پکایا گیا ہو۔ چنانچہ روزہ دار نے سفر جل کھایا جو آگ پر پکایا نہیں گیا تھا یا کوئی ایسا پھل کھایا جو کچا نہیں کھایا جاتا تو اس پر صرف قضا لازم ہے۔

اوجوزۃ اگر کسی روزہ دار نے تر اخروٹ کھالی تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔

اوبتلع اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں کنکری یا لوہا یا مٹی کی ڈلی یا پتھر نگل جائے تو اس پر صرف قضا لازم ہوگی۔

اواحتقن پاخانہ کے راستہ سے دوا پہنچانے کو حقنہ کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی نے حقنہ کرایا یا ناک میں کوئی دوا ڈالی اور وہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ کوئی چیز حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی تو صرف قضا ہے۔

علی الاصح اس کا تعلق اواحتقن سے مابعد تک ہے کہ ان تینوں میں اصح قول کے مطابق صرف قضا ہے۔ دوسرا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ان کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں کفارہ بھی واجب ہے۔(ح)

او اقطر فی اذنہ دھنا او ماء فی الاصح۔

ترجمہ: یا کان میں تیل یا پانی ٹپکایا اصح قول کے مطابق۔

تشریح: اگر روزہ دار نے کان میں تیل ڈالا تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔ خواہ روزہ دار نے اپنے فعل سے ڈالا ہو یا خود بخود داخل ہو گیا ہو اور اگر کان میں پانی خود بخود داخل ہو گیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اپنے فعل سے داخل کیا تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ دونوں قول کی تصحیح کی گئی ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ دن میں پانی میں غوطہ لگانے سے پرہیز کرے۔

أوداویٰ جائفة أوآمة بدواء ووصل الی جوفه أو دماغه۔

ترجمہ : یا پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم پر کوئی دوا لگائی اور وہ اس کے پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی۔

تشریح : جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پہنچا ہوا ہو اور آمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ چکا ہو چنانچہ اگر کسی کے پیٹ میں ایسا زخم ہو جو پیٹ کے اندرونی حصہ تک پہنچ گیا ہو یا سر میں ایسا زخم ہو جو ام الدماغ (مغز) تک پہنچ گیا ہو اور روزہ یاد ہوتے ہوئے اس زخم میں دوائی ڈالی اور دوائی یقینی طور پر زخم کے ذریعہ پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی تو خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہو گی اور اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ دوائی پیٹ یا دماغ کے اندر نہیں پہنچی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا اور اگر یقینی طور پر دونوں باتوں میں سے کچھ بھی معلوم نہ ہو اور دوائی تر ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا اور اگر دوائی خشک ہو تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(ع)

اودخل حلقه مطر او ثلج فی الاصح ولم یبتلعه بصنعه۔

ترجمہ : یا اس کے حلق میں بارش (کا قطرہ) داخل ہو گیا یا برف داخل ہو گیا اصح قول کے مطابق اور اس کو اپنے فعل سے نہیں نگلا۔

تشریح : مثال کے طور پر کسی نے اپنا سر جمائی لیتے ہوئے اُٹھایا اور اس کے حلق میں بارش کا قطرہ یا برف کا ٹکڑا آ گرا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہو گی بشرطیکہ اس نے اپنے فعل سے اس کو نہ نگلا ہو اور اگر اس نے اپنے فعل سے نگلا ہو تو اس پر کفارہ بھی واجب ہو گا۔(ع۔ح)

او افطر خطأ بسبق ماء المضمضة الی جوفه۔

ترجمہ : یا غلطی سے روزہ ٹوٹ گیا کلی کا پانی پیٹ کے اندر چلے جانے کی وجہ سے۔

تشریح : مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے روزہ یاد ہوتے ہوئے غلطی سے افطار کیا مثلاً کلی کی اور بلا قصد پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہو گی۔ اور خطا سے مراد یہ ہے کہ اس کو روزہ یاد ہو اور اس کا روزہ توڑنے کا قصد نہ ہو اور اس سے روزہ توڑنے والا فعل یعنی کھانا پینا وغیرہ بلا قصد سرزد ہو جائے۔(ع)

اوافطر مکرها ولو بالجماع او اکرهت علی الجماع۔

ترجمہ : یا افطار کیا اس حال میں کہ وہ جبر کیا گیا تھا اگرچہ جماع سے ہو یا عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا۔

تشریح : اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ روزہ کی حالت میں کھائے پیئے یا اپنی بیوی سے مجامعت کرے مثلاً اس سے کہا گیا کہ اگر تو نہیں کھائے گا یا جماع نہیں کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا یا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا یا ضربِ شدید کی دھمکی دی گئی تو اگر اس نے ایسا

کر لیا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی۔ کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی روزہ دار عورت سے زبردستی جماع کیا گیا تو اس پر بھی صرف قضا ہے۔

او افطرت خوفا علی نفسها من ان تمرض من الخدمة امة کانت او منکوحة۔

ترجمہ : یا روزہ توڑ دیا عورت نے اپنی جان پر خوف کرتے ہوئے اس وجہ سے کہ وہ خدمت کرنے سے بیمار ہو جائے گی وہ باندی ہو یا منکوحہ۔

تشریح : اگر کسی عورت کو خواہ وہ باندی ہو یا منکوحہ روزہ کی حالت میں کام کرنے سے تھک کر بیمار پڑ جانے کا خوف ہو یعنی یہ خوف ظن غالب کے درجہ میں ہو محض وہم و خیال نہ ہو اور وہ روزہ توڑ دے تو اس پر صرف قضا ہے۔ کفارہ نہیں۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی مرضی سے گرمی میں کام کے اندر اس قدر مشقت کی کہ وہ بیمار ہو گیا اور پھر اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ واجب ہونے میں دو قول ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کفارہ لازم ہو گا اور بعض فرماتے ہیں اس پر کفارہ لازم نہیں ہو گا اور امام بقالی نے کفارہ لازم نہ ہونے پر فتویٰ دیا ہے۔ لونڈی اور غلام کا حکم اس کے برخلاف ہے کہ اگر وہ کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو ان پر کفارہ واجب نہیں کیونکہ وہ اپنے آقا کے حکم کے تحت معذور ہیں۔

او صب احد فی جوفه ماء وهو نائم۔

ترجمہ : یا کسی نے اس کے پیٹ میں پانی ڈال دیا اس حال میں کہ وہ سو رہا تھا۔

تشریح : اگر روزہ دار کو نیند کی حالت میں کسی نے پانی پلا دیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی۔

او اکل عمدا بعد اکله ناسیا ولو علم الخبر علی الاصح۔

ترجمہ : یا قصداً کھا لیا اس کے بھول کر کھانے کے بعد اگرچہ وہ حدیث کو جانتا ہو اصح قول پر۔

تشریح : اگر کسی روزہ دار نے بھول کر کچھ کھایا یا پیا اور اس کو یہ گمان ہوا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے قصداً کھا پی لیا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی اور اگر وہ جانتا ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حدیث میں ہے پھر بھی اس نے قصداً کھا پی لیا تو بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفارہ لازم نہیں ہو گا اور یہی صحیح ہے۔

او جامع ناسیا ثم جامع عامدا۔

ترجمہ : یا بھول کر جماع کیا پھر قصداً جماع کیا۔

تشریح : اگر کسی نے بھول کر جماع کیا تھا اس کے بعد قصداً جماع کر لیا تو اس پر صرف قضا لازم ہو گی خواہ پہلے جماع سے یہ گمان ہو کہ روزہ ٹوٹ گیا یا یہ گمان نہ ہو۔ (ط)

او اکل بعد ما نوی نهارا ولم یبیت نیته۔

ترجمہ : **یا کھایا دن میں نیت کرنے کے بعد اور اس نے رات سے نیت نہیں کی تھی۔**

تشریح : اگر کسی نے رات کے وقت یعنی طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی بلکہ دوپہر شرعی سے پہلے روزے کی نیت کی پھر اس نے عمداً روزہ توڑ دیا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی کفارہ واجب نہیں ہو گا۔

او اصبح مسافر فنوی الاقامۃ ثم اکل۔

ترجمہ : **یا صبح کی مسافر ہونے کی حالت میں پھر اقامت کی نیت کی پھر کھالیا۔**

تشریح : اگر کوئی روزہ دار صبح کے وقت مسافر تھا پھر اس نے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی اور پھر کھایا پیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہو گا، صرف قضا لازم ہو گی۔

او سافر بعد ما اصبح مقیما فاکل۔

ترجمہ : **یا صبح کے وقت مقیم تھا اس کے بعد سفر کیا پھر کھالیا۔**

تشریح : اگر کوئی روزہ دار شروع دن میں مقیم تھا پھر اس نے سفر شروع کر دیا تو اس پر اس دن کا روزہ پورا کرنا فرض ہے۔ اس کو روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کچھ کھا پی کر توڑ دے گا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی اور روزہ توڑ دینے کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔

او امسك بلا نیۃ صوم ولا نیۃ فطر ۔

ترجمہ : **یا رُکا رہا بغیر روزے کی نیت کے اور بغیر افطار کی نیت کے۔**

تشریح : اگر کوئی شخص پورا دن کھانے پینے اور جماع سے رُکا رہا لیکن روزہ کی نیت نہیں کی اور نہ افطار کی یعنی روزہ نہ ہونے کی بھی نیت نہیں کی تو اس پر صرف قضا لازم ہو گی۔

او تسحر او جامع شاکا فی طلوع الفجر وھو طالع ۔

ترجمہ : **یا سحری کی یا جماع کیا درانحالیکہ اس کو فجر کے طلوع ہونے میں شک تھا حالانکہ وہ طلوع ہو چکی تھی۔**

تشریح : اگر کسی کو صبح صادق ہونے میں شک تھا اس وقت اس نے سحری کھائی یا جماع کیا پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی تھی تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی۔

او افطر بظن الغروب والشمس باقية۔

ترجمہ : یا افطار کیا غروب ہونے کے گمان پر حالانکہ آفتاب باقی تھا۔

تشریح : اگر کسی نے روزہ افطار کیا اور اس کا گمان یہ تھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور حقیقت میں غروب نہیں ہوا تھا تو اس پر قضا لازم ہو گی، کفارہ واجب نہ ہو گا۔

او انزل بوطئ میتة او بهيمة او بتفخيذ او بتبطين او قبلة او لمس۔

ترجمہ : یا انزال ہو گیا مردہ یا جانور کے ساتھ وطی کرنے سے یا ران یا پیٹ سے مس کرنے سے یا بوسہ سے یا چھونے سے۔

تشریح : اگر کسی جانور یا مردہ انسان سے وطی کی اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی نے قبل و دبر کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً ران یا پیٹ میں جماع کیا اور انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہو گی۔ اسی طرح کسی روزہ دار نے اپنی بیوی یا کسی کا بوسہ لیا اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی نے عورت کو بلا کسی حائل کے چھو لیا اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی اور اگر کپڑوں سے اوپر مس کیا اور انزال ہو گیا تو اگر اس نے اس کے جسم کی حرارت محسوس کی تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔(ع)

او افسد صوم غير اداء رمضان۔

ترجمہ : یا رمضان کے ادائی روزہ کے علاوہ کوئی روزہ فاسد کر دیا۔

تشریح: اگر کسی نے رمضان کے روزے کے علاوہ کوئی اور روزہ مثلاً رمضان کا قضا روزہ یا کفارۂ ظہار و قتل وغیرہ کا روزہ یا نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس پر صرف قضا واجب ہو گی۔

او وطئت وهي نائمة۔

ترجمہ : یا وطی کی گئی درانحالیکہ وہ سو رہی تھی۔

تشریح : اگر سوئی ہوئی عورت سے وطی کی گئی تو اس پر صرف قضا لازم ہو گی۔

او اقطرت فی فرجها على الاصح۔

ترجمہ : یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ٹپکائی اصح قول کے مطابق۔

تشریح : اگر عورت نے اپنی پیشاب گاہ میں پانی یا تیل وغیرہ کچھ ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور یہی صحیح ہے۔

او ادخل اصبعہ مبلولۃ بماء او دھن فی دبرہ او ادخلتہ فی فرجھا الداخل فی المختار او ادخل قطنۃ فی دبرہ او فی فرجھا الداخل و غیبھا ۔

ترجمہ : یا داخل کیا اپنی انگلی کو جو پانی یا تیل میں تر تھی اپنے دبر میں یا داخل کیا عورت نے تر انگلی کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں مختار قول کے مطابق یا روئی کو اپنی دبر میں داخل کیا یا اپنی شرم گاہ کے اندرونی حصہ میں اور اس کو غائب کر دیا۔

تشریح : اگر کسی روزہ دار مرد یا عورت نے اپنی انگلی جو پانی یا تیل سے تر تھی اپنے پاخانہ کے مقام میں داخل کی یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ کے داخلی حصہ میں تر انگلی داخل کی تو پانی یا تیل کے اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی یہی مختار ہے اور اگر انگلی خشک ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح کسی روزہ دار مرد یا عورت نے اپنے پاخانہ کے مقام میں روئی داخل کی یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ کے اندرونی حصہ میں روئی داخل کر دی اور وہ روئی پوری اندر چلی گئی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہو گی اور اگر اس کا ایک سرا باہر نکلا رہا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

او ادخل حلقہ دخانا بصنعہ ۔

ترجمہ : یا اپنے فعل سے حلق میں دھواں داخل کیا۔

تشریح: اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً دھواں اپنے منہ میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہو گی، لیکن حقّہ، بیڑی، سگریٹ اور عود و عنبر کا دھواں قصداً اپنے اندر داخل کیا تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے کیونکہ عادی لوگ اس سے لذت حاصل کر کے پیٹ کی طلب پوری کرتے ہیں۔(ع)

او استقاء ولو دون مل‌ء الفم فی ظاھر الروایۃ و شرط ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مل‌ء الفم و ھو الصحیح ۔

ترجمہ : یا قے کی اگرچہ منہ بھر سے کم ہو ظاہر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے منہ بھر کی شرط لگائی ہے اور یہی صحیح ہے۔

تشریح : اگر کسی روزہ دار نے اپنے فعل سے مثلاً انگلی ڈال کر قے کی تو ظاہر روایت کے مطابق اگرچہ وہ منہ بھر کر نہ ہو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی۔ لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اپنے فعل سے قے کی اور وہ منہ بھر کر ہو تو ہی روزہ فاسد ہو گا ورنہ نہیں ہو گا اور یہی صحیح ہے۔

او اعاد ما ذرعہ من القیٔ و کان مل‌ء الفم و ھو ذاکر لصومہ ۔

ترجمہ : یا واپس لوٹایا اس قے کو جو خود سے ہو رہی تھی اور وہ منہ بھر کر تھی اور اس کو روزہ یاد تھا۔

تشریح : یعنی اگر کسی روزہ دار کو بلا ارادہ خود بخود منہ بھر کرتے آئی اور اس نے روزہ یاد ہوتے ہوئے اس کو قصداً منہ کے اندر ہی سے واپس کر لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہو گی۔

او اکل ما بین اسنانه وکان قدر الحمصة ۔

ترجمہ : **یا کھایا اس چیز کو جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اور وہ چنے کے بقدر تھی۔**

تشریح: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے سحری کھانے کے بعد جو کھانے کی چیز اس کے دانتوں میں رہ گئی تھی اس کو دن میں کسی وقت زبان کے ذریعہ سے نکال کر منہ کے اندر ہی سے کھا لیا اور وہ چیز چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ تھی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہو گی۔

او نوی الصوم نهارا بعد ما اکل ناسیا قبل ایجاد نیته من النهار ۔

ترجمہ : **یا روزہ کی دن میں نیت کی بھول کر کھا لینے کے بعد دن میں اپنی نیت کو وجود میں لانے سے پہلے۔**

تشریح: یعنی اگر نیت سے پہلے بھول کر کھا لیا پھر رمضان کے روزہ کی نیت دوپہر شرعی سے پہلے کر لی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہو گا اس پر قضا لازم ہو گی۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ صحیح روایت کی بنا پر اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔

او اغمی علیه ولو جمیع الشهر الا انه لا یقضی الیوم الذی حدث فیه الاغماء او حدث فی لیلته او جن غیر ممتد جمیع الشهر ولا یلزمه قضاءه بافاقته لیلا او نهارا بعد فوات وقت النیة فی الصحیح ۔

ترجمہ : **یا اس پر غشی طاری ہو گئی اگرچہ پورا مہینہ رہی ہو مگر اس دن کی قضا نہیں کرے گا جس دن میں بیہوشی شروع ہوئی تھی یا جس دن کی رات میں بیہوشی شروع ہوئی تھی یا مجنون ہو گیا درانحالیکہ وہ پورا مہینہ ممتد نہیں رہا (یعنی جنون پورا مہینہ نہیں رہا بلکہ مہینہ کے بعض حصہ میں افاقہ ہو گیا) اور اس کی قضا لازم نہیں ہو گی اس کو افاقہ ہو جانے سے رات میں یا دن میں نیت کے وقت کے فوت ہو جانے کے بعد صحیح قول کے مطابق۔**

تشریح : مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں بیہوش ہو جائے تو جتنے ایام بیہوش رہا ہو ان تمام کی قضا لازم ہو گی یہاں تک کہ اگر رمضان کا پورا مہینہ بیہوش رہا ہو تو پورے مہینہ کی قضا لازم ہو گی۔ البتہ جس دن اس کو بیہوشی شروع ہوئی اس دن کے روزے کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا تو روزہ پایا گیا۔ اسی طرح جس دن کی رات میں بیہوشی طاری ہوئی اس دن کے علاوہ باقی دنوں کی قضا لازم ہو گی۔ مثلاً کسی کو رمضان کی پہلی رات میں بیہوشی طاری ہو گئی تو وہ سوائے پہلے دن کے باقی دنوں کے روزے کی قضا کرے کیونکہ مسلمان کی ظاہر حال یہی ہے کہ وہ رمضان کی راتوں میں روزے کی نیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ (ع)

اوجن جنون کی دو قسمیں ہیں، اول اصلی، اور وہ یہ ہے کہ جنون بالغ ہونے سے پہلے کا ہو۔ دوسرا عارض، وہ یہ ہے کہ جنون بلوغ کے بعد طاری ہوا ہو، پھر جنون ممتد، (یعنی پورا مہینہ رہا ہو گا) یا غیر ممتد ہو گا۔ چنانچہ اگر جنون اصلی ہو تو خواہ ممتد ہو یا نہ ہو، قضاء لازم نہ ہو گی، اور اگر عارض ہو اور ممتد ہو تو بھی قضاء لازم نہ ہو گی، اور غیر ممتد ہو تو افاقہ سے پہلے گذرے ہوئے دنوں کی قضاء لازم ہو گی۔ اور اگر رمضان کی پہلی تاریخ کو افاقہ تھا پھر صبح کو مجنون ہو گیا اور پورا مہینہ جنون رہا، یا درمیان میں کسی رات کو افاقہ ہوا، یا رمضان کے آخری دن نصف النہار شرعی کے بعد افاقہ ہوا تو ان تینوں صورتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک قضاء لازم نہیں، اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے، اور بعض کے نزدیک اگر رمضان کی کسی ایک ساعت میں بھی افاقہ ہو گیا خواہ رات میں یا نصف النہار کے بعد ہو تو اس پر گذشتہ دنوں کی قضا لازم ہو گی، بہر حال دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے، لیکن اصح اور فتویٰ کے لئے مختار دوسرا قول ہے۔ (ع)

فصل: فی لواحقه

یجب الامساك بقیة الیوم علی من فسد صومه و علی حائض و نفساء طهرتا بعد طلوع الفجر و علی صبی بلغ و کافر اسلم و علیهم القضاء الا الاخیرین۔

ترجمہ: واجب ہو جاتا ہے رکنا دن کے باقی حصہ میں اس شخص پر جس کا روزہ فاسد ہو گیا ہو اور ایسی حائضہ و نفساء پر جو طلوع فجر کے بعد پاک ہوئی ہو اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو اور اس کافر پر جو مسلمان ہوا ہو اور اخیری دو کے سوا ان سب پر قضا واجب ہے۔

تشریح: یعنی جس شخص نے اپنا روزہ توڑ دیا اس کو اس دن کا باقی حصہ روزے داروں کی مشابہت کرنا اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنا واجب ہے خواہ اس نے روزہ بلا عذر توڑ دیا ہو مثلاً بلا عذر عمداً کھا پی لیا ہو یا عذر کے ساتھ توڑا ہو اور پھر وہ عذر زائل ہو گیا ہو مثلاً بخار آ گیا تھا اور پھر یہ عذر جاتا رہا اور بعض نے مفطراتِ صوم سے رکنے کو مستحب کہا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ واجب ہے۔ (ع)

و علی حائض یعنی اگر طلوع فجر کے بعد حیض یا نفاس والی عورت پاک ہوئی یا نابالغ بچہ بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو ان سب پر اس دن کے باقی حصہ میں روزہ داروں کی مشابہت کرتے ہوئے روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنا واجب ہے اور ان سب پر فوت شدہ روزوں کی قضا واجب ہے سوائے نابالغ کے جو دن میں بالغ ہوا یا کافر کے جو دن میں مسلمان ہو جائے کہ ان پر اس روزے کی قضا واجب نہیں ہے۔

فصل فیما یکرہ للصائم و فیما لا یکرہ وما یستحب۔

ترجمہ: فصل ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں اور جو مستحب ہیں۔

کرہ للصائم سبعۃ اشیاء ذوق شئ و مضغہ بلا عذر۔

ترجمہ: روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں۔(۱) بلا عذر کسی چیز کا چکھنا، (۲) بلا عذر کسی چیز کا چبانا۔

تشریح: کسی چیز کو چکھنے یا چبانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں۔ مثلاً چکھنے کے لئے عذر یہ ہے کہ کسی عورت کا خاوند بد مزاج ہے، کھانے میں نمک کم و بیش ہونے پر بہت ناراض ہوتا ہے اور سختی کرتا ہے تو وہ شوربہ وغیرہ چکھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں اور چکھنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان کی نوک سے اس طرح چکھ لے کہ اس کا کوئی جُز حلق میں نہ جائے اور چبانے کے متعلق عذر یہ ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور اس کے لئے پکا ہوا نرم کھانا نہیں ہے اور نہ ہی دودھ ملتا ہے اور نہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے جس پر روزہ فرض نہ ہو مثلاً حیض یا نفاس والی عورت یا نابالغ یا مریض وغیرہ جو اس بچہ کو چبا کر کھلا دے۔ ایسی صورت میں روزہ دار عورت کے لئے کھانا چبا کر بچہ کو کھلا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

و مضغ العلك۔

ترجمہ: (۳) اور گوند کا چبانا۔

تشریح: گوند یہ ایک قسم کا لیس دار مادہ ہے جو درخت سے نکلتا ہے۔ روزہ دار کے لئے اس کا چبانا مکروہ ہے۔ عمدۃ الفقہ میں ہے کہ جس گوند کا کچھ حصہ بھی تھوک کے ساتھ پیٹ میں نہیں پہنچا اس کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جس گوند کا کچھ بھی حصہ تھوک میں مل کر پیٹ میں پہنچ جاتا ہو اس کے چبانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (جیسے آج کل کی چوئنگ گم)۔

والقبلۃ و المباشرۃ ان لم یأمن فیھما علی نفسہ الانزال او الجماع فی ظاھر الروایۃ۔

ترجمہ: (۴) اور بوسہ لینا اور (۵) مباشرۃ اگر ان دونوں میں اپنے نفس پر انزال یا جماع کا اطمینان نہ ہو ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح: اگر روزہ دار کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے میں اپنے نفس پر اطمینان نہ ہو یعنی جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو یا خروج منی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں روزے دار کے لئے بوسہ لینا مکروہ ہے اور اگر جماع کے اندر مبتلا ہونے سے اور خروج منی سے امن ہو تو روزے کی حالت میں بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہاں قبلہ سے مراد قبلہ غیر فاحشہ ہے۔ اگر قبلہ فاحشہ ہو جیسے (ہونٹوں کا چوسنا) تو مطلقاً مکروہ ہے خواہ جماع یا انزال سے امن ہو یا نہ ہو۔ (ح)

والمباشرۃ مباشرت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) فاحشہ ،وہ یہ ہے کہ مرد و عورت ننگے ہو کر اپنی شرمگاہوں کو اوپر اوپر سے ملا دیں ادخال نہ کریں۔(۲) غیر فاحشہ،وہ یہ کہ مرد و عورت، کپڑوں سمیت جسم سے جسم ملا دیں چنانچہ مباشرت فاحشہ ہو یا غیر فاحشہ اگر اس کو جماع یا انزال سے امن نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر امن ہو تو مکروہ نہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مباشرت فاحشہ کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے خواہ امن ہو یا نہ ہو۔(ہدایہ)اور حاشیہ میں ہندیہ کے حوالہ سے اسی کو صحیح کہا ہے۔

وجمع الریق فی الفم ثم ابتلاعہ۔

ترجمہ : (۶) تھوک کا منہ میں جمع کرنا پھر اس کا نگل جانا۔

تشریح : روزہ دار کے لئے اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے نگلنا مکروہ ہے اور جمع کئے بغیر تھوک کو نگلنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

وماظن انہ یضعفہ کالفصد والحجامۃ۔

ترجمہ : (۷) اور ہر وہ چیز جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ وہ اس کو کمزور کر دے گی جیسے فصد اور حجامت۔

تشریح : فصد، رگ کھول کر فاسد خون نکالنے کو کہتے ہیں اور حجامۃ، سینگی کے ذریعہ خراب خون چوسنے کو کہتے ہیں (قاموس) مسئلہ یہ ہے کہ اگر فصد کھلوانے اور پچھنہ لگوانے سے ضعف کا خوف ہو تو یہ فعل مکروہ ہے اور اگر ضعف کا خوف نہ ہو یعنی اس عمل سے روزہ توڑنے کی نوبت نہیں آئے گی تو مکروہ نہیں ہے۔

وتسعۃ اشیاء لاتکرہ للصائم القبلۃ والمباشرۃ مع الامن ودھن الشارب والکحل والحجامۃ والفصد۔

ترجمہ : نو چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں۔(۱) بوسہ لینا، (۲) اور مباشرت امن کے ساتھ،(۳) اور مونچھوں کو تیل لگانا،(۴) سرمہ لگانا،(۵) پچھنہ لگوانا،(۶) فصد کھلوانا۔

والسواک آخر النہار بل ھو سنۃ کاولہ ولو کان رطبا او مبلولا بالماء۔

ترجمہ : (۷) اور مسواک کرنا دن کے آخری حصہ میں بلکہ وہ سنت ہے جیسے کہ دن کے شروع میں اگرچہ وہ تر ہو یا پانی میں بھیگی ہو۔

تشریح : روزہ کی حالت میں مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے خواہ صبح کے وقت کی جائے یا شام کے وقت۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے آخر النہار کی قید اس لئے لگائی کہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک شام کے وقت روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے۔(ہدایہ) اور ہمارے نزدیک جس طرح صبح کے وقت مسواک کرنا مسنون ہے اسی طرح شام کے وقت بھی مسواک کرنا مسنون ہے۔ خواہ مسواک گیلی یعنی تازہ ہو یا خشک ہو اور خواہ پانی میں بھیگی ہوئی ہو یا بھیگی ہوئی نہ ہو مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے۔

والمضمضة والاستنشاق لغیر وضوء۔

ترجمہ : (۸) کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا وضو کے بغیر (بھی مکروہ نہیں ہے)۔

والاغتسال والتلفف بثوب مبتل للتبرد علی المفتی بہ۔

ترجمہ : (۹) اور غسل کرنا اور بھیگے ہوئے کپڑے میں لپٹنا ٹھنڈک کے لئے مفتی بہ قول پر۔

تشریح : یعنی روزہ دار کے لئے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا یا بھیگا ہوا کپڑا بدن پر لپیٹنا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان افعال کو مکروہ کہا ہے۔

ویستحب لہ ثلاثۃ اشیاء السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر فی غیر یوم غیم۔

ترجمہ : روزہ دار کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں۔ (۱) سحری کھانا، (۲) سحری کا تاخیر سے کرنا، اور (۳) افطار میں جلدی کرنا بدلی کے دن کے علاوہ میں۔

تشریح : سحر آخری شب کا نام ہے اور بعض نے کہا رات کا آخری چھٹا حصہ ہے۔ سُحُور اس چیز کا نام ہے جو اس وقت کھائی جائے۔ بہر حال سحری کھانا مستحب ہے اگرچہ ایک دو لقمہ کھالے یا ایک دو گھونٹ پانی پیئے لہذا اگر کسی کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہو تو کم از کم ایک دو کھجور یا چھوہارے ہی کھالے یا ایک دو گھونٹ پانی پی لے تاکہ سحری کی سنت پر عمل ہو جائے کیونکہ بعض حضرات سنت ہونے کے قائل ہیں اور یہی مشہور ہے۔ (ع)

وتاخیرہ سحری دیر سے کھانا مستحب ہے اور تاخیر کرنا اس وقت تک مستحب ہے جب کہ یقین یا غالب گمان ہو کہ ابھی رات باقی ہے اور اگر وقت میں شک واقع ہو جائے تو اب سحری کھانا مکروہ ہے۔ (ع)

وتعجیل جب سورج غروب ہونے کا یقین ہو جائے اور کوئی شبہ باقی نہ رہے تو روزہ کھولنے میں جلدی کرنا مستحب ہے جب کہ بادل و غبار نہ ہو اور اگر بادل و غبار ہو تو افطار میں جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح اطمینان کرلے پھر افطار کرے۔

فصل فی العوارض

فصل ۔ عوارض کے بیان میں۔

تشریح: اس فصل میں ان اعذار کو بیان کریں گے جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہے۔

لمن خاف زیادۃ المرض اوبطء البرء ولحامل ومرضع خافت نقصان العقل اوالھلاک او المرض علی نفسھما نسبا کان اورضاعا۔

ترجمہ: اس شخص کے لئے (روزہ نہ رکھنا جائز ہے) جس کو خوف ہو بیماری کے بڑھ جانے کا یا دیر سے ٹھیک ہونے کا اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے جن کو خوف ہو عقل کے نقصان کا یا اپنی یا بچہ کی ہلاکت یا بیماری کا، بچہ نسبی ہو یا رضاعی

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں بیمار ہوا اور اس کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا روزہ کی وجہ سے بیماری طویل ہو جائے گی اور صحت میں دیر ہو گی تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور جب صحت ہو جائے اس وقت قضا کر لے۔

ولحامل اگر حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ کی وجہ سے خود اپنی عقل میں نقص (فتور) آجانے کا خوف ہو یا اپنی جان یا اپنے بچہ کی جان پر ہلاکت یا بیماری کا خوف ہو یعنی حاملہ کو پیٹ کے بچہ کا خوف ہو اور دودھ پلانے والی کو دودھ پیتے بچہ کا خوف ہو تو ان دونوں کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان روزوں کی قضا لازم ہو گی۔

نسبا یعنی یہ حکم (روزہ نہ رکھنے کا) ماں اور دایہ دونوں کے لئے یکساں ہے۔

والخوف المعتبر ما کان مستند الغلبۃ الظن بتجربۃ او اخبار طبیب مسلم حاذق عدل۔

ترجمہ: اور معتبر خوف وہ ہے جو مستند ہو غلبۂ ظن کی وجہ سے جو تجربہ سے حاصل ہو یا مسلمان حاذق عادل ڈاکٹر کے خبر دینے سے حاصل ہو۔

تشریح: اوپر کے مسئلہ میں جو خوف کا ذکر آیا اس سے مراد کونسا خوف ہے اس کو بتلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ وہ خوف جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے وہ خوفِ معتبر ہے۔ اس کی شناخت دو باتوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کسی سابقہ تجربہ کی بناء پر خوف مذکور کا ظن غالب ہو جائے، دوسری یہ کہ کوئی مسلمان ماہر ڈاکٹر جس کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو وہ اس مذکورہ خوف کی خبر دے۔ لہٰذا جب تک اس قسم کا خوف نہ ہو اس کے لئے افطار جائز نہیں ہے اور اگر اس نے افطار کیا تو کفارہ واجب ہو گا۔ (ع)

ولمن حصل لہ عطش شدید او جوع یخاف منہ الھلاک۔

ترجمہ: اور اس شخص کے لئے (بھی افطار جائز ہے) جس کو ایسی سخت پیاس یا بھوک لگی ہو جس سے ہلاکت کا خوف ہو۔

تشریح: یعنی ایسی سخت پیاس اور بھوک لگی ہو جس سے مر جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے روزہ توڑ دینا جائز ہے اور صرف قضا لازم ہو گی لیکن شرط یہ ہے کہ پیاس یا بھوک کی یہ شدت خود اپنی جانب سے کسی ایسے کام کی مصروفیت کے باعث نہ ہو جو بھوک و پیاس بڑھا دیں۔ لہٰذا اگر خود اپنی جانب سے ایسا فعل کیا مثلاً شکار کے لئے گیا وہاں بھاگا دوڑا، جس سے اس درجہ کی بھوک و پیاس لگ گئی تو اس

صورت میں روزہ توڑنے پر کفارہ بھی لازم ہو گا۔ البتہ ملازم جو اس قسم کے کام پر مجبور تھا اور اس کو یہ صورت پیش آئی اور اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

وللمسافر الفطر وصومه احب ان لم يضره ولم تكن عامة رفقته مفطرين ولا مشتركين في النفقة فان كانوا مشتركين او مفطرين فالا فضل فطره موافقة للجماعة۔

ترجمہ: اور مسافر کے لئے افطار جائز ہے اور اس کے لئے روزہ رکھنا پسندیدہ ہے اگر روزہ اس کو نقصان نہ دے اور نہ ہو اس کے عام ساتھی افطار کرنے اور خرچہ میں شریک ہونے والے، پس اگر وہ (خرچہ میں) شریک ہوں یا افطار کرنے والے ہوں تو اس کا افطار کرنا افضل ہے جماعت کی موافقت کرتے ہوئے۔

تشریح: جو شخص شرعی مسافر ہو یعنی ۴۸ میل (تقریباً سوا ستتر (۷۷-۲۵) کلومیٹر) کا سفر کیا ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ لیکن اگر روزہ رکھنا ضرر و نقصان نہ کرتا ہو یعنی کوئی مشقت نہ ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب و افضل ہے۔ اسی طرح اگر کچھ ساتھیوں کے ساتھ سفر کیا ہے اور اکثر ساتھی بے روزہ نہ ہوں اور کھانے پینے کے خرچ میں مشترک نہ ہوں تو اس کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور اگر سفر کی حالت میں روزہ رکھنے سے اس پر مشقت ہو یا اکثر ساتھی روزہ نہ رکھیں اور ان میں کھانے پینے کا خرچ مشترک ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا افضل ہے اس لئے کہ اس کے تنہا روزہ رکھنے کی صورت میں کھانے وغیرہ کے انتظام اور خرچ کی تقسیم میں ان ساتھیوں کو تکلیف ہو گی اس لئے جماعت کی موافقت کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنا افضل ہو گا۔

ولا يجب الايصاء على من مات قبل زوال عذره بمرض و سفر كما تقدم و قضوا ما قدروا على قضائه بقدر الاقامة و الصحة۔

ترجمہ: اور وصیت کرنا واجب نہیں ہے اس شخص پر جو مر جائے بیماری اور سفر جیسے عذر کے زائل ہو جانے سے پہلے جیسا کہ گذرا، اور قضا کریں جتنے روزوں کی قضا پر قادر ہوں اقامت اور صحت کے بقدر۔

تشریح: یعنی اگر مریض حالتِ مرض میں مر گیا اور مسافر سفر کی حالت میں مر گیا تو مرض اور سفر کی وجہ سے رمضان کے جو روزے قضا ہو گئے ہیں ان کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے کہ میرے تہائی مال میں سے روزوں کا فدیہ ادا کر دینا کیونکہ ان کے ذمہ قضا لازم ہی نہیں ہوئی۔

وقضوا یعنی اگر بیمار تندرست ہو گیا اور مسافر مقیم ہو گیا پھر وہ مر گئے تو ان پر قضا کرنا لازم ہو گا پس اگر تندرست ہونے کے بعد اور مقیم ہونے کے بعد اتنے دن زندہ رہا جتنے دن کے روزے فوت ہوئے تھے تو فوت شدہ تمام روزوں کی قضا لازم ہو گی اور اگر چند دن زندہ رہا تو بقدر صحت اور بقدر اقامت روزوں کی قضا واجب ہو گی مثلاً مرض یا سفر کی وجہ سے بیس روزے فوت ہو گئے تھے پھر تندرست

ہونے کے بعد یا مقیم ہونے کے بعد دس دن زندہ رہ کر کسی اور سبب سے مر گیا تو اس پر دس دن کے روزوں کی قضا کرنا واجب ہو گا کیونکہ اس سے زائد کی قضا پر قدرت ثابت نہیں ہوئی اور اگر قضا نہ کی ہو تو فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہو گا۔

ولا یشترط التتابع فی القضاء فان جاء رمضان آخر قدم علی القضاء ولا فدیة بالتاخیر الیه۔

ترجمہ: **اور قضا میں لگاتار روزہ رکھنے کی شرط نہیں ہے پس اگر دوسرا رمضان آجائے تو اس کو قضا پر مقدم کر دے اور نہیں (واجب ہوتا ہے) کوئی فدیہ دوسرے رمضان تک مؤخر کر دینے سے۔**

تشریح: یعنی قضائے رمضان مین تتابع شرط نہیں ہے چاہے تو متفرق طور پر رکھے اور چاہے تو لگاتار بلاناغہ رکھے۔

فان جاء یعنی ابھی رمضان کے قضا روزے رکھے نہیں تھے اور دوسرا رمضان آگیا تو اب دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور گذشتہ رمضان کے روزوں کی قضا اس دوسرے رمضان کے بعد کرے اور اس تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہو گا۔

و یجوز الفطر لشیخ فان و عجوز فانیة و تلزمهما الفدیة لکل یوم نصف صاع من بر کمن نذر صوم الابد فضعف عنه لا شتغاله بالمعیشة یفطر و یفدی۔

ترجمہ: **اور افطار جائز ہے شیخ فانی (یعنی ایسا بوڑھا جس کی قوت ختم ہو چکی ہو اب مرنے کا انتظار ہے) یا عجوز فانیہ (یعنی ایسی بڑھیا جو اپنی طاقت ختم کر چکی ہو اب وقت آنے کی دیر ہے) کے لئے اور ان دونوں پر فدیہ لازم ہو گا، ہر دن کے عوض آدھا صاع گیہوں سے، اس شخص کی طرح جس نے منت مانی ہمیشہ روزہ رکھنے کی پھر وہ منت پوری کرنے سے عاجز ہو گیا معاش کی مشغولی کی وجہ سے، وہ افطار کرتا ہے اور (ہر روز) فدیہ دیتا ہے۔**

تشریح: شیخ فانی خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ روزے پر قادر نہ ہوں تو ان کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور ان پر ہر روزے کے بدلے فدیہ دینا واجب ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص نے پوری عمر ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی پھر وہ کمانے میں مشغول ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے کمزور و عاجز ہو گیا تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور فدیہ دینا لازم ہے۔ اور ہر دن کے روزے کا فدیہ ہر فرض نماز کے فدیہ کی طرح ہے چنانچہ ہر روزے کے بدلے میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا کھجور یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت دینا بھی جائز ہے اور فدیہ دینے میں مسکینوں کی تعداد اور ہر مسکین کے لئے صدقۂ فطر کی مقدار شرط نہیں ہے۔ لہذا اگر ایک فقیر کو دو دن کا فدیہ ایک صاع گیہوں دے دیا یا ایک فقیر کو تمام روزوں کا فدیہ دے دیا یا ایک روزہ کا فدیہ گیہوں تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیا تو بھی جائز ہے۔ آدھا صاع موجودہ زمانہ کے حساب سے ایک کلو ٦٦٦ گرام ہوتا ہے۔

فان لم یقدر علی الفدیة لعسرته یستغفر الله تعالی و یستقیله۔

ترجمہ: **پس اگر وہ فدیہ پر قادر نہ ہو اپنی تنگدستی کی وجہ سے تو اللہ تعالی سے استغفار کرے اور اس سے معافی مانگتا رہے۔**

تشریح: یعنی جس شخص پر روزے کا فدیہ واجب ہے اگر وہ تنگدستی کی وجہ سے اس کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اللہ کے حق کی ادائیگی میں قصور واقع ہونے کی معافی مانگتا رہے۔

ولو وجبت علیه کفارة یمین او قتل فلم یجد ما یکفر به من عتق وهو شیخ فان اولم یصم حتی صار فانیا لا یجوز له الفدیة لان الصوم هنا بدل عن غیره۔

ترجمہ: اور اگر اس پر قسم یا قتل کا کفارہ واجب ہوا پھر اس نے کفارہ ادا کرنے کے لئے کوئی غلام نہیں پایا دارانحالیکہ وہ شیخ فانی ہے یا اس نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ وہ فانی ہو گیا تو اب اس کے لئے فدیہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ روزہ یہاں اپنے غیر کا بدل ہے۔

تشریح: مسئلہ کی تشریح سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ شیخ فانی وغیرہ کے لئے فدیہ دینا اس صورت میں جائز ہے جب کہ روزہ بذاتِ خود اصل ہو، کسی اور چیز کے عوض میں نہ ہو۔ مثلاً رمضان کے روزے، یا نذر کے روزے کہ اس کے عوض فدیہ درست ہے۔ اور جو روزہ کسی اور چیز کا بدل ہو اور بذاتِ خود اصل نہ ہو مثلاً کسی پر کفارۂ یمین (قسم) یا کفارۂ قتل کے روزے لازم ہوئے (اور کفارے کی ادائیگی میں شریعت نے یہ ترتیب قائم کی ہے کہ سب سے پہلے غلام آزاد کرے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزے رکھے) اب یہ غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس پر روزے رکھنا لازم ہے۔ لیکن یہ شیخ فانی ہے اس لئے روزے بھی نہیں رکھ سکتا یا دوسری صورت یہ ہے کہ جس وقت کفارۂ قتل یا یمین کے روزے لازم ہوئے اس وقت شیخ فانی نہیں تھا۔ لیکن اس نے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ شیخ فانی ہو گیا تو اب ان دونوں صورتوں میں اس کو اپنی زندگی میں فدیہ دینا جائز نہیں کیونکہ یہاں روزہ دوسری چیز کا بدل ہے۔ یعنی مال (غلام) سے کفارہ ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے اس کے بدلے میں روزے رکھنا واجب ہوا لہذا اس بدل کی جگہ میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل کا بدل نہیں ہوتا۔ اب اس کے پاس توبہ استغفار کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔

ویجوز للمتطوع الفطر بلا عذر فی روایة والضیافة عذر علی الاظهر للضیف والمضیف وله البشارة بهذه الفائدة الجلیلة۔

ترجمہ: اور نفل روزہ رکھنے والے کے لئے ایک روایت میں بغیر عذر کے بھی افطار کرنا جائز ہے اور ضیافت عذر ہے ظاہر روایت کے مطابق مہمان اور میزبان کے لئے اور اس کے لئے خوشخبری ہے اس بڑے فائدہ کی وجہ سے۔

تشریح: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ نفل روزہ کو بلا عذر توڑ دینا بھی جائز ہے لیکن اصح اور ظاہر الروایت یہ ہے کہ نفل روزہ کو بلا عذر توڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے۔(ع)

والضیافة یعنی نفلی روزہ توڑ دینے کے لئے ضیافت (مہمانی) بھی ایک عذر ہے لیکن اس میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر دعوت کرنے والا ایسا شخص ہو جو اس کے صرف حاضر ہونے سے راضی ہو جائے گا اور کھانا نہ کھانے کی صورت میں اس کو رنج نہیں ہو گا تو روزہ

نہ توڑے اور اگر اس کو نہ کھانے سے رنج ہو گا تو روزہ توڑ دے اور بعد میں اس کی قضا کرلے۔ اسی طرح میزبان کے لئے بھی عذر ہے یعنی اگر مہمان مُصر ہو (اس کے بغیر راضی نہ ہو) کہ میزبان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے تو میزبان روزہ توڑ دے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کو اس روزہ کی قضا رکھ لینے کا اعتماد ہو اور روزہ توڑنا نصف النہار شرعی سے پہلے ہو اس کے بعد کسی صورت میں روزہ نہ توڑے لیکن ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کی فرماں برداری کے لئے عصر کے وقت تک نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے اس کے بعد جائز نہیں۔

ولہ البشارۃ یعنی جو شخص اپنے بھائی کے احترام کی خاطر نفل روزہ توڑ دیتا ہے تو اس کے لئے حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے احترام میں روزہ توڑ دے تو اس کو ایک ہزار روزے کا ثواب ملے گا اور جب قضا کرے گا تو دو ہزار روزوں کا ثواب ہو گا۔(ح)

واذا افطر علی ای حال علیہ القضاء الا اذا شرع متطوعا فی خمسۃ ایام یومی العیدین و ایام التشریق فلا یلزمہ قضاؤھا بافسادھا فی ظاہر الروایۃ واللہ اعلم۔

ترجمہ: اور جب افطار کرے جس حال پر اس پر قضا لازم ہو گی مگر جبکہ شروع کرے نفلی روزہ پانچ دنوں میں یعنی عید کے دو دن اور ایام تشریق (کے تین دن) پس ان روزوں کو توڑ ڈالنے سے ان کی قضا اس پر لازم نہیں ہے ظاہر روایت کے مطابق۔ واللہ اعلم۔

تشریح: یعنی کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرنے کے بعد درمیان میں توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے خواہ عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر اور خواہ اپنے قصد سے توڑا ہو یا بلا قصد یعنی اس کے فعل کے بغیر ٹوٹ گیا ہو مثلاً کسی عورت کو نفلی روزہ کی حالت میں حیض جاری ہو گیا ہو اس پر بھی قضا واجب ہے۔

الا اذا شرع یعنی یہ قضا کا حکم ان پانچ دنوں کے علاوہ میں ہے جن میں روزہ رکھنا منع ہے چنانچہ اگر پانچ ممنوعہ دنوں میں یعنی عید الفطر و عید الاضحی اور ایام تشریق کے تین دن میں روزہ شروع کیا تو ظاہر روایت میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دنوں میں روزہ شروع کرنے کے بعد توڑ دینے سے قضا لازم نہیں ہو گی بلکہ اس کو روزہ توڑ دینا واجب ہے۔

(باب ما یلزم الوفاء بہ من منذور الصوم و الصلوٰۃ و نحوھما)

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کا پورا کرنا لازم ہے یعنی نذر کے روزے اور نذر کی نماز اور ان کے مانند۔

اذا نذر شیأ لزمہ الوفاء بہ اذا اجتمع فیہ ثلاثۃ شروط ان یکون من جنسہ واجب و ان یکون مقصود او ان یکون لیس واجبا فلا یلزم الوضوء بنذرہ ولا سجدۃ التلاوۃ و لا عیادۃ المریض و لا الواجبات بنذرھا۔

ترجمہ: جب منت مانے کسی چیز کی تو اس پر اس کا پورا کرنا لازم ہے جبکہ اس میں تین شرطیں جمع ہوں۔ (۱) اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، (۲) اور وہ بذاتِ خود مقصود ہو، اور (۳) (منت کے بغیر یہ خود) واجب نہ ہو۔ پس وضو کی منت سے وضو لازم نہ ہو گا اور نہ سجدۂ تلاوت اور نہ مریض کی عیادت اور نہ واجبات ان کی منت سے۔

تشریح: بندہ کا کسی چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا نذر اور منت کہلاتا ہے چنانچہ جب کوئی شخص عبادات میں سے کسی چیز کی نذر کرے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے جب کہ اس میں تین شرطیں موجود ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہیں پائی جائے گی تو نذر صحیح نہیں ہو گی۔(۱) جس چیز کی منت مانی جائے اس کی جنس سے شریعت میں کوئی واجب ہو مثلاً روزہ، نماز، صدقہ اور اعتکاف۔ ان کی منت ماننا صحیح ہے لہذا اگر کوئی بیمار کی عیادت کی منت مانے یا مسجد میں داخل ہونے کی منت مانے تو یہ نذر صحیح نہیں ہے اور اس سے کچھ لازم نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ شریعت میں اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں ہے۔ (۲) جس چیز کی منت مانی جائے وہ خود مقصود ہو کسی عبادت کا وسیلہ نہ ہو۔ لہذا اگر کوئی وضو کی منت مانے تو یہ نذر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ بالذات مقصود نہیں۔ بلکہ نماز کا وسیلہ ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت کی منت بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ خدا کی طرف سے خود واجب ہو جاتا ہے س لئے اگر آیتِ سجدہ نہیں پڑھی تو سجدۂ تلاوت بھی نہیں۔(۳) جس چیز کی منت مانے وہ فی الحال یا آئندہ زمانے میں اس پر واجب نہ ہو چنانچہ اگر کسی نے ظہر پڑھنے کی منت مانی یا کسی اور وقت کی نماز کی منت مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ ظہر تو خود اس پر واجب ہے۔

ویصح بالعتق والاعتکاف والصلوٰۃ غیر المفروضۃ والصوم۔

ترجمہ: اور صحیح ہے (نذر) غلام آزاد کرنے کی اور اعتکاف کی اور ایسی نماز کی جو فرض نہیں ہے اور روزہ کی۔

فان نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط ووجد لزمہ الوفاء بہ۔

ترجمہ: پس اگر مطلق منت مانی یا کسی شرط کے ساتھ معلق (منت مانی) اور وہ شرط پائی گئی تو اس کا پورا کرنا لازم ہو گا۔

تشریح: نذر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) نذر مطلق۔ وہ یہ کہ کسی شرط پر معلق نہ ہو۔ مثلاً کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ کے واسطے ایک دن کا روزہ واجب ہے یا اس ہفتہ میں جمعرات کا روزہ واجب ہے وغیرہ تو اس پر اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

(۲) نذر معلق یہ ہے کہ وہ نذر کسی شرط پر معلق ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ نے میرے بیمار کو شفاء عطا فرمائی تو میں ایک دن کا روزہ رکھوں گا۔ پھر اس بیمار کو شفاء مل گئی تو اس پر بھی نذر کا پورا کرنا واجب ہو گا۔

وصح نذر صوم العیدین و ایام التشریق فی المختار و یجب فطرھا وقضاءھا وان صامھا اجزأہ مع الحرمۃ۔

ترجمہ: اور صحیح ہے عیدین اور ایام تشریق میں روزوں کی منت ماننا مختار قول کے مطابق اور واجب ہے ان روزوں کا توڑنا اور ان کی قضا کرنا اور اگر ان دنوں میں روزے رکھ ہی لئے تو اس کو حرمت کے ساتھ کافی ہوں گے۔

تشریح: یعنی اگر کوئی شخص ایام منہیہ (یعنی عیدین اور ایام تشریق) میں روزہ رکھنے کی منت مانے مثلاً یوں کہے کہ مجھ پر عیدین کے روزے لازم ہیں تو مختار قول کے مطابق یہ منت تو صحیح ہو جائے گی لیکن اس کے لئے واجب ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے بلکہ بعد میں ان کی قضا کرے لیکن اگر ان ممنوعہ دنوں میں روزہ رکھ ہی لیا تو نذر پوری ہو جائے گی اور یہ شخص حرام کا مرتکب کہلائے گا۔

والغینا تعیین الزمان والمکان والدرھم والفقیر فیجزئہ صوم رجب عن نذرہ صوم شعبان و یجزئہ صلوٰۃ رکعتین بمصر نذر اداءھما بمکۃ والتصدق بدرھم عن درھم عینہ لہ والصرف لزید الفقیر بنذرہ لعمرو۔

ترجمہ: اور ہم نے لغو قرار دیا ہے وقت، جگہ، درہم اور فقیر کی تعیین کو پس رجب کا روزہ کافی ہو گا شعبان کے روزے کی منت ماننے سے اور مصر میں دو رکعت کافی ہو گی ان کو مکہ میں ادا کرنے کی منت ماننے سے اور جس درہم کو صدقہ کے لئے متعین کیا تھا اس کے بجائے دوسرے درہم کا صدقہ کرنا (کافی ہو گا) اور زید فقیر پر خرچ کرنا (کافی ہو گا) عمرو فقیر کی منت ماننے سے۔

تشریح: اگر کوئی شخص نذر کو (خواہ معلق ہو یا مطلق) کسی وقت یا جگہ یا درہم یا فقیر کے ساتھ معین کر دے تب بھی وہ معین نہ ہو گی اور اس کا یہ قول لغو ہو گا۔ چنانچہ اگر کسی نے شعبان کے مہینے میں روزوں کی منت مانی اب شعبان میں روزے رکھنے کے بجائے رجب میں رکھ لئے تو بھی جائز ہے اس لئے کہ نذر میں وقت کی تعیین لغو ہے۔ اسی طرح کسی نے مکہ معظمہ میں دو رکعت پڑھنے کی منت مانی تھی اب مکہ معظمہ میں پڑھنے کے بجائے ان کو مصر میں یا کسی اور شہر میں ادا کیا تو یہ جائز ہے کیونکہ نذر میں مکان کی تعیین لغو ہے۔ اسی طرح ایک درہم کو صدقہ کے لئے متعین کیا تھا کہ میں یہ درہم صدقہ کروں گا اب اس کے بجائے دوسرا درہم صدقہ کر دیا تو اس کے لئے کافی ہو گا کیونکہ نذر میں درہم کی تعیین لغو ہے۔ اسی طرح عمرو فقیر کو صدقہ دینے کی منت مانی تھی اس کے بجائے زید فقیر کو صدقہ دے دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ نذر میں فقیر کی تعیین بھی لغو ہے۔

و ان علق النذر بشرط لا یجزئہ عنہ ما فعلہ قبل وجود شرطہ۔

ترجمہ: اور اگر نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط پائے جانے سے پہلے جو کرے گا وہ نذر کی طرف سے کافی نہیں ہو گا۔

تشریح: یعنی اگر نذر کسی شرط پر معلق ہو تو اس شرط کے پائے جانے سے پہلے تعجیل جائز نہیں ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ اگر زید آ گیا تو میں اللہ کے واسطے سو روپے صدقہ کروں گا۔ اب اس نے زید کے آنے سے پہلے سو روپے کا صدقہ کر دیا تو شرط پوری ہونے سے پہلے جو صدقہ کیا وہ کافی نہ ہو گا۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ نذر معلق میں صرف تعجیل جائز نہیں۔ باقی شرط پائے جانے کے بعد مقررہ وقت سے تاخیر کرنا اور جگہ اور روپے و فقیر کی تبدیل جائز ہے۔ جیسا کہ نذر مطلق میں جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نذر معلق و غیر معلق میں صرف ایک بات میں فرق ہے کہ نذر غیر معلق (مطلق) میں تعجیل بھی جائز ہے اور نذر معلق میں تعجیل جائز نہیں ہے۔

(باب الاعتکاف)

اعتکاف کا بیان

هو الاقامة بنيته فی مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل للصلوات الخمس فلا يصح فی مسجد لا تقام فيه الجماعة للصلوٰة علی المختار۔

ترجمہ: وہ اعتکاف کی نیت سے ایسی مسجد میں ٹھہرنا ہے جس میں اس وقت پانچ نمازیں قائم کی جاتی ہوں۔لہذا ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے جس میں نماز کے لئے جماعت قائم نہ کی جاتی ہو مختار قول پر۔

تشریح: اعتکاف کے لغوی معنی مطلق ٹھہرنے کے ہیں۔ خواہ کسی جگہ ہو اور شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کی نیت سے ایسی مسجد میں قیام کرنا جس میں پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ چنانچہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے ایسی مسجد کا ہونا شرط ہے جس میں پانچوں نمازیں اس وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہوں۔ لہذا ایسی مسجد میں اعتکاف درست نہیں ہے جس میں پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ قائم نہ ہوتی ہوں۔ یہی مختار ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف کرنا صحیح ہے۔ خواہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔

وللمرأة الاعتكاف فی مسجد بيتها وهو محل عينته للصلوٰة فيه۔

ترجمہ: اور عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا (صحیح ہے) اور وہ (گھر کی مسجد) وہ جگہ ہے جس کو اس نے نماز کے لئے معین کیا ہو۔

تشریح: یعنی عورت نے اپنے گھر میں نماز کے لئے جو جگہ مقرر کر رکھی ہے اس میں اعتکاف کر سکتی ہے اور اگر گھر میں کوئی جگہ مقرر نہ ہو تو ایک جگہ مقرر کر کے اس میں اعتکاف کر لے۔ (ہدایہ) البتہ اس کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی لازم ہے کہ وہ حیض و نفاس سے پاک ہو۔ (حاشیہ درسِ ترمذی)

والاعتكاف علی ثلاثة اقسام واجب فی المنذور و سنة كفاية مؤكدة فی العشر الاخير من رمضان و مستحب فيما سواه۔

ترجمہ: اعتکاف تین قسموں پر ہے۔ (۱) واجب، منت مانی ہوئی صورت میں، (۲) سنت مؤکدہ کفایہ، رمضان کے آخری عشرہ میں، (۳) اور مستحب، اس کے ماسوا میں۔

تشریح: اعتکاف تین قسموں کا ہوتا ہے۔ (۱) واجب، وہ اعتکاف ہے جو منت ماننے سے واجب ہو گیا ہو خواہ معلق ہو یا غیر معلق۔ غیر معلق کی مثال یہ ہے کہ کوئی یوں کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں اتنے (مثلاً تین) دن کا اعتکاف کروں

اور معلق کی مثال یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر اللہ نے میرے بیٹے کو شفا دے دی تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ **(۲)** سنت مؤکدہ کفایہ، یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلہ میں کوئی ایک شخص بھی کر لے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر پورے محلہ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو پورے محلہ والوں پر ترکِ سُنت کا گناہ ہو گا۔ **(۳)** مستحب، یہ ان دونوں قسموں کے علاوہ ہے یعنی رمضان کے آخری عشرہ اور نذر کے اعتکاف کے دنوں کے علاوہ جس وقت بھی چاہے مستحب اعتکاف کر سکتا ہے۔

والصوم شرط لصحة المنذور فقط واقله نفلا مدة يسيرة ولو كان ماشيا على المفتى به.

ترجمہ: **اور روزہ صرف منت مانے ہوئے اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ نفل اعتکاف کی کم سے کم مقدار تھوڑی سی مدت ہے اگرچہ چلتے ہوئے ہو مفتی بہ قول میں۔**

تشریح: یعنی روزہ صرف اعتکافِ واجب کے لئے شرط ہے۔ مثلاً کسی نے ایک ماہ یا ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی یا یوں کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مجھ پر اتنی مدت کا اعتکاف ہے تو اس کے لئے روزہ کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہو گا اور نفلی اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط نہیں ہے۔ اسی لئے نفلی اعتکاف کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ اعتکاف کی نیت سے جتنا وقت مسجد میں گذارے گا اعتکاف کہلائے گا خواہ وہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی وقت کی کم سے کم غیر محدود مقدار ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ مسجد میں بیٹھے نہیں بلکہ مسجد میں سے گذرتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لے تو بھی مفتی بہ قول کے مطابق یہ نفل اعتکاف کرنے والا کہا جائے گا اور نفل اعتکاف سنت مؤکدہ کو بھی شامل ہے لیکن چونکہ یہ اعتکاف رمضان کے ساتھ مقید ہے، اس میں روزہ شرط ہے۔

فائدہ: جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو اعتکاف کی نیت کر لینی چاہیے تاکہ جب تک مسجد میں رہے اس کو اعتکاف کا ثواب حاصل ہو، اعتکاف کی نیت کے لئے یہ الفاظ کہہ لے۔ نَوَیۡتُ الۡاِعۡتِکَافَ مَا دُمۡتُ فِیۡ ھٰذَا الۡمَسۡجِدِ یا یوں کہے نَوَیۡتُ سُنَّۃَ الۡاِعۡتِکَافِ۔ (ع)

ولا يخرج منه الا لحاجة شرعية كالجمعة او طبعية كالبول او ضرورية كانهدام المسجد واخراج ظالم كرها و تفرق اهله و خوف على نفسه او متاعه من المكابرين فيدخل مسجدا غيره من ساعته فان خرج ساعة بلا عذر فسد الواجب و انتهى به غيره.

ترجمہ: **اور نہ نکلے اپنی اعتکاف گاہ سے مگر کسی شرعی ضرورت سے جیسے جمعہ، یا طبعی ضرورت کے لئے جیسے پیشاب یا اضطراری ضرورت کے لئے جیسے مسجد کا منہدم ہو جانا یا کسی ظالم کا زبردستی نکال دینا یا مسجد والوں کا منتشر ہو جانا اور ظالموں کی طرف سے اپنی جان یا مال کا خوف ہونا تو (ان صورتوں میں) اسی وقت دوسری مسجد میں داخل ہو جائے پس اگر ایک گھڑی بھی بغیر عذر کے نکلا تو (اعتکاف) واجب فاسد ہو جائے گا اور واجب کے علاوہ (دوسرا اعتکاف) اس نکلنے سے ختم ہو جائے گا۔**

تشریح: یعنی معتکف کے لئے اپنی مسجد اعتکاف سے نکلنا جائز نہیں مگر یہ کہ کوئی عذر ہو تو نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان میں سے ایک عذر کسی شرعی حاجت کے لئے نکلنا ہے۔ مثلاً جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے وہاں جمعہ نہیں ہوتا تو اس کے لئے جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر نکلنا جائز ہے چنانچہ اگر مکان اعتکاف جامع مسجد سے قریب ہو تو زوال کے بعد نکلے اور اگر مکان اعتکاف جامع مسجد سے دور ہو تو اتنی دیر پہلے نکلے کہ وہاں پہنچ کر خطبہ سے پہلے چار یا چھ رکعت پڑھ سکے۔ (ہدایہ) اور دوسرا عذر یہ ہے کہ کسی طبعی حاجت کے لئے باہر نکلنا پڑے مثلاً پیشاب، پاخانہ، وضو اور فرض غسل کے لئے مسجد سے نکلے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تیسرا عذر یہ ہے کہ معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے مسجد سے نکلنا پڑے اس کو حاجت ضروریہ کہتے ہیں۔ مثلاً مسجد گرنے لگے یا زبردستی کسی نے نکال دیا یا مسجد کے لوگ منتشر ہو گئے ہوں یعنی سب نمازی وہاں سے چلے گئے اور اب وہاں پانچوں وقت کی نماز جماعت سے نہ ہوتی ہو (ع) یا اس مسجد میں ظالموں کی طرف سے اپنی جان یا مال کا خوف ہے اور وہ مسجد سے باہر نکل کر اسی وقت اعتکاف کی نیت سے دوسری مسجد میں داخل ہو گیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہو گا۔

فان خرج اگر معتکف عذر کے بغیر تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد سے نکل گیا تو اس کا اعتکافِ واجب فاسد ہو جائے گا۔ خواہ جان بوجھ کر نکلا ہو یا بھول کر اور اگر اعتکاف نفل ہو تو بلا عذر باہر نکلنے سے پورا ہو جائے گا۔ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا بھی یہی حکم ہے۔ اب اس کو چاہئے کہ فوراً مسجد میں داخل ہو جائے اور رمضان کے بعد مغرب سے مغرب تک کسی مسجد میں اعتکاف کر لے۔ دن میں روزہ بھی رکھے۔

واکل المعتکف وشربه ونومه وعقده البیع لما یحتاجه لنفسه او عیاله فی المسجد وکره احضار المبیع فیه وکره عقد ما کان للتجارة۔

ترجمہ: اور معتکف کا کھانا، پینا، سونا اور اس کا عقدِ بیع کرنا ان چیزوں کی جن کی ضرورت ہو اپنی ذات کے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے مسجد میں ہو گا اور مبیع کا مسجد میں لانا مکروہ ہے اور مکروہ ہے ان چیزوں کا عقد کرنا جو تجارت کے لئے ہوں۔

تشریح: یعنی معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا اور اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے جن چیزوں کو خریدنے اور بیچنے کی ضرورت ہو ان کی خرید و فروخت جائز ہے بشرطیکہ سامان تجارت مسجد میں لا کر نہ رکھے کیونکہ یہ مکروہِ تحریمی ہے۔

وکرہ عقد یعنی معتکف خرید و فروخت تجارت کے ارادہ سے کرے تو یہ مکروہ ہے البتہ بقدرِ ضرورت لین دین، سودا سلف کی باتیں کرنے کی گنجائش ہے۔

وکره الصمت ان اعتقده قربة والتکلم الا بخیر۔

ترجمہ: اور خاموش رہنا مکروہ ہے اگر اس کو عبادت سمجھتا ہو اور بات کرنا (مکروہ ہے) مگر بھلائی کی۔

تشریح: یعنی اعتکاف میں عبادت سمجھ کر بالکلیہ خاموش رہنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ پہلی شریعتوں میں تھا اور اس کو عبادت نہ سمجھے بلکہ استراحت کے لئے خاموش رہے تو مکروہ نہیں، لیکن اگر بُری باتوں سے اپنے آپ کو روکنے کے لئے خاموشی اختیار کی ہے مثلاً غیبت کرنے اور برے شعر پڑھنے سے تو یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اسی طرح غیر مفید باتیں کرنے سے اپنی زبان کو بچانے کے لئے خاموشی اختیار کی ہے تو یہ بھی مکروہ نہیں۔ اس لئے معتکف کو چاہیے کہ زیادہ تر وقت قرآن کی تلاوت اور ذکر و عبادت میں گذارنے کی کوشش کرے۔(ع)

والتکلم یعنی معتکف کو اچھی باتوں کے سوا اور باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔ مسائل اعتکاف میں ہے کہ ایسی باتیں کرنا جن میں گناہ نہ ہو مباح ہیں، بقدرِ ضرورت دنیوی باتیں کرنا بھی منع نہیں، لیکن بات کرنے کا مشغلہ نہ بنائے۔

وحرم الوطء ودواعیه وبطل بوطئه وبالانزال بدواعیه۔

ترجمہ: اور حرام ہے وطی اور دواعیٔ وطی اور باطل ہو جائے گا اعتکاف وطی کرنے سے اور انزال کے ساتھ دواعیٔ وطی سے۔

تشریح: یعنی بحالتِ اعتکاف جماع کرنا حرام ہے۔ مثلاً اپنی طبعی ضرورت کے لئے مسجد سے نکلا اور بیوی کے ساتھ جماع بھی کر لیا تو اس کا یہ فعل حرام ہے اور دواعیٔ وطی یعنی وہ افعال جو اکثر باعثِ جماع ہو جاتے ہیں، مثلاً عورت کو چھونا، بوسہ لینا، مباشرت وغیرہ یہ سب بھی حرام ہیں۔

وبطل اگر معتکف نے جماع کر لیا خواہ قصداً ہو یا بھول کر، انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

وبالانزال یعنی دواعیٔ وطی سے اس وقت اعتکاف باطل ہو گا جب کہ انزال ہو اور اگر انزال نہیں ہوا تو اعتکاف باطل نہیں ہو گا اگرچہ اعتکاف کی حالت میں یہ فعل حرام ہے۔

ولزمته اللیالی ایضا بنذر اعتکاف ایام ولزمته الایام بنذر اللیالی متتابعة وان لم یشترط التتابع فی ظاهر الروایة۔

ترجمہ: اور لازم ہوں گی اس کو راتیں بھی دنوں کے اعتکاف کی منت ماننے سے اور لازم ہوں گے اس کو دن راتوں کی منت ماننے سے لگاتار اگرچہ لگاتار کی شرط نہ کی ہو ظاہر روایت میں۔

تشریح: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے چند ایام کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا بایں طور کہ کہا اللہ کے واسطے مجھ پر دس یوم کا اعتکاف لازم ہے تو دس دن کا اعتکاف ان کی راتوں کے ساتھ لازم ہو گا اور پے در پے لازم ہو گا۔ اگرچہ پے در پے کی شرط نہ کی ہو اسی طرح اس کے برعکس کہ اگر چند راتوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو اس پر یہ اعتکاف دنوں کے ساتھ لازم ہو گا اور لگاتار لازم ہو گا۔

ولزمته لیلتان بنذر یومین۔

ترجمہ: **اور لازم ہوں گی اس کو دو راتیں دو دن کی منت ماننے سے۔**

تشریح: یعنی اگر کسی نے دو دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس پر دو دن کا اعتکاف مع ان کی راتوں کے لازم ہو گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رات داخل نہیں ہو گی تو گویا ان کے نزدیک دو دن اور ایک رات کا اعتکاف لازم ہو گا۔(ح)

وصح نیة النُّهُرِ خاصة دون اللیالی۔

ترجمہ: **اور صحیح ہے دنوں کی نیت خاص طور پر راتوں کے بغیر۔**

تشریح: یعنی اگر کسی نے چند ایام کے اعتکاف کی منت مانی اور ایام سے خاص طور پر دنوں کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ مجھ پر دس یوم کا اعتکاف واجب ہے اور دس یوم سے دنوں کی نیت کی نہ کہ راتوں کی تو اس پر دس یوم تک فقط دن کا اعتکاف واجب ہو گا۔ رات کا اعتکاف واجب نہ ہو گا۔

وان نذر اعتکاف شهر و نوی النهر خاصة او اللیالی خاصة لا تعمل نیته الا ان یصرح بالاستثناء۔

ترجمہ: **اور اگر ایک مہینہ کے اعتکاف کی منت مانی اور صرف دنوں کی نیت کی یا صرف راتوں کی نیت کی تو اس کی نیت کار آمد نہیں ہو گی مگر یہ کہ استثناء کے ساتھ صراحت کر دے۔**

تشریح: یعنی اگر کسی نے یہ منت مانی کہ وہ ایک مہینہ کا اعتکاف کرے گا اور اس میں نیت صرف دنوں کی یا راتوں کی کرے تو اس کی یہ نیت صحیح نہیں ہو گی کیونکہ مہینہ ایک معین مقدار کا نام ہے جو دنوں اور راتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اگر وہ استثناء کر کے اس کی صراحت کر دے مثلاً یوں کہے کہ ایک مہینہ کا اعتکاف سوائے راتوں کے کروں گا تو اس صورت میں اس پر صرف دنوں کا اعتکاف لازم ہو گا۔

والاعتکاف مشروع بالکتاب والسنة وهو من اشرف الاعمال اذا کان عن اخلاص۔

ترجمہ: **اعتکاف مشروع (شرعی چیز) ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور وہ اشرف الاعمال ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔**

تشریح: اعتکاف کا ثبوت کتاب اللہ کی اس آیت سے ہے "ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسٰجد" ترجمہ: اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو اور سنت سے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔(ع) اگر خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اعتکاف کیا جائے تو وہ بہت اچھی اور عظیم الشان عبادت ہے۔ کیونکہ اعتکاف کا حاصل یہ ہے کہ خدا کے در پر جا کر پڑ گیا کہ جبتک میری مراد پوری نہ ہو گی تب تک نہیں جاؤں گا۔

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن؛
بیٹھا رہوں تصور جاناں کیے ہوئے۔

ومن محاسنه ان فيه تفريغ القلب من امور الدنيا و تسليم النفس الى المولىٰ و ملازمة عبادته فى بيته والتحصن بحصنه۔

ترجمہ: اور اعتکاف کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ اس میں دل کو دنیا کے کاموں سے فارغ کرنا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا ہے اور اس کی عبادت کو لازم پکڑنا ہے اسی کے گھر میں اور اس کے قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔

تشریح: اعتکاف کی خوبی یہ ہے کہ اس سے انسان کا دل دنیا کی فکروں سے خالی ہو جاتا ہے کیونکہ جب انسان تنہائی میں رہے گا تو آہستہ آہستہ وہ ساری چیزیں جو انسان کی توجہ خدا سے ہٹانے والی ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں اور دل پوری طرح دنیا کے خیالات سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا سونا جاگنا غرض ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں جو انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہو جاتے ہیں اعتکاف میں ان سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

و قال عطاء رحمه الله مثل المعتكف مثل رجل يختلف على باب عظيم لحاجة فالمعتكف يقول لا ابرح حتى يغفرلى۔

ترجمہ: اور فرمایا عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہ معتکف کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کسی ضرورت سے کسی بڑے آدمی کے دروازے پر جا پڑتا ہے پس معتکف کہتا ہے (زبان حال سے) کہ جب تک میری مغفرت نہ ہو جائے میں نہیں ہٹوں گا۔

وهٰذا ما تيسر للعاجز الحقير بعناية مولاه القوى القدير الحمد لله الذى هدانا لهٰذا وما كنا لنهتدى لولا ان هدانا اللّٰهم صلى الله على سيدنا و مولانا محمد خاتم الانبياء و على آله و صحبه و ذريته ومن والاه و نسأل الله سبحانه متوسلين ان يجعله خالصا لوجهه الكريم و ان ينفع به النفع العميم و يُجزل به الثواب الجسيم۔

ترجمہ: (مصنف نور الایضاح فرماتے ہیں) یہ وہ ہے جو میسر ہوا عاجز حقیر کو اپنے قوی طاقتور مولا کی عنایت سے۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو (اس خدمت کی) ہدایت کی، اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سردار اور ہمارے مولا محمد ﷺ پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی آل واصحاب اور آپ کی ذریت پر اور ان تمام پر جنہوں نے آپ کی مدد کی اور ہم اللہ سبحانہ سے سوال کرتے ہیں وسیلہ پکڑتے ہوئے کہ اس کتاب کو خالص اپنی کریم ذات کے لئے بنادے اور یہ کہ نفع دے اس سے عام اور بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔

تشریح: اولاً مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو ''کتاب الاعتکاف'' تک لکھا اور وہیں تک تحریر کا ارادہ تھا اسی لئے آخر میں اس طرح اختتامی کلمات و دعائیہ الفاظ بھی لکھ دیے، پھر بعد میں خیال ہوا کہ زکوٰۃ و حج کے مسائل کا بھی اضافہ کر دیا جائے چنانچہ زکوٰۃ و حج کو شامل کر کے عبادات کی تکمیل فرمائی۔

(کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کا بیان

ھی تملیك مال مخصوص لشخص مخصوص۔

ترجمہ: وہ (زکوٰۃ) مخصوص مال کا مخصوص آدمی کو مالک بنادینا ہے۔

تشریح: لفظ زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت و پاکیزگی کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے (یعنی زکوٰۃ کا نام زکوٰۃ اس لئے رکھا گیا) کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کو گناہوں اور دیگر بُری خصلتوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ زکوٰۃ کے دوسرے معنی نماء یعنی بڑھوتری کے بھی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ زکوٰۃ سے چونکہ مال میں ترقی اور برکت ہوتی ہے اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا اور شریعت کی اصطلاح میں اپنے مال کی ایک خاص مقدار کا (جو شریعت کی طرف سے مقرر ہے) کسی مسلمان فقیر و غریب غیر سید کو خالص اللہ کی رضاء کے لئے بلا عوض مالک بنا دینا۔

فرضت علی حر مسلم مکلف مالك لنصاب من نقد ولو تبرا او حلیا اوآنیة او ما یساوی قیمته من عروض تجارة فارغ عن الدین و عن حاجته الاصلیة نام ولو تقدیرا۔

ترجمہ: فرض کی گئی ہے (زکوٰۃ) آزاد، مسلمان، مکلف پر جو مالک ہو نصاب کا نقد سے اگرچہ (وہ نقد) سونے چاندی کا ٹکڑا ہو یا زیور یا برتن یا سامان تجارت کی کوئی ایسی چیز ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو (یہ نصاب) قرض اور اس کی حاجت اصلیہ سے فارغ (فاضل) ہو، نامی ہو اگرچہ تقدیراً (نامی ہو)۔

تشریح: یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرطوں کا بیان ہے۔ یعنی زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی جس میں یہ شرطیں پائی جائیں۔ (۱) آزاد ہونا، لہٰذا غلام پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی (۲) مسلمان ہونا، پس کافر پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی (۳) مکلف یعنی عاقل، بالغ ہونا، لہٰذا مجنون اور نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے (۴) بقدر نصاب مال کا مالک ہونا۔ شریعت نے زکوٰۃ کا ایک نصاب مقرر کیا ہے جس شخص کے پاس وہ نصاب موجود ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور وہ نصاب ساڑھے سات تولہ سونا (۸۷/ گرام ۴۷۹/ ملی گرام) یا ساڑھے باون تولہ چاندی (۶۱۲/ گرام ۳۵/ ملی گرام) ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس مذکورہ نصاب نقد روپیوں کی شکل میں ہو یا سونے چاندی کی شکل میں ہو خواہ وہ زیورات ہوں یا سونے چاندی کی ڈلی ہو یا مذکورہ نصاب تجارت کے سامان کی شکل میں ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی بشرطیکہ یہ روپئے اس کی ضروریاتِ اصلیہ سے زائد ہوں یعنی روز مرّہ کی ضروریات مثلاً رہنے کا مکان، استعمال کے برتن، کپڑے، فریج، واشنگ مشین، سلائی مشین، فرنیچر، ٹیلیفون، موبائل، موٹر سائیکل، کار وغیرہ اور اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی ضرورت سے

زائد ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ قرض دار نہ ہو۔ چنانچہ اگر قرض ہے تو قرض کو منہا (الگ) کرنے کے بعد دیکھا جائے گا اگر بقیہ رقم نصاب کے برابر (جو آج کل کی قیمت کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہوتے ہیں) یا اس سے زیادہ ہے تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور بقیہ رقم نصاب کی مقدار سے کم ہے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ مثلاً یہ دیکھا جائے کہ ابھی جو رقم ہمارے پاس ہے اگر اس کو قرض ادا کرنے میں صرف کر دی جائے تو باقی کتنی رقم بچے گی۔ اگر باقی ساڑھے گیارہ ہزار یا اس سے زائد نہ بچے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اور اگر ساڑھے گیارہ ہزار یا اس سے زائد بچے تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

نام و لو تقدیرا ایک شرط یہ ہے کہ مال نصاب بڑھنے والا ہو خواہ حقیقۃً بڑھنے والا ہو جیسے مال تجارت اور جانوروں کا توالد و تناسل سے بڑھنا یا تقدیراً جیسے سونا چاندی کہ اس میں خلقی (پیدائشی) نمو ہے کیونکہ سونے چاندی کو اسلام نے تجارت ہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ خواہ کوئی اس کو زیور بنا کر رکھے یا سونے چاندی کے ٹکڑے بنا کر رکھے۔ خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہ کرے وہ نامی ہے اور اس میں ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اور جو مال بڑھنے والا نہیں اگرچہ ضرورت سے زائد ہو اس پر زکوٰۃ نہیں جیسے ایک سے زیادہ مکان یا استعمال کی گاڑی وغیرہ۔

و شرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلى و اما المستفاد فى اثناء الحول فيضم الى مجانسه و يزكى بتمام الحول الاصلى سواء استفيد بتجارة او ميراث او غيره۔

ترجمہ: اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کی شرط نصاب اصلی پر سال کا گذر جانا ہے اور بہر حال وہ مال جو سال کے درمیان میں حاصل ہو تو اس کو اس کے ہم جنس کی طرف ملایا جائے گا اور اصلی سال کے ختم پر (پورے مال کی) زکوٰۃ دی جائے گی خواہ وہ مال مستفاد ہوا ہو تجارت یا میراث یا اس کے علاوہ سے۔

تشریح: یعنی زکوٰۃ کی فرضیت تو اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب سے نصاب کا مالک ہوتا ہے البتہ اس کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوگا جب سال پورا ہو جائے اور سال شمار کرنے کا اصول یہ ہے کہ جس تاریخ کو کسی شخص کے پاس نصاب کے بقدر مال آجائے اسی تاریخ سے چاند کے حساب سے پورا سال گذرنے پر جتنی رقم اس کی ملکیت میں ہوگی اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی لہذا اگر کوئی شخص یکم رمضان کو صاحبِ نصاب ہوا تو اس کا سال آئندہ یکم رمضان کو پورا ہوگا۔ اب درمیان سال میں کچھ رقم اور مل گئی خواہ تجارت کر کے نفع کمایا یا کسی نے رقم ہبہ کی یا میراث میں ملی تو اس پر علیحدہ سے مکمل سال کا گذرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جب یکم رمضان آئے گا تو ان چیزوں کی زکوٰۃ دینا بھی لازم ہوگا۔ مثلاً یکم رمضان کو نصاب (یعنی ساڑھے گیارہ ہزار روپے) کا مالک ہوا پھر آئندہ سال یکم رمضان کو اس کے پاس پچاس ہزار روپئے ہو گئے تو اس پر پچاس ہزار کی زکوٰۃ فرض ہوگی اگرچہ یہ زائد رقم یکم رمضان سے دو دن پہلے ملی ہو۔

فیضم الی مجانسه یعنی جو مال سال کے درمیان حاصل ہو وہ اس کی جنس میں شامل کیا جائے گا اور پہلے والے مال کا سال پورا ہونے پر نئے اور پرانے سب کو ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ چنانچہ سونا چاندی اور اس کے سکے، ڈالر، روپئے، زیور اور تجارت کا مال ایک

ہی جنس ہیں۔ یہ ایک دوسرے میں ملائیں جائیں گے۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا تھا پھر سال گذرنے سے پہلے پچاس تولہ چاندی کا اضافہ ہو گیا یا کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی تھی پھر سال گذرنے سے پہلے پچاس ہزار روپے مل گئے، تو یہ بعد میں ملے ہوئے کو اصل مال کے ساتھ ملایا جائے گا۔ الگ سے سال شمار نہیں کیا جائے گا۔ ہاں چرنے والے جانور الگ جنس ہیں۔ وہ نقدی میں نہیں ملائیں گے۔ اسی طرح چرنے والے جانوروں میں بھی الگ الگ جنس ہیں۔ یعنی اونٹ الگ ایک جنس ہے، گائے، بیل، بھینس، بھینسا الگ ایک جنس ہے۔ اور بھیڑ بکری دنبہ الگ ایک جنس ہے۔ بس یہ بھی ایک جنس دوسری میں نہیں ملائی جائے گی۔ مثلاً شروع سال میں نصاب کے بقدر نقد رقم تھی اب درمیان سال میں کچھ اونٹ مل گئے تو یہ اونٹ نقدی کے ساتھ نہیں ملائے جائیں گے یا کسی کے پاس اونٹ بقدر نصاب تھے اب درمیان سال میں کچھ بکریاں حاصل ہوئیں تو ان کو اونٹوں کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

ولو عجل ذو نصاب لسنین صح۔

ترجمہ: اور اگر صاحب نصاب چند سالوں کی زکوۃ پیشگی دے دے تو صحیح ہے۔

تشریح: یعنی صاحبِ نصاب ہو جانے سے زکوۃ کا نفس وجوب آجاتا ہے اور حولانِ حول کے بعد وجوب ادا یعنی زکوۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اب یہاں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وجوب ادا سے پہلے زکوۃ ادا کرے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ مثلاً کسی کے پاس چالیس ہزار روپے تھے اور اس نے ایک ہزار کے بجائے دو ہزار زکوۃ میں دے دیئے اور نیت اگلے سال کی زکوۃ کی بھی کرلی تو اگلے سال کی بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

وشرط صحة ادائها نية مقارنة لأدائها للفقير او وكيله او لعزل ما وجب ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير۔

ترجمہ: اور زکوۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرط وہ نیت ہے جو ملی ہوئی ہو فقیر کو زکوۃ ادا کرنے یا اپنے وکیل کو (زکوۃ کی رقم دینے) یا اس مقدار کو علیحدہ کرنے کے ساتھ جو واجب ہوئی ہے اگرچہ نیت حکماً ملی ہوئی ہو جیسا کہ اگر (رقم فقیر کو) بغیر نیت کے دے دی پھر نیت کی درانحالیکہ مال فقیر کے ہاتھ میں موجود تھا۔

تشریح: زکوۃ ادا کرنے کے لئے نیت کرنا شرط ہے، ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ نیت کا وقت کیا ہے، تو فرماتے ہیں کہ نیت یا تو فقیر کو زکوۃ دیتے وقت کی جائے کہ میں زکوۃ دے رہا ہوں یا وکیل کو زکوۃ کی رقم دیتے وقت نیت کرلی جائے یعنی زکوۃ ادا کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور رقم دیتے وقت زکوۃ کی نیت کرلی اور وکیل نے فقیر کو زکوۃ کی نیت کے بغیر دے دی تو بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ زکوۃ دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔ یا زکوۃ کی رقم اپنے مال سے جدا کرتے وقت زکوۃ کی نیت کرلی، یعنی پورے مال کا حساب کرکے زکوۃ کی جو مقدار معلوم ہوئی اس کو الگ کرتے وقت یہ نیت کرلی کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے اب چاہے مستحق آدمی کو دیتے وقت زکوۃ کی نیت ہو یا نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

ولومقارنۃ یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت نیت کا اتصال اگر حکمی ہو گا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی نے زکوٰۃ فقیر کو بغیر نیت کے دے دی اور پھر اس مال کو زکوٰۃ میں دینے کی نیت کر لی تو اگر وہ رقم فقیر کی ملکیت میں قائم ہے تو نیت معتبر ہو گی اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ یہ نیت کے حکماً متصل ہونے کی مثال ہے اور اگر زکوٰۃ کی نیت کرنے سے پہلے فقیر نے وہ رقم خرچ کر ڈالی تو نیت درست نہ ہو گی اور زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

ولا یشترط علم الفقیر انہا زکوٰۃ علی الاصح حتیٰ لو اعطاہ شیأ وسماہ ھبۃ او قرضاً ونویٰ بہ الزکوٰۃ صحت

ترجمہ: اور شرط نہیں لگائی جاتی ہے فقیر کے جاننے کی کہ یہ زکوٰۃ (کی رقم) ہے اصح قول پر، یہاں تک کہ اگر اس کو کچھ دیا اور اس کا نام ھبہ یا قرض رکھا اور اس سے زکوٰۃ کی نیت کر لی تو زکوٰۃ صحیح ہو جائے گی۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والے کو اس بات کا علم ہونا شرط نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے بلکہ صرف دینے والے کی زکوٰۃ کی نیت کافی ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی فقیر کو کچھ رقم یا کوئی چیز قرض یا ھبہ کہہ کر دی اور اپنے دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یہی اصح ہے۔

ولو تصدق بجمیع مالہ ولم ینو الزکوٰۃ سقط عنہ فرضہا

ترجمہ: اور اگر اپنا تمام مال صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو زکوٰۃ کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا

وزکوٰۃ الدین علی اقسام فانہ قوی ووسط وضعیف فالقوی وھو بدل القرض ومال التجارۃ اذا قبضہ وکان علی مقر ولو مفلسا او علی جاحد علیہ بینۃ زکاہ لما مضی ویتراخی وجوب الاداء الی ان یقبض اربعین درھما فیہا درھم لان مادون الخمس من النصاب عفولا زکوٰۃ فیہ وکذا فیما زاد بحسابہ۔

ترجمہ: اور قرض کی زکوٰۃ چند قسموں پر ہے (۱) قرض قوی (۲) قرض وسط (۳) قرض ضعیف۔ پس قرض قوی وہ قرض ہے جو قرض کا یا مال تجارت کا بدلہ ہو جب کہ وہ اس پر قبضہ کرے اور یہ قرض اقرار کرنے والے پر ہو اگرچہ وہ مفلس ہو یا یہ قرض منکر پر ہو (لیکن) اس پر گواہ ہوں تو گذشتہ کی بھی زکوٰۃ دے گا اور وجوب ادا ملتوی رہے گا یہاں تک کہ چالیس درہم وصول کرے پس اس میں ایک درہم ہے اس لئے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف ہے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور اسی حساب سے ہے جب (چالیس درہم سے) زیادہ ہو جائے۔

تشریح: جو مال قرض پر دیا گیا ہے اس کی زکوٰۃ کی چند قسمیں بیان کرتے ہیں۔ اور یہ تقسیم اس بناء پر ہے کہ قرض کی تین قسمیں ہیں (۱) قوی، وہ قرضہ ہے جو قرض یا مال تجارت کے عوض میں واجب ہوا ہو۔ مثلاً کسی کو نقد روپۓ قرض میں دیئے یا تجارت کا سامان ادھار بیچا تھا جس کی قیمت باقی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے جب اس قسم کے قرض کو وصول کر لے گا تو گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ مثلاً روپۓ والا قرض تین سال کے بعد وصول ہوا یا جو مال ادھار بیچا تھا اس کی قیمت تین سال کے بعد وصول ہوئی تو گذشتہ تین

سال کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو گی۔ لیکن اس کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ قرض دار اقرار کرنے والا ہو یعنی وہ یہ کہتا ہو کہ میں تمہاری رقم ادا کر دوں گا۔ اگرچہ اس وقت گنجائش نہیں ہے، مفلس ہے لیکن چونکہ اقرار کرتا ہے اس لئے اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگرچہ فوری واجب نہیں ہے مگر وصول ہونے پر پچھلے سالوں کی بھی زکوٰۃ دینی ہو گی۔

او علی جاحد یعنی قرض دار اقراری نہیں ہے بلکہ انکاری ہے۔ لیکن قرض خواہ کے پاس گواہ موجود ہیں تو اس صورت میں بھی اس قرض پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگرچہ فوری نہیں لیکن وصول ہونے پر پچھلے سالوں کی بھی زکوٰۃ دینی ہو گی۔

و یتراخی اوپر دین قوی کا حکم معلوم ہو گیا کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہاں سے فرماتے ہیں کہ اس کی ادائیگی اس وقت تک واجب نہیں ہو گی جب تک اس میں سے چالیس درہم پر قبضہ نہ کر لے۔ چنانچہ جب چالیس درہم پر قبضہ کر لے تو ایک درہم زکوٰۃ میں دے دے کیونکہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف ہے۔ یعنی اگر چالیس درہم سے کم پر قبضہ ہو تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں۔

و کذا فیما یعنی جب دوسرے چالیس درہم پر قبضہ کر لے پھر ایک درہم زکوٰۃ میں دے اور تیسرے چالیس پر قبضہ کر لے پھر ایک درہم دے اس طرح ۱۲۰ درہم پر کُل تین درہم زکوٰۃ واجب ہو گی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کے پاس مالِ دین کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس پہلے سے اور رقم بقدرِ نصاب ہے تو وصول شدہ رقم خواہ چالیس درہم سے کم ہی ہو اس رقم میں ملا کر پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اب موجودہ سال کا حساب وصول شدہ رقم کے سال سے نہیں ہو گا البتہ گذشتہ سالوں کا حساب قرضے کے وقت سے ہو گا۔ (زبدۃ الفقہ)

والوسط وهو بدل ما ليس للتجارة كثمن ثياب البذلة و عبد الخدمة ودار السكنى لا تجب الزكوٰة فيه ما لم يقبض نصابا ويعتبر لما مضى من الحول من وقت لزومه لذمة المشتري في صحيح الرواية۔

ترجمہ: قرض متوسط اور وہ ان چیزوں کا بدل ہے جو تجارت کے لئے نہ ہو جیسے استعمالی کپڑوں کی قیمت اور خدمت کے غلام اور رہنے کے گھر۔ اس قرض میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک ایک نصاب پر قبضہ نہ کرے اور اعتبار کیا جائے گا سال کے گذرے ہوئے حصہ کا۔ قرض کے لازم ہونے کے وقت سے مشتری کے ذمہ پر صحیح روایت میں۔

تشریح: وسط وہ قرضہ ہے جو ایسے مال کے عوض میں واجب ہوا ہو جو تجارت کے واسطے نہیں تھا اور نہ نقد رقم قرضہ میں دی تھی۔ یعنی کسی کو قرض نقد روپے کی صورت میں نہیں دئے اور نہ ہی تجارت کا سامان بیچا بلکہ کوئی ایسی چیز بیچی جو تجارت کی نہیں تھی۔ مثلاً کسی نے پہننے کے کپڑے یا خدمت کا غلام یا رہنے کا گھر کسی کو بیچ دیا اور اس کی قیمت باقی ہے، یہ قرض وسط ہے۔ تو اگر یہ قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے اور چند سالوں کے بعد وصول ہوئی تو وصول ہونے پر گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہو گی اور اگر سارا قرضہ ایک دفعہ میں وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو تو جب تک بقدر نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) وصول نہ ہو جائے تب تک زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہو گا۔ البتہ نصاب کے بقدر وصول ہونے کے بعد پچھلے تمام سالوں کی زکوٰۃ دینی فرض ہو گی۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے پاس مالِ دین کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو۔ چنانچہ اگر مال دین کے علاوہ اور مال بقدرِ نصاب موجود ہے تو اب قرض میں وصول شدہ رقم خواہ کسی قدر بھی ہو وہ مال مستفاد ہو گا اور اس کو پہلے مال میں ملا کر پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر سب کی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اب موجود سال کا حساب وصول شدہ رقم کے سال سے نہیں کیا جائے گا۔ البتہ گذشتہ سالوں کا حساب قرضہ کے وقت سے ہو گا۔

ویعتبر یعنی صحیح روایت کے مطابق وصول شدہ رقم سے پہلے گذرے ہوئے سال یا سال کے گذرے ہوئے حصہ کو حساب میں لگایا جائے گا یعنی اس کی زکوٰۃ واجب ہو گی جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ دوسری روایت ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ کی امام صاحب سے یہ ہے کہ وصول شدہ رقم پر قبضہ کرنے کے بعد جب تک اس پر الگ سے سال نہ گذر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ مثلاً کسی شخص کے ایک ہزار درہم دین متوسط ہے اور ڈیڑھ سال کے بعد اس پر قبضہ کیا تو صحیح روایت کے مطابق گذرے ہوئے ایک سال کی زکوٰۃ ابھی اس وقت ادا کرے پھر جب قبضہ کے بعد اور آدھا سال گذر جائے تو اس سال کی بھی زکوٰۃ ادا کرے اور ابنِ سماعہ کی روایت کی بنا پر نہ وہ گذشتہ سال کی زکوٰۃ دے گا اور نہ موجودہ سال کی بلکہ قبضہ کے بعد سے جب سال پورا ہو گا تب اس سال کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ (ح۔ع)

والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر والوصية وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبدل الكتابة والسعاية لا تجب فيه الزكوٰة مالم يقبض نصابا ويحول عليه الحول بعد القبض وهٰذا عند الامام واوجبا عن المقبوض من الديون الثلاثة بحسابه مطلقا ۔

ترجمہ: ضعیف اور وہ ایسی چیز کا بدل ہے جو مال نہ ہو۔ جیسے مہر، وصیت، بدل خلع، صلح قتل عمد کی صورت میں، دیت، بدل کتابت اور بدل سعایہ کی رقم۔ ان تمام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی جب تک کہ ایک نصاب پر قبضہ نہ کرے اور قبضہ کے بعد اس پر سال نہ گذر جائے اور یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے واجب کی ہے تینوں قرضوں کے وصول شدہ حصہ کی زکوٰۃ اس کے حساب سے مطلقاً۔

تشریح: قرض ضعیف وہ قرضہ ہے جو کسی مال کے عوض میں واجب نہ ہوا ہو یعنی نہ نقد روپیہ قرض دیا اور نہ کوئی چیز بیچی بلکہ کسی اور سبب سے واجب ہوا ہو۔ مثلاً عورت کا مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور اس پر سال گذر گیا ہے یا کسی نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے بیس ہزار روپے مثلاً زید کو دئے جائیں اور یہ رقم ایک عرصہ تک وارث نے اس کو نہیں دی۔ یا شوہر کا بدل خلع عورت کے ذمہ باقی ہے مثلاً عورت نے شوہر سے اس شرط پر طلاق لی کہ وہ اس کو بیس ہزار روپے دے گی اور یہ رقم عورت کے پاس ایک عرصہ تک رہی اس کو نہیں دی۔ یا وہ مال جو قتل عمد کی صلح میں حاصل ہوا لیکن ابھی تک قاتل کے پاس سے وصول نہیں ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کو عمداً قتل کر ڈالا اب زید نے عمرو کے اولیاء سے بیس ہزار پر صلح کر لی لیکن یہ رقم ایک عرصہ تک زید کے پاس رہی اس نے نہیں دی۔ یا دیت میں مال حاصل ہوا، مثلاً قتل غلطی سے ہو گیا اور قاتل نے ایک عرصہ تک دیت نہیں دی یا کتابت کا بدل غلام کے پاس باقی ہے۔ مثلاً آقا نے غلام سے کہا کہ تو بیس ہزار کما کر دے دے تو تو آزاد ہے۔ اب یہ بدل کتابت ایک مدت تک غلام

نے نہیں دیا یا سعایت کا بدل غلام کے پاس باقی ہے۔ مثلاً ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھا۔ ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور یہ غلام دوسرے شریک کے لئے کمائے تاکہ اس کے حصہ کی رقم دے دے۔ اور اس کوشش (سعایۃ) کا بدل غلام کے پاس سال بھر رہے پھر مالک اس پر قبضہ کرے تو ان سب صورتوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ وہ اس میں سے بقدر نصاب رقم پر قبضہ نہ کر لے اور پھر قبضہ کے بعد ایک سال نہ گذر جائے لہذا جب بقدرِ نصاب رقم پر قبضہ کرنے کے بعد اس پر سال گذر جائے گا تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔ یہ حکم بھی اس وقت ہے جب کہ پہلے سے اس کے پاس قرض کے علاوہ کوئی مال نہ ہو۔ لیکن اگر پہلے سے نصاب کے بقدر اور مال موجود ہے تو وصول شدہ رقم جو کچھ بھی ہو اس کو پہلی رقم میں ملا کر کُل کی زکوٰۃ پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر ادا کرنی واجب ہوگی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام قرضے برابر ہیں۔ ان کی زکوٰۃ قبضہ سے پہلے ہی واجب ہو جاتی ہے لیکن ادائیگی قبضہ کے بعد واجب ہوتی ہے۔ لہذا جس قدر وصول ہوتا جائے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتا جائے۔ مثلاً بیس درہم وصول ہوئے تو نصف درہم زکوٰۃ ادا کرے۔ البتہ کتابت و سعایت و دیت یہ تینوں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ان تینوں کی رقم وصول شدہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب کہ وصول شدہ نصاب کے برابر ہو اور پھر اس پر سال گذر جائے۔ (ع)

و اذا قبض مال الضمار لا تجب زكوة السنين الماضية وهو كآبق و مفقود و مغصوب ليس عليه بينة و مال ساقط فى البحر و مدفون فى مفازة او دار عظيمة وقد نسى مكانه وما خوذ مصادرة و مودع عند من لا يعرفه و دين لا بينة عليه۔

ترجمہ: اور جب مال ضمار وصول ہو تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور وہ جیسے بھاگا ہوا غلام اور گمشدہ یا غصب کیا ہوا مال جس پر کوئی گواہ نہ ہو اور وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو اور وہ مال جو کسی جنگل میں یا بڑے گھر میں دفن کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ بھول گیا اور وہ مال جو تاوان میں لے لیا گیا تھا اور وہ مال جو ایسے شخص کے پاس امانت رکھ دیا گیا جس کو یہ نہیں پہچانتا اور ایسا قرض جس پر کوئی گواہ نہ ہو۔

تشریح: ضِمار کے لغوی معنی غائب کرنا اور مخفی کرنا ہے اور اصطلاح میں مالِ ضمار وہ مال ہے جو غائب ہو اور اس کے ملنے کی امید نہ ہو۔ اگر اس کے ملنے کی اُمید ہو تو وہ مالِ ضمار نہیں کہلائے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ مالِ ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مالِ ضِمار کی متعدد صورتیں بیان کی ہیں۔

کآبِق مثلاً تجارت کا غلام تھا اور وہ بھاگ گیا۔ پھر سال گذر جانے کے بعد مل گیا تو اس گذرے ہوئے سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

و مفقود یعنی اگر کسی کا مال گم ہو گیا تو وہ بھی مالِ ضمار ہے۔ لہذا اگر کئی سالوں کے بعد مل گیا تو اس میں بھی گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

و مغصوب یعنی وہ مال جس کو کسی نے غصب کر لیا اور مالک کے پاس غاصب کے خلاف گواہ نہ ہوں یہ بھی مالِ ضمار ہے۔ پھر کئی سال بعد اس نے غاصب کے پاس سے واپس لے کر اس پر قبضہ کر لیا تو اس پر گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔

و مال ساقط وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو وہ بھی مالِ ضمار ہے۔ لہذا اگر چند سالوں کے بعد اس کو نکالا تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔

و مدفون وہ مال جس کو جنگل میں دفن کیا اور اس کی جگہ بھول گیا یا بڑے گھر میں دفن کیا تھا اور اس کی جگہ بھول گیا۔ یہ بھی مالِ ضمار ہے۔ لہذا کئی سالوں کے بعد وہ جگہ یاد آئی تو اس مال میں گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

و ماخوذ وہ مال جس کو بادشاہ یا کسی اور ظالم نے ظلم سے لے لیا ہو۔ یہ بھی مالِ ضمار ہے۔ چنانچہ وہ مال اس کو چند سالوں کے بعد واپس مل گیا ہو تو اس میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

و مودع وہ مال جو کسی اجنبی کے پاس امانت رکھا، پھر اس کو بھول گیا۔ یہ بھی مالِ ضمار ہے۔ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

و دین وہ قرض جس کا قرض دار نے انکار کر دیا ہو اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہو۔ یہ بھی مال ضمار ہے۔ لہذا اگر وہ مال کئی سال کے بعد قرض خواہ کو واپس مل جائے تو اس پر گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ نہیں ہے۔

ولا یجزءعن الزکوٰۃ دین اُبرء عنہ فقیر بنیتھا ۔

ترجمہ: اور نہیں کافی ہے زکوٰۃ کی طرف سے وہ قرض جس سے کوئی فقیر زکوٰۃ کی نیت سے بری کر دیا گیا ہو۔

تشریح: مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی فقیر کو سو روپے قرض دیئے۔ اب وہ فقیر دینے سے عاجز ہے۔ تو یہ شخص اپنا قرضہ زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ اس کی صحیح ترتیب یہ ہے کہ اسے بہ نیت زکوٰۃ سو (۱۰۰) روپے دے اور کہے کہ اب قرضہ ادا کر دے۔

و صح دفع عرض و مکیل و موزون عن زکوٰۃ النقدین بالقیمۃ و ان ادی من عین النقدین فالمعتبر و زنھا اداء کما اعتبر وجوباً و تضم قیمۃ العروض الی الثمنین والذھب الی الفضۃ قیمۃ ۔

ترجمہ: اور صحیح ہے کسی سامان اور کیلی اور مَوْزُوْنِی چیز کا دینا دونوں نقد (سونا چاندی) کی زکوٰۃ کی طرف سے قیمت کے برابر۔ اور اگر ادا کرے خاص نقدین میں سے (یعنی سونے کی زکوۃ میں سونا اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی) تو معتبر ان دونوں کا وزن ہے۔ جیسا کہ وجوب زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار کیا گیا ہے اور ملا دی جائے گی سامانوں کی قیمت ثمنین (سونے چاندی) میں اور سونے کی قیمت چاندی میں۔

تشریح: یعنی سونے چاندی کی زکوٰۃ کسی دوسری جنس سے دینا چاہے تو جائز ہے۔ مثلاً پانچ سو روپئے حساب سے ہوتے ہیں تو اتنی قیمت کے برتن یا کپڑے یا اور کوئی مکیلی (ناپ کر بیچی جانے والی) چیز یا موزونی (وزن سے بیچی جانے والی) چیز اپنے پاس سے یا بازار سے خرید کر زکوٰۃ میں دے دی جائے تو درست ہے۔

وان ادی اور اگر سونے کی زکوٰۃ میں سونا ہی دینا چاہے یا چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دینا چاہے تو جس طرح وجوب زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح ادائے زکوٰۃ میں بھی وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر سونا ہو تو موجودہ سونے کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دے اور چاندی ہو تو موجودہ چاندی کا چالیسواں حصہ دے دے۔

و تضم اگر کسی کی ملک میں سامان تجارت بقدر نصاب نہ ہو البتہ اس کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے تو نصاب پورا کرنے کے لئے سامان تجارت کی قیمت کو سونے اور چاندی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ مثلاً سامان تجارت تیس تولہ چاندی کی قیمت کا ہے لیکن اس کے پاس ساڑھے بائیس تولہ چاندی ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی کیونکہ سامان تجارت کی قیمت اور چاندی مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو گئی۔

والذھب یعنی اگر کسی کے پاس نہ چاندی کا پورا نصاب ہے اور نہ سونے کا پورا نصاب ہے البتہ دونوں مل کر ایک نصاب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ مثلاً کسی کے پاس تیس تولہ چاندی ہے اور کچھ سونا ہے جس کی قیمت ساڑھے بائیس تولہ چاندی ہو جاتی ہے تو چونکہ یہ دونوں مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو گیا اس لئے زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

ونقصان النصاب فی الحول لا یضر ان کمل فی طرفیه فان تملك عرضا بنیة التجارة وهو لا یساوی نصابا ولیس له غیره ثم بلغت قیمته نصابا فی آخر الحول لا تجب زکوته لذالك الحول۔

ترجمہ: اور نصاب کا کم ہو جانا سال کے درمیان نہیں نقصان دیتا ہے اگر سال کی دونوں جانب میں نصاب کامل ہو، پس اگر کسی سامان کا مالک ہوا تجارت کی نیت سے اور وہ سامان نصاب کے برابر نہیں ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہیں ہے پھر اس کی قیمت سال کے آخر میں نصاب تک پہنچ گئی تو اس مال کی زکوٰۃ اس سال میں واجب نہیں ہو گی۔

تشریح: یعنی زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے سال کے اول اور آخر میں کامل نصاب کا ہونا شرط ہے۔ درمیانِ سال میں نصاب سے کم ہو جانے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس سال کے اول میں پورا نصاب تھا، مثلاً دس تولہ سونا تھا مگر سال کے درمیان میں پانچ تولہ رہ گیا، پھر آخر سال میں پورا نصاب ہو گیا مثلاً دس تولہ ہو گیا تو اس پر دس تولہ کی زکوٰۃ واجب رہے گی۔ ساقط نہ ہو گی۔

فان تملك مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف تجارتی مال ہے (سونا چاندی نقد رقم وغیرہ کچھ نہیں) مگر اس کی قیمت نصاب سے کم ہے۔ پھر اس کم مال سے تجارت کی جس سے اتنا نفع ہوا کہ سال کے آخر میں تجارت کے مال کی قیمت نصاب کے برابر ہو

گئی تو اس پر اس سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ بلکہ جس وقت سے نصاب مکمل ہوا اس وقت سے سال کی ابتداء ہو گی اور اس دن سے ایک سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو گی۔

ونصاب الذهب عشرون مثقالا ونصاب الفضة مائتا درهم من الدراهم التى كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل۔

ترجمہ: سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ ان دراہم میں سے جن میں کے ہر دس درہم سات مثقال کے وزن کے ہوں۔

تشریح: بیس مثقال سونا تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ ہوتا ہے اور دو سو درہم کے ساڑھے باون تولہ ہوتے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کے انگریزی وزن کے حساب سے چاندی ۶۱۲ گرام ۳۵ ملی گرام اور سونا ۸۷ گرام ۴۷۹ ملی گرام کما مرّ۔

من الدراهم التى رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تین قسم کے درہم رائج تھے۔ ایک وہ درہم جو ایک مثقال کے برابر ہوتا تھا، تو دس درہم دس مثقال کے برابر ہوئے، دوسرے وہ درہم جو نصف مثقال کا ہوتا تھا یعنی دس درہم پانچ مثقال کے برابر اور تیسری قسم کے دس درہم چھ مثقال کے برابر ہوتے تھے۔ عہدِ فاروقی میں یہ سوال پیش آیا کہ کس قسم کے درہم کو نصاب زکوٰۃ کے لئے معیار قرار دیا جائے۔ تو ان تینوں درہموں کا تناسب نکالا گیا یعنی تینوں قسم کے دس دس درہم جن کا وزن اکیس مثقال ہوتا تھا ان کو تین پر تقسیم کر دیا گیا۔ اب ایک ایسی قسم نکلی جس کے دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں۔ اس کو فقہاء کی اصطلاح میں وزن سبعہ کہا جاتا ہے اور اسی کو نصاب کا معیار قرار دیا گیا۔ اس حساب سے دو سو درہم ایک سو چالیس مثقال کے ہوں گے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے چھ سو تیس ماشہ یعنی ساڑھے باون تولہ ہوا۔ (ایضاح الاصباح)

وما زاد على نصاب وبلغ خمسا زكاه بحسابه۔

ترجمہ: اور جو رقم نصاب پر زائد ہو اور پہنچ جائے نصاب کے پانچویں حصہ کو تو اس کی زکوٰۃ اس کے حساب سے دے گا۔

تشریح: یعنی اگر دو سو درہم پر زیادتی ہو جائے تو زیادتی میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جب کہ وہ نصاب کے پانچویں حصہ کو یا چالیس درہم کو پہنچ جائے۔ چنانچہ اگر دو سو چالیس درہم ہوں تو ان میں چھ درہم واجب ہوں گے گویا دو سو انتالیس تک پانچ درہم ہی واجب ہوں گے۔ پھر ہر چالیس درہم پر ایک درہم واجب ہوتا رہے گا۔

وما غلب على الغش فكالخالص من النقدين۔

ترجمہ: اور نقدین میں سے جو کھوٹ پر غالب ہو تو وہ خالص کی طرح ہے۔

تشریح: یعنی اگر سونے چاندی کی کوئی چیز کسی دوسری دھات کو ملا کر تیار کی گئی ہو تو اس صورت میں زائد کا اعتبار ہو گا۔ اگر سونا چاندی زائد ہے تو وہ سونے چاندی کے حکم میں ہو گا اور ملاوٹ زیادہ ہے اور سونا چاندی کم ہے تو اس کو سونے چاندی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ جو حکم دھات کا ہو گا وہی اس پوری چیز کا ہو گا۔

ولا زکوٰۃ فی الجواھر واللاٰلی الا ان یتملکھا بنیۃ التجارۃ کسائر العروض۔

ترجمہ: جواہر اور موتیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر یہ کہ ان کا تجارت کی نیت سے مالک ہو تمام سامانوں کی طرح۔

تشریح: ہیرے اور موتیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں تو پھر سال گذرنے پر ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی۔ یہی حکم عام سامان کا ہے۔

ولو تم الحول علی مکیل او موزون فغلا سعرہ او رخص فادی من عینۃ ربع عشرہ اجزأہ وان ادی من قیمتہ تعتبر قیمتہ یوم الوجوب وھو تمام الحول عند الامام و قالا یوم الاداء لمصرفھا۔

ترجمہ :اور اگر مکیلی یا موزونی چیز پر سال پورا ہو گیا پھر اس کا بھاؤ بڑھ گیا یا کم ہو گیا پس خاص اس چیز میں سے چالیسواں حصہ دے دیا تو کافی ہو گا اور اگر اس کی قیمت میں سے ادا کرنا ہے تو اس کی وجوب زکوٰۃ کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ (یوم وجوب) سال پورا ہونے کا دن ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور فرمایا صاحبین رحمۃ اللہ علیہما نے زکوٰۃ کے مصرف کو ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے۔

تشریح :مثلاً ایک آدمی نے گیہوں چاول وغیرہ تجارت کے لئے پچیس ہزار روپیہ میں خریدے تھے۔ پھر جب سال پورا ہو تو اس کا بھاؤ پچاس ہزار ہو گیا یا اس کا بھاؤ گر کر پندرہ ہزار ہو گیا۔ چنانچہ اگر یہ عین شیٔ یعنی گیہوں یا چاول ہی زکوٰۃ میں دینا چاہے تو اس میں سے چالیسواں حصہ دے دے اور اگر قیمت دینا چاہتا ہے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس دن سال پورا ہوا اس دن کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ فقیر کو جس دن زکوٰۃ دی جا رہی ہے اس دن کی قیمت لگا کر حساب کیا جائے گا۔ مثلاً سال پورا ہوا اُس وقت گیہوں کی قیمت پچاس ہزار ہو گئی تو زکوٰۃ پچاس ہزار پر آئے گی اور جس دن فقیر کو زکوٰۃ دی جا رہی ہے اس وقت اس کی قیمت ساٹھ ہزار ہو گئی تو بھی زکوٰۃ پچاس ہزار پر آئے گی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ساٹھ ہزار کی زکوٰۃ دینی ہو گی اور اگر اس کا بھاؤ کم ہو گیا مثلاً سال پورا ہونے کے دن پندرہ ہزار ہو گیا تو پندرہ ہزار کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔

ولا یضمن الزکوٰۃ مفرط غیر متلف فھلاك المال بعد الحول یسقط الواجب وھلاك البعض حصتہ و یصرف الھالك الی العفو فان لم یجاوزہ فالواجب علی حالہ۔

ترجمہ: اور زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہو گا۔ مفرط (فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی و کوتاہی کرنے والا) درانحالیکہ وہ مال کو برباد کرنے والا نہ ہو۔ پس مال کا ہلاک ہو جانا سال کے گذرنے کے بعد واجب کو ساقط کر دیتا ہے اور بعض کا ہلاک ہونا، اس کے حصہ کے مطابق (واجب کو ساقط کر دیتا

ہے) اور پھیرا جائے گا ہلاک ہونے والے حصہ کو (اول) معافی کی طرف، پس اگر اس نے معافی سے تجاوز نہیں کیا تو واجب علی حالہ باقی رہے گا۔

تشریح: زکوٰۃ واجب ہو جانے یعنی پورا سال گذرنے کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہت تاخیر کر دی یہاں تک کہ سارا مال ہلاک ہو گیا۔ مثلاً چوری ہو گیا تو اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اگرچہ تاخیر کی بنا پر گناہگار ہو گا اور اگر اپنا مال قصداً ہلاک کر دیا مثلاً دریا میں پھینک دیا تو اس صورت میں زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی۔ (ایضاح الاصباح) اور اگر کچھ مال ہلاک ہو گیا تو حساب سے اسی قدر مال کی زکوٰۃ ساقط ہو گی۔ مثلاً اگر کسی کے پاس ایک لاکھ روپے تھے۔ ایک سال کے بعد پچاس ہزار چوری ہو گئے تو اب صرف پچاس ہزار کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

ویصرف سونے چاندی میں نصاب کامل کے بعد زائد رقم پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جب کہ نصاب کے پانچویں حصہ کے برابر ہو۔ مثلاً چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ پھر اگر چالیس درہم (یعنی دو سو درہم کا پانچواں حصہ) زائد ہو جائیں تو ایک درہم واجب ہو گا۔ اس سے کم ۳۹ درہم تک عفو کہلاتا ہے۔ یہاں پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر کچھ رقم ضائع ہو جائے تو اگر وہ عفو سے زائد ہے تو نصاب میں سے منہا کی جائے گی۔ ورنہ عفو میں سے منہا کی جائے گی اور نصاب پر بدستور زکوٰۃ واجب رہے گی۔ مثلاً کسی کے پاس دو سو انتالیس درہم تھے۔ اب اگر ۳۹ درہم ضائع ہو جائیں تو یہی مانا جائے گا کہ عفو ضائع ہو گیا۔ عفو کو نظر انداز کر کے دو سو درہم میں سے منہا نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر مثلاً چالیس درہم ضائع ہو جائیں تب ۳۹ درہم عفو کے اور ایک درہم نصاب میں سے منہا کیا جائے گا اور زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (ایضاح الاصباح)

ولا تؤخذ الزکوٰۃ جبرا ولا من ترکته الا ان یوصی لها فتکون من ثلثه و یجیز ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ الحیلة لدفع وجوب الزکوٰۃ و کرهها محمد رحمه الله تعالیٰ۔

ترجمہ: اور زکوٰۃ زبردستی نہیں لی جائے گی اور نہ اس کے ترکہ میں سے مگر یہ کہ مرنے والا اس کی وصیت کر جائے تو اس کے تہائی میں سے ہو گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں زکوٰۃ کے وجوب کو دفع کرنے کے لئے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

تشریح: اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ ادا نہ کرتا ہو تو اس سے زبردستی وصول کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ ادا کئے بغیر مر گیا تو اس کے ترکہ میں سے بھی وصول نہیں کی جائے گی۔ ہاں اگر اس نے موت سے پہلے زکوٰۃ دینے کی وصیت کی تھی تو اس کے مال کے ایک تہائی میں سے زکوٰۃ ادا کرنا ورثاء کے لئے لازم ہو گا۔

ویجیز یعنی اگر کوئی شخص اپنے اوپر سے زکوٰۃ کے وجوب کو ہٹانے کے لئے کوئی حیلہ کرے مثلاً سال پورا ہونے سے پہلے پورا مال کسی دوسرے کو دیدیا پھر اس کے بعد اس کو واپس لے لیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں کسی کا حق ضائع نہیں کیا۔ بلکہ وجوب حق سے بچاؤ کیا اور محیط میں ہے کہ یہی مسلک صحیح ہے۔ لیکن امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور شیخ حمید الدین فریری نے کراہت کو مذہب مختار کہا ہے۔ کیونکہ اس طرح حیلہ کرنے سے فقراء کا نقصان ہے۔ اسی پر فتوی ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ فرض کو ساقط کرنے کی غرض سے حیلہ کرنا یا بخل کی بنا پر ایسی صورت نکالنا کہ زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو، بالاجماع مکروہ تحریمی ہے۔ (ایضاح الاصباح)

(باب المصرف)

زکوٰۃ کے مصرف کا بیان

تشریح: مصرف اسم ظرف ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ پھیرنے کی جگہ اور اصطلاح میں اس مسلمان کو کہتے ہیں جس کو زکوٰۃ دینا شریعت میں درست ہو۔ لہٰذا اس باب میں ان لوگوں کی تفصیل ذکر کی گئی ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ مصارف زکوٰۃ کے سلسلہ میں اصل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ انما الصدقٰت للفقراء و المساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم و فی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (ترجمہ: بیشک زکوٰۃ حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے اور گردنوں کو چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔) اس آیت میں آٹھ قسم کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ اور فقہانے اپنی کتب میں سات قسم کے مصارف کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک مصرف مؤلفۃ قلوبھم (کفار کو تالیف قلوب کے لئے دینا) اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط ہو چکا ہے۔ (ح) ان سب کی تفصیل مصنف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

ھو الفقیر وھو من یملک مالا یبلغ نصابا ولا قیمتہ من ای مال کان ولو صحیحا مکتسبا۔

ترجمہ: مصرفِ زکوٰۃ فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جو اتنی چیزوں کا مالک ہو جو نصاب کو نہ پہنچے اور نہ نصاب کی قیمت کو، خواہ کوئی مال ہو اگرچہ تندرست کمائو ہو۔

تشریح: جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان میں سے ایک فقیر ہے۔ فقیر کی تعریف کرتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا سامال ہو۔ یعنی نصاب سے کم ہو یا مال نصاب کے بقدر ہو۔ لیکن اپنی ضروریات میں گھرا ہوا ہو۔ مثلاً رہنے کا گھر استعمال کے کپڑے اور اپنے پیشے کے آلات وغیرہ۔ یہ بھی فقیر کے حکم میں ہے۔ اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

ولو صحیحا یعنی وہ فقیر تندرست ہو، کما سکتا ہو تب بھی اس کو دینا جائز ہے۔ لیکن ایسے شخص کا نہ لینا اولیٰ ہے۔ (ط)

والمسکین وھو من لا شئ لہ۔

ترجمہ : مسکین، مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

تشریح : دوسرا مصرف مسکین ہے۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو۔ نہ کھانے کے لئے اس کے پاس کچھ ہو اور نہ بدن ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا ہو۔ گویا مسکین فقیر سے زیادہ تنگ حال ہوتا ہے۔

والمکاتب

ترجمہ : اور مکاتب۔

تشریح : آیتِ کریمہ میں وفی الرقاب آیا۔ جس کا مطلب اکثر اہل علم کے نزدیک مکاتب غلام ہیں۔(ع) اسی کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لیا ہے۔ مکاتب وہ غلام ہے جس کو آقا نے یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنی رقم مثلاً ایک ہزار روپے مجھے دے دے تو تو آزاد ہے۔ تو مکاتب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے مولیٰ کو بدل کتابت دے کر اپنی گردن چھڑا لے۔

والمدیون الذی لا یملك نصابا ولا قیمته فاضلا عن دینه۔

ترجمہ : اور وہ مقروض جو ایسے نصاب یا نصاب کی قیمت کا مالک نہ ہو جو اس کے قرض سے فاضل ہو۔

تشریح : مصارف زکوٰۃ کے سلسلے میں آیتِ کریمہ میں والغارمین فرمایا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ غارم کی تشریح کرتے ہیں کہ غارم سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کا قرضہ ہو اور وہ قرضہ سے فاضل نصاب کی مقدار کا مالک نہ ہو۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور وہ نو سو دراہم کا مقروض ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ کیونکہ نو سو درہم کے ساتھ قرض خواہ کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے وہ تو معدوم ہو گئے اور رہے سو درہم تو وہ بقدر نصاب نہیں ہیں۔ اس لئے اس کے واسطے زکوٰۃ لینا جائز ہو گا۔

وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ او الحاج۔

ترجمہ : اور فی سبیل اللہ اور وہ غازیوں یا حاجیوں سے جدا ہونے والا شخص ہے۔

تشریح : مصارف زکوٰۃ کی ایک قسم فی سبیل اللہ ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی لوگ ہیں جو فقیری کی وجہ سے لشکر اسلام کے غازیوں سے جدا ہیں۔ ان کو زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ اگرچہ وہ سب کما سکتے ہوں کیونکہ اگر وہ کسب میں مشغول ہوں گے تو جہاد سے رہ جائیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی سبیل اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو فقیری کی وجہ سے حاجیوں کے قافلہ سے جدا رہ گئے ہوں۔(ح۔ع)

وابن السبیل وھو من لہ مال فی وطنہ ولیس معہ مال۔

ترجمہ : ابن سبیل وہ شخص ہے جس کے پاس اس کے وطن میں تو مال ہو (لیکن) اس کے ساتھ مال نہ ہو۔

تشریح : ابن سبیل سے مراد وہ مسافر ہے جس کے وطن میں اس کا بہت سا مال موجود ہے مگر اس وقت اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مثلاً مال پورا خرچ ہو گیا یا چوری ہو گیا یا کوئی اور وجہ ہو گئی۔ تو گویا فی الوقت وہ شخص فقیر ہوا اور فقیر کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ مگر اس کے واسطے ضرورت سے زیادہ لینا حلال نہیں ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص قرضہ لے اور گھر جا کر ادا کر دے۔ لیکن جو شخص اپنے وطن میں بھی فقیر ہے اس کو ضرورت سے زیادہ لینا درست ہے۔(ع)

والعامل علیھا یعطی قدر ما یسعہ واعوانہ۔

ترجمہ : اور زکوٰۃ وصول کرنے والا، اس کو اتنا دیا جائے گا جو اس کو اور اس کے مددگاروں کے لئے کافی ہو۔

تشریح : عامل وہ شخص ہے جس کو امام المسلمین نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ چنانچہ امام المسلمین زکوٰۃ کے مال میں سے عامل اور اس کے ساتھ کام کرنے والوں کو ان کے عمل کے بقدر دے دے گا لیکن اس کا خیال رکھے کہ اتنا دے جو عامل اور اس کے مددگاروں کو کافی ہو جائے۔

وللمزکی الدفع الی کل الاصناف ولہ الاقتصار علی واحد مع وجود باقی الاصناف۔

ترجمہ : زکوٰۃ دینے والے کو تمام صنفوں کو دینا بھی جائز ہے اور باقی صنفوں کے ہوتے ہوئے کسی ایک صنف پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح : مذکورہ ساتوں قسم کے لوگ زکوٰۃ کا مصرف ہیں۔ مالکِ مال کو اختیار ہے کہ ان ساتوں مصارف میں سے ہر ایک کو دے یا پوری زکوٰۃ ایک ہی قسم کے لوگوں کو دے دے یا ایک ہی آدمی کو دے دے، اگرچہ دوسری قسم کے لوگ موجود ہوں۔

ولا یصح دفعھا لکافر و غنی یملک نصابا او ما یساوی قیمتہ من ای مال کان فاضل عن حوائجہ الاصلیۃ و طفل غنی و بنی ھاشم و موالیھم و اختار الطحاوی جواز دفعھا لبنی ھاشم واصل المزکی وفرعہ و زوجتہ و مملوکہ و مکاتبہ و معتق بعضہ و کفن میت و قضاء دینہ و ثمن قن یعتق۔

ترجمہ : اور صحیح نہیں ہے زکوٰۃ کا دینا کافر کو اور ایسے غنی کو جو نصاب کا یا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو کسی بھی مال سے درانحالیکہ وہ (نصاب یا قیمت نصاب) اس کی اصلی ضروریات سے فاضل ہو اور غنی کے بچہ کو اور بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کو (زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے) اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے جواز کو اختیار کیا ہے اور زکوٰۃ دینے والے کے اصول (ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ) اور زکوٰۃ دینے والے کے فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ) اور اپنی بیوی اور اپنے مملوک اور اپنے مکاتب اور اپنے اس

غلام کو جس کا بعض حصہ آزاد کر دیا گیا ہو (زکوٰۃ دینا جائز نہیں) اور میت کے کفن میں اور میت کے قرض کی ادائیگی میں اور ایسے غلام کی قیمت میں جس کو آزاد کیا جائے گا (زکوٰۃ صرف نہیں کی جاسکتی)

تشریح: زکوٰۃ کا مصرف صرف مسلمان فقیر غریب ہیں۔ کسی غیر مسلم فقیر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم فقیر کو زکوٰۃ دے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور اتنی زکوٰۃ دوبارہ مسلمان غریبوں کو دینا لازم ہوگا۔

و غنی جو مالدار صاحبِ نصاب ہو یعنی اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا نصاب کی قیمت کے برابر کوئی مال ہو خواہ تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو بشرطیکہ اس کی حاجت مثلاً رہنے کے مکان، گھر کے سامان، کپڑے، سواری وغیرہ سے زائد ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ لہٰذا بڑی بڑی دیگیں بڑے بڑے فرش اور شامیانے وغیرہ ایسی چیزیں جن کی برسوں میں کبھی کبھار ضرورت پڑتی ہو وہ حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہیں۔ ایسے سامان والے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (ع)

و طفل غنی مالدار کے نابالغ بچہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر مالدار کی اولاد بالغ فقیر ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (ح)

و بنی هاشم بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ بنو ہاشم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور مذکورہ حضرات اور ان کی اولاد بنو ہاشم میں اس لئے ہیں کہ یہ سب حضرات حضور ﷺ کے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ بنو ہاشم، ہاشم بن عبد مناف کی جانب منسوب ہو کر ہاشمی کہلاتے ہیں اور ان کے موالی یعنی آزاد کردہ غلام بھی بنو ہاشم میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی قوم کا مولیٰ اس قوم کا ہی فرد ہوتا ہے۔ (اشرف الهدایہ)

واختار الطحاوی امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

واصل المزکی زکوٰۃ نہ اصول کو (یعنی جن سے یہ پیدا ہوا ہے) دے اور نہ فروع کو (یعنی جو اس سے پیدا ہوئے ہیں) حاصل یہ کہ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اوپر کے لوگ یہ اصول ہیں اور بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی نیچے کے لوگ فروع ہیں۔ ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

و زوجته خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

و معتق بعضه مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے۔ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو شریک آخر کو اختیار ہے یا تو وہ بھی اپنا حصہ آزاد کر دے یا غلام سے کمائی کرا کر اپنے حصہ کی قیمت وصول کرے۔ اگر شریک آخر نے اپنے حصہ کی قیمت لینا اختیار کیا تو اب یہ غلام شریک آخر کے حق میں بمنزلہ مکاتب کے ہے اور اپنے مکاتب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اس لئے شریک آخر کے لئے بھی اپنے اس غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

و کفن میت زکوہ کے مال سے میت کو کفن دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ میت کا قرضہ ادا کرنا جائز ہے کیونکہ زکوۃ کا رکن مالک بنانا ہے اور میت کے اندر مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

و ثمن قن یعنی زکوۃ کے مال سے آزاد کرنے کے لئے غلام یا باندی خرید نا جائز نہیں۔ اس سے زکوۃ ادا نہ ہو گی۔

ولو دفع بتحر لمن ظنه مصر فا فظهر بخلافه اجزأه الا ان يكون عبده و مكاتبه۔

ترجمہ: اور اگر اٹکل سے ایسے شخص کو زکوۃ دے دی جس کو مستحق گمان کیا تھا پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کے لئے کافی ہو گا مگر یہ کہ وہ اس کا غلام اور مکاتب ہو۔

تشریح: تحری سے مراد یہ ہے کہ اس نے اٹکل سے اس چیز کے متعلق غالب گمان حاصل کر لیا ہو مثلاً اس کو فقیروں کی صف میں دیکھ کر فقیر گمان کیا یا اس نے فقیروں جیسی شکل بنائی تھی وغیرہ یہ سب اسبابِ تحری میں داخل ہیں۔ چنانچہ تحری کرنے کے بعد کسی کو زکوۃ کا مصرف سمجھ کر زکوۃ دے دی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زکوۃ کا مصرف نہیں ہے مثلاً وہ مالدار ہے یا سید ہے یا کافر ہے تو اس صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی لیکن جس کو زکوۃ دی گئی ہے وہ خود اسی کا غلام یا مکاتب ہو تو زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔

و كره الاغناء وهو ان يفضل للفقير نصاب بعد قضاء دينه و بعد عطاء كل فرد من عياله دون نصاب من المدفوع اليه و الا فلا يكره۔

ترجمہ: اور غنی بنا دینا مکروہ ہے اور وہ (غنی بنا دینے سے مراد) یہ ہے کہ فقیر کے پاس ایک نصاب بچ جائے اس کے قرض کو ادا کر دینے کے بعد اور اس کے عیال میں سے ہر فرد کو نصاب سے کم دینے کے بعد اس رقم میں سے جو اس کو دی گئی ہے ورنہ مکروہ نہیں۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ کسی ایک آدمی کو دو سو درہم یا اس سے زائد بطور زکوۃ دینا مکروہ ہے۔ بشرطیکہ اس پر کوئی قرضہ نہ ہو اور اس کے عیال نہ ہوں۔ چنانچہ اگر یہ شخص مدیون ہو تو اس کو زکوۃ کا اتنا مال دینا کہ قرض ادا ہو جانے کے بعد دو سو درہم سے کم رہ جائے بلا کراہت جائز ہے اور اگر دو سو درہم رہ جائیں تو مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر یہ شخص صاحبِ عیال ہو تو اس کو اتنا مال دینا کہ اگر اس کے عیال پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کے حصہ میں دو سو درہم سے کم آئے بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن اگر اہل و عیال میں سے ہر شخص کو نصاب کامل سے کم دینے کے بعد فقیر کے پاس نصاب کامل بچ جائے تو یہ مکروہ ہے۔

و ندب اغناءه عن السوال۔

ترجمہ: اور فقیر کو سوال سے بے نیاز کر دینا مستحب ہے۔

تشریح : ایک فقیر کو اتنا دینا مستحب ہے کہ اس روز اس کو سوال کی حاجت نہ رہے۔ اس میں اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضرورت کا لحاظ کر کے دیا جائے اور ضرورت سے مراد صرف خوراک نہیں ہے۔ بلکہ کپڑا تیل مکان کا کرایہ وغیرہ وہ تمام چیزیں ہیں جن کا وہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لئے اس روز محتاج ہے۔ متفرق طور پر چند آدمیوں کو تھوڑا تھوڑا دینے کے مقابلے میں ایک شخص کی ضرورتیں پوری کر دینا افضل ہے۔ (ایضاح الاصباح)

و کرہ نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغیر قریب و احوج واورع وانفع للمسلمین بتعلیم

ترجمہ : **اور مکروہ ہے زکوٰۃ کو منتقل کرنا سال ختم ہونے کے بعد دوسرے شہر کی طرف کسی ایسے شخص کے لئے جو رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ متقی یا تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں کے لئے زیادہ نفع بخش نہ ہو۔**

تشریح : زکوٰۃ کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر دوسرے شہر میں کسی کے رشتہ دار ہوں یا دوسرے شہر کے لوگ اس شہر والوں سے زیادہ محتاج ہوں یا دوسرے شہر کا فقیر زیادہ پرہیز گار ہو یا وہ ایسا شخص ہو جس سے مسلمانوں کو زیادہ نفع پہنچ رہا ہو تو ان صورتوں میں دوسرے شہر کی طرف بھیجنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

و الافضل صرفها للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منه ثم بجیرانه ثم لاهل محلته ثم لاهل حرفته ثم لاهل بلدته۔

ترجمہ : اور افضل ہے زکوٰۃ کا دینا اپنے ذی رحم محرم رشتہ داروں میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کو پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو پھر اپنے پڑوسیوں کو پھر اپنے محلہ والوں کو پھر اپنے ہم پیشہ کو پھر اپنے شہر والوں کو۔

تشریح : یعنی زکوٰۃ کے مصارف کو زکوٰۃ دیتے وقت افضل یہ ہے کہ اول اپنے بھائی بہنوں کو دے، پھر ان کی اولاد کو، پھر چچاؤں اور پھوپھیوں کو دے، پھر ان کی اولاد کو، پھر ماموں اور خالاؤں کو، پھر ان کی اولاد کو، پھر ذوی الارحام کو یعنی وہ رشتہ دار جو ماں بہن بیوی یا لڑکیوں کی طرف منسوب ہوں، پھر پڑوسیوں کو، پھر محلہ والوں کو، پھر اپنے ہم پیشہ لوگوں کو، پھر اپنے شہر والوں کو دے۔

و قال الشیخ ابو حفص الکبیر رحمه الله لا تقبل صدقة الرجل و قرابته محاویج حتی یبدأ بهم فیسد حاجتهم۔

ترجمہ : **فرمایا شیخ ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جس کے رشتہ دار محتاج ہوں یہاں تک کہ ان سے شروع کرے اور ان کی حاجت کو رفع کرے۔**

تشریح : اس بات کو حدیث شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے امت محمد ﷺ! قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالی اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے قرابت والے اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور وہ دوسروں کو دے۔ (ع)

(باب صدقة الفطر)

صدقہ فطر کا بیان

تشریح : صدقہ کے معنی عطیہ کے ہیں۔ لیکن مراد وہ عطیہ ہے جو تقرب الٰہی کی امید پر دیا جائے اور فطر فطرت سے ماخوذ ہے بمعنی خلقت، کیونکہ یہ صدقہ ہر نفس کی طرف سے دیا جاتا ہے حتیٰ کہ عید کی چاند رات میں صبح صادق سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے بچہ کی طرف سے بھی دیا جاتا ہے۔ اور شریعت میں صدقۃ الفطر وہ صدقہ ہے جو عبادت اور صلہ کے طور پر از راہِ ترحم دیا جاتا ہے۔

تجب على حر مسلم مالك لنصاب او قيمته و ان لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين و حاجته الاصلية و حوائج عياله و المعتبر فيها الكفاية لا التقدير وهى مسكنه و اثاثه و ثيابه و فرسه و سلاحه و عبيده للخدمة .

ترجمہ : صدقہ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جب کہ وہ نصاب کا یا اس کی قیمت کا مالک ہو۔ اگرچہ نصاب پر سال نہ گذرا ہو۔ عید الفطر کے دن طلوع فجر کے وقت اور تجارت کے لئے ہونا ضروری نہیں ہے۔ (البتہ یہ شرط ہے کہ) قرض اور اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حاجت اصلیہ اور ضرورت سے فارغ ہو اور معتبر ضرورت میں کافی ہونا ہے نہ کہ فرض کر لینا اور وہ (ضرورت) اس کا مکان اور مکان کا سامان، کپڑے، گھوڑا، ہتھیار اور خدمت کے غلام ہیں۔

تشریح : صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جس میں چند شرطیں موجود ہوں۔ (۱) آزاد ہو، غلام پر صدقہ فطر واجب نہیں، (۲) مسلمان ہو، کافر پر صدقہ فطر واجب نہیں، (۳) مقدار نصاب کا مالک ہو خواہ یہ نصاب نامی ہو یا نہ ہو البتہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی اصلی حاجت و ضرورت اور قرض سے فاضل ہو۔ مثلاً رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، گھریلو استعمال کا سامان، سواری کے گھوڑے، استعمال کے ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے فاضل ہو۔ لہذا اگر کسی شخص کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد سامان ہو اور ان کی قیمت نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہو گی۔ مگر صدقہ فطر واجب ہو گا۔ مثلاً کسی کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں رہتا ہے دوسرے میں نہیں رہتا تو خواہ اس کو کرایہ پر دے رکھا ہو یا نہ دے رکھا ہو دونوں صورتوں میں اگر اس کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہو گا۔

والمعتبر یعنی تیسری شرط جو اوپر بیان کی کہ اس کی اور اہل و عیال کی ضرورت سے زائد ہو تو اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ خود اس کی اور بال بچوں کی ضرورت کے لئے فی الواقع کافی ہو رہا ہو صرف کافی ہو سکنے کا امکان کافی نہیں۔ جیسے کہ بعض عبادتوں میں صرف امکان شرط ہے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت میں ہو مثلاً سفر میں فرض کر لیا گیا کہ تکلیف ہوتی ہے یہ ضروری

نہیں کہ حقیقت میں تکلیف ہو، چنانچہ راحت و آرام سے سفر کرنے والا بھی اسی طرح قصر کرے گا جس طرح مشقت اُٹھانے والا قصر کرتا ہے۔

عند طلوع الفجر صدقہ ٔفطر عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر صدقہ ٔفطر واجب نہ ہو گا اور جو شخص اس دن کی طلوع فجر کے بعد مرے تو اس پر صدقہ ٔفطر واجب ہو گا۔

فیخرجھا عن نفسہ واولادہ الصغار الفقراء وان کانوا اغنیاء یخرجھا من مالھم۔

ترجمہ: **پس صدقہ ٔفطر نکالے اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے فقیر بچوں کی طرف سے اور اگر بچے مالدار ہوں تو ان کے مال میں سے نکالے۔**

تشریح: خود اپنی ذات کا صدقہ ٔفطر واجب ہے۔ اسی طرح اپنی نابالغ محتاج اولاد کی طرف سے بھی صدقہ ٔفطر ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر نابالغ بچہ خود مالدار ہو تو باپ پر واجب نہ ہو گا۔ بلکہ اس کے مال میں سے واجب ہو گا۔

ولا تجب علی الجد فی ظاھر الروایۃ واختیر ان الجد کالاب عند فقدہ او فقرہ۔

ترجمہ: **اور (پوتوں کا) صدقہ ٔفطر دادا پر واجب نہیں ہے ظاہر روایت میں اور مختار یہ ہے کہ دادا باپ کی طرح ہے، باپ کے نہ ہونے یا فقیر ہونے کے وقت۔**

تشریح: دادا پر پوتوں کی طرف سے صدقہ ٔفطر واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس کا مفلس بیٹا زندہ ہو یا مر چکا ہو۔ دونوں صورتوں میں دادا پر صدقہ ٔفطر واجب نہیں ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔ لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ اگر اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہو یا زندہ ہو لیکن مفلس ہو تو دادا پر پوتوں کی طرف سے صدقہ ٔفطر ادا کرنا واجب ہے۔

وعن ممالیکہ للخدمۃ ومدبرہ وام ولدہ ولو کفارا لا عن مکاتبہ ولا عن ولدہ الکبیر وزوجتہ وقن مشترک وآبق الا بعد عودہ وکذا المغصوب والماسور۔

ترجمہ: **اور اپنے خدمت کے غلاموں اور مدبر اور ام ولد کی طرف سے صدقہ ٔفطر ادا کرنا واجب ہے اگرچہ کافر ہوں نہ کہ اپنے مکاتب کی طرف سے اور نہ اپنے بڑے لڑکے کی طرف سے اور نہ اپنی بیوی کی طرف سے اور نہ مشترک غلام کی طرف سے اور نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے مگر اس کے لوٹنے کے بعد اور ایسے ہی غصب کئے ہوئے غلام اور قیدی غلام کی طرف سے۔**

تشریح: مدبر وہ غلام ہے جس کو آقا نے یہ کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔

ام ولد وہ باندی ہے جس سے آقا نے اولاد حاصل کی ہو۔

وقن مشترک یعنی اگر ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو بالاتفاق دونوں میں سے کسی پر بھی اس غلام کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہو گا۔

وآبق الخ یعنی اگر کسی کا غلام بھاگا ہوا ہو یا کسی نے غصب کر لیا ہو یا اس کو قید کر لیا گیا ہو تو مالک پر ان کا فطرہ واجب نہیں جب تک کہ واپس اس کے قبضے میں نہ آجائیں۔

وهی نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او صاع تمر او زبیب او شعیر وهو ثمانیة ارطال بالعراقی۔

ترجمہ: **صدقۂ فطر گیہوں یا گیہوں کے آٹے یا گیہوں کے ستو کا آدھا صاع ہے یا کھجور یا کشمش یا جو کا ایک صاع ہے۔ آٹھ رطل عراقی کا ایک صاع ہوتا ہے۔**

تشریح: یعنی اگر صدقۂ فطر گیہوں یا آٹے یا ستو سے ادا کیا جائے تو اس کی مقدار آدھا صاع ہے اور کھجور یا کشمش یا جو سے ادا کیا جائے تو اس کی مقدار ایک صاع ہو گی اور صاع عراقی آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ جو تقریباً ہمارے وزن کے اعتبار سے ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے اور نصف صاع پونے دو کلو کا ہوتا ہے۔(ع)

ویجوز دفع القیمة وهی افضل عند وجدان ما یحتاجه لانها اسرع لقضاء حاجة الفقیر وان کان زمن شدة فالحنطة والشعیر وما یؤکل افضل من الدراهم۔

ترجمہ: **اور قیمت کا دینا بھی جائز ہے اور یہی افضل ہے اس چیز کے ملنے کے وقت جس کی فقیر کو حاجت ہے اس لئے کہ یہ (قیمت) فقیر کی حاجت کو جلدی پورا کرنے والی ہے اور اگر زمانہ قحط کا ہو تو گیہوں اور جو اور جو چیزیں کھائی جاتی ہیں وہ درہموں سے افضل ہیں۔**

تشریح: یعنی اگر گیہوں یا جو یا کھجور کی قیمت دینا چاہے تو جس کی چاہے قیمت ادا کر دے جائز ہے کیونکہ فقیر کی حاجت رفع کرنے میں قیمت زیادہ معاون و مددگار ہو گی۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ فقیر گیہوں کے علاوہ اور چیزوں مثلاً کپڑے وغیرہ کا زیادہ محتاج ہو۔ ہاں اگر تنگی کا زمانہ ہو تو پھر غلہ وغیرہ کا دینا ہی افضل ہو گا۔

ووقت الوجوب عند طلوع فجر یوم الفطر فمن مات او افتقر قبله او اسلم او اغتنی او ولد بعده لا تلزمه۔

ترجمہ: **اور صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت عید الفطر کے دن فجر کے طلوع کا وقت ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے یا فقیر ہو جائے یا اس کے بعد مسلمان ہو یا غنی ہو یا پیدا ہوا اس پر صدقۂ فطر لازم نہیں۔**

تشریح : صدقۂ فطر عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے وقت واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا یا فقیر ہو گیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہو گا اور اگر کوئی کافر طلوع فجر کے بعد مسلمان ہوا یا فقیر طلوع فجر کے بعد مالدار ہو گیا یا بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب نہیں ہو گا۔

ویستحب اخراجها قبل الخروج الی المصلی وصح لو قدم او اخر والتاخیر مکروه۔

ترجمہ : **اور عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر نکالنا مستحب ہے اور اگر مقدم یا موئخر کر دے تب بھی درست ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔**

تشریح : صدقۂ فطر کے ادا کرنے کا مستحب وقت یہ ہے کہ عید کے دن صبح صادق کے بعد عید گاہ جانے سے پہلے ادا کریں۔ اگر کسی نے عید کا دن آنے سے پہلے صدقہ ادا کر دیا مثلاً رمضان المبارک میں یا اس سے بھی پہلے دے دیا تب بھی جائز ہے۔(ع) اور اگر عید کے دن فطرہ نہیں دیا یہاں تک کہ عید کا دن گذر گیا پھر ادا کیا تو صدقہ تو ادا ہو جائے گا لیکن تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

ویدفع کل شخص فطرته لفقیر واحد واختلف فی جواز تفریق فطرة واحدة علی اکثر من فقیر ویجوز دفع ما علی جماعة لواحد علی الصحیح والله الموفق للصواب۔

ترجمہ : **اور ہر شخص اپنا فطرہ ایک ہی فقیر کو دے اور اختلاف کیا گیا ایک فطرہ کو ایک فقیر سے زیادہ پر تقسیم کرنے کے جواز میں اور جائز ہے اس صدقہ کا دینا جو ایک جماعت پر لازم ہے ایک شخص کو صحیح قول پر، اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔**

تشریح : یعنی ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک شخص کو دینا واجب ہے یہاں تک کہ اگر ایک شخص کا صدقۂ فطر دو یا زیادہ مسکینوں پر تقسیم کر دیا تو جائز نہیں۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ ایک شخص کا فطرہ متعدد شخصوں کو دینا جائز ہے اور یہی مذہب ہے۔(ع)

ویجوز یعنی متعدد شخصوں کا صدقۂ فطر کسی ایک مسکین کو دینا صحیح قول کے مطابق جائز ہے۔

(کتاب الحج)

حج کا بیان

تشریح : لفظ حج بفتح الحاء اور بکسر الحاء دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ بفتح الحاء جیسے اَلْحَجُّ اشھر معلومٰت (الآیۃ) اور بکسر الحاء جیسے واللہ علی الناس حِجُّ البیت الآیہ۔ حج کے لغوی معنی کسی معظم اور بڑی چیز کا ارادہ کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مخصوص مکان کا مخصوص فعل کے ساتھ مخصوص زمانہ میں ارادہ کرنا ہے۔ جیسا کہ خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی یہی تعریف ذکر کی ہے۔

ھو زیارۃ بقاع مخصوصۃ بفعل مخصوص فی اشھرہ وھی شوال و ذوالقعدۃ وعشر ذی الحجۃ فرض مرۃ علی الفور فی الاصح۔

ترجمہ : حج مخصوص جگہوں کی مخصوص فعل کے ساتھ حج کے مہینوں میں زیارت کرنے کا نام ہے اور وہ (اشہر حج) شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ فرض کیا گیا ہے ایک مرتبہ علی الفور اصح قول میں۔

تشریح : حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ ہر سال فرض نہیں ہے۔ جو اس سے زیادہ کرے گا وہ نفلی حج کہلائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کے اندر حج فرض ہونے کی تمام شرطیں جمع ہو جائیں تو حج اسی سال علی الفور واجب ہو گا۔ اگر بلا عذر مؤخر کرے گا تو گناہگار ہو گا۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اصح کہا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج علی التراخی واجب ہے۔ چنانچہ اگر پہلے سال حج نہیں کیا بلکہ اس کو مؤخر کر دیا تو ان کے نزدیک گنہگار نہ ہو گا۔

و شروط فرضیتہ ثمانیۃ علی الاصح الاسلام و العقل و البلوغ والحریۃ والوقت والقدرۃ علی الزاد ولو بمکۃ بنفقۃ وسط والقدرۃ علی راحلۃ مختصۃ بہ او علی شق محمل بالملک او الاجارۃ لا الاباحۃ والاعارۃ لغیر اھل مکۃ۔

ترجمہ : حج کے فرض ہونے کی شرطیں آٹھ ہیں اصح قول پر۔ (۱) اسلام، (۲) عقل، (۳) بلوغ، (۴) آزادی، (۵) وقت، اور (۶) توشہ پر قادر ہونا۔ اگرچہ مکہ میں ہو متوسط خرچ سے، (۷) اور ایسی سواری پر قادر ہونا جو اس کے ساتھ خاص ہو یا کجاوے کے ایک حصہ پر ملکیت یا کرایہ کے ساتھ نہ کہ اباحت اور عاریت کے طور پر غیر مکی کے لئے۔

تشریح : یہ وہ شرطیں ہیں کہ جب کسی شخص میں یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اگر یہ سب شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جائے گی تو اس پر حج فرض نہیں ہو گا۔ یہ آٹھ شرطیں ہیں۔

(۱) الاسلام مسلمان ہونا، کافر پر حج فرض نہیں ہے۔

(۲) العقل عاقل ہونا، مجنون پر حج فرض نہیں۔

(۳) البلوغ بالغ ہونا پس نابالغ پر حج فرض نہیں، لہذا اگر کسی بچہ نے بلوغ سے پہلے حج کیا تو حجِ فرض نہیں ہو گا بلکہ نفلی حج ہو گا۔

(۴) الحرية آزاد ہونا، غلام پر حج فرض نہیں ہے۔

(۵) الوقت حج کا وقت ہونا، یعنی حج کی استطاعت زمانہ حج کے اندر ہونا ضروری ہے اور زمانہ حج وہ حج کے مہینے ہیں شوال، ذیقعد اور ذی الحجہ کے شروع کے دس دن، لہذا وقت سے پہلے کوئی شخص بھی صاحبِ استطاعت شمار نہیں ہو گا۔

(۶) والقدرة على الزاد زاد وراحلہ پر قدرت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات (رہنے کا مکان، لباس، گھر کے اسباب وغیرہ) سے زائد اتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک ان اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔

مختصة به یعنی جو لوگ مکہ مکرمہ میں نہیں رہتے ان کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ راحلہ پر قدرت یا تو بطور ملک ہو یا بطور اجارہ ہو یعنی اس کے پاس اتنا مال ہو کہ محمل (چوپائے کے دو طرف لٹکے ہوئے تھیلے جن پر بوجھ رکھا جاتا ہے) (القاموس الوحید) کی ایک جانب کو کرایہ پر لے سکے۔ اگر کسی نے سواری مباح کر دی یا عاریت پر دی تو اس سے قدرت ثابت نہیں ہو گی۔ مثلاً کسی نے اپنی سواری مباح کر دی کہ وہ اس پر حج کرلے یا حج کرنے کے لئے مال دیا تو اس پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں اور اس سے اس پر حج فرض نہیں ہو گا۔

ومن حولهم اذا امكنهم المشى بالقدم والقوة بلا مشقة والافلا بد من الراحلة مطلقا و تلك القدرة فاضلة عن نفقته و نفقة عياله الى حين عوده و عمالا بدمنه كالمنزل و اثاثه وألات المحترفين و قضاء الدين۔

ترجمہ: اور جو لوگ ان (اہل مکہ) کے آس پاس ہیں (ان پر حج اس وقت فرض ہو گا) جبکہ ان کو چلنا ممکن ہو قدم اور طاقت سے بغیر مشقت کے ورنہ مطلقاً سواری ضروری ہو گی اور یہ قدرت فاضل ہو اس کے اور اس کے بال بچوں کے خرچ سے اس کے لوٹ آنے کے وقت تک اور ان چیزوں سے (بھی فاضل ہو) جو ضروری ہیں جیسے مکان اور گھر کا سامان اور پیشہ والوں کے اوزار اور قرض کی ادائیگی۔

تشریح: اس سے پہلے معلوم ہوا کہ فرضیت حج کی شرطوں میں سے راحلہ پر قدرت ہونا ہے لیکن مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس رہنے والوں پر حج فرض ہونے کے لئے راحلہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں کے باشندوں میں سے اگر کوئی شخص راحلہ پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس پر بھی حج فرض ہو جائے گا بشرطیکہ وہ بلا تکلیف ومشقت کے اپنی طاقت سے پیدل چلنے پر قادر ہو اور اگر وہ بلا مشقت پیدل چلنے پر قادر نہ ہو تو اس کے حق میں بھی حج کی فرضیت کے لئے سواری کا ہونا شرط ہو گا۔ اب حوالی مکہ (مکہ کے آس پاس والے علاقے) سے کیا

مراد ہے؟ تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ مکہ مکرمہ اور میقات کے درمیان میں آباد ہیں وہ سب حوالیٔ مکہ کے باشندے کہلاتے ہیں۔ دوم یہ کہ ان کے اور مکہ کے درمیان تین دن (مدتِ سفر) سے کم مسافت ہو تو وہ سب اہل مکہ کے حکم میں ہیں۔(ع)

و تلك القدرة اس کی تشریح والقدرۃ علی الزاد کے تحت گذر چکی۔

ویشترط العلم بفرضیة الحج لمن اسلم بدار الحرب او الکون بدار الاسلام۔

ترجمہ: اور شرط لگائی جاتی ہے حج کی فرضیت جاننے کی اس شخص کے لئے جو اسلام لے آیا ہو دارالحرب میں یا دارالاسلام میں ہونے کی۔

تشریح: دارالحرب میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں اسلام کے ساتھ پرورش پا کر بالغ ہوا ہو یا یہ کہ وہ کفر کی حالت میں رہتا تھا پھر وہیں دارالحرب ہی میں اسلام لے آیا۔ چنانچہ ایسے شخص پر حج اس وقت فرض ہوگا جب کہ اس کو حج کی فرضیت کا علم ہو ورنہ صرف دارالاسلام میں ہونا کافی ہے یعنی جو مسلمان کے ملک میں رہتا ہو اس کے لئے فرضیت کا علم شرط نہیں ہے بلکہ اس کا دارالاسلام میں ہونا فرضیت کا علم ثابت ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ اب نہ جاننا اس کی اپنی کوتاہی ہے۔

وشروط وجوب الاداء خمسة علی الاصح صحة البدن وزوال المانع الحسی عن الذهاب للحج وامن الطریق وعدم قیام العدة وخروج محرم ولو من رضاع او مصاهرة ومسلم مامون عاقل بالغ او زوج لامرأة فی سفر والعبرة بغلبة السلامة برا او بحرا علی المفتی به۔

ترجمہ: اور وجوب ادا کی شرطیں پانچ ہیں اصح قول پر۔(۱) بدن کا تندرست ہونا،(۲) اور حج کے لئے جانے سے مانع حسی کا زائل ہونا،(۳) راستہ کا مامون ہونا، (۴) عدت کا قائم نہ ہونا،(۵) اور محرم کا ساتھ چلنا۔ اگرچہ وہ محرم رضاعت یا سسرالی رشتہ سے ہو اور وہ شخص مسلمان مامون عاقل بالغ ہو یا عورت کا خاوند ہو یہ (عورت کے ساتھ محرم یا خاوند کا ہونا) ہر سفر میں شرط ہے اور اعتبار غلبۂ سلامت کا (یعنی اکثر صحیح سالم واپس آجانے کا) ہے خشکی یا سمندر میں مفتی بہ قول پر۔

تشریح: گذشتہ شرطیں فرضیت حج کی تھیں یعنی ان کے پائے جانے کے بعد حج فرض ہو جائے گا۔ اب یہاں سے حج کی ادائیگی کے شرائط کو بیان کرتے ہیں۔ یعنی حج کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوگا جب کہ یہ سب شرطیں پائی جائیں۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے اندر وجوب حج کی شرائط موجود ہوں لیکن وجوب ادا کی شرائط میں سے کوئی ایک نہ ہو تو پھر خود اس کو حج کرنا فرض نہیں ہوگا۔ بلکہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر فی الحال حج کرانا یا مرنے کے وقت اپنے مال میں سے حج کرانے کی وصیت کرانا فرض ہوگا۔(ع)

یہاں پر علی الاصح اس لئے فرمایا کہ بعض کے نزدیک یہی شرائط وجوبِ حج کی ہیں۔

صحة البدن بدن کا صحیح سالم ہونا، چنانچہ اندھے پر اور اپاہج اور مفلوج اور ایسے پرانے مریض پر جس کے صحت یاب ہونے کی امید نہ رہی ہو اور اس شخص پر جس کے دونوں پاؤں یا ایک پاؤں کٹا ہوا ہو یا دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو اور ایسا بوڑھا جو سواری پر نہیں

بیٹھ سکتا اور اس پر بغیر شدید تکلیف و مشقت کے نہیں ٹھہر سکتا تو ان سب پر خود حج کی ادائیگی فرض نہیں ہے۔ لیکن چونکہ وجوب حج کی شرائط پائی جارہی ہیں اس لئے حج تو فرض ہو گیا البتہ خود حج کرنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ فی الحال اپنے مال میں سے کسی دوسرے سے حج کرانا فرض ہے اور اگر ایسا نہیں کیا تو مرتے وقت وصیت کرنا فرض ہے۔(ع)

وزوال المانع مانع حسی مثلاً وہ قید خانہ میں محبوس ہے یا بادشاہ کی طرف سے حج کے لئے جانے کی ممانعت ہے تو اس پر فرض ہے کہ کسی دوسرے سے حج کرائے یا مرتے وقت حج کی وصیت کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ یہ عذر یعنی قید میں ہونا یا بادشاہ کی طرف سے ممانعت کا ہونا موت تک ہو۔ چنانچہ اگر موت تک نہ ہو تو اس عذر کے زائل ہونے کے بعد خود اس کو حج کرنا واجب ہو گا۔(ع)

وامن الطریق یعنی جان و مال کے قتل و غارت سے راستہ کا پُر امن ہونا ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ اکثر آدمی صحیح و سالم لوٹ کر آتے ہوں۔ لہذا بعض اتفاقیہ طور پر لُٹ بھی جاتے ہوں یا جہاز کبھی کبھار ڈوب جاتا ہو تو راستہ امن والا سمجھا جائے گا اور حج کی ادائیگی فرض ہو گی اور اگر راستہ پُر امن نہ ہونے کی وجہ سے حج نہیں کیا اور مر گیا تو چونکہ وجوبِ حج ہو گیا تھا اس لئے اس پر وصیت کرنا واجب ہو گا۔

وعدم قیام العدۃ یہ شرط صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو یعنی اگر اس کا شوہر مر گیا ہو یا طلاق دے دی ہو تو جس وقت تک وہ عدت میں رہے گی اس وقت تک حج کی ادائیگی فرض نہیں ہے۔

وخروج محرم یعنی عورت پر حج کی ادائیگی اس وقت واجب ہو گی جب کہ اس کے ساتھ محرم ہو یا اس کا شوہر ہو۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابدی طور پر نکاح حرام ہو خواہ وہ قرابت کی وجہ سے ہو جیسے بھائی، بیٹا وغیرہ یا رضاعت کی وجہ سے مثلاً دونوں نے کسی ایک عورت کا زمانہ رضاعت میں دودھ پیا ہو تو یہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہوئے اور ان کے درمیان حرمت ابدی ہے یا مصاہرت یعنی دامادی رشتہ کی وجہ سے مثلاً خوش دامن (ساس) کے ساتھ اس کا داماد ہو کہ ان دونوں کے درمیان بھی حرمت ابدی ہے۔

مسلم یہاں سے محرم کے شرائط بیان کرتے ہیں کہ محرم کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ اگر کافر ہو گا تو اندیشہ ہے کہ اس کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریگا۔(ع)

مامون مامون سے مراد یہ ہے کہ وہ دیندار ہو یعنی اس کی جانب سے اطمینان ہو کیونکہ اگر وہ بدمعاش بے شرم فاسق ہو گا تو عورت خود ہی اس سے محفوظ نہیں رہ سکے گی کیونکہ محرم کے ساتھ ہونے سے مقصود عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے اور وہ فاسق میں مفقود ہے۔(ع)

عاقل بالغ محرم عاقل بالغ ہوں کیونکہ مجنون اور بچہ یہ دونوں خود دوسرے کی حفاظت کے محتاج ہیں۔ یہ دوسرے کی کیا حفاظت کر سکتے ہیں۔

ویصح اداء فرض الحج باربعة اشیاء للحر الاحرام والاسلام وهما شرطان ثم الاتیان برکنیه وهما الوقوف محرما بعرفات لحظة من زوال یوم التاسع الی فجر یوم النحر بشرط عدم الجماع قبله محرما والرکن الثانی هو اکثر طواف الافاضة فی وقته وهو ما بعد طلوع فجر النحر۔

ترجمہ : **اور صحیح ہو جاتا ہے فرض حج کا ادا کرنا آزاد کے لئے چار چیزوں سے (۱) احرام، (۲) اسلام، اور یہ دونوں شرط ہیں۔ پھر حج کے دونوں رکن کا ادا کرنا اور وہ دو رکن (۳) عرفات میں احرام کی حالت میں ایک لحظہ کے لئے ٹھہرنا ہے نویں تاریخ کے زوال سے یوم النحر کی فجر تک اس سے پہلے حالت احرام میں جماع کے نہ ہونے کی شرط کے ساتھ اور دوسرا رکن (۴) وہ طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ادا کرنا ہے اس کے وقت میں اور وہ (وقت) یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے۔**

تشریح: یہاں سے حج کے ان شرائط و ارکان کو بیان کرتے ہیں جن کے پورا کرنے سے حج کی ادائیگی صحیح ہو جاتی ہے۔

(۱) الاحرام پہلی شرط حج کے صحیح ہونے کے لئے احرام ہے۔ لہذا احرام کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔

(۲) والاسلام دوسری شرط مسلمان ہونا ہے۔ لہذا کافر کا حج صحیح نہیں ہوتا۔

(۳) الوقوف تیسری اور چوتھی چیز رکن کے قبیل سے ہے اور وہ حالتِ احرام میں وقوف کے وقت میں عرفات میں ٹھہرنا ہے اگرچہ ایک لحظہ ہی کے لئے ہو بشرطیکہ وقوفِ عرفہ سے پہلے حالتِ احرام میں جماع نہ کیا ہو کیونکہ اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تھا تو اب اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا اور وقوف کا وقت عرفہ کے دن یعنی ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے سے ذرا پہلے تک ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے احرام کے بغیر وقوف کیا یا وقوف کے وقت میں ایک لحظہ کے لئے بھی عرفات میں داخل نہیں ہوا تو اس کا حج کا رکن وقوف ادا نہیں ہوا۔(ع)

(۴) والرکن الثانی دوسرا رکن طواف زیارت کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کرنا چنانچہ رکن ادا ہونے کے لئے اکثر شوط (چکر) کافی ہیں۔ باقی تین چکر واجب ہیں جن کے ترک پر دم واجب ہوتا ہے۔ اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور تمام عمر میں کسی وقت کر لینا فرض ہے۔ لیکن قربانی کے دنوں میں اسے ادا کرنا واجب ہے۔(ع)

وواجبات الحج انشاء الاحرام من المیقات۔

ترجمہ : **اور حج کے واجبات یہ ہیں۔ (۱) میقات سے احرام کا شروع کرنا۔**

تشریح: یہاں سے حج کے واجبات کو بیان کرتے ہیں۔ واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر چھوٹ جائے خواہ یہ چھوٹنا بھول چوک سے ہو یا جان بوجھ کر یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ہو۔ ہر صورت میں حج ادا ہو جائے گا لیکن بہت سی صورتوں میں دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا اور قصداً بلا عذر چھوڑنے سے گنہگار بھی ہوگا۔ صرف دم سے معاف نہ ہوگا جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ (۱) میقات سے احرام

باندھنا یعنی بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرنا ورنہ ترک واجب کا مرتکب ہو گا۔ میقات اصل میں وقت معین کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں مجازاً مکان معین کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ میقات سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اب یہ میقات مختلف جگہ کے لوگوں کے لئے مختلف ہوئی ہیں۔ مثلاً اہلِ آفاق (آفاقی) یعنی جو لوگ میقات کے باہر رہنے والے ہیں ان کے لئے میقات علیحدہ ہیں۔ اسی طرح اہل حل ہیں یعنی وہ لوگ جو میقات کے اندر اور حدود حرم کے باہر درمیانی حصہ میں رہتے ہیں۔ ان کی میقات جدا ہے۔ اسی طرح اہل حرم ہیں یعنی اہل مکہ اور حدودِ حرم کے اندر رہنے والے لوگ ہیں۔ ان کی میقات علیحدہ ہے۔ (حدود حرم کی حد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب میں تین میل ہے اور عراق و طائف کی جانب میں سات سات میل ہے اور یمن کی جانب میں سات میل ہے۔ یہ ہر طرف سے حدود حرم ہے) چنانچہ آفاقی کے لئے پانچ میقات ہیں۔

(۱) ذوالحلیفہ یہ مدینہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(۲) ذات عِرْق بکسر العین وسکون الراء یہ اہل عراق یعنی کوفہ بصرہ والوں کی میقات ہے اور تمام اہل مشرق کی میقات یہی ہے۔ اس جگہ سے مکہ مکرمہ بیالیس میل ہے۔ چنانچہ پاک و ہند اور بلاد شرقیہ کے حجاج کرام جو ہوائی جہاز کے راستہ سے مکہ مظمہ کے لئے جدہ کا سفر کرتے ہیں ان کا جہاز جدہ پہنچنے سے پہلے کئی میقاتوں کی محاذات سے گزر کر جدہ جاتا ہے مثلاً اہل عراق کی میقات (ذات عرق) کی محاذات بھی راستہ میں آتی ہے اور اہل نجد کی میقات (قرن) کے تو تقریباً اوپر سے گزرتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ پتہ چلنے کی کوئی صورت نہیں ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہو گا اس لئے ان حضرات کو چاہیے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر روانہ ہوں یا ائیر پوٹ یا پھر ہوائی جہاز میں سوار ہو کر پرواز سے قدرے بعد فوراً احرام باندھ لیں۔ (ع)

(۳) جُحْفہ بضم الجیم وسکون الحاء یہ اہل مصر و شام و مغرب کی میقات ہے۔ جو تبوک کے راستے سے آئیں۔ اگر مدینہ منورہ کے راستہ سے آئیں تو ذوالحلیفہ ان کی میقات ہے۔

(۴) قَرْن بفتح القاف وسکون الراء یہ نجد سے آنے والوں کی میقات ہے۔ قرن ایک پہاڑ کا نام ہے جو عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اور مکہ معظمہ سے قرن تک پچاس میل کا فاصلہ ہے۔

(۵) یلملم یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ جو مکہ مکرمہ سے تیس یا ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ معظمہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ باقی اہلِ یمن اور تہامہ کے لئے اوران کے لئے جو اس راستہ سے گذریں میقات ہے۔ (ع۔ح) اور اھلِ حل کا میقات حِل (خارج حرم) ہے یعنی حدودِ حرم شروع ہونے سے پہلے پہلے احرام باندھ لیں اور اہلِ حرم کا میقات حرم ہے یعنی حدود حرم میں جہاں چاہے احرام باندھ لیں اور عمرہ کی صورت میں ان کی میقات حِل ہے کہ حدود حرم سے کسی جانب نکل کر حل میں احرام باندھ کر ارکانِ عمرہ ادا کرلیں۔ (اشرف الہدایہ)

ومد الوقوف بعرفات الی الغروب۔

ترجمہ :(۲) اور عرفات میں ٹھہرنے کو غروب تک دراز کرنا۔

تشریح : یعنی جو شخص غروب آفتاب سے پہلے وقوف کرے اس کے لئے واجب ہے کہ جس وقت وقوف کیا ہے اس وقت سے غروب آفتاب کے ذرا بعد تک وقوف کو دراز کرے۔ یعنی رات کا بھی کچھ حصہ وقوف میں آجائے۔(ع)

الوقوف بالمزدلفة فیما بعد فجر یوم النحر و قبل طلوع الشمس۔

ترجمہ : (۳) اور مزدلفہ میں ٹھہرنا یوم النحر کی فجر کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے ۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد کچھ وقت کے لئے مزدلفہ میں رہنے کو وقوفِ مزدلفہ کہتے ہیں۔ یہ واجب ہے۔

و رمی الجمار۔

ترجمہ : (۴) جمروں کی رمی کرنا۔

تشریح : رمی جمار کے لغوی معنی کنکریوں کا پھینکنا ہے۔ منیٰ میں تین کھمبے کھڑے ہیں جن پر کنکریاں پھینکنی ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔

وذبح القارن والمتمتع والحلق و تخصیصه بالحرم و ایام النحر و تقدیم الرمی علی الحلق ونحر القارن والمتمتع بینهما وایقاع طواف الزیارۃ فی ایام النحر و السعی بین الصفا والمروۃ فی اشهر الحج وحصوله بعد طواف معتد به والمشی فیه لمن لا عذر له و بداءۃ السعی من الصفا۔

ترجمہ : (۵) اور قارن و متمتع کا ذبح کرنا(تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ) (۶) اور سر منڈوانا(یا سر کے بال کٹوانا قینچی یا مشین سے)،(۷) اور حلق کو خاص حرم اور ایام نحر (دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ) میں کرنا،(۸) اور رمی کا مقدم کرنا حلق پر، (۹) اور قارن و متمتع کا حلق اور رمی کے درمیان قربانی کرنا، (۱۰) طواف زیارت (تفصیل آئندہ ان شاء اللہ) کا ایام نحر میں واقع کرنا،(۱۱) اور حج کے مہینوں میں صفا مروۃ کے درمیان سعی کرنا(تفصیل آئندہ)،(۱۲) اور اس سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جس کا اعتبار کیا جاسکے، (۱۳) اور سعی میں چلنا اس شخص کے لئے جس کو کوئی عذر نہ ہو(یعنی سعی میں پیدل چلنا واجب ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو)،(۱۴) اور سعی کا صفا سے شروع کرنا۔

تشریح: وحصوله یعنی سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جو جنابت و حیض و نفاس پاک ہونے کی حالت میں کیا ہو اور یہ سعی معتد بہ و معتبر طواف کے بعد واقع کہی جائے گی۔

و طواف الوداع وبداءة کل طواف بالبیت من الحجر الاسود والتیامن فیه والمشی فیه لمن لاعذر له و الطهارة من الحدثین و ستر العورة و اقل الا شواط بعد فعل الا کثر من طواف الزیارة وترک المحظورات کلبس الرجل المخیط وستر رأسه ووجهه و ستر المرأة وجهها والرفث والفسوق والجدال و قتل الصید والاشارة الیه والدلالة علیه۔

ترجمہ : (۱۵) طوافِ وداع (یہ آفاقی کے لئے خاص ہے)(۱۶) اور بیت اللہ کے ہر طواف کو حجر اسود سے شروع کرنا،(۱۷) اور طواف دا ہنی طرف سے شروع کرنا،(۱۸) اور طواف میں پیدل چلنا اس شخص کے لئے جس کو کوئی عذر نہ ہو،(۱۹) دونوں حدث سے پاک ہونا،(۲۰) ستر کا چھپانا، (۲۱) طواف زیارت کے اکثر شوط کو (ایام نحر میں) ادا کرنے کے بعد کم (یعنی تین شوط) ادا کرنا،(۲۲) ممنوعات کا چھوڑ دینا جیسے مرد کا سلے ہوئے کپڑے پہننا اور اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپنا اور عورت کا (صرف) اپنے چہرے کو ڈھانپنا اور رفث (یعنی عورتوں کے سامنے فحش کلام کرنا) اور فسوق (یعنی گناہ) اور جدال (یعنی لڑنا) اور شکار کا قتل کرنا اور شکار کی طرف اشارہ کرنا اور اس پر (کسی دوسرے شکاری کی) رہنمائی کرنا۔

وسنن الحج منها الاغتسال ولولحائض ونفساء اوالوضوء اذا اراد الاحرام و لبس ازار ورداء جدیدین ابیضین والتطیب وصلوٰة رکعتین والا کثار من التلبیة بعد الاحرام رافعا بها صوته متی صلی اوعلاشرفا اوهبط وادیا اولقی رکبا وبالاسحار و تکریرها کلما اخذ فیها

ترجمہ : حج کی سنتیں۔حج کی سنتوں میں سے غسل کرنا ہے۔ اگرچہ حائضہ ہو یا نفاس والی ہو یا وضو جبکہ وہ احرام کا ارادہ کرے،(۲) اور تہبند اور چادر کا پہننا جو نئی سفید ہوں،(۳) خوشبو لگانا، (۴) دو رکعت نفل پڑھنا،(۵) احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کثرت سے کہنا درانحالیکہ اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے والا ہو، جب نماز پڑھے یا کسی بلندی پر چڑھے یا کسی پست زمین میں اُترے یا قافلہ سے ملے اور صبح کے وقت (یعنی ان اوقات میں تلبیہ کو کثرت اور زور سے کہنا) اور اس کو بار بار کہنا جس وقت بھی تلبیہ کہنا شروع کرے (کم از کم تین مرتبہ کہنا)

تشریح : حج کی سنتوں کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے سے بہت اجر و ثواب ملتا ہے۔ قصداً چھوڑنا مکروہ ہے۔ مگر حج ادا ہو جاتا ہے اور کوئی دم یا صدقہ بھی لازم نہیں آتا۔

والصلوٰة علی النبی ﷺ وسؤال الجنة وصحبة الابرار والاستعاذة من النار والغسل لدخول مکة ودخولها من باب المعلاة نهارا والتکبیر والتهلیل تلقاء البیت الشریف والدعاء بما احب عند رویته وهو مستجاب و طواف القدوم ولو فی غیر اشهر الحج و الاضطباع فیه و الرمل ان سعی بعده فی اشهر الحج و الهرولة فیما بین المیلین الاخضرین للرجال والمشی علی هینة فی باقی السعی والا کثار من الطواف وهو افضل من صلوٰة النفل للآفاقی۔

ترجمہ : (٦) نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا، (٧) جنت کا اور نیک آدمیوں کی صحبت کا کثرت سے سوال کرنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا، (٨) اور مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفا وعظمۃ) میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا، (٩) اور مکہ مکرمہ میں باب معلاۃ (خاص دروازہ کا نام ہے) سے دن کے وقت داخل ہونا، (١٠) (خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت) بیت اللہ کے سامنے اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہنا، (١١) اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگنا (کیونکہ) وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ (١٢) اور طواف قدوم اگرچہ حج کے مہینوں کے علاوہ میں ہو، (١٣) اور طواف میں اضطباع (یعنی چادر کو داہنی بغل میں سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالنا) اور رمل کرنا اگر سعی کرے اس کے بعد حج کے مہینوں میں، (١٤) اور میلین اخضرین (دو سبز کھمبے ہیں جو صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان کھڑے ہیں) کے درمیان تیزی کے ساتھ چلنا مردوں کے لئے (عورتیں اپنی رفتار سے چلتی رہیں گی) اور باقی سعی میں نرمی اور سکون سے چلنا، (١٥) اور کثرت سے طواف کرنا اور وہ افضل ہے نفل نماز سے آفاقی کے لئے۔

والخطبة بعد صلوٰة الظهر يوم سابع الحجة بمكة و هى خطبة واحدة بلا جلوس يعلم المناسك فيها والخروج بعد طلوع الشمس يوم التروية من مكة لمنى والمبيت بها ثم الخروج بعد طلوع الشمس يوم عرفة الى عرفات فيخطب الامام بعد الزوال قبل صلوٰة الظهر والعصر مجموعة جمع تقديم مع الظهر خطبتين يجلس بينهما و الاجتهاد فى التضرع والخشوع والبكاء بالدموع والدعاء للنفس والوالدين والاخوان المؤمنين بما شاء من امر الدارين فى الجمعين والدفع بالسكينة والوقار بعد الغروب من عرفات والنزول بمزدلفة مرتفعا عن بطن الوادى بقرب جبل قزح والمبيت بها ليلة النحر بمنىٰ ايام منىٰ بجميع امتعته و كره تقديم ثقله الى مكة اذذاك۔

ترجمہ : (١٦) اور خطبہ دینا (امام کے لئے) ظہر کی نماز کے بعد ساتویں ذی الحجہ کو مکہ میں اور یہ ایک خطبہ ہے بغیر (درمیان میں) بیٹھنے کے، سکھلائے اس میں حج کے طریقے کو، (١٧) اور یوم الترویہ (یعنی آٹھویں تاریخ کو) آفتاب نکلنے کے بعد مکہ سے منی کے لئے نکلنا، (١٨) اور منی میں رات گذرنا، (١٩) پھر عرفہ کے دن (یعنی نویں تاریخ کو) آفتاب نکلنے کے بعد عرفات کی طرف نکلنا، (٢١) پس خطبہ دے امام دو خطبے بیٹھے گا ان دونوں کے درمیان زوال کے بعد ظہر اور عصر سے پہلے اس حال میں کہ (عصر کی نماز) ظہر کے ساتھ جمع تقدیم (یعنی اپنے وقت سے مقدم کر کے) پڑھی جائے گی، (٢٢) اور کوشش کرنا عاجزی اور خشوع اور آنسوئوں کے ساتھ رونے میں اور دعا کرنا اپنے لئے اور والدین اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین و دنیا کے کاموں میں سے جس کی آرزو ہو دونوں جمع ہونے کی جگہ میں، (٢٣) اور غروب آفتاب کے بعد سکون اور وقار کے ساتھ عرفات سے روانہ ہونا، (٢٤) اور اترنا مزدلفہ میں بطن وادی سے اوپر ہٹ کر جبل قزح کے قریب، (٢٥) اور نحر کی رات مزدلفہ میں گزارنا، (٢٦) ایام منیٰ میں اپنے سارے سامان کے ساتھ منی میں رہنا اور اپنے سامان کو ان دنوں میں (پہلے سے) بھیج دینا مکروہ ہے۔

و يجعل منى عن يمينه و مكة عن يساره حالة الوقوف لرمى الجمار و كونه راكبا حالة رمى جمرة العقبة فى كل الايام ما شيا فى الجمرة الاولى التى تلى المسجد والوسطى والقيام فى بطن الوادى حالة الرمى و كون الرمى فى

الیوم الاول فیما بین طلوع الشمس و زوالها وفیما بین الزوال و غروب الشمس فی باقی الایام و کره الرمی فی الیوم الاول والرابع فیما بین طلوع الفجر والشمس و کره فی اللیالی الثلاث و صح لان اللیالی کلها تابعة لما بعدها من الایام الا اللیلة التی تلی عرفة حتی صح فیها الوقوف بعرفات وهی لیلة العید و لیالی رمی الثلاث فانها تابعة لما قبلها و المباح من اوقات الرمی ما بعد الزوال الی غروب الشمس من الیوم الاول و بهذا علمت اوقات الرمی کلها جواز او کراهة و استحبابا۔

ترجمہ : (۲۷) اور (یہ بھی مسنون ہے) کہ منیٰ کو اپنی داہنی طرف اور مکہ کو بائیں طرف کرلے رمی جمار کے لئے کھڑے ہونے کی حالت میں،(۲۸) اور اس کا سوار ہونا جمرۃ عقبہ کی رمی کرنے کی حالت میں تمام دنوں میں اور جمرئہ اولی اور جمرئہ وسطی کی رمی کے وقت پیدل ہونا اور جمرئہ اولی وہ ہے جو مسجدِ خیف کے متصل ہے۔ (۲۹) اور رمی کے وقت بطن وادی میں کھڑا ہونا اور پہلے دن طلوع شمس اور زوال کے درمیان رمی کا ہونا اور باقی دنوں میں زوال اور غروب شمس کے درمیان اور پہلے اور چوتھے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب کے درمیان رمی کرنا مکروہ ہے اور تینوں راتوں میں (رمی کرنا) مکروہ ہے اور صحیح ہے (یعنی اگر رمی کرلی جائے راتوں میں) اس لئے کہ تمام راتیں تابع ہوتی ہیں اس کے بعد آنے والے دنوں کے مگر وہ رات جو عرفہ کے متصل ہے (یعنی ۹ ذی الحجہ کے بعد کی رات ۹ ذی الحجہ کے تابع ہے) یہاں تک کہ اس رات میں وقوف بعرفات صحیح ہوتا ہے۔ (حالانکہ عرفہ کا دن گذارنے کے بعد ہوتی ہے) اور یہی عید کی رات ہے۔ (لہذا یہ رات نو اور دس دونوں کی مشترک رات ہوئی) اور تینوں جمروں پر رمی کرنے کی راتیں (یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں شب) اپنے ماقبل دنوں کے تابع ہیں اور اوقاتِ رمی میں سب سے مباح وقت پہلے دن (یعنی دس ذی الحجہ کو) زوال کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک ہے اور اس بیان سے رمی کے تمام اوقات جائزہ مکروہ اور مستحب معلوم ہوگئے۔

تشریح : لان اللیالی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ شریعت میں رات کو دن سے پہلے مانا گیا ہے۔ مثلاً جمعہ کی رات پہلے آئے گی دن بعد کو۔ اس قاعدہ کی بنا پر لازم آتا ہے کہ عرفہ اور رمی کی راتیں بھی پہلے ہوں اور دن بعد کو ہوں۔ مگر مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان ایام میں یہ بات نہیں۔ چنانچہ نویں تاریخ عرفہ ہے عام قاعدہ سے نویں شب ہی شبِ عرفہ ہونی چاہیے۔ مگر دسویں رات جو عید کی رات کہلاتی ہے وہ شب عرفہ ہے۔ اسی طرح رمی کے تینوں دن پہلے ہوں گے اور ان کے بعد ان کی رات آئے گی۔
(ایضاح الاصباح)

ومن السنة هدی المفرد بالحج والاکل منه و من هدی التطوع والمتعة والقران فقط و من السنة الخطبة یوم النحر مثل الاولیٰ یعلم فیها بقیة المناسك وهی ثالثة خطب الحج و تعجیل النفر اذا اراده من منیٰ قبل غروب الشمس من الیوم الثانی عشر وان اقام بها حتی غربت الشمس من الیوم الثانی عشر فلا شیء علیه وقد اساء و ان اقام بمنی الی طلوع فجر الیوم الرابع لزمه رمیه ومن السنة النزول بالمحصب ساعة بعد

ارتحاله من منی و شرب ماء زمزم والتضلع منه واستقبال البیت والنظر الیه قائما والصب منه علی رأسه وسائر جسده وهو لما شرب له من امور الدنیا والاخرة۔

ترجمہ : (۳۰) اور نیز مسنون ہے مفرد بالحج کا ہدی (کوئی جانور) ذبح کرنا اور اس میں سے کھانا اور نفلی ہدی اور متعہ اور قران کی ہدی میں سے (کھانا جائز ہے) فقط (۳۱) اور سنت ہے خطبہ یوم النحر میں پہلے خطبہ کی طرح اس میں حج کے باقی ارکان سکھلائے اور یہ حج کے خطبوں میں تیسرا خطبہ ہے۔ (۳۲) اور (نیز مسنون ہے) جلدی سے نکلنا جب کہ منیٰ سے نکلنے کا ارادہ کرے بارہویں تاریخ کو غروب شمس سے پہلے اور اگر منیٰ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن اس نے برا کیا اور اگر چوتھے دن کی طلوع فجر تک ٹھہرا رہا تو اس پر اس دن کی رمی لازم ہو گئی۔ (۳۳) اور منیٰ سے کوچ کرنے کے بعد تھوڑی دیر مقام محصب میں اترنا سنت ہے۔ (۳۴) زمزم کا پانی پینا، (۳۵) اور خوب سیر ہو کر پینا، (۳۶) اور پیتے وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا، (۳۷) اور اس کی طرف دیکھتے رہنا اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو، (۳۸) اور اس میں سے تھوڑا پانی اپنے سر پر اور پورے بدن پر ڈالنا اور یہ پانی دنیا و آخرت کے مقاصد میں سے جس کے لئے پیا جائے اس کے لئے مفید ہے۔ (یعنی وہ مقصد پورا ہو گا۔)

و من السنة التزام الملتزم وهو ان یضع صدره و وجهه علیه والتشبث بالاستار ساعة داعیا بما احب و تقبیل عتبة البیت و دخوله بالادب والتعظیم ثم لم یبق علیه الا اعظم القربات وهی زیارة النبی ﷺ و اصحابه فینویها عند خروجه من مکة من باب سبیکة من الثنیة السفلی و سنذکر للزیارة فصلا علی حدته ان شاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ : (۳۹) اور سنت ہے ملتزم (یعنی بیت اللہ کے اس حصہ کا جو بیت اللہ کے دروازے اور حجرِ اسود کے درمیان ہے) سے چمٹنا اور التزام یہ ہے کہ اپنے سینہ اور چہرہ کو اس پر رکھے، (۴۰) اور خانہ کعبہ کے پردہ کو تھوڑی دیر کے لئے تھامنا درانحالیکہ وہ دعا کرنے والا ہو اس چیز کی جو اس کو محبوب ہو، (۴۱) اور بیت اللہ کی چوکھٹ کو بوسہ دینا، (۴۲) اور اس میں ادب و تعظیم سے داخل ہونا، پھر نہیں باقی رہا اس پر (یعنی حج کے متعلق کوئی فریضہ) مگر سب سے بڑی عبادت اور وہ حضرت رسول پاک ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت ہے۔ پس نیت کرے زیارت کی مکہ سے نکلتے وقت باب سبیکہ سے ثنیہ سفلیٰ سے گذرتے ہوئے اور ہم عنقریب زیارت کے لئے ایک علیحدہ فصل ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فصل فی کیفیة ترکیب افعال الحج

فصل: حج کے افعال کو ترکیب دینے کا بیان۔

اذا اراد الدخول فی الحج احرم من المیقات کرابغ فیغتسل او یتوضأ والغسل وھو احب للتنظیف فتغتسل المرأۃ الحائض والنفساء اذا لم یضرھا۔

ترجمہ: جب (کوئی شخص) حج میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو میقات سے جیسے کہ رابغ (یہ جحفہ سے پہلے ایک مقام ہے) احرام باندھے (جس کی صورت یہ ہے) کہ غسل کرے یا وضو کرے اور غسل صفائی کے لئے ہے (نہ کہ ناپاکی دور کرنے کے لئے) اور غسل (وضو کے مقابلے میں) زیادہ پسندیدہ ہے۔ چنانچہ حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کرے گی جب کہ غسل اس کو نقصان نہ دے۔

ویستحب کمال النظافة بقص الظفر والشارب ونتف الابط وحلق العانة وجماع الاھل والدھن ولو مطیبا۔

ترجمہ: اور مستحب ہے پوری طرح صفائی حاصل کرنا اس طرح کہ ناخن اور مونچھیں تراشے اور بغل کے بال اُکھاڑے اور موئے زیر ناف صاف کرے اور اپنے اہل سے جماع کرے اور تیل لگائے اگرچہ خوشبودار ہو۔

ویلبس الرجل ازاراً وَ رداءً جدیدین و غسیلین و الجدید الابیض افضل ولا یزرہ ولا یعقدہ ولا یخللہ فان فعل کرہ ولا شیء علیه و تطیب۔

ترجمہ: اور مرد ایک تہبند اور چادر پہنے گا جو دونوں نئی ہوں یا دھلی ہوئی ہوں اور نئی سفید رنگ کی افضل ہے اور چادر میں نہ بٹن لگائے اور نہ گرہ لگائے اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں ڈالے پس اگر کر لیا تو مکروہ ہوگا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور خوشبو لگائے۔

تشریح: احرام کے لغوی معنی ہے حرام کرنا۔ حاجی جس وقت حج کی پختہ نیت کر کے تلبیہ یعنی لبیک پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کو احرام کہا جاتا ہے اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی کہا جاتا ہے جن کو حاجی حالت احرام میں استعمال کرتا ہے۔ اب غسل کرنے کے بعد احرام کی ایک چادر کا تہبند بنائے اور دوسری کو چادر کی طرح اوڑھ لے۔ یہ دونوں چادریں خواہ نئی ہوں یا دُھلی ہوئی ہوں لیکن سفید نئی افضل ہیں اور چادر کے دوسروں پر بٹن یا پن وغیرہ سے بند کر لینا یا اوپر سے ایک رسی سے باندھ لینا برا ہے اور اس پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہے اور احرام کے کپڑوں پر خوشبو لگا لے لیکن ایسی خوشبو نہ لگائے جس کا جسم باقی رہے جیسے کہ مشک اور غالیہ (ایک قسم کی خوشبو جو مشک عنبر سے تیار ہوتی ہے)۔ اور خواتین کا احرام ان کے سلے ہوئے کپڑے ہی ہیں۔

و صل رکعتین وقل اللهم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبله منی ولبّ دبر صلوٰتك تنوی بها الحج و هی لبیك اللهم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة والملك لا شریك لك ولا تنقص من هٰذا الالفاظ شیأ و زدفیها لبیك و وسعدیك والخیر کله بیدیك لبیك والرغبی الیك والزیادة سنة۔

ترجمہ : اور دو رکعت پڑھ اور اس کے بعد کہہ۔ اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں بس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے اس کو قبول فرما اور تلبیہ پڑھ اپنی نماز کے بعد کہ اس سے حج کی نیت کر رہا ہو اور تلبیہ یہ ہے **(ترجمہ)** حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ان الفاظ میں سے کچھ بھی کم مت کر اور زیادہ کر اس میں **(ترجمہ)** حاضر ہوں اور تیری موافقت کرتا ہوں اور تمام خیر تیرے قبضہ میں ہے۔ حاضر ہوں اور تمام آرزو تیری طرف ہیں اور زیادتی سنت ہے۔

تشریح : احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور نماز کے وقت احرام کی چادر سے سر چھپا لے کیونکہ ابھی احرام شروع نہیں ہوا۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا افضل ہے۔ دو رکعت پڑھنے کے بعد سر سے چادر کھول لے اور حج کا احرام ہو تو یوں نیت کرے اللهم انی ارید الحج الخ یعنی اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما، اپنی مادری زبان میں بھی یہ مضمون ادا کر سکتا ہے۔ اس کے بعد بلند آواز سے تین مرتبہ تلبیہ پڑھے۔ تلبیہ کے جو الفاظ ذکر کئے گئے ان میں کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے ہاں تلبیہ پورا پڑھنے کے بعد ان الفاظ کو پڑھنا جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کئے ہیں مسنون ہیں۔

فاذا لبیت ناویا فقد احرمت فاتق الرفث والفسوق والمعاصی والجدال مع الرفقاء والخدم و قتل صید البر والا شارة الیه والدلالة علیه ولبس المخیط والعمامة والخفین و تغطیة الرأس والوجه ومس الطیب و حلق الرأس والشعر۔

ترجمہ : جب تو نے نیت کرتے ہوئے تلبیہ پڑھ لیا تو محرم ہو گیا اس لئے بچ تو رفث (جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کا ذکر کرنے) سے اور فسوق اور گناہوں سے اور ساتھیوں اور خدمت گاروں کے ساتھ جھگڑے سے اور خشکی کا شکار قتل کرنے سے اور اس کی طرف اشارہ کرنے سے اور اس کی خبر دینے سے (جگہ بتانے سے) اور سلا ہوا کپڑا پہننے، عمامہ باندھنے، موزے پہننے اور سر اور چہرہ ڈھانپنے اور خوشبو لگانے، سر اور بالوں کے منڈوانے سے۔

تشریح : نیت کے ساتھ الفاظِ تلبیہ پڑھتے ہی احرام شروع ہو گیا۔ چنانچہ اب کچھ پابندیاں عائد ہو جائیں گی (۱) احرام کی حالت میں رفث یعنی جماع یا بوس و کنار بلکہ جماع کی گفتگو بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔ (۲) فسوق یعنی کوئی گناہ کا کام کرنا، یہ احرام میں خاص طور

پر منع ہے۔ اگرچہ بلا احرام بھی ناجائز ہے۔ (۳) ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا منع ہے۔ (۴) خشکی کا شکار فرمایا کیونکہ دریائی شکار جائز ہے۔ اب اشارہ اور دلالت میں فرق یہ ہے کہ اشارہ تقاضا کرتا ہے کہ شکار موجود ہو اور دلالت کا تقاضا یہ ہے کہ شکار سامنے موجود نہ ہو۔ مثلاً محرم غیر محرم سے یوں کہے کہ فلاں جگہ شکار ہے۔ بہر حال دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

یجوز الاغتسال والاستظلال بالخیمة والمحمل وغیرهما وشد الهمیان فی الوسط۔

ترجمہ : جائز ہے غسل کرنا اور خیمہ اور کجاوہ وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا اور ہمیان کا کمر میں باندھنا۔

تشریح : مباحات احرام کو بیان کرتے ہیں کہ احرام کی حالت میں ٹھنڈک حاصل کرنے اور غبار دور کرنے کے لئے خالص پانی سے ٹھنڈا ہو یا گرم غسل کرنا جائز ہے۔ لیکن میل کچیل دور نہ کرے ورنہ مکروہ ہوگا۔ (ع) اسی طرح محرم کے لئے کسی چیز سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے۔ مثلاً گھر، خیمہ، کجاوہ، چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیانی (کمر بند) کو وسط کمر میں باندھنا جائز ہے۔

واکثر التلبیة متی صلیت او علوت شرفا او هبطت وادیا او لقیت رکبا وبالاسحار رافعا صوتك بلا جهد مضر۔

ترجمہ : اور کثرت سے تلبیہ پڑھ جب بھی تو نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا پست زمین میں اترے یا کسی قافلہ سے ملے اور صبح کے اوقات میں دارانحالیکہ اپنی آواز بلند کرنے والا ہو بغیر نقصان دہ مشقت کے۔

تشریح : یعنی حالتِ احرام میں دورانِ سفر کثرت سے تلبیہ بلند آواز کے ساتھ پڑھا کریں۔ (لیکن اتنی بلند آواز سے نہ کہے کہ خود اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ پس اگر کوئی شخص تلبیہ میں آواز بلند نہیں کرے گا تو وہ برائی کا مرتکب ہوگا۔ خصوصاً ہر نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا سنت یا نفل۔ اسی طرح بلندی پر چڑھتے وقت اور نشیب میں اترتے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، اور صبح کے تمام اوقات میں، غرض کثرت سے تلبیہ پڑھنے کا اہتمام کرے۔

واذا وصلت الی مکة یستحب ان تغتسل وتدخلها من باب المعلی لتکون مستقبلا فی دخولك باب البیت الشریف تعظیما ویستحب ان تکون ملبیا فی دخولك حتی تأتی باب السلام فتدخل المسجد الحرام متواضعا خاشعا ملبیا ملاحظا جلالة المکان مکبرا مهللا مصلیا علی النبی ﷺ متلطفا بالمزاحم داعیا بما احببت بانه مستجاب عند رویة البیت المکرم۔

ترجمہ : اور جب تو مکہ مکرمہ پہنچے تو مستحب ہے کہ غسل کرے اور اس میں باب معلی سے داخل ہو تاکہ داخل ہونے میں بیت اللہ شریف کے دروازہ کا استقبال کرنے والا ہو تعظیم کے لحاظ سے اور یہ بھی مستحب ہے کہ داخل ہوتے وقت تلبیہ پڑھتا رہے یہاں تک کہ باب السلام پر آئے پس باب السلام سے مسجدِ حرام میں داخل ہو عاجزی کرتے ہوئے خشوع کرتے ہوئے تلبیہ پڑھتے ہوئے لحاظ رکھتے ہوئے مکان کی عظمت کا تکبیر

تہلیل اور نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے، نرمی کرتے ہوئے مزاحم کے ساتھ اور جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگتے ہوئے کیونکہ بیت مکرم کی زیارت کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے۔

تشریح : مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ آج کل جدہ ہی میں غسل کر کے چلنے سے یہ سنت ادا ہو سکتی ہے کیونکہ موٹروں کی وجہ سے بہت تھوڑے وقت میں یہ سفر طے ہو جاتا ہے۔(ع) اور مکہ مکرمہ کا قبرستان یعنی باب المعلی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ کیونکہ اس طرف سے داخل ہونے میں بیت اللہ شریف کی پشت نہیں ہوگی۔ اگر سہولت سے ممکن ہو ورنہ جس طرف سے چاہے داخل ہو جائے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اسباب وغیرہ کا بندوبست کر کے سب سے پہلے مسجدِ حرام کی طرف آئے۔ مسجد حرام کے بہت سے دروازے ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ باب السلام سے داخل ہو، کسی اور دروازے سے بھی داخل ہونا جائز ہے۔ پس دروازے پر عاجزی اور خشوع خضوع کے ساتھ لبیک کہتا ہوا اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہتا ہوا درود شریف پڑھتا ہوا اور اس مقام کی عظمت و جلال کا خیال کرتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہو اور جو شخص مزاحم ہو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور مسجد میں داخل ہونے کے آداب کو بجالائے اور بیت اللہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو تین مرتبہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے بعد درود شریف پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے۔ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

ثم استقبل الحجر الاسود مکبر امهللا رافعا یدیك کما فی الصلوٰۃ وضعهما علی الحجر و قبله بلا صوت فمن عجز عن ذالك الا بایذاء ترکه ومس الحجر بشیءٍ و قبله او اشار الیه من بعید مکبرا مهللا حامدا مصلیا علی النبی ﷺ ۔

ترجمہ : پھر حجرِ اسود کا استقبال کر تکبیر تہلیل کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے جیسا کہ نماز میں اور دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھ اور اس کو بغیر آواز کے بوسہ دے پس جو شخص ایذا کی وجہ سے اس سے عاجز ہو وہ بوسہ کو چھوڑ دے۔ اور حجرِ اسود کو کسی چیز سے چھو دے اور اس کو بوسہ دے دے یا دور ہی سے اس کی طرف اشارہ کرے تکبیر کہتا ہوا، لا الہ الا اللہ کہتا ہوا ہو، حمد پڑھتا ہوا اور نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہوا۔

تشریح : دعا سے فارغ ہونے کے بعد طواف کرنے کے لئے حجر اسود کی طرف آئے۔ یہ طواف مفرد کے لئے حج کا طواف قدوم ہو گا۔ جو سنت ہے اور تمتع کرنے والے کے لئے عمرہ کا ہو گا۔ بہر حال پہلے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اس گوشہ کے پاس جس میں حجرِ اسود ہے اس طرح کھڑے ہوں کہ پورا حجرِ اسود اس کی دائیں جانب ہو جائے پھر طواف کی نیت کرے، دل سے نیت کرنا فرض ہے اور زبان سے بھی کہہ لینا افضل ہے۔ زبان سے یوں کہے اللھم انی ارید طواف بیتك الحرام فیسرہ لی و تقبله منی طواف کی نیت کرنے کے بعد ذرا دائیں جانب کو چلیں اتنا کہ حجر اسود بالکل سامنے ہو جائے اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح ہاتھ اُٹھائیں جیسے نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت اُٹھاتے ہیں اور یہ پڑھے۔ بسم اللہِ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و للہ الحمد والصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ پھر ہاتھ چھوڑ کر دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر اس طرح رکھیں جیسے سجدہ میں رکھے جاتے ہیں اور دونوں ہتھیلیوں کے بیچ سر رکھ کر

حجرِ اسود کو ادب کے ساتھ بوسہ دے، ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دے۔ اگر ہاتھ بھی نہ رکھ سکے تو لکڑی یا کسی دوسری چیز سے چھو کر اس چیز کو بوسہ دے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ حجرِ اسود کی طرف اس طرح اُٹھائیں کہ گویا حجرِ اسود پر رکھے ہوئے ہوں اور ہاتھ کی پشت اپنے چہرہ کی طرف رکھے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دے۔

ثم طف آخذا عن يمينك مما يلي الباب مضطبعا وهو ان تجعل الرداء تحت الابط الايمن و تلقى طرفيه على الايسر سبعة اشواط داعيا فيها بما شئت وطف وراء الحطيم و ان اردت ان تسعى بين الصفا والمروة عقب الطواف فارمل فى الثلاثة الاشواط الاول وهو المشى بسرعة مع هز الكتفين كالمبارز يتبختر بين الصفين فان زحمه الناس وقف فاذا وجد فرجة رمل لا بدله منه فيقف حتى يقيمه على الوجه المسنون بخلاف استلام الحجر الاسود لان له بدلا وهو استقباله ويستلم الحجر كلما مر به و يختم الطواف به و بركعتين فى مقام ابراهيم عليه السلام او حيث تيسر من المسجد ثم عاد فاستلم الحجر وهٰذا طواف القدوم وهو سنة للأفاقى۔

ترجمہ: پھر طواف کر درانحالیکہ شروع کرنے والا ہو اپنی داہنی طرف سے یعنی اس حصہ سے جو دروازہ سے متصل ہے۔ اضطباع کرتے ہوئے اور اضطباع یہ ہے کہ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کرلے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں مونڈھے پر ڈال دے (اس طرح) سات چکر دعا کرتے ہوئے اس میں جو چاہے اور طواف کر حطیم کے پیچھے سے اور اگر طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ارادہ کرے تو رمل کر پہلے تین چکروں میں رمل تیزی کے ساتھ دونوں مونڈھوں کو ہلا کر چلنا ہے۔ جیسے مقابلے کے لئے نکلنے والا کہ وہ صفوں کے بیچ میں اکڑ کر چلتا ہے۔ بس اگر اس کے سامنے لوگوں کی بھیڑ ہو جائے تو ٹھہر جائے پھر جب کشادگی پائے رمل کرے۔ رمل کرنا اس کے لئے ضروری ہے پس اتنی دیر ٹھہر جائے کہ مسنون طریقہ پر رمل کر سکے۔ بخلاف حجرِ اسود کو چومنے کے اس لئے کہ اس کا بدل ہے اور وہ اس کا استقبال ہے اور حجرِ اسود کو بوسہ دے جب بھی اس کے پاس سے گذرے اور بوسہ کے ساتھ طواف کو ختم کرے اور دو رکعتوں کے ساتھ (طواف ختم کرے) مقامِ ابراہیم علیہ السلام میں یا جہاں بھی مسجدِ حرام میں آسان ہو پھر لوٹے پس حجرِ اسود کو بوسہ دے، یہ طوافِ قدوم ہے اور آفاقی کے لئے سنت ہے۔

تشریح: طواف دائیں جانب سے شروع کرے یعنی حجرِ اسود سے دائیں جانب جہاں سے دروازہ متصل ہے اس جانب سے طواف شروع کرے اور اگر طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہو تو طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع بھی کرلے یعنی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے، داہنا کندھا کھلا رہنے دے اور طواف کے اول سے آخر تک اضطباع کئے رکھنا سنت ہے۔ مگر جب دوگانہ طواف پڑھے اس وقت دونوں کندھے ڈھانک لئے۔ دورانِ طواف دعا مانگے کیونکہ حالت طواف میں دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس کے لئے کوئی خاص دعا معین نہیں ہے۔ بلکہ جس میں جی لگے اور جس کی ضرورت سمجھے وہ دعا کرے۔ عوام کتابیں ہاتھ میں لے کر طواف کی حالت میں ان الفاظ کو مشکل سے ادا کرتے ہیں۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ جو کچھ اپنی سمجھ میں آئے اور جس چیز کی ضرورت ہو اپنی زبان میں اس کی دعا کرے۔ البتہ دو دعائیں منقول ہیں۔ ایک رکنِ یمانی سے حجرِ اسود کے درمیان، وہ یہ ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا

حسنة و فی الآخرۃ حسنة وقنا عذاب النار ۔ دوسری دعا جس کا حجرِ اسود اور حطیم کے درمیان پڑھنا منقول ہے وہ یہ ہے۔ اللھم قنعنی بما رزقتنی و بارك لی فیه و اخلف علی كل غائبة لی بخیر لا اله الا الله وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شئی قدیر ۔

وطف وراء طواف حطیم کے باہر سے کیا جائے۔ حطیم اس جگہ کا نام ہے جس میں میزاب رحمت واقع ہوا ہے۔ حطیم کو حطیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ حطیم کے معنی توڑنے کے ہیں۔ مشرکین مکہ بیت اللہ کی تعمیر نو کے وقت خرچ کی کمی کی وجہ سے اس حصہ کو توڑ کر بیت اللہ کی تعمیرِ نو میں شامل نہیں کر سکے تھے، لہذا یہ بیت اللہ ہی کا ایک حصہ ہے اس لئے طواف اس کے باہر سے کیا جائیگا۔ چنانچہ اگر کوئی حطیم کے اندر سے طواف کرے گا تو جائز نہ ہو گا۔

وان اردت یعنی جس طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرنی ہو تو اس میں مردوں کو دو کام زائد کرنے ہیں ۔ ایک تو اضطباع اور دوسرا رمل کا ہے۔ دونوں سنت ہیں۔ رمل کا طریقہ یہ ہے کہ تیزی کے ساتھ دونوں شانوں کہ ہلا کر چلے جیسا کہ بہادر میدانِ جنگ میں جاتا ہے اور رمل صرف پہلے تین چکروں میں کرے باقی چار چکروں میں سکون و وقار کے ساتھ چلے۔

فان زحمه اگر بھیڑ کی وجہ سے رمل کرنا مشکل ہو تو کھڑے کھڑے انتظار کرے اور بغیر رمل کے طواف نہ کرے جب کچھ کشادگی دیکھے تو رمل کرے تا کہ سنت کے مطابق طواف ادا ہو۔ بخلاف حجرِ اسود کے استلام کے کہ اگر حجر اسود کا استلام متعذر ہو تو کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے بلکہ حجرِ اسود کا استقبال کر کے آگے بڑھ جائے کیونکہ حجرِ اسود کا استقبال، حجرِ اسود کے استلام کا بدل ہے اور رمل کا کوئی بدل نہیں ہے۔

و یستلم یعنی طواف کرنے والا جب بھی حجرِ اسود کے قریب سے گذرے تو بصورت قدرت حجر اسود کا استلام کرے یعنی اس کو بوسہ دے اور اگر استلام کی قدرت نہ ہو تو حجرِ اسود کا استقبال کرے اور طواف کا اختتام بھی حجرِ اسود کے استلام پر کرے۔

و بر کعتین مقامِ ابرہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بنائے کعبہ کے وقت کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے۔ آپ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے اس پر آپ کے قدم کا نشان بھی بن گیا ہے۔ چنانچہ طواف سے فراغت کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس یا مسجدِ حرام میں جہاں بھی میسّر ہو دو رکعت نماز پڑھے۔

ثم عاد صلوٰۃ طواف کے بعد اگر سعی کا ارادہ ہو تو واپس حجرِ اسود کے پاس جا کر اس کو بوسہ دے۔ اس طواف کا نام طوافِ قدوم ہے۔ جو آفاقی کے لئے سنت ہے۔

ثم تخرج الی الصفا فتصعد و تقوم علیها حتی تری البیت فتستقبله مکبرا مهللا ملبیا مصلیا داعیا و ترفع یدیك مبسوطتین ثم تهبط نحو المروۃ علی هینة فاذا وصل بطن الوادی سعی بین المیلین الاخضرین

سعیا حثیثا فاذا تجاوز بطن الوادی مشی علی ھینۃ حتی یاتی المروۃ فیصعد علیھا و یفعل کما فعل علی الصفا یستقبل البیت مکبرا مھللا ملبیا مصلیا داعیا باسطا یدیہ نحو السماء وھٰذا شوط ۔

ترجمہ : پھر صفا کی طرف نکلے پس اس پر چڑھے اور کھڑا ہو یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھے پس اس کا استقبال کرے اس حال میں کہ تکبیر تہلیل کہنے والا ہو، تلبیہ و درودؔ پڑھنے والا ہو، دعا کرنے والا ہو اور اُٹھائے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس حال میں کہ وہ پھیلے ہوئے ہوں پھر اترے مروہ کی طرف نرمی کے ساتھ، پس جب بطن وادی میں پہنچے تو دوڑے میلین اخضرین کے درمیان تیزی کے ساتھ، پھر جب بطن وادی سے گذر جائے تو سکون سے چلے یہاں تک کہ مروہ پر آئے۔ پس مروہ پر چڑھے اور کرے جیسا کہ صفا پر کیا تھا یعنی بیت اللہ کا استقبال کرے تکبیر تہلیل کہتے ہوئے تلبیہ درود پڑھتے ہوئے دعا کرتے ہوئے اس حال میں کہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے ہوئے ہو اور یہ ایک چکر ہے۔

تشریح : صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ جو مسجدِ حرام کے قریب ہی ہیں۔ سعی کے لفظی معنی دوڑنے کے ہیں اور شرعاً صفا مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ایک خاص عمل کی یادگار ہے اور عمرہ اور حج دونوں میں یہ سعی کرنا واجب ہے۔ چنانچہ طواف قدوم سے فارغ ہو کر سعی کے لئے صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آسکے۔ پھر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہے۔ تلبیہ پڑھے اور درود شریف پڑھے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگیں۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ پھر ذکر کرتا ہوا صفا سے مروہ کی طرف اپنی چال چلے اور جب وہ جگہ قریب آنے لگے جہاں دیوار میں سبز رنگ کے ستون لگائے ہوئے ہیں اور چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو صرف مرد دوڑنا شروع کریں اور دوسرے سبز ستونوں کے بعد بھی چھ ہاتھ تک دوڑتے رہیں اور دونوں میلوں سے نکل جائے تو پھر اپنی چال چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے۔ اس پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو اور جس طرح صفا پر ہاتھ اُٹھا کر تکبیر و تہلیل اور دعا کی تھی ویسا ہی عمل یہاں بھی کرے۔ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ ایک چکر ہو گیا۔

ثم یعود قاصدا الصفا فاذا وصل الی المیلین الاخضرین سعی ثم مشی علیٰ ھینۃ حتی یاتی الصفا فیصعد علیھا ویفعل کما فعل اولا وھٰذا شوط ثان فیطوف سبعۃ اشواط یبدأ بالصفا و یختم بالمروۃ ویسعی فی بطن الوادی فی کل شوط منھا ۔

ترجمہ : پھر لوٹے صفا کا قصد کرتے ہوئے پس میلین اخضرین پر پہنچے تو دوڑے، پھر سکون سے چلے یہاں تک کہ صفا پر آئے۔ پھر اس پر چڑھے اور کرے جیسا کہ پہلی مرتبہ کیا تھا اور یہ دوسرا چکر ہے۔ پس طواف کرے سات چکر، صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور دوڑے بطن وادی میں ان ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں۔

تشریح : بطن وادی پہاڑوں کے نیچے ہموار زمین جس میں پہاڑوں کا پانی آکر گرتا ہے وادی کہلاتا ہے۔ بطن درمیانی حصہ، لہٰذا بطن وادی کے معنی ہوئے وادی کا درمیانی حصہ۔ (ایضاح الاصباح)

ثم یقیم بمکة محرما و یطوف بالبیت کلما بدا له وهو افضل من الصلوٰة نفلا للآفاقی۔

ترجمہ : پھر احرام کی حالت میں مکہ میں ٹھہرا رہے اور بیت اللہ کا طواف کرے جب اس کو موقع ہو اور وہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

تشریح : طواف قدوم اور سعی سے فراغت کے بعد بحالتِ احرام مکہ مکرمہ میں قیام کرے کیونکہ حج ادا کرنے کے ارادہ سے احرام باندھا ہے اس لئے بغیر افعال حج ادا کئے احرام سے نہ نکلے یعنی ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے۔ البتہ اس دوران مسجد حرام کی حاضری اور نفلی طواف بکثرت کرنے کو سعادتِ کُبریٰ سمجھے۔ بازاروں مجلسوں میں بلا ضرورت وقت ضائع نہ کرے۔

فاذا صلی الفجر بمکة ثامن ذی الحجة تأهب للخروج الی منی فیخرج منها بعد طلوع الشمس و یستحب ان یصلی الظهر بمنی ولا یترك التلبیة فی احواله کلها الا فی الطواف و یمکث بمنی الی ان یصلی الفجر بها بغلس و ینزل بقرب مسجد الخیف۔

ترجمہ : پس جب آٹھویں ذی الحجہ کی فجر کی نماز مکہ میں پڑھ لے تو منیٰ کی طرف نکلنے کی تیاری کرے۔ پس مکہ سے طلوع شمس کے بعد نکلے اور مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور تلبیہ کسی حال میں نہ چھوڑے مگر طواف میں اور منیٰ میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھے اور مسجدِ خیف کے قریب اُترے۔

تشریح : آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد منیٰ جانے کی تیاری کرے۔ چنانچہ جب آفتاب طلوع ہو جائے تو منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے۔ (منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے) منیٰ میں آٹھویں تاریخ کی ظہر سے نویں تاریخ کی صبح تک پانچ نمازیں پڑھنا اور اس رات کو منیٰ میں رہنا سنت ہے اور منیٰ کو جاتے ہوئے اور وہاں کے قیام میں تلبیہ پڑھتا رہے۔ منیٰ میں مسجدِ خیف کے قریب ٹھہرنا مستحب ہے۔ یہ بہت بڑی مسجد ہے۔ منیٰ کے جنوبی حصہ میں پہاڑ کے متصل واقع ہے۔

ثم بعد طلوع الشمس یذهب الی عرفات فیقیم بها فاذا زالت الشمس یاتی مسجد نمرة فیصلی مع الامام الاعظم او نائبه الظهر و العصر بعد ما یخطب خطبتین یجلس بینهما و یصلی الفرضین باذان و اقامتین ولا یجمع بینهما الا بشرطین الاحرام و الامام الاعظم ولا یفصل بین الصلوٰتین بنافلة وان لم یدرك الامام الاعظم صلی کل واحدة فی وقتها المعتاد

ترجمہ : پھر طلوع آفتاب کے بعد عرفات جائے اور وہاں قیام کرے۔ پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو مسجد نمرہ میں آئے۔ پس امام اعظم یا اس کے نائب کے ساتھ ظہر و عصر پڑھے۔ بعد اس کے کہ امام دو خطبے دے۔ ان دونوں کے درمیان بیٹھے اور دو فرض ایک اذان اور دو اقامت سے

پڑھائے اور ان دونوں کے درمیان جمع نہ کرے مگر دو شرطوں کے ساتھ۔(۱) احرام، اور (۲) امام اعظم اور دونوں نمازوں کے درمیان نفل سے فصل نہ کرے اور اگر امام اعظم کو نہ پائے تو ہر ایک کو اس کے مقررہ وقت میں پڑھ لے۔

تشریح : نویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد جب سورج طلوع ہو جائے اور دھوپ کچھ پھیل جائے تو منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو جائے۔ عرفات مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر حد حرم سے باہر ایک عظیم الشان میدان ہے۔ اس کی حدود چاروں طرف متعین ہیں اور اب سعودی حکومت نے ان حدود پر نشانات لگوا دیئے ہیں تاکہ وقوف عرفات جو حج کا رکن اعظم ہے حدود عرفات سے باہر نہ ہو۔ عرفات پہنچ کر قیام کرے۔ پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو مسجدِ نمرہ میں آئے۔ یہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کی قائم کی ہوئی ایک بڑی مسجد ہے۔ یہ مسجد عرفات کے بالکل کنارے پر ہے۔ اس کی مغربی دیوار کے نیچے کا حصہ عرفات سے خارج ہے۔ اس حصۂ زمین کو جو عرفات میں داخل نہیں ہے بطن عرنہ کہا جاتا ہے۔ یہاں کا وقوف معتبر نہیں ہے۔ مسجد میں امام المسلمین یا اس کا نائب لوگوں کو ظہر و عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت میں ادا کرائے۔ ترتیب یہ ہو گی کہ جب امام ممبر پر بیٹھ جائے اس وقت مؤذن اذان دے۔ اس کے بعد امام مثل جمعہ کے دو خطبے دے جن میں لوگوں کو افعالِ حج کی تعلیم دے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کرے۔ خطبے سے فارغ ہو کر جب ممبر سے اتر آئے تو مؤذن تکبیر کہے اور امام ظہر کی نماز پڑھائے۔ اس کے بعد پھر مؤذن دوسری تکبیر کہے اور امام عصر کی نماز پڑھائے اور ظہر کی فرض کے بعد امام اور مقتدی دونوں ظہر کی سنت موکدہ یا نفل نہ پڑھیں اور عصر کے بعد بھی ظہر کی سنت یا نفل نہ پڑھیں۔ لیکن جمع بین الصلوٰتین کے لئے شرط یہ ہے کہ حج کا احرام باندھے ہوئے ہو اور امام المسلمین یا اس کے نائب کی اقتداء میں پڑھ رہا ہو۔ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مقیم امام جماعت کے ساتھ قصر کر کے دو رکعت پڑھاتا ہے۔ اس لئے اپنی جگہ پر خیموں میں ظہر کو ظہر کے وقت میں، پھر عصر کو عصر کے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ (رفیق حج)

فاذا صلی مع الامام یتوجه الی الموقف و عرفات کلها موقف الابطن عرنة و یغتسل بعد الزوال فی عرفات للوقوف و یقف بقرب جبل الرحمة مستقبلا مکبرا مهللا ملبیاد اعیا مادایدیه کالمستطعم و یجتهد فی الدعاء لنفسه و والدیه و اخوانه و یجتهد علی ان یخرج من عینیه قطرات من الدمع فانه دلیل القبول و یلح فی الدعاء مع قوة رجاء الاجابة ولا یقصر فی هٰذا الیوم اذلا یمکنه تدرا کهٖ سیما اذا کان من الاٰفاق والوقوف علی الراحلة افضل والقائم علی الارض افضل من القاعد۔

ترجمہ : اور جب امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو موقف کی طرف متوجہ ہو اور تمام عرفات موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے مگر بطن عرنہ اور عرفات میں وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل کرے اور جبل رحمت کے قریب ٹھہرے اس حال میں کہ خانہ کعبہ کا استقبال کئے ہوئے ہو تکبیر تہلیل کہتے ہوئے تلبیہ پڑھتے ہوئے، دعا مانگتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کھانا مانگنے والے کی طرح اور کوشش کرے دعا میں اپنے لئے اور اپنے والدین اور بھائیوں کے لئے اور اس بات کی بھی کوشش کرے کہ اس کی آنکھوں سے چند قطرے آنسوؤں کے نکلیں کیونکہ یہ قبول

ہونے کی دلیل ہے اور دعا کے اندر اصرار کرے قبولیت کی پوری امید کے ساتھ اور اس دن میں کوتاہی نہ کرے اس لئے کہ اس کا تدارک نا ممکن ہے۔ خصوصاً جبکہ آفاقی ہو اور سواری پر وقوف کرنا افضل ہے اور زمین پر کھڑا ہونے والا افضل ہے بیٹھنے والے سے۔

تشریح : عرفات میں جمع بین الصلوٰتین سے فراغت کے بعد امام اور لوگ سب موقف (ٹھہرنے کی جگہ) چلے جائیں۔ زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک پورے میدان میں جہاں چاہیں وقوف کر سکتے ہیں۔ مگر افضل یہ ہے کہ جبلِ رحمت جو عرفات کا مشہور پہاڑ ہے اس کے قریب جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا وہاں وقوف کرے۔ (جبلِ رحمت کے قریب ذرا اونچائی پر جس جگہ بڑے بڑے سیاہ پتھر کا فرش ہے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے وقوف کی جگہ ہے۔ اگر سہولت سے ممکن ہو تو یہاں کھڑا ہونا افضل ہے۔ (معلم الحجاج) لیکن اگر جبل رحمت کے پاس جانے میں دشواری ہو یا واپسی کے وقت اپنا خیمہ تلاش کرنا مشکل ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہوتا ہے تو خیمہ ہی میں وقوف کر لیں اور افضل و اعلیٰ تو یہ ہے کہ قبلہ رُخ کھڑے ہو کر مغرب تک وقوفِ عرفہ کرے اگر پورے وقت میں کھڑے نہ رہ سکے تو جس قدر ہو سکے کھڑا رہے پھر بیٹھ جائے پھر جب قوت ہو کھڑا ہو جائے اور پورے وقت میں خشوع و خضوع کے ساتھ بار بار تلبیہ پڑھتا رہے، گریہ وزاری کے ساتھ ذکر اللہ اور تلاوت اور درود شریف اور استغفار میں مشغول رہے اور دینی و دنیاوی مقاصد کے لئے اپنے واسطے اور اپنے والدین و متعلقین و احباب اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعائیں مانگے۔ یہ دعا قبول ہونے کا خاص وقت ہے۔ یہ وقت خصوصاً آفاقی کو بار بار نصیب نہیں ہوتا۔ اس میں بلا ضرورت آپس کی جائز گفتگو سے بھی پرہیز کرے۔ پورے وقت کو دعا و ذکر اللہ میں صرف کرے اور سواری پر سوار ہو کر وقوف کرنا افضل ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت یہی ہے۔ (ہدایہ)

فاذا غربت الشمس افاض الامام والناس معه على هينتهم و اذا وجد فرجة يسرع من غير ان يوذى احدا و يتحرز عما يفعله الجهلة من الاشتداد فى السير والازدحام و الا يذاء فانه حرام حتى ياتى مزدلفة فينزل بقرب جبل قزح و يرتفع عن بطن الوادى توسعة للمارين و يصلى بها المغرب والعشاء باذان واحد و اقامة واحدة ولو تطوع بينهما او تشاغل اعاد الاقامة ولم تجز المغرب فى طريق المزدلفة و عليه اعادتها ما لم يطلع الفجر۔

ترجمہ : پھر جب آفتاب غروب ہو جائے تو واپس ہو امام اور اس کے ساتھ سب لوگ اپنی چال پر (سکون و اطمینان کے ساتھ) اور جب کشادگی پائے تو تیز چلے بغیر اس کے کہ کسی کو تکلیف دے اور ان باتوں سے بچے جن کو جاہل لوگ کیا کرتے ہیں یعنی چلنے میں تیزی کرنا (دوڑنا) اور دھکم دھکا کرنا اور تکلیف دینا کیونکہ یہ حرام ہے یہاں تک کہ مزدلفہ آئے پس جبل قزح کے قریب اترے اور بطن وادی سے کچھ اوپر ٹھہرے گذرنے والوں کے لئے کشادگی کے خیال سے اور نماز پڑھے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک اقامت سے اور اگر نفل پڑھ لے ان دونوں کے درمیان یا (کسی مشغلہ میں) مشغول ہو جائے تو لوٹائے اقامت کو اور مغرب مزدلفہ کے راستہ میں جائز نہیں ہے (اور اگر پڑھ لی) تو اس پر اس کا لوٹانا واجب ہے جب تک کہ فجر طلوع نہ ہو۔

تشریح : نویں ذی الحجہ کو جب سورج غروب ہو جائے تو بغیر مغرب کی نماز پڑھے امام اور لوگ نہایت وقار سے مزدلفہ آجائیں، اگر راستہ کشادہ ہو اور ہجوم نہ ہو تو ذرا تیز چلے ورنہ احتیاط سے چلے۔ کسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ جب مزدلفہ پہنچے تو جبل قزح کے قریب ٹھہرے، یہ مستحب ہے۔ لیکن راستہ میں نہ ٹھہرے بلکہ راستہ کے داہنی یا بائیں جانب ٹھہرے۔ کیونکہ راستہ میں اترنے کی صورت میں لوگوں کو تکلیف ہوگی، اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھے۔ یعنی اول اذان کہہ کر مغرب کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد بغیر تکبیر کے عشاء کی نماز پڑھے۔

ولو تطوع یعنی مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے درمیان سنت اور نفل نہ پڑھے اور اگر درمیان میں نفل پڑھی یا کوئی دوسرا کام کیا تو اقامت کا اعادہ کرنا ہوگا اور مغرب وعشاء کی سنتیں اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔ (اور ان دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھنا واجب ہے۔ بخلاف ظہر وعصر کے عرفہ میں کہ ان کا جمع کرنا مسنون ہے اور مزدلفہ میں جمع کے لئے بادشاہ یا اس کا نائب ہونا شرط نہیں اور جماعت بھی شرط نہیں اور نماز سے پہلے خطبہ بھی مسنون نہیں۔) (معلم الحجاج)

ولم تجز یعنی حاجی کے لئے مغرب کی نماز اس روز عرفات میں یا راستہ میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر مغرب عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی ہے تو مزدلفہ میں پہنچ کر طلوع فجر سے پہلے اس کا اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر اعادہ نہیں کیا یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی تو وہی نماز ہو جائے گی قضا واجب نہ ہوگی۔ (معلم الحجاج)

ویسن المبیت بالمزدلفة فاذا طلع الفجر صلی الامام بالناس الفجر بغلس ثم یقف والناس معه والمزدلفة کلها موقف الابطن محسر و یقف مجتهدا فی دعائه و یدعو الله ان یتم مراده و سؤاله فی هٰذا الموقف کما اتمه لسیدنا محمد ﷺ ۔

ترجمہ: اور مزدلفہ میں رات گذارنا مسنون ہے۔ پس جب فجر طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھائے پھر وقوف کرے امام اور اس کے ساتھ سب لوگ اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے مگر بطن محسر، اور وقوف کرے کوشش کرتے ہوئے اپنی دعا میں اور اللہ سے دعا کرے کہ اس کی مراد کو اور اس کے سوال کو اس جگہ میں اسی طرح پورا کر دے جیسا کہ ہمارے آقا محمد ﷺ کے لئے پوری کی تھی۔

تشریح : مزدلفہ میں رات گذارنا مسنون ہے اور اس رات میں جاگنا اور تلاوت ونوافل ودعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ پھر جب صبح صادق ہو جائے تو امام لوگوں کو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا دے۔ اگر امام کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو خود جماعت کر لے اور تنہا بھی جائز ہے مگر جماعت افضل ہے۔ پھر امام اور اس کے ساتھ لوگ بھی وقوف کریں۔ اور مزدلفہ کے پورے میدان میں جہاں چاہے وقوف کر سکتا ہے سوائے وادی محسر کے، جو منیٰ کی جانب مزدلفہ سے باہر وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا۔ اس کو آج کل وادی النار بھی کہتے ہیں۔ سعودی حکومت نے اس کے شروع میں تختی لگادی ہے تاکہ غلطی سے کوئی وادی محسر میں نہ

ٹھہرے۔ (رفیق حج) اور اس وقوف میں بھی دعا کا اہتمام کرے کیونکہ یہ دعائوں کے قبول ہونے کا مقام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس جگہ دعا کی اور ابن عباس کی روایت کے مطابق تمام دعائیں قبول کی گئیں حتی کہ ناحق قتل کرنے والے اور ظلم کرنے والے کو معاف کر دینے کے حق میں بھی۔ (ہدایہ)

فاذا اسفر جدا افاض الامام و الناس قبل طلوع الشمس فیاتی الی منیٰ و ینزل بها ثم یاتی جمرة العقبة فیر میها من بطن الوادی بسبع حصیات مثل حصی الخزف و یستحب اخذ الجمار من المزدلفة او من الطریق و یکره من الذی عند الجمرة و یکره الرمی من اعلی العقبة لا یذائه الناس و یلتقطها التقاطا ولا یکسر حجرا جمارا وَ یغسلها لیتیقن طهارتها فانها یقام بها قربة ولو رمی بنجسة اجزاه و کره و یقطع التلبیة مع اول حصاة یر میها۔

ترجمہ: پھر جب خوب روشنی ہو جائے کوچ کرے امام اور لوگ سورج طلوع ہونے سے پہلے پس منیٰ میں آئے اور وہاں اُترے پھر جمرئہ عقبہ پر آئے پس رمی کرے اس کی بطن وادی سے سات کنکریوں کے ساتھ ٹھیکرے کی کنکری کی طرح اور مستحب ہے کنکریوں کا مزدلفہ سے یا راستہ سے لینا اور جمرہ کے پاس سے اُٹھانا مکروہ ہے اور جمرئہ عقبہ کے اوپر کی جانب سے رمی کرنا مکروہ ہے لوگوں کو تکلیف پہنچنے کی وجہ سے اور کنکریوں کو کہیں سے اٹھالے اور کنکریوں کے لئے کوئی پتھر نہ توڑے اور ان کو دھولے تاکہ ان کی پاکی کا یقین ہو جائے اس لئے کہ ان سے ایک عبادت قائم کی جاتی ہے اور اگر رمی کی ناپاک کنکری سے تو اس کو کافی ہو گا مگر مکروہ ہے اور ختم کر دے تلبیہ پہلی کنکری کے پھینکنے کے ساتھ۔

تشریح: طلوع آفتاب سے پہلے جب روشنی خوب پھیل جائے تو امام اور لوگ منیٰ کے لئے روانہ ہو جائیں اور منیٰ میں پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرئہ عقبہ کی رمی ہے۔ منیٰ میں تین جگہیں ہیں جہاں پتھر کے تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ جن کو جمرات کہا جاتا ہے اور ان پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پہلا جمرہ منیٰ کی بڑی مسجد یعنی مسجدِ خیف کے نزدیک ہے۔ جس کو جمرئہ اولیٰ کہتے ہیں۔ دوسرا جمرہ اس کے آگے ہے جس کو جمرئہ وسطیٰ کہتے ہیں۔ تیسرا جمرہ بالکل منیٰ کے آخر میں ہے جس کو جمرئہ عقبہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ دسویں تاریخ کو صرف جمرئہ عقبہ پر سات کنکریوں سے رمی کرنی ہے۔ رمی کے معنی کنکریاں مارنے کے ہیں۔ یہ رمی حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مقبول عمل کی یادگار ہے جب کہ حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کے واسطے لے جانے کے وقت تین جگہ شیطان بہکانے کے لئے آیا تو اس کو کنکریاں مار کر بھگایا تھا۔

ویستحب پہلے دن جمرئہ عقبہ کی رمی کے لئے سات کنکریاں مزدلفہ سے لانا مستحب ہے۔ کسی دوسری جگہ یا راستہ سے لے لے تو بھی جائز ہے۔ مگر جمرہ کے پاس سے نہ اُٹھائے کیونکہ جمرات کے پاس جو کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں ان کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مردود ہیں۔ جن کا حج قبول ہوتا ہے ان کی کنکریاں اُٹھالی جاتی ہیں اور جن کا حج قبول نہیں ہوتا ان کی کنکریاں پڑی

رہ جاتی ہیں۔ باقی دنوں کی رمی کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے لانا مستحب نہیں ہے۔ وہاں سے یا کسی اور جگہ سے اُٹھائے سب برابر ہے۔ مگر جمرات کے پاس سے نہ اُٹھائے۔ (رفیق حج)

ولا یکسر بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا مکروہ ہے۔

ویغسلھا کنکریوں کو دھو کر مارنا مستحب ہے اگرچہ پاک جگہ سے اُٹھائی ہوں اور جو کنکریاں یقیناً ناپاک ہوں ان کو مارنا مکروہ ہے۔

و یقطع جمرہ عقبہ کی رمی شروع کرتے ہی تلبیہ پڑھنا بند کر دے اب بعد میں بھی تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا۔

و کیفیة الرمی ان یاخذ الحصاة بطرف ابھامه و سبابته فی الاصح لانه ایسر و اکثر اھانة للشیطان والمسنون الرمی بالید الیمنی و یضع الحصاة علی ظھر ابھامه و یستعین بالمسبحة و یکون بین الرامی و موضع السقوط خمسة اذرع ولو وقعت علی رجل و محمل و ثبتت اعادھا و ان سقطت علی سننھا ذالك اجزاہ و کبر بکل حصاة۔

ترجمہ : اور مارنے کی کیفیت یہ ہے کہ کنکری کو اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑے اصح قول میں، اس لئے کہ یہ آسان ہے اور شیطان کے لئے زیادہ توہین کا باعث ہے اور مسنون داہنے ہاتھ سے پھینکنا ہے اور کنکری کو اپنے انگوٹھے کی پشت پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے مدد لے اور پھینکنے والے اور گرنے کی جگہ کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو اور اگر کنکری کسی آدمی پر یا کسی کجاوہ پر گر کر ٹھہر گئی تو اس کا اعادہ کرے اور اگر گر گئی اپنی اسی رفتار پر تو کافی ہے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

تشریح : رمی کا طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ لے اور بسم اللہ اکبر کہہ کر داہنے ہاتھ سے ایک ایک کنکری جمرہ پر پھینکے اور یاد رہے تو یہ دعا بھی پڑھے۔ رغما للشیطان و رضیً للرحمن اللھم اجعله حجا مبرورا و سعیا مشکوراً و ذنبا مغفورا ۔یہی طریقہ اصح ہے اس لئے کہ اس میں آسانی ہے اور شیطان کی زیادہ توہین ہے۔ گویا یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کام کے لئے پورا ہاتھ استعمال کیا جائے۔

و یضع دوسری صورت بیان کرتے ہیں کہ کنکری کو اپنے داہنے انگوٹھے کی پشت پر رکھ کر شہادت کی انگلی کے تعاون سے پھینک دے اور جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو، زیادہ فاصلہ ہو تو حرج نہیں۔ اس سے کم فاصلہ مکروہ ہے۔

ولو وقعت ہر جمرہ کے ارد گرد دیوار کا ایک احاطہ گول دائرہ کی شکل میں بنا دیا گیا ہے اگر اس دائرہ میں کنکریاں پڑیں تو رمی ادا ہو جائے گی جو کنکری احاطہ میں نہ گرے تو اس کی جگہ دوسری کنکری مارنی ہو گی۔

ثم یذبح المفرد بالحج ان احبه ثم یحلق او یقصر و الحلق افضل و یکفی فیه ربع الرأس و التقصیر ان یاخذ من رؤوس شعرہ مقدار الانملة و حل له کل شئ الا النساء۔

ترجمہ : پھر ذبح کرے مفرد بالحج اگر چاہے۔ پھر حلق کرائے یا قصر کرائے اور حلق افضل ہے اور چوتھائی سر کا منڈوانا بھی کافی ہو جاتا ہے اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں کے سروں سے انگلیوں کے پوروں کی مقدار لے اور اب اس کے لئے عورتوں کے سوا ہر چیز (جو احرام کے باعث حرام ہوئی تھیں) حلال ہو گئی۔

تشریح : جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد مفرد بالحج حج کے شکریہ کی قربانی کرے۔ یہ قربانی مفرد کے لئے مستحب ہے اور قارن اور متمتع کے لئے واجب ہے۔ یہاں چونکہ کلام مفرد بالحج کے سلسلہ میں ہے اس لئے اِنْ اَحَبَّہٗ فرمایا۔ منیٰ میں سعودی حکومت نے حاجیوں کی سہولت کے لئے ایک بہت بڑی جگہ جانوروں کی قربانی کے لئے مقرر کی ہوئی ہے۔ جانور اور قصائی اور گوشت لے جانے والے وہیں مل جاتے ہیں۔ پھر ذبح سے فارغ ہونے کے بعد سر کے بال منڈائے یا کتروائے۔ لیکن حلق افضل ہے اور چوتھائی سر کے بال منڈوانا یا کتروانا واجب ہے۔ اس سے کم منڈانے یا کتروانے سے حلال نہیں ہو گا۔ اور کتروانے کا معنی یہ ہے کہ سر کے بال انگلی کے پورے کے برابر کٹائے اور حلق یا قصر کرانے کے بعد احرام کی وجہ سے جو چیزیں منع تھیں وہ حلال ہو جاتی ہیں۔ مثلاً خوشبو لگانا، سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ البتہ بیوی سے صحبت اور بوس و کنار اس وقت تک حرام رہے گا جب تک طوافِ زیارت سے فارغ نہ ہو جائے۔

ثم یاتی مکۃ من یومہ ذالك او من الغد او بعدہ فیطوف بالبیت طواف الزیارۃ سبعۃ اشواط و حلت لہ النساء و افضل ھٰذہ الایام اولھا وان اخرہ عنھا لزمہ شاۃ لتاخیر الواجب۔

ترجمہ : پھر اسی دن یا اگلے دن مکہ آئے یا اس کے بعد اور بیت اللہ کا طواف زیارت کرے سات چکر، اب حلال ہو گئیں اس کے لئے عورتیں، اور ان دنوں میں افضل پہلا دن ہے اور اگر مؤخر کیا طواف زیارت ان دنوں سے (دس، گیارہ، بارہ تاریخ سے) تو اس پر ایک بکری لازم ہو گی واجب کے مؤخر کر دینے کی وجہ سے۔

تشریح : یعنی ذبح اور حلق کے بعد اسی دن یعنی دسویں کو یا گیارہویں یا بارہویں کو مکہ مکرمہ آ جائے اور طواف زیارت (جو حج کا رُکن ہے) کرے۔ طواف زیارت کا افضل دن دسویں ذی الحجہ ہے۔ لیکن بارہویں تاریخ کو غروب ہونے سے پہلے پہلے کر لے تو بھی جائز ہے اور اگر بارہویں گذر گئی اور طواف زیارت نہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے دم دینا لازم ہو گا اور طواف پھر بھی فرض رہے گا اور طواف زیارت کے بعد عورت سے صحبت وغیرہ حلال ہو جاتی ہے۔

ثم یعود الی منیٰ فیقیم بھا فاذا زالت الشمس من الیوم الثانی من ایام النحر رمی الجمار الثلاث یبدأ بالجمرۃ التی تلی مسجد الخیف فیر میھا بسبع حصیات ما شیا یکبر بکل حصاۃ ثم یقف عندھا داعیا بما احب حامد اللہ تعالی مصلیا علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم و یرفع یدیہ فی الدعاء و یستغفر لوالدیہ و اخوانہ المؤمنین ثم یرمی الثانیۃ التی تلیھا مثل ذالك و یقف عندھا داعیا ثم یرمی الجمرۃ العقبۃ راکبا ولا یقف عندھا فاذا کان الیوم الثالث من ایام النحر رمی الجمار الثلاث بعد الزوال کذالك۔

ترجمہ : پھر منیٰ کی طرف لوٹ آئے اور وہاں ٹھہرے پس جب ایام نحر کے دوسرے دن کا آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجدِ خیف کے متصل ہے۔ پس اس کی رمی کرے سات کنکریوں سے اس حال میں کہ پیدل ہو۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ پھر اس کے پاس ٹھہر جائے اس حال میں کہ دعا کرے جو چاہے، اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور دعا میں اپنے ہاتھوں کو اُٹھائے اور مغفرت طلب کرے اپنے والدین اور مؤمنوں کے لئے، پھر اسی طرح دوسرے جمرہ کی رمی کرے جو اس سے متصل ہے اور اس کے پاس بھی دعا کے لئے ٹھہرے، پھر جمرۂ عقبہ کی رمی کرے سوار ہونے کی حالت میں اور اس کے پاس نہ ٹھہرے پھر جب ایام نحر کا تیسرا دن ہو تو تینوں جمروں کی زوال کے بعد اسی طرح رمی کرے۔

تشریح : دسویں تاریخ کو طوافِ زیارت کر کے منیٰ واپس آجائے اور رات کو منیٰ میں رہنا سنت ہے۔ پھر گیارہویں کو زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات کی رمی کے لئے روانہ ہو جائے۔ آج کی رمی کا مستحب وقت زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک ہے، غروب کے بعد مکروہ ہے۔ سب سے پہلے جمرۂ اولیٰ پر آکر سات کنکریوں سے اسی طرح رمی کرے جس طرح دس تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کی تھی، رمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر اللہ کی حمد و ثنا کرے اور درود شریف پڑھے اور اپنے والدین نیز سب مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آئے اور جمرۂ اولیٰ کی طرح یہاں پر رمی کرے۔ رمی کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر دعا و استغفار کرے، پھر جمرۂ عقبہ پر آئے اور یہاں بھی حسبِ سابق سات کنکریوں سے رمی کرے اور اس کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے بلکہ رمی سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ پر واپس آجائے اور رات کو منیٰ میں رہے۔ پھر بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد بالکل اسی طرح سے تینوں جمرات کی رمی کرے۔ جس طرح گیارہویں کو کی تھی۔

و اذا اراد ان یتعجل نفر الی مکة قبل غروب الشمس و ان اقام الی الغروب کرہ و لیس علیه شیء و ان طلع الفجر و هو بمنی فی الرابع لزمه الرمی و جاز قبل الزوال و الافضل بعدہ و کرہ قبل طلوع الشمس۔

ترجمہ : اور جب ارادہ کرے جلدی نکلنے کا تو کوچ کرے مکہ کی طرف غروب شمس سے پہلے اور اگر غروب تک ٹھہرا رہا تو مکروہ ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور اگر صبح صادق ہو جائے اور وہ منیٰ میں ہو چوتھے دن تو اس پر رمی لازم ہو گی اور زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے اور زوال کے بعد افضل ہے اور طلوع شمس سے پہلے مکروہ ہے۔

تشریح : اگر بارہویں کی رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہو تو غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے، اگر بارہویں تاریخ کا آفتاب منیٰ میں غروب ہو گیا تو اب منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے۔ ایسی صورت میں چاہیے کہ آج کی رات بھی منیٰ میں قیام کرے اور تیرھویں کو رمی کر کے مکہ مکرمہ جائے اور بغیر رمی کئے مکہ مکرمہ چلا گیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر منیٰ میں تیرہویں کی صبح ہو گئی تو اب اس دن کی رمی اس پر واجب ہو گئی۔ بغیر رمی کئے جانا جائز نہیں۔ اگر بغیر رمی کئے چلا گیا تو دم واجب ہو گا البتہ تیرھویں کی رمی میں یہ سہولت ہے کہ وہ زوال آفتاب سے پہلے بھی جائز ہے۔

و كل رمى بعده رمى ترميه ما شيا لتدعو بعده و الا راكبا لتذهب عقبه بلا دعاء و كره المبيت بغير منىٰ لیالی الرمی۔

ترجمہ : اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو اس کی پیدل رمی کرے تاکہ اس کے بعد دعا کر سکے ورنہ سوار ہو کر کرے تاکہ اس کے بعد بغیر دعا کے چلا جائے اور مکروہ ہے رات گذارنا منیٰ کے علاوہ رمی کی راتوں میں۔

تشریح : مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ اگر رمی کے بعد رمی ہو تو اس صورت میں پیدل رمی کرنا افضل ہے ورنہ سوار ہو کر افضل ہے۔ اس ضابطہ کے مطابق یوالنحر میں جمرئہ عقبہ کی رمی سوار ہو کر افضل ہے۔ کیونکہ یوالنحر میں جمرئہ عقبہ کی رمی کے بعد کوئی رمی نہیں ہے اور دوسرے ایام میں جمرئہ اولیٰ اور وسطیٰ کے بعد چونکہ رمی ہے اس لئے ان کی رمی تو پیدل کرے اور تیسرے جمرہ کے بعد چونکہ رمی نہیں ہے اس لئے اس کی رمی سوار ہو کر کرے اور رمی کے بعد رمی ہو تو پیدل اس لئے افضل ہے کہ اس کے بعد دعا کرنی ہے۔ اس لئے پیدل رمی کرے تاکہ تضرع سے اقرب ہو۔ (ہدایہ)

و کرہ المبیت رمی کی راتوں میں منیٰ کے علاوہ کسی دوسری جگہ رات گذارنا مکروہ ہے خواہ مکہ مکرمہ میں رہے یا راستہ میں۔

ثم اذا رحل الى مكة نزل بالمحصب ساعة ثم يدخل مكة و يطوف بالبيت سبعة اشواط بلا رمل و سعى ان قدمهما و هٰذا طواف الوداع ويسمى ايضا طواف الصدر و هٰذا واجب الا على اهل مكة و من اقام بها و يصلى بعده ركعتين۔

ترجمہ : پھر جب مکہ کی طرف کوچ کرے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اُترے۔ پھر مکہ میں داخل ہو اور طواف کرے بیت اللہ کا سات چکر بغیر رمل اور سعی کے اگر ان کو پہلے کر چکا ہے اور یہ طواف وداع ہے اور نام رکھا جاتا ہے نیز طواف صدر اور یہ واجب ہے مگر مکہ والوں پر اور ان لوگوں پر جو مکہ میں مقیم ہیں اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔

تشریح : منیٰ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس ہو تو راستہ میں مقام محصب میں تھوڑی دیر ٹھہرنا سنت ہے۔ مقامِ محصب فنائے مکہ میں ہے۔ جس میں سنگریزے بہت ہیں۔ مگر آج کل موٹروں کی سواری عموماً اختیار میں نہیں ہوتی اس لئے راستہ میں ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس مجبوری سے اگر یہاں ٹھہرنے کا موقع نہ ملے تو کوئی حرج نہیں۔ اب حج کے کاموں میں صرف طوافِ وداع (رُخصتی کا طواف) رہ گیا جو میقات سے باہر رہنے والوں پر واپسی کے وقت واجب ہے۔ چنانچہ جب مکہ مکرمہ سے روانگی کا ارادہ ہو تو مسجدِ حرام جا کر طواف کرے اس میں نہ رمل کرے اور نہ اس کے بعد صفا مروہ کی سعی کرے اور اس کا نام طوافِ صدر بھی ہے۔ صدر کے معنی ہے لوٹنا، چونکہ یہ شخص اس طواف کے ساتھ بیت اللہ سے روانہ ہو رہا ہے اس لئے اس کو طواف صدر کہتے ہیں اور طواف وداع کے بعد دوگانہ طواف پڑھے۔

ثم یأتی زمزم فیشرب من مائها و یستخرج الماء منها بنفسه ان قدر و یستقبل البیت و یتضلع منه و یتنفس فیه مرارا وَ یرفع بصرہ کل مرۃ ینظر الی البیت و یصب علی جسدہ ان تیسر و الا یمسح به وجهه و راسه و ینوی بشربه ما شاء و کان عبد الله بن عباس رضی الله عنهما اذا شرب یقول اللهم انی اسألك علما نافعا و رزقا واسعا و شفاء من کل داء و قال صلی الله علیه و سلم ماء زمزم لما شرب له۔

ترجمہ : پھر زمزم کے کنویں کے پاس آئے اور اس کا پانی پئے اور اس سے خود نکالے اگر قادر ہو اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے اور خوب سیر ہو کر پئے اور پیتے ہوئے چند مرتبہ سانس لے اور ہر مرتبہ اپنی نگاہ اُٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھے اور اپنے بدن پر ڈالے اگر میسر ہو ورنہ اپنے چہرہ اور سر پر مل لے اور نیت کرے اس کے پینے کے وقت جو چاہے۔ اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب (آبِ زمزم) پیا کرتے تو کہتے۔ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں اور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے۔

و یستحب بعد شربه ان یأتی باب الکعبه و یقبل العتبة ثم یأتی الی الملتزم وهو ما بین الحجر الاسود و الباب فیضع صدرہ و وجهه علیه و یتشبث باستار الکعبة ساعة یتضرع الی الله تعالی بالدعاء لما احب من امور الدارین و یقول اللهم ان هٰذا بیتك الذی جعلته مبارکا و هدی للعالمین اللهم کما هدیتنی له فتقبل منی ولا تجعل هٰذا اٰخر العهد من بیتك و ارزقنی العود الیه حتی ترضیٰ عنی برحمتك یا ارحم الرّٰحمین۔

ترجمہ : اور زمزم پینے کے بعد مستحب ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور چوکھٹ کو بوسہ دے۔ پھر ملتزم کی طرف آئے۔ ملتزم وہ حصہ ہے جو حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے۔ پس اس پر اپنے سینے اور چہرہ کو رکھے اور پکڑے کعبہ کے پردہ کو تھوڑی دیر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے دعا کرتے ہوئے جو چاہے دنیا اور آخرت کے کاموں کی اور کہے۔ ترجمہ : اے اللہ یہ تیرا مکان ہے جس کو تونے جہاں والوں کے لئے مبارک اور ہدایت بنایا۔ اے اللہ! جس طرح تونے اس گھر کی ہدایت کی (یعنی یہاں تک پہنچادیا) اب تو اس کو قبول بھی فرما اور تیرے گھر کی یہ آخری ملاقات نہ بنا اور مجھ کو دوبارہ آنے کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ تو اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھ سے راضی ہو جائے اے ارحم الرّاحمین۔

والملتزم من الاماکن التی یستجاب فیها الدعاء بمکة المشرفة و هی خمسة عشر موضعا نقلها الکمال بن الهمام عن رسالة الحسن البصری رحمه الله بقوله فی الطواف و عند الملتزم و تحت المیزاب و فی البیت و عند زمزم و خلف المقام و علی الصفا و علی المروۃ و فی السعی و فی عرفات و فی منیٰ و عند الجمرات والجمرات ترمی فی اربعة ایام یوم النحر و ثلاثة بعدہ کما تقدم و ذکرنا استجابته ایضا عند رویة البیت المکرم۔

ترجمہ : اور ملتزم مکہ مکرمہ کی ان جگہوں میں سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور وہ پندرہ جگہیں ہیں جن کو کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے ان کے قول سے۔ (۱) طواف میں، (۲) ملتزم کے پاس، (۳) میزاب کے نیچے، (۴) بیت اللہ میں، (۵) زمزم کے پاس، (۶) مقامِ ابراہیم کے پیچھے، (۷) صفا پر، (۸) مروہ پر، (۹) اور سعی میں، (۱۰) اور عرفات میں، (۱۱) اور منیٰ میں، (۱۲)، (۱۳)، (۱۴) اور تینوں جمرات کے پاس اور جمرات کی رمی چار دن میں کی جاتی ہے۔ یوم النحر میں اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا اور ہم نے بیت مکرم کے دیکھنے کے وقت بھی دعا کی قبولیت کو ذکر کیا ہے۔

و یستحب دخول البیت الشریف المبارك ان لم یؤذ احدا و ینبغی ان یقصد مصلی النبی صلی اللہ علیه و سلم وهو قبل وجهه و قد جعل الباب قبل ظهره حتی یکون بینه و بین الجدار الذی قبل وجهه قرب ثلاثة اذرع ثم یصلی فاذا صلیٰ الی الجدار یضع خده علیه و یستغفر اللہ و یحمده ثم یاتی الارکان فیحمد و یهلل و یسبح و یکبر و یسأل اللہ تعالیٰ ما شاء ویلزم الادب ما استطاع بظاهره و باطنه۔

ترجمہ : اور بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے اگر کسی کو تکلیف نہ دے اور مناسب ہے کہ قصد کرے نبی ﷺ کے مصلے کا (نماز پڑھنے کی جگہ) اور وہ جگہ اس کے چہرہ کے سامنے ہوگی جب کہ دروازے کو اپنی پشت کی طرف کر دے یہاں تک کہ اس کے اور اس دیوار کے درمیان جو اس کے چہرہ کی طرف ہے تین گز کا فاصلہ رہ جائے (یعنی دروازے کے سامنے کی دیوار سے تقریباً تین گز پیچھے وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی اور آپ کی پشت مبارک دروازے کی طرف اور چہرۂ مبارک سامنے دیوار کی طرف تھا) پھر نماز پڑھے پس جب دیوار کی طرف (رُخ کر کے) نماز پڑھ لے تو اپنے رخسار کو اس دیوار پر رکھ دے اور اللہ تعالی سے استغفار کرے اور اس کی حمد کرے۔ پھر ارکان (یعنی بیت اللہ کے ہر ستون) کے پاس آئے۔ پس اللہ کی تعریف کرے اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھے اور اللہ تعالی سے جو چاہے مانگے اور جہاں تک ہو سکے اپنے ظاہر و باطن سے ادب کو لازم پکڑے۔

و لیست البلاطة الخضراء التی بین العمودین مصلی النبی ﷺ و ما تقوله العامة منانه العروة الوثقیٰ وهو موضع عال فی جدار البیت بدعة باطلة لا اصل لها والمسمار الذی یسمونه سرة الدنیا یکشف احدهم عورته و سرته و یضعها علیه فعل من لا عقل له فضلا عن علم کما قاله الکمال۔

ترجمہ : اور وہ سبز فرش جو دو ستونوں کے درمیان ہے نبی کریم ﷺ کا مصلیٰ نہیں ہے اور وہ جس کو عام لوگ کہتے ہیں کہ عروۂ وُثقیٰ ہے اور وہ ایک بلند جگہ ہے بیت اللہ کی دیوار میں بدعت باطلہ ہے۔ (یعنی گھڑی ہوئی بات ہے جو بالکل باطل ہے) جس کی کوئی اصل نہیں ہے اور وہ کیل جس کا نام دنیا کی ناف رکھتے ہیں ان میں سے ایک اپنے ستر اور ناف کو کھولتا ہے اور اس پر رکھتا ہے یہ ان لوگوں کا فعل ہے جن کے اندر کوئی عقل نہیں۔ علم تو کہاں سے ہوتا۔ ایسا ہی علامہ کمال نے کہا ہے۔

تشریح : خانہ کعبہ کے دو ستونوں کے درمیان جو سبز پتھروں کا فرش ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔

وما تقولہ یعنی بیت اللہ کے اندر سامنے کی دیوار میں ایک حلقہ (کڑا) ہے اس کو عروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں۔ یہ عوام کی خود ساختہ باتیں اور بدعت ہیں۔ ان کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔(ع)

والمسمار وسط کعبہ میں ایک میخ ہے اس کو عوام دنیا کی ناف کہتے ہیں اور اس پر اپنی شرمگاہ اور ناف کھول کر رکھتے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کو ذرہ برابر بھی عقل نہیں ہے۔

و اذا ارادا العود الی اهله ینبغی ان ینصرف بعد طوافه للوداع وهو یمشی الی ورائه و وجهه الی البیت باکیا او متباکیا متحسرا علی فراق البیت حتی یخرج من المسجد و یخرج من مکة من باب بنی شیبة من الثنیة السفلیٰ۔

ترجمہ: اور جب اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے تو مناسب ہے کہ طواف وداع کے بعد اس طرح لوٹے کہ وہ پیچھے کی طرف چل رہا ہو اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو، روتے ہوئے یا رونے کی صورت بناتے ہوئے حسرت کرتے ہوئے بیت اللہ کے فراق پر یہاں تک کہ مسجد سے نکلے (یعنی مسجد سے باہر نکلنے تک اسی طرح چلتا رہے) اور مکہ سے باب بنی شیبہ سے ثنیہ سفلیٰ سے ہوتا ہوا نکلے (لیکن آج کل موٹر والے حکومت کے نظام سے آتے جاتے ہیں)۔

وهو یمشی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ الٹے پاؤں چلنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے۔ لیکن مشائخ امت نے اس کو بیت اللہ کی تعظیم کی وجہ سے مستحسن قرار دیا ہے۔(ع)۔

والمرأة فی جمیع افعال الحج کالرجل غیر انها لا تکشف راسها و تسدل علی وجهها شیأ تحته عیدان کالقبة تمنع مسه بالغطاء ولا ترفع صوتها بالتلبیة ولا ترمل ولا تهرول فی السعی بین المیلین الاخضرین بل تمشی علی هینتها فی جمیع السعی بین الصفا و المروة ولا تحلق و تقصر و تلبس المخیط ولا تزاحم الرجال فی استلام الحجر و هٰذا تمام حج المفرد و هو دون المتمتع فی الفضل والقران افضل من التمتع۔

ترجمہ: اور عورت حج کے تمام افعال میں مرد کی طرح ہے سوائے یہ کہ نہ کھولے وہ اپنے سر کو اور لٹکائے اپنے چہرہ پر ایسی چیز جس کے نیچے لکڑیاں ہوں قبہ کی طرح جو روک دے چہرہ کو نقاب سے چھونے سے (آج کل خاص قسم کی کیپ (Cap) (سر پر پہنی جاتی ہے اور پھر اس کے اوپر نقاب کا کپڑا ڈال لیا جاتا ہے۔) اور بلند نہ کرے اپنی آواز کو تلبیہ میں اور نہ رمل کرے اور نہ دوڑے سعی میں میلین اخضرین کے درمیان بلکہ چلے اپنی چال پر تمام سعی میں صفا مروہ کے درمیان اور نہ حلق کرائے اور نہ قصر کرائے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے اور نہ گھسے مردوں میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں۔ یہ پورا مفرد کا حج ہے اور یہ فضیلت میں متمتع سے کم ہے اور قران تمتع سے افضل ہے۔

فصل فی القِران

القران هو ان یجمع بین احرام الحج و العمرۃ فیقول بعد صلوٰۃ رکعتی الاحرام اللھم انی ارید العمرۃ و الحج فیسر ھما لی و تقبلھما منی ثم یلبی۔

ترجمہ: قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے احرام کے درمیان جمع کرے پس احرام کی دو رکعت پڑھنے کے بعد کہے۔ ترجمہ اے اللہ! میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں ان دونوں کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما۔ پھر تلبیہ پڑھے۔

تشریح: قِران کے معنی لغت میں دو چیزوں کو ملانے کے ہیں اور اصطلاح میں حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر ایک ساتھ حج اور عمرہ کرنے کو قران کہتے ہیں۔ قِران کا طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں میقات پر پہنچ کر یا اس سے پہلے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز سر ڈھانک کر پڑھے۔ سلام کے بعد سر کھولے اور قبلہ رُخ بیٹھ کر دل میں حج اور عمرہ دونوں کے احرام کی نیت کرے اور زبان سے یوں کہے۔ اللھم انی ارید الخ پھر تلبیہ پڑھے۔

فاذا دخل مکۃ بدأ بطواف العمرۃ سبعۃ اشواط یرمل فی الثلاثۃ الاول فقط ثم یصلی رکعتی الطواف ثم یخرج الی الصفا و یقوم علیہ داعیا مکبرا مھللا ملبیا مصلیا علی النبی ﷺ ثم یھبط نحو المروۃ و یسعیٰ بین المیلین فیتم سبعۃ اشواط و ھٰذہ افعال العمرۃ و العمرۃ سنۃ۔

ترجمہ: پس جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو پہلے عمرہ کے طواف کے سات شوط کرے صرف پہلے تین میں رمل کرے پھر طواف کی دو رکعت پڑھے پھر صفا کی طرف نکلے اور اس پر کھڑا ہو اس حال میں کہ دعا کر رہا ہو تکبیر کہہ رہا ہو لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہو، تلبیہ کہہ رہا ہو۔ نبی کریم ﷺ پر درودٗ پڑھ رہا ہو، پھر مروہ کی طرف اُترے اور میلین اخضرین کے درمیان سعی کرے پس سات شوط پورے کرے اور یہ عمرہ کے افعال ہیں اور عمرہ سنت ہے۔

تشریح: قارن جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے عمرہ کے افعال شروع کر دے۔ چنانچہ پہلے طواف کرے اور طواف کے پہلے تین چکر میں رمل بھی کرے۔ طواف سے فارغ ہو کر طواف کی دو رکعت پڑھ کر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ سعی کے بعد عمرہ کے افعال پورے ہو گئے۔ لیکن ابھی حجامت نہ بنوائے کیونکہ حج کا احرام بھی ساتھ باندھا ہے۔

ثم یطوف طواف القدوم للحج ثم یتم افعال الحج کما تقدم فاذا رمیٰ یوم النحر جمرۃ العقبۃ وجب علیہ ذبح شاۃ او سبع بدنۃ فاذا لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام قبل مجیء یوم النحر من اشھر الحج و سبعۃ ایام بعد الفراغ من الحج ولو بمکۃ بعد مضی ایام التشریق ولو فرقھا جاز۔

ترجمہ : پھر حج کا طواف قدوم کرے۔ پھر حج کے افعال پورے کرے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ پھر جب یوم النحر میں جمرۂ عقبہ کی رمی کرے تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا یا بدنہ (گائے۔ اونٹ) کا ساتواں حصہ (قربانی کرنا) واجب ہے پس جب نہ پائے (یعنی بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ قربانی نہ کر سکے) تو تین دن روزے (رکھنے ہوں گے) اشہر حج (شوال، ذوالقعد اور دس روز ذی الحجہ کے) اندر یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) سے پہلے اور سات دن حج سے فارغ ہونے کے بعد اگر چہ مکہ میں ہو ایام تشریق گذر جانے کے بعد اور اگر ان (سات روزوں) کو متفرق طور پر رکھے تو بھی جائز ہے۔

فصل فی التمتع

التمتع هو ان يحرم بالعمرة فقط من الميقات فيقول بعد صلوٰة ركعتي الاحرام اللهم انی اُرید العمرة فیسرها لی و تقبلها منی ثم يلبي حتى يدخل مكة فيطوف لها و يقطع التلبية بأول طوافه و يرمل فيه ثم يصلي ركعتي الطواف ثم يسعى بين الصفا و المروة بعد الوقوف على الصفا كما تقدم سبعة اشواط ثم يحلق راسه اويقصر اذا لم يسق الهدى و حل له كل شئ من الجماع و غيره ويستمر حلالا و ان ساق الهدى لا يتحلل من عمرته۔

ترجمہ : تمتع یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے پس احرام کی دو رکعت کے بعد کہے، ترجمہ: اے اللہ ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما۔ پھر مکہ میں داخل ہونے تک تلبیہ کہتا رہے۔ پھر عمرہ کا طواف کرے اور تلبیہ کو پہلے طواف ہی پر بند کر دے اور اس طواف میں رمل کرے۔ پھر طواف کی دو رکعت پڑھے۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، صفا پر ٹھہرنے کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، سات چکر۔ پھر حلق کرائے یا قصر کرائے جب کہ ہدی کو نہیں ہانکا تھا (یعنی ہدی نہیں لے گیا تھا) اور اس کے لئے جماع وغیرہ تمام چیزیں حلال ہو گئیں اور برابر حلال رہے گا اور اگر ہدی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا تو عمرہ سے حلال نہیں ہو گا۔ (محرم ہی رہے گا۔)

تشریح : تمتع کے لغوی معنی نفع اُٹھانا اور شرعاً تمتع کے معنی حج اور عمرہ کے درمیان احرام کھول کر اپنے وطن کی طرف لوٹے بغیر ایک سفر میں دونوں عبادتوں کو ادا کر کے نفع اُٹھانے کے ہیں۔ (ہدایہ)

اس کو تمتع اس واسطے کہتے ہیں کہ تمتع کرنے والا عمرہ اور حج کے احرام کے درمیان ان چیزوں سے جو احرام کی وجہ سے منع ہیں فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بخلاف قارن کے کہ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر بھی محرم رہتا ہے اور ان چیزوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

اذا لم یسق یعنی اگر تمتع کرنے والے کے ساتھ ہدی کا جانور بھیڑ بکری نہ ہو تو عمرہ سے فارغ ہو کر سر منڈا کر حلال ہو جائے گا اور حلال ہو کر مکہ مکرمہ میں قیام کرے اور اگر تمتع کرنے والا ہدی کا جانور ساتھ لے کر چلا ہے تو وہ عمرہ سے فراغت کے بعد حلال نہیں

ہو گا اس لئے وہ عمرہ کرنے کے بعد سر نہ منڈائے۔ اسی طرح احرام میں رہے۔ آٹھویں کو حج کا احرام باندھے یعنی حج کی نیت کرے اور عمرہ کے افعال کے بعد کوئی جنایت نہ کرے ورنہ دم واجب ہو گا۔ (معلم الحجاج)

فاذا جاء یوم الترویة یحرم بالحج من الحرم و یخرج الی منیٰ فاذا رمیٰ جمرة العقبة یوم النحر لزمه ذبح شاة او سبع بدنة فان لم یجد صام ثلاثة ایام قبل مجیئ یوم النحر و سبعة اذا رجع کالقارن فان لم یصم الثلاثة حتی جاء یوم النحر تعین علیه ذبح شاة ولا یجزئه صوم ولا صدقة۔

ترجمہ : پھر جب یوم الترویہ (ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) آئے تو حرم ہی سے حج کا احرام باندھے اور منیٰ کی طرف نکلے پس جب یوم النحر کو جمرئہ عقبہ کی رمی کر چکے تو ایک بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ ذبح کرے۔ پس اگر نہ پائے (یعنی قربانی کی گنجائش) تو تین دن کے روزے رکھے یوم النحر آنے سے پہلے اور سات دن کے جب کہ واپس ہو قارن کی طرح، پس اگر تین دن کے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ یوم النحر آگیا تو اس پر بکری کا ذبح کرنا متعین ہو گیا اور نہ کافی ہو گا اس کو روزہ اور نہ صدقہ۔

فصل فی العمرة

العمرة سنة و تصح فی جمیع السنة و تکره یوم عرفة و یوم النحر و ایام التشریق و کیفیتها ان یحرم لها من بمکة من الحل بخلاف احرامه للحج فانه من الحرم و اما الأفاقی الذی لم یدخل مکة فیحرم اذا قصدها من المیقات ثم یطوف و یسعی لها ثم یحلق و قد حل منها کما بیناه بحمد الله۔

ترجمہ : عمرہ سنت ہے اور پورے سال میں صحیح ہے اور یوم عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں مکروہ ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ احرام باندھے عمرہ کا وہ شخص جو مکہ میں ہو حل سے بخلاف حج کے احرام کے کیونکہ وہ حرم سے (باندھا جاتا ہے) اور بہر حال وہ آفاقی جو مکہ میں داخل نہیں ہوا جب وہ مکہ مکرمہ کا ارادہ کرے تو میقات سے احرام باندھے پھر طواف کرے اور عمرہ کی سعی کرے پھر حلق کرائے اور اب عمرہ سے حلال ہو گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا (طواف و سعی کو) بحمد اللہ

تشریح : عمرہ کے لغوی معنی زیارت کے ہیں اور اصطلاح میں میقات یا حل سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور سعی کرنے کے ہیں۔

و کیفیتها مکہ مکرمہ سے عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ کے احرام کی میقات حل ہے۔ اس لئے حل میں جا کر جس جگہ سے چاہے احرام باندھے۔ لیکن افضل تنعیم ہے اور آفاقی شخص اگر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئے تو اپنی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں آکر طواف کرے اور اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور حلق کروا کر حلال ہو جائے۔ پس عمرہ ہو گیا۔

(تنبیه) و افضل الایام یوم عرفة اذا وافق یوم الجمعة وهو افضل من سبعین حجة فی غیر جمعة رواہ صاحب معراج الدرایة بقوله و قد صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم انه قال افضل الایام یوم عرفة اذا وافق جمعة وهو افضل من سبعین حجة ذکرہ فی تجرید الصحاح بعلامة المؤطا و کذا قاله الزیلعی شارح الکنز والمجاورة بمکة مکروهة عن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالی لعدم القیام بحقوق البیت والحرم و نفی الکراهة صاحباہ رحمهما اللہ تعالی۔

ترجمہ : دنوں میں افضل عرفہ کا دن ہے۔ جبکہ جمعہ کے دن سے موافقت کر جائے (یعنی جبکہ عرفہ جمعہ کے دن ہو) اور یہ ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ میں نہ ہوں یہ صاحب معراج الدرایہ کا قول ہے اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دنوں میں افضل عرفہ کا دن ہے جب کہ موافقت کر جائے جمعہ سے اور وہ ستر حجوں سے افضل ہے اس کو تجرید صحاح میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا ہے اور ایسے ہی زیلعی شارح کنز نے کہا ہے اور مکہ مکرمہ میں رہ پڑنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے بیت اللہ اور حرم کے حقوق کے قائم نہ ہونے کی وجہ سے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما نے کراہت کی نفی کی ہے۔

تشریح : یعنی اگر عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس حج کی فضیلت بڑھ جاتی ہے چنانچہ یہ حج باقی دنوں کے ستر حجوں سے افضل ہے۔

والمجاورۃ مکہ مکرمہ میں مستقل قیام اختیار کرنے کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ کہا ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اس بزرگ مقام کا احترام کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کراہت کا حکم اپنے زمانہ کے اعتبار سے دیا ہے۔ اگر وہ ہمارے اس زمانہ کے مجاورین کو دیکھتے تو بلا شک وشبہ وہاں کے مستقل قیام کو حرام قرار دیتے۔ لیکن پھر بھی جو شخص وہاں رہ کر پوری طرح ادب و احترام کر سکتا ہو اس کے لئے مکہ و مکرمہ میں مستقل قیام کرنا بلا نزاع افضل ہے۔

(باب الجنایات)

جنایات کا بیان

جنایات، جنایت کی جمع ہے۔ جنایت لغت میں تقصیر اور خطا کو کہتے ہیں اور حج کے بیان میں ہر اس فعل کا ارتکاب جنایت ہے جس کا کرنا احرام یا حرم کی وجہ سے ممنوع ہو۔ ان جنایتوں پر شریعت میں کچھ جزائیں مقرر ہیں جو جنایت کرنے والے پر لازم ہوتی ہیں خواہ وہ جنایت جان بوجھ کر کرے یا غلطی سے، مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، مالدار ہو یا فقیر، سب کا حکم برابر ہے۔ (ع)

ھی علی قسمین جنایۃ علی الاحرام و جنایۃ علی الحرم و الثانیۃ لا تختص بالمحرم و جنایۃ المحرم علی اقسام منھا ما یوجب دما و منھا ما یوجب صدقۃ و ھی نصف صاع من بر و منھا ما یوجب دون ذالک و منھا ما یوجب القیمۃ و ھی جزاء الصید و یتعدد الجزاء بتعدد القاتلین المحرمین۔

ترجمہ : جنایت دو قسم پر ہے۔(۱) جنایت علی الاحرام (یعنی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو)(۲) جنایت علی الحرم (یعنی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو حرم میں ممنوع ہو) دوسری (قسم کی جنایت) محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔(بلکہ جو شخص بھی حرم کی حرمت کے خلاف کرے گا وہ مجرم ہو گا۔) اور محرم کی جنایت چند قسموں پر ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو دم کو واجب کرتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو صدقہ کو واجب کرتی ہیں اور وہ (صدقہ کی مقدار) نصف صاع ہے گیہوں سے اور بعض وہ ہیں جو قیمت کو واجب کرتی ہیں اور وہ (یعنی وہ جنایت جس کے ارتکاب سے قیمت واجب ہوتی ہے) شکار کی جزا ہے اور جزا متعدد ہوتی ہے احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے۔

جنایۃ المحرم یعنی ممنوعات احرام کی خلاف ورزی پر جو جزائیں واجب ہوتی ہیں۔ ان کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) پہلی یہ کہ دم کا وجوب متعین ہو جاتا ہے اور دم سے مراد ایک بکرا، ایک بکری یا ایک بھیڑ یا ایک دنبہ یا گائے کا ساتواں حصہ قربان کرنا ہوتا ہے اور اس میں وہ تمام شرائط ضروری ہیں جو قربانی کے جانور کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ (۲) دوسری یہ کہ صدقہ کا وجوب متعین ہو جاتا ہے اور صدقہ سے صدقۃ الفطر کی مقدار مراد ہے۔ چنانچہ اگر گیہوں دے تو نصف صاع (یعنی پونے دو کیلو) کسی مسکین کو دے۔(۳) تیسری یہ کہ صدقہ سے بھی کم مقدار واجب ہوتی ہے جس میں مٹھی بھر غلہ یا اس کی قیمت یا ایک روٹی بھی دینا کافی ہے۔(۴) چوتھی یہ کہ قیمت کا وجوب متعین ہو جاتا ہے جبکہ حالت احرام میں کسی جانور کا شکار کر لیا تو اس جانور کی قیمت کو خیرات کر دے۔

و یتعدد یعنی احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزا بھی متعدد ہو جائے گی۔ مثلاً دو محرموں نے مل کر ایک شکار مارا تو چونکہ دو احراموں سے اس جرم کا تعلق ہے لہذا جزا بھی دو ہوں گی اور اگر دو آدمیوں نے جو احرام نہیں باندھے ہوئے تھے حرم شریف کے ایک شکار کو مارا تو چونکہ حرم شریف ایک ہی ہے اور شکار بھی ایک۔ لہذا ایک جرم میں دونوں کی شرکت ہوئی پس ایک جزا واجب ہوئی۔ (ایضاح الاصباح)

فالتی توجب دما ھی ما لو طیب محرم بالغ عضوا او خضب راسہ بحناء او ادھن بزیت و نحوہ او لبس مخیطا او ستر راسہ یوما کاملا او حلق ربع رأسہ او محجمہ او احد ابطیہ او عانتہ او رقبتہ او قص اظفار یدیہ و رجلیہ بمجلس او یداً او رجلا او ترک واجبا مما تقدم بیانہ و فی اخذ شاربہ حکومۃ۔

ترجمہ : پس وہ جنایت جو دم کو واجب کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی محرم بالغ نے کسی عضو پر خوشبو لگائی یا اپنے سر پر مہندی کا خضاب لگایا، یا زیتون اور اسی جیسا تیل لگایا یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا یا اپنا سر پورا دن چھپا لیا یا اپنا چوتھائی سر منڈوا دیا یا پچھنہ لگوانے کی جگہ کو یا دونوں بغلوں میں سے ایک کے

یا اپنے زیر ناف یا گردن کے بال مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھ یا دونوں پیر کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخن کاٹے یا کسی واجب کو چھوڑ دیا۔ ان واجبات میں سے جن کا بیان پہلے گذرا اور اپنی مونچھ کے لینے (ترشوانے) میں ایک عادل کے فیصلہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح : اگر محرم نے اپنے بدن کے پورے عضو پر کسی بھی طرح کی خوشبو لگائی تو اس پر دم واجب ہو گا۔ پورے عضو کی مثال جیسے سر، ڈاڑھی، چہرہ، ہتھیلی وغیرہ اور خوشبو کی مثال جیسے مشک، عنبر، گلاب چنبیلی اور دیگر عطریات۔

او خضب مہندی بھی خوشبو میں شمار ہوتی ہے۔ لہذا پورے سر یا پوری ڈاڑھی یا چوتھائی سر یا ڈاڑھی کو مہندی لگائی تو دم واجب ہو گا۔

او ادھن زیتون کا تیل یا تِل کا خالص تیل پورے عضو پر خوشبو کے طور پر لگایا تو دم واجب ہو گا اور اگر دوا کے طور پر لگایا تو کچھ بھی واجب نہ ہو گا۔ (ع)

او لبس محرم نے سلا ہوا کپڑا ایک دن یا ایک رات پہنا یا اپنا سر ایک دن یا ایک رات ڈھکے رہا تو اس پر دم واجب ہو گا۔

او حلق اگر محرم نے چوتھائی سر کے بال مونڈے یا منڈوائے تو اس پر دم واجب ہو گا۔ اسی طرح پچھنہ لگوانے کی جگہ کو منڈوایا یا ایک پوری بغل یا زیرِ ناف کے بال کو یا پوری گردن کے بال کو دور کیا تو بھی اس پر دم واجب ہو گا۔

او قص اگر محرم نے چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے تو ایک دم واجب ہو گا۔ یہاں ایک مجلس فرمایا کیونکہ اگر چار ہاتھ پاؤں کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دم لازم ہوں گے۔ (ہدایہ) اسی طرح ایک ہاتھ یا پاؤں کے ناخن کاٹے تو بھی اس پر دم واجب ہو گا۔

و فی اخذ شاربہ اگر محرم نے اپنی مونچھ کتر لی یا مونڈ لی تو ایک عادل آدمی جو فیصلہ کرے گا اسی کے مطابق اس پر جزا واجب ہو گی۔ مثلاً جو مونچھیں کتروائی یا مونڈی گئی ہیں وہ چوتھائی ڈاڑھی میں سے کتنی ہے اسی کو معیار بنا کر صدقہ واجب ہو گا۔ مثلاً اگر کٹی ہوئی مونچھیں چوتھائی ڈاڑھی کا ایک ربع ہوں تو اس پر ایک بکری کی قیمت کا چوتھائی لازم ہو گا۔

والتی توجب الصدقة بنصف صاع من بر او قیمته هی ما لو طیب اقل من عضو او لبس مخیطا او غطیٰ راسه اقل من یوم او حلق اقل من ربع راسه او قص ظفرا و کذا لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ المجموع دما فینقص ما شاء منه کخمسة متفرقة ۔

ترجمہ : اور جنایت جو صدقہ کو واجب کرتی ہے نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت سے وہ یہ ہے کہ اگر خوشبو لگائی ایک عضو سے کم پر یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنے سر کو ڈھانکا ایک دن سے کم یا چوتھائی سر سے کم حلق کرایا یا ایک ناخن کاٹا اور ایسے ہی ہر ناخن کے مقابلہ میں نصف صاع ہے۔ مگر یہ مجموعہ ایک دم (کی مقدار) کو پہنچ جائے تو کم کر دے اس میں سے جو چاہے جیسا پانچ متفرق ناخنوں میں۔

وکذا یعنی ہر ناخن کے بدلہ نصف صاع واجب ہوگا۔ اس کی تین شکلیں ہیں۔(۱) پانچ ناخن سے کم کاٹے،(۲) یا پانچ ناخن متفرق کاٹے، مثلاً دو ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے ہاتھ کے، (۳) یا سولہ ناخن متفرق چار چار ہاتھ اور پاؤں کے ملا کر کاٹے۔ تو تینوں صورتوں میں ہر ناخن کے بدلہ پورا صدقہ (نصف صاع) واجب ہوگا۔ لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ دم کے برابر ہو جائے مثلاً سولہ ناخن کے بدلہ سولہ صدقہ کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہوتی ہے اور ایک بکرے کی قیمت بھی ایک ہزار ہے تو اس صورت میں ایک ہزار سے کچھ کم صدقہ کرے تاکہ ایک دم جو مفروض سے خارج ہے وہ لازم نہ آجائے۔ یہاں پر کخمسة متفرقة سے دوسری شکل کی طرف اشارہ ہے۔

او طاف للقدوم او للصدر محدثا و تجب شاة ولو طاف جنبا او ترك شوطا من طواف الصدر و كذا الكل شوط من اقله او حصاة من احدى الجمار و كذا الكل حصاة فيما لم يبلغ رمى يوم الا ان يبلغ دما فينقص ما شاء او حلق راس غيره او قص اظفاره۔

ترجمہ: یا طواف کیا قدوم کا یا صدر کا حدث (بے وضو) کی حالت میں اور بکری واجب ہوتی ہے اگر طواف کیا ہو جنابت کی حالت میں یا چھوڑ دیا طواف صدر کا ایک شوط اور ایسے ہی ہر شوط کے عوض میں اس کے اقل سے یا کسی جمرہ کی ایک کنکری چھوڑ دی اور ایسے ہی ہر کنکری کے عوض (نصف صاع ہے) اس صورت میں کہ ایک دن کی رمی کو نہ پہنچے مگر یہ کہ پہنچ جائے دم کو تو جو چاہے کم کردے یا کسی دوسرے کے سر کو مونڈا یا دوسرے کے ناخن کاٹے۔

تشریح: اگر طواف قدوم یا طواف صدر (وداع) بے وضو کیا تو یہ طواف معتبر ہے البتہ اس پر صدقہ واجب ہوگا۔

وتجب اگر پورا یا اکثر طواف قدوم جنابت کی حالت میں کیا تو دم یعنی ایک بکری واجب ہوگی۔

وکذا الکل یعنی طواف قدوم یا طواف وداع کے ہر چکر کے عوض آدھا صاع صدقہ واجب ہے جبکہ تین شوط تک جو طواف کا کم حصہ ہے چھوڑ دے اور اگر تین شوط سے زیادہ چھوڑ دے گا تو پھر دم واجب ہوگا۔

او حصاة رمی کے چار ایام ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ۔ اگر کسی محرم نے ان چاروں دن کی رمی میں سے ایک کنکری چھوڑ دی تو ایک صدقہ واجب ہوگا۔

وکذا الکل حصاة یعنی ہر کنکری کے عوض ایک صدقہ واجب ہے جب تک کہ ایک دن کی رمی کی مقدار کو نہ پہنچے۔ چنانچہ پہلے دن کی رمی میں سات کنکریاں ہیں اور اس نے پوری سات یا اکثر (چار) چھوڑ دیں یا بعد کے دنوں میں اکیس (۲۱) کنکریاں ہیں اور اس میں پوری یا گیارہ چھوڑ دیں تو دم واجب ہوگا۔ (ہدایہ) اور اگر ایک دن کی رمی سے کم کنکریاں ترک کردیں مثلاً دسویں کو تین اور بعد کے دنوں میں دس کنکریاں چھوڑ دیں تو ہر کنکری کے بدلہ میں صدقہ واجب ہوگا البتہ اگر صدقہ کی قیمت کا مجموعہ دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کردے۔

او حلق یعنی ایک محرم دوسرے محرم یا حلال کا چوتھائی سر یا اس سے زیادہ مونڈے تو مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہے۔

وان تطیب او لبس او حلق بعذر تخیر بین الذبح او التصدق بثلاثۃ اصوع علی ستۃ مساکین او صیام ثلاثۃ ایام۔

ترجمہ : اگر خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا حلق کرایا کسی عذر سے تو ذبح کرنے یا تین صاع چھ مسکینوں پر صدقہ کرنے یا تین دن کے روزے رکھنے کا اختیار دیا جائے گا۔

تشریح : اگر محرم نے کسی عذر کی وجہ سے خوشبو کا استعمال کیا یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا حلق کیا تو اس کو تین باتوں کا اختیار ہے چاہے تو ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکین پر تین صاع گیہوں صدقہ کرے یا تین روزے رکھے۔

والتی توجب اقل من نصف صاع فھی ما لو قتل قملۃ او جرادۃ فیتصدق بما شاء۔

ترجمہ : اور وہ جنایت جو نصف صاع سے کم واجب کرتی ہے پس وہ یہ ہے کہ اگر جوں یا ٹڈی کو مار ڈالا تو جو چاہے صدقہ دے۔

تشریح : اگر محرم نے اپنے سر یا بدن کے دوسرے حصہ سے پکڑ کر جوں مار دی یا ٹڈی کو مار دیا تو جو چاہے صدقہ کر دے۔ مثلاً ایک مٹھی بھر غلہ یا ایک کھجور ہی صدقہ کر دے۔

والتی توجب القیمۃ فھی ما لو قتل صیدا فیقومہ عدلان فی مقتلہ او قریب منہ فان بلغت ھدیا فلہ الخیار ان شاء اشتراہ وذبحہ او اشتری طعاما و تصدق بہ لکل فقیر نصف صاع او صام عن طعام کل مسکین یوما وان فضل اقل من نصف صاع تصدق بہ او صام یوما۔

ترجمہ : اور وہ جنایت جو قیمت کو واجب کرتی ہے پس وہ یہ ہے کہ اگر قتل کر دیا کسی شکار کو پس دو عادل شخص اس کی قیمت لگائیں گے اس کے قتل کی جگہ میں یا اس سے قریب کی جگہ میں پس اگر پہنچ جائے اس کی قیمت ایک ہدی کو تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے اس کو خریدے اور ذبح کرے یا غلہ خریدے اور ہر فقیر کو نصف صاع صدقہ کر دے یا ہر مسکین کے غلہ کے عوض ایک دن کا روزہ رکھے اور (اس تقسیم کے بعد) اگر نصف صاع سے کم بچ جائے تو اس کو صدقہ کر دے یا ایک دن کا روزہ رکھے۔

تشریح : یعنی محرم نے اگر شکار کے جانور کو قتل کر دیا تو اس پر جزا واجب ہو گی اور جزا یہ ہے کہ جہاں وہ قتل ہوا ہے اسی جگہ قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر جنگل میں شکار کو قتل کیا تو اسی جگہ میں دو عادل مرد اس کی قیمت کا اندازہ کریں گے اور اگر وہاں اس کی کوئی قیمت نہ ہو تو قریب کی کسی آبادی میں جا کر اندازہ کریں۔ پھر جب قیمت کا تعین ہو جائے تو اب قاتل کو اختیار ہے چاہے تو اس قیمت میں ہدی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے اور اس کے گوشت کو مساکین حرم پر تقسیم کر دے اور اگر چاہے تو اس کا غلہ خریدے اور بقدر صدقۃ الفطر ایک ایک مسکین کو صدقہ کر دے۔ مثلاً اگر گیہوں خریدے ہیں تو ہر مسکین کو نصف نصف صاع صدقہ کر دے اور اگر

کھجور یا جَو ہے تو ایک ایک صاع صدقہ کرے اور اگر چاہے تو ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ کے عوض ایک روزہ رکھے یعنی اگر غلہ بیس صدقات کے برابر ہے تو بیس روزے رکھے۔

وان فضل یعنی نصف صاع، نصف صاع تقسیم کرنے کے بعد آخر میں گیہوں نصف صاع سے کم بچ جاتے ہیں تو اس کو صدقہ کر دے یا اگر روزے کو اختیار کیا تھا تو ایک روزہ رکھ لے۔

و تجب قیمۃ ما نقص بنتف ریشہ الذی لایطیر بہ و شعرہ و قطع عضو لا یمنعہ الامتناع بہ و تجب القیمۃ بقطع بعض قوائمہ و نتف ریشہ و کسر بیضہ۔

ترجمہ : **اور واجب ہوگی وہ قیمت جو کم ہوگئی ہے اس کے اس پر کو اکھاڑنے سے جس سے وہ اُڑتا نہیں تھا اور اس کے بال اکھاڑنے سے اور ایسے عضو کے کاٹنے سے کہ نہیں روکتا ہے اس کو حفاظت کرنا اس سے (عضو کے کاٹنے سے) اور واجب ہوتی ہے قیمت اس کے ہاتھ پیر میں سے کسی ایک کے کاٹ دینے سے اور اس کے پر کو اکھاڑنے سے اور اس کا انڈا توڑنے سے۔**

تشریح : اگر محرم نے شکار کے جانور کے وہ پر اُکھاڑ دیئے جن سے وہ اُڑتا نہیں ہے یا اس کے بال اُکھاڑ دیئے یا اس کا ایسا عضو کاٹ دیا کہ اس کے بعد بھی وہ بھاگ کر اپنی جان بچا سکتا ہے تو ان صورتوں میں اس کی مالیت میں جو نقصان ہوا ہے اس کا ضامن ہوگا۔ مثلاً شکار صحیح سالم ہونے کی حالت میں ایک ہزار روپیہ کا تھا۔ اب اس کا پر کاٹ دینے یا بال اکھاڑ دینے یا عضو کاٹنے کے بعد اس کی مالیت پانچسو روپئے رہ گئی تو محرم پانچسو (۵۰۰) کا ضامن ہوگا۔

و تجب القیمہ یعنی اگر محرم نے شکار کے ہاتھ پیر میں سے ایک کو کاٹ دیا یا جن پروں سے اُڑتا تھا ان کو اُکھاڑ دیا جس کی وجہ سے اُڑ کر یا بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا تو اب اس کی پوری قیمت واجب ہوگی۔

و کسر شکار کا انڈا توڑنے سے انڈے کی قیمت واجب ہوگی۔

ولا یجاوز عن شاۃ بقتل السبع و ان صال لا شئ بقتلہ۔

ترجمہ : **اور نہیں تجاوز کیا جا سکتا ہے بکری کی قیمت سے درندہ کو قتل کرنے کے عوض اور اگر حملہ کرے تو اس کے قتل کرنے پر کوئی شئ نہیں ہے۔**

تشریح : یعنی اگر محرم نے کسی درندے کو قتل کر ڈالا۔ مثلاً شیر، چیتا وغیرہ تو اس پر جزا واجب ہوگی۔ البتہ جزا اس قدر واجب کی جائے کہ وہ ایک بکری کی قیمت سے تجاوز نہ کرے۔ مثلاً شیر کی قیمت دس ہزار روپے ہے اور بکری کی قیمت دو ہزار ہے تو دس ہزار جزا واجب نہیں ہوگی بلکہ دو ہزار واجب ہوگی اور اگر درندہ نے محرم پر حملہ کیا اور محرم نے اس کو قتل کر ڈالا تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

ولا یجزئ الصوم بقتل الحلال صید الحرم ولا بقطع حشیش الحرم و شجرۃ النابت بنفسه و لیس مما ینبته الناس بل القیمه وحرم رعی حشیش الحرم و قطعه الا الا ذخرو الکمأۃ۔

ترجمہ : اور روزہ کافی نہیں ہوگا حلال شخص کے قتل کر دینے سے حرم کے شکار کو اور نہ حرم کی گھاس کاٹنے سے اور خود رو درخت کے کاٹنے سے جس کو لوگ بوتے نہیں ہیں بلکہ قیمت (لازم ہوگی) اور حرام ہے حرم کی گھاس چرانا اور اس کا کاٹنا مگر اذخر اور کمأۃ کا (کاٹنا حرام نہیں)

تشریح : یعنی اگر حرم کے شکار کو کسی غیر محرم نے قتل کر دیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور وہ اس کی قیمت کے عوض روزے رکھنا چاہے تو کافی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ محرم کے لئے شکار کو قتل کر دینے کی صورت میں روزہ رکھنا کافی ہو جاتا ہے۔

ولا بقطع یعنی اگر کسی نے حرم کی گھاس کاٹی یا ایسا درخت کاٹا جو خود سے اُگا ہو یعنی اس کو لوگ نہیں اُگاتے بلکہ وہ خود اُگتا ہے جیسے کیکر وغیرہ تو اس کو کاٹنے کی صورت میں اس پر قیمت واجب ہوگی، روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا۔

وحرم رعی یعنی حرم میں جانور چَرانا اور حرم کی گھاس کا کاٹنا دونوں حرام ہے۔ البتہ اذخر (ایک خوشبودار گھاس ہے جو چھت اور قبر کے کام آتی ہے۔ (معلم الحجاج) اور کمأۃ (ایک خاص قسم کی گھاس ہے جس کو سانپ کی چھتری اور ہمارے گجرات میں بلی کی ٹوپی کہتے ہیں اور انگریزی میں مشروم کہا جاتا ہے)، (ایضاح الاصباح) کہ حرم کے اندر ان کا کاٹنا جائز ہے۔

فصل

ولا شئ بقتل غراب و حدأۃ و عقرب و فارۃ و حیۃ و کلب عقور و بعوض و نمل و برغوث و قراد و سلحفاۃ و ما لیس بصید۔

ترجمہ : اور کوّا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، کٹ کھنا کتا، مچھر، چیونٹی، پسّو، چیچڑی، کچھوا، اور اس چیز کے مار ڈالنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا جو شکار نہیں ہے۔

وما لیس صید وہ جانور کہلاتا ہے جو آدمی سے متوحش ہو۔ لہٰذا جو جانور آدمی سے متوحش نہیں ہوتے بلکہ آدمی کی طرف راغب ہوتے ہیں جیسے بکری، گائے، اونٹ، مرغی وغیرہ ان کو مار ڈالنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی۔ لیکن ان کا قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان کو باقاعدہ ذبح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فصل: فی الھدی

الھدی ادناہ شاۃ وھو من الابل والبقر والغنم وما جاز فی الضحایا جاز فی الھدایا۔

ترجمہ: ہدی کا کم سے کم درجہ ایک بکری ہے اور ہدی اونٹ، گائے اور بکری سے ہوتی ہے اور جو جانور قربانی میں جائز ہے ہدی میں بھی جائز ہے۔

تشریح: ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو حاجی حرم میں ذبح کرنے کے لئے ہدیہ کے طور پر اپنے ساتھ لے جاتا ہے تاکہ حرم میں اس کو ذبح کر کے حق تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب حاصل ہو۔ (معلم الحجاج) ہدی صرف تین قسم کے جانور ہو سکتے ہیں۔ اونٹ، گائے، بکری ان تین کے علاوہ کوئی اور جانور ہدی نہیں ہو سکتے اور ان میں سب سے افضل اونٹ ہے، پھر گائے، پھر بکری۔ اور جس جانور کی قربانی جائز ہے اس کی ہدی بھی جائز ہے اور جس کی قربانی جائز نہیں اس کی ہدی بھی جائز نہیں۔

والشاۃ تجوز فی کل شیء الا فی طواف الرکن جنبا ووطء بعد الوقوف قبل الحلق ففی کل منھما بدنۃ۔

ترجمہ: بکری ہر جگہ جائز ہے مگر جنابت کی حالت میں طواف رکن کرنے میں اور وقوف کے بعد حلق سے پہلے وطی کر لینے میں پس ان دونوں میں سے ہر ایک میں بدنہ ہے۔

تشریح: بکری تمام جگہوں پر جائز ہے مگر ان دو صورتوں میں جائز نہیں۔ (۱) اگر کسی نے حالت جنابت میں طواف رکن (زیارت) کیا تو بکری کافی نہیں بلکہ بدنہ یعنی گائے یا اونٹ ذبح کرنا ہوگا۔ (۲) وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کر لیا تو بھی بدنہ ذبح کرنا ہوگا۔

وخص ھدی المتعۃ والقران بیوم النحر فقط۔

ترجمہ: متعہ اور قران کی ہدی فقط یوم النحر کے ساتھ مخصوص ہے۔

تشریح: قارن اور متمتع پر قران و تمتع کے شکریہ میں ایک دم یعنی قربانی کرنا واجب ہے اور اس کے لئے وقت بھی مخصوص ہے اور وہ ایام نحر ہیں۔ چنانچہ ایام نحر میں (دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک) ذبح کرنا واجب ہے۔ ان ایام سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں اور وہ معتبر نہ ہوگا اور ایام نحر کے بعد ذبح کرنا جائز ہے لیکن اس پر ایک اور دم تاخیر کا واجب ہوگا۔ (ع)

وخص ذبح کل ھدی بالحرم الا ان یکون تطوعا وتعیب فی الطریق فینحر فی محلہ۔

ترجمہ: اور ہر ہدی کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ مخصوص ہے مگر یہ کہ وہ نفلی ہو اور راستہ میں عیب دار ہوگئی ہو پس اس کو ذبح کر دے اس کی جگہ میں۔

تشریح: ہدی نفلی ہو یا غیر نفلی اس کو فقط حرم کے اندر ذبح کرنا ضروری ہے۔ حرم کے علاوہ حِل میں ذبح کرنا جائز نہیں اور اگر ہدی نفلی تھی اور راستہ میں ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے وہ ہدی میں جائز نہیں رہی تو اس کو اسی جگہ پر جہاں عیب دار ہوئی ذبح کرنا جائز ہے۔

ولا یأکله غنی وفقیر الحرم وغیرہ سواء۔

ترجمہ: **اور مالدار اس کو نہ کھائے اور حرم وغیر حرم کا فقیر برابر ہے۔**

تشریح: یعنی نفلی ہدی جو حرم تک نہیں پہنچی بلکہ راستہ میں ذبح کر دی گئی تو اس میں سے نہ خود کھائے اور نہ مالداروں کو کھلائے بلکہ ہدی کا گوشت مساکین پر تقسیم کر دے اور حرم کے مساکین کو دینا ضروری نہیں ہے۔ غیر حرم کے مساکین کو بھی دینا جائز ہے۔

و تقلد بدنۃ التطوع والمتعۃ والقران فقط و یتصدق بجلالہ و خطامہ ولا یعطی اجر الجزار منہ ولا یرکبہ بلا ضرورۃ ولا یحلب لبنہ الا ان بعد المحل فیتصدق بہ و ینضح ضرعہ ان قرب المحل بالنقاخ۔

ترجمہ: **اور فقط نفل اور متعہ (تمتع) اور قران کے بدنہ کو قلادۃ (ہار) پہنایا جائے گا اور صدقہ کر دے اس کی جھول اور رسی کو اور قصائی کی اجرت اس میں سے نہ دی جائے اور نہ سوار ہو اس پر بلا ضرورت اور نہ دوہا جائے اس کا دودھ مگر یہ کہ مقام دور ہو تو اس کا صدقہ کر دے اور اس کے تھنوں پر چھینٹے مار دے اگر مقام قریب ہو ٹھنڈے پانی سے۔**

تشریح: یعنی اگر ہدی نفل یا قران یا تمتع کی ہو اور وہ بدنہ (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کے گلے میں قلادہ یعنی جوتے کا ہار ڈالنا یا چمڑے کا ٹکڑا یا درخت کی چھال کا پٹہ باندھنا افضل ہے کیونکہ یہ دم نسک (عبادت) ہے۔ اور قلادہ ڈالنے میں اس کے دم نسک ہونے کا اظہار اور شہرت ہوتی ہے۔ (ہدایہ) اور ہدی کی جھول، رسی صدقہ کر دے اور قصائی کی اُجرت میں ہدی کا گوشت یا کھال وغیرہ دینا جائز نہیں اور ہدی پر بلا ضرورت سوار نہ ہو۔ البتہ مجبور ہو اور دوسری سواری نہ ہو تو سوار ہونا جائز ہے اور ہدی کا دودھ نہ نکالے البتہ اگر ذبح کا زمانہ دور ہو اور دودھ نہ نکالنے سے نقصان ہو تو دودھ نکال کر فقراء پر خیرات کر دے اور ذبح کا وقت قریب ہو اور دودھ ٹپکتا ہو تو ٹھنڈا پانی تھنوں پر چھڑک دے تاکہ دودھ ٹپکنا بند ہو جائے۔

ولو نذر حجا ماشیا لزمہ ولا یرکب حتی یطوف للرکن فان رکب اراق دما وفضل المشی علی الرکوب للقادر علیہ وفقنا اللہ بفضلہ ومنّ علینا بالعود علی احسن حال الیہ بجاہ سیدنا محمد ﷺ۔

ترجمہ: **اور اگر منت مانی پیدل حج کرنے کی تو اس پر پیدل حج کرنا لازم ہو جائے گا اور سوار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ طواف رکن کر لے پس اگر سوار ہو جائے تو خون بہائے اور فضیلت دی گئی ہے پیدل چلنے کو سوار ہونے پر پیدل چلنے پر قدرت رکھنے والے کے لئے۔ اللہ تعالی ہم کو اپنے فضل سے توفیق دے اور ہم پر احسان فرمائے بہترین حالت میں دوبارہ حج کے لئے جانے کا، ہمارے سردار محمد ﷺ کے واسطے سے۔**

تشریح : یعنی یوں کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر پیدل حج کرنا واجب ہے یا یوں کہا کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفادے دی تو مجھ پر پیدل حج واجب ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ طواف زیارت ادا کرنے تک سوار نہ ہو۔ چنانچہ اگر وہ پیدل حج کرنے کی منت ماننے کے بعد سوار ہو گیا تو ترکِ واجب کی وجہ سے دم دینا پڑے گا۔

فصل فی زیارۃ النبی ﷺ علی سبیل الاختصار تبعا لما قال فی الاختیار۔

ترجمہ :**فصل نبی کریم ﷺ کی زیارت کے بیان میں مختصر طریقہ پر اختیار کے بیان کے مطابق۔**

تشریح : مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے عین شمال میں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کو یثرب کہتے تھے۔ بعض روایات میں اس نام کی ممانعت آئی ہے۔ یثرب کے نام میں چونکہ ذلت اور خاک آلودگی کے معنی تھے اس لئے حضور ﷺ نے اس نام کو مدینہ سے بدل دیا اور قرآن مجید میں اکثر اسی نام سے ذکر ہے۔ مثلاً ومن اھل المدینہ مردوا حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ مگر مدینہ منورہ کے شرف و مجد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ سرکار دوعالم ﷺ کا مسکن و مدفن ہے۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ (زادھما اللہ شرفا و تعظیما) تمام بلاد سے افضل ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے۔ ہمارے نزدیک مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدینہ منورہ افضل ہے۔ لیکن یہ اختلاف حضور ﷺ کے مرقدِ مبارک کے ماسوا میں ہے۔ زمین کا وہ حصہ جو سرکارِ دوعالم ﷺ کے جسدِ اطہر سے ملا ہوا ہے وہ بالاتفاق تمام سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ مسجدِ حرام و کعبہ، عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (معلم الحجاج) یہاں پر یہ یاد رہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو اس کے لئے پہلے حج کرنا اور بعد میں زیارت کے لئے جانا بہتر ہے اور اگر حج فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو تو اختیار ہے، چاہے پہلے حج کرے یا زیارت کرے۔(ح) اور جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کرے تو قبر کی زیارت کی نیت کے ساتھ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبھا الصلوۃ والتسلیم کی زیارت کی بھی نیت کرے۔ مگر شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صرف روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس کے ذیل میں مسجدِ نبوی علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام کی زیارت بھی حاصل ہو جائے گی یا اگر اللہ تعالیٰ دوبارہ توفیق دیں تو پھر دونوں کی نیت کرے اس لئے کہ پہلی مرتبہ میں صرف روضۂ اقدس کی نیت میں نبی کریم ﷺ کی زیادہ تعظیم ہے۔(ح)

لما كانت زيارة النبى ﷺ من افضل القرب واحسن المستحبات بل تقرب من درجة مالزم من الواجبات فانه ﷺ حرض عليها و بالغ فى الندب اليها فقال من وجد سعة ولم يزرنى فقد جفانى۔ وقال ﷺ من زار قبرى وجبت له شفاعتى۔ وقال ﷺ من زارنى بعد مماتى فكانما زارنى فى حياتى الى غير ذالك من الاحاديث۔

ترجمہ : چونکہ نبی کریم ﷺ کی زیارت افضل العبادت میں سے اور احسن المستحبات میں سے ہے۔ بلکہ ان واجب عبادتوں کے درجہ کے قریب ہے جو لازم ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ترغیب دی ہے اور اس کی طرف دعوت دینے میں انتہائی بات ارشاد فرمائی ہے۔ پس فرمایا کہ جس شخص نے وسعت پائی اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (یعنی میرے حق میں گستاخی کی) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میرے شفاعت واجب ہو گئی۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی میری زندگی میں، اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔

تشریح : حج کے بعد اس سفر میں سب سے افضل اور سب سے بڑی سعادت سید الانبیاء و رحمۃ للعالمین رسولِ مقبول ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی محبت و عظمت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا۔ اس کا تقاضا فطری طور پر بھی ہونا چاہیے کہ دیارِ مقدس میں پہنچنے کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت کے بغیر واپس نہ ہو۔ اسی لئے مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ روضۂ مقدسہ کی زیارت افضل عبادت اور درجات کے حاصل کرنے کی کامیاب ترین کوشش ہے اور بعض علماء نے اہل وسعت کے لئے واجب کے قریب لکھا ہے۔ کیونکہ خود نبیٔ کریم ﷺ نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت کے زیارت نہ کرنے والوں کو بے مروت اور ظالم فرمایا ہے۔ لہٰذا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت سے نوازا جائے اور بدبخت ہے وہ شخص کہ باوجود قدرت و وسعت کے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائے۔

و مما هو مقرر عند المحققين انه ﷺ حی یرزق ممتع بجمیع الملاذ والعبادات غیرانه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔

ترجمہ : اور ان چیزوں میں سے جو محققین کے نزدیک تحقیق شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے آپ تمام لذائذ و عبادات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں سوائے اس کے کہ آپ مجوب ہیں ان لوگوں کی نگاہوں سے جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

تشریح : آپ ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی اپنی قبر میں زندہ ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا۔ اس لئے ہمارے نزدیک اور مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ نیز روایات سے عالمِ برزخ میں آپ ﷺ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، (۲) نماز پڑھنا، (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا، (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا، یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے بیداری میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے۔ جس کی طرف مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے

غیرانہ سے اشارہ فرمایا۔ اور حالتِ رویا و کشف میں تو ایسے واقعات بے شمار ہیں۔ (العطور المجموعۃ فی ذکر النبی الحبیب ﷺ)

ولما رأينا اكثر الناس غافلين عن اداء حق زيارته ومايسن للزائرين من الكليات والجزئيات احببنا ان نذكر بعد المناسك و ادائها ما فيه نبذة من الأداب تتميما لفائدة الكتاب۔

ترجمہ: اور جب ہم نے دیکھا اکثر لوگوں کو غافل مزارِ اطہر کی زیارت کا حق ادا کرنے سے اور جو کلی اور جزوی امور مسنون ہیں زیارت کرنے والوں کے لئے (کلیات سے مراد وہ امور ہیں جو زیارت اور غیر زیارت دونوں سے متعلق ہیں۔ مثلاً تحیۃ المسجد اور جزئیات سے مراد وہ امور ہیں جو زیارت کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے زیارت کے وقت کھڑے ہونے کی ہیئت وغیرہ۔ ح) تو ہم نے چاہا کہ ذکر کریں مناسکِ حج اور ان کی ادائیگی (کے ذکر کے) بعد کچھ آداب، کتاب کے فائدہ کو مکمل کرنے کی غرض سے۔

فنقول ينبغي لمن قصد زيارة النبى ﷺ ان يكثر من الصلوة عليه فانه يسمعها و تبلّغ اليه و فضلها اشهر من ان يذكر فاذا عاين حيطان المدينة المنورة يصلى على النبى ﷺ ثم يقول اللهم هٰذا حرم نبيك و مهبط وحيك فامنن على بالدخول فيه و اجعله و قاية لى من النار و امانا من العذاب واجعلنى من الفائزين بشفاعة المصطفى يوم المأب۔

ترجمہ: چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مناسب ہے اس شخص کے لئے جو نبی کریم ﷺ کی زیارت کا ارادہ کرے یہ کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھے کیونکہ آپ ﷺ اس کو سنتے ہیں۔ (اگر قریب پڑھا جائے) اور آپ صلی اللہ علیہ تک پہنچایا جاتا ہے (اگر دور سے پڑھا جائے) اور درود شریف کی فضیلت بیان سے کہیں زیادہ ہے۔ پس جب مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر کہے (ترجمہ) اے اللہ، یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی اترنے کی جگہ ہے۔ پس تو مجھ پر اس میں داخل کر کے احسان فرما اور اس کو میرے لئے جہنم سے خلاصی اور عذاب سے امن کا ذریعہ بنا اور مجھ کو لوٹنے کے دن (قیامت کے دن) محمد مصطفی ﷺ کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں میں بنا۔

تشریح: یعنی جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو تو راستہ میں کثرت سے درود شریف پڑھے بلکہ فرائض اور ضروریات سے جو وقت بچے سب اسی میں صرف کرے اور خوب ذوق و شوق پیدا کرے اور اظہارِ محبت میں کوئی کمی نہ کرے۔ اگر خود یہ حالات پیدا نہ ہوں تو بتکلف پیدا کرے اور جب مدینہ منورہ پہنچ جائے اور اس کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو مذکورہ دعا پڑھے۔

و يغتسل قبل الدخول او بعده قبل التوجه للزيارة ان امكنه و يتطيب و يلبس احسن ثيابه تعظيما للقدوم على النبى ﷺ ثم يدخل المدينة المنورة ما شيا ان امكنه بلا ضرورة بعد وضع ركبه و اطمئنانه على حشمه او متعته متواضعا بالسكينة والوقار ملاحظا جلالة المكان قائلا بسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ رب ادخلنى مدخل صدق و اخرجنى مخرج صدق و اجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا اللهم صل على سيدنا محمد و على اٰلِ محمد الى اٰخره و اغفرلى ذنوبى و افتح لى ابواب رحمتك و فضلك۔

ترجمہ: اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلے یا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد زیارت کے لئے جانے سے پہلے اگر ممکن ہو، اور خوشبو لگائے اور سب سے عمدہ کپڑے پہنے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تعظیم کے لحاظ سے، پھر مدینہ منورہ میں پیدل داخل ہو اگر پریشانی کے بغیر ممکن ہو، اپنے قافلے کے اتر جانے کے بعد (مثلاً مستورات ہوں تو ان کو حفاظت کی جگہ پہنچانے کے بعد) اور اپنے نوکروں اور سامان پر اطمینان کرنے کے بعد اس حال میں کہ تواضع کرنے والا ہو، سکون اور وقار کے ساتھ، مکان کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہو (ترجمہ) اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر۔ اے اللہ، مجھے سچے مقام میں داخل فرما اور مجھے سچے راستہ سے نکال لئے اور اپنی طرف سے میرے لئے طاقتور مددگار بنا دیجئے۔ اے اللہ، رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر الخ اور میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت و فضل کے دروازے کھول دے۔

تشریح: یعنی اگر ہوسکے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلے اور اگر داخل ہونے سے پہلے نہ ہوسکے تو داخل ہونے کے بعد غسل کرلے پھر پاک صاف اور اچھے کپڑے پہنے، نئے اور سفید کپڑے پہننا افضل ہے۔ پھر اپنے بدن و کپڑوں پر خوشبو لگائے اور ہوسکے تو پیدل چلے اور شہر مقدس کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ شہر میں آئے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے وقت مذکورہ دعا پڑھے۔

ثم يدخل المسجد الشريف فيصلى تحيته عند منبره ركعتين و يقف بحيث يكون عمود المنبر الشريف بحذاء منكبه الايمن فهو موقف النبى ﷺ وما بين قبره و منبره روضة من رياض الجنة كما اخبر به ﷺ و قال منبرى على حوضى فتسجد شكر الله تعالى باداء ركعتين غير تحية المسجد شكرا لما وفقك الله تعالى و من عليك بالوصول اليه ثم تدعو بما شئت.

ترجمہ: پھر مسجد شریف میں داخل ہو۔ پس نبی کریم ﷺ کے منبر کے پاس تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھے اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر شریف کا ستون اس کے داہنے مونڈھے کے مقابل ہو۔ کہ وہی نبی ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور وہ حصہ جو آپ کی قبر اور آپ کے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ پس تو سجدہ کرے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے دو رکعت کی ادائیگی کے ساتھ تحیۃ المسجد کے علاوہ، شکریہ اس کا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو توفیق دی اور احسان فرمایا تم پر اس مقام تک پہنچا کر۔ پھر دعا مانگے جو چاہے۔

تشریح: مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد جلد از جلد مسجد نبوی ﷺ میں حاضری کی فکر کرے۔ اگر شہر کے باہر غسل یا وضو کر کے پاک صاف کپڑے اور خوشبو نہ لگا سکا ہو تو اب ان کا اہتمام کرے اور ادب و حضور قلب کے ساتھ مسجد کی طرف چلے اور جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں داخل کرے اور یہ دعا پڑھے۔ بسم الله والصلوة والسلام علىٰ رسول الله اللهم اغفرلى ذنوبى وافتح لى ابواب رحمتك۔ اس کے بعد اگر دوسروں کو تکلیف پہنچائے بغیر جگہ مل جائے تو پہلے منبر کی طرف جائے اور منبر و قبر شریف

کے درمیانی حصہ کو ریاض الجنۃ کہتے ہیں۔ یوں تو مسجد نبی ﷺ کا کونہ کونہ انوار و برکات سے معمور ہے۔ لیکن یہ حصہ خاص رحمت و برکت کا بہت ہی اہم مرکز ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ ٹکڑا جنت کا حصہ ہے۔ قیامت کے دن جنت میں شامل کر دیا جائیگا۔ بہر حال اگر مکروہ وقت نہ ہو تو ریاض الجنۃ میں نبیٔ کریم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ میں تحیۃ المسجد پڑھے۔ یہ جگہ محراب النبی ﷺ کے درمیان سے قدرے داہنی طرف محراب کے اس پائے کے سامنے ہے جو منبر کی جانب ہے۔ محراب کے اس پائے پر هٰذا مصلی النبی ﷺ لکھا ہوا ہے۔ اگر وہاں موقع نہ ملے تو منبر کے قریب یا پھر ریاض الجنۃ میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے۔ اس کے بعد دو رکعت شکرانہ کی نیت سے پڑھ لے کہ حق تعالیٰ نے اس نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ پھر جو چاہے دعا مانگے۔

ثم ينهض متوجها الى القبر الشريف فتقف بمقدار اربعة اذرع بعيدا عن المقصورة الشريفة بغاية الادب مستدبر القبلة محاذيا لرأس النبى ﷺ ووجهه الاكرم ملاحظا نظره السعيد اليك و سماعه كلامك ورده عليك سلامك و تامينه على دعائك۔

ترجمہ : **پھر اُٹھے اس حال میں کہ قبر شریف کی طرف رُخ کئے ہوئے ہو پس کھڑا ہو حجرۂ شریفہ سے چار گز (ہاتھ) کے فاصلہ پر انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ کی طرف پشت کر کے اور حضور ﷺ کے سر اور چہرۂ مبارک کے مقابل۔ تصور کرتے ہوئے کہ آپ کی نظر مبارک تیری طرف ہے اور آپ تیرے کلام کو سن رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور تیری دعا پر آمین فرما رہے ہیں۔**

تشریح : نمازِ تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر نہایت ادب کے ساتھ قبر اطہر پر حاضر ہو، روضۂ اقدس ﷺ مسجد نبوی میں قبلہ کی بائیں طرف قبلہ کی دیوار سے دو صف پہلے ایک مقدس حجرہ ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ یہاں پر ایک بات یاد رہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے تین جالیاں ہیں۔ درمیان والی جالی میں حضور ﷺ وابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آرام فرما رہے ہیں۔ درمیانی جالی میں ایک گول سوراخ ہے۔ یہ آپ ﷺ کے چہرہ کے ٹھیک سامنے ہے۔ اسی سوراخ سے تھوڑا ہٹ کر جہاں حضور ﷺ کا سینۂ مبارک ہے وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ یہاں بھی ایک گول سوراخ ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے ٹھیک سامنے ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ ان کے چہرۂ مبارک کے سامنے بھی ایک گول سوراخ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کے سامنے جالی سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر اس طرح کھڑا ہو جائے کہ پشت قبلہ کی طرف ہو اور کچھ بائیں طرف کو مڑ جائے تا کہ چہرۂ مبارک سامنے ہو جائے اور یہ تصور کرے کہ آپ ﷺ میری حاضری سے واقف ہیں اور میرے سلام و کلام کو سنتے ہیں۔

و تقول السلام عليك يا سيدى يا رسول الله السلام عليك يا نبى الله السلام عليك يا حبيب الله السلام عليك يا نبى الرحمة السلام عليك يا شفيع الامة السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين السلام عليك يا مزمل السلام عليك يا مدثر السلام عليك و على اصولك الطيبين و اهل بيتك

الطاهرين الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا جزاك الله عنا افضل ما جزیٰ نبیا عن قومه و رسولا عن امته اشهد انك رسول الله قد بلغت الرسالة واديت الامانة و نصحت الامة و اوضحت الحجة و جاهدت فی سبيل الله حق جهاده و اقمت الدين حتى اتاك اليقين صلى الله عليك و سلم و على اشرف مكان تشرف بحلول جسمك الكريم فيه صلوٰة و سلاما دائمين من رب العالمين عدد ما كان وعدد ما يكون بعلم الله صلوٰة لا انقضاء لا مدها ۔

ترجمہ : اور کہے، اے میرے آقا، اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، اے اللہ کے نبی آپ پر سلام، اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام، اے رحمت والے نبی آپ پر سلام، اے امت کے شفیع آپ پر سلام، اے رسولوں کے سردار آپ پر سلام، اے تمام نبیوں میں آخری نبی آپ پر سلام، اے کملی میں لپٹنے والے نبی آپ پر سلام، اے کپڑا اوڑھنے والے آپ پر سلام، آپ پر سلام اور آپ کے پاکیزہ بزرگوں اور آپ کے گھر والوں پر جو پاک ہیں جن سے اللہ تعالی نے نجاست کو دور کر دیا اور ان کو پاک و صاف کر دیا، بدلہ دے آپ کو اللہ تعالی ہماری طرف سے افضل اس سے جو دیا ہو کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ آپ نے رسالت کو پوری طرح پہنچا دیا اور امانت کو ادا کر دیا اور آپ نے امت کی خیر خواہی فرمائی اور آپ نے حجت کو خوب واضح کر کے پیش کر دیا اور آپ نے اللہ کے راستہ میں انتہائی کوشش کا حق ادا کر دیا اور آپ نے دینِ الٰہی کو قائم کیا یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت) آ گیا۔ آپ کے اوپر اللہ کی رحمت اور سلام ہو اور اس اشرف جگہ میں جس کو اللہ تعالی نے آپ کے جسم اطہر کے نزول سے مشرف کیا، رب العالمین کا صلوٰۃ و سلام ہمیشہ ہمیشہ رہے ان چیزوں کے عدد کے مطابق جو ہیں اور ان چیزوں کے عدد کے برابر جو اللہ کے علم میں ہیں۔ ایسا صلوٰۃ جس کی انتہا و اختتام نہ ہو۔

يا رسول الله نحن وفدك و زوار حرمك تشرفنا بالحلول بين يديك وقد جئناك من بلاد شاسعة وامكنة بعيدة نقطع السهل و الوعر بقصد زيارتك لنفوز بشفاعتك والنظر الیٰ مأثرك و معاهدك و القيام بقضاء بعض حقك و الاستشفاع بك الى ربنا فان الخطا يا قد قصمت ظهورنا و الا وزار قد اثقلت كواهلنا و انت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة العظمیٰ والمقام المحمود و الوسيلة وقد قال الله تعالى ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما و قد جئناك ظالمين لانفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا الى ربك واسأله ان يميتنا على سنتك و ان يحشرنا فی زمرتك وان يوردنا حوضك وان يسقينا بكأسك غير خزايا ولا ندامیٰ الشفاعة الشفاعة الشفاعة يا رسول الله يقولها ثلاثا ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤف رحيم ۔

ترجمہ : اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس وفد بن کر آئے ہیں اور آپ کے حرم کی زیارت کرنے والے ہیں اور ہم نے آپ کے سامنے حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا ہے اور ہم آپ کی زیارت کے ارادہ سے دور شہروں اور دور مقامات سے نرم اور سخت زمین کو قطع کرتے ہوئے آئے ہیں تاکہ آپ کی شفاعت سے کامیاب ہوں اور تاکہ ہم دیکھیں آپ کے شاندار کارناموں اور آثار کو (اور حاضر ہوا ہوں) آپ کا کچھ حق ادا کرنے کے لئے اور آپ کے ذریعہ اپنے پروردگار سے سفارش حاصل کرنے کے لئے اس لئے کہ گناہوں نے ہمارے کمریں توڑ دی ہیں اور گناہوں کے بوجھوں نے ہمارے مونڈھوں کو بھاری کر دیا ہے۔ آپ سفارش کرنے والے ہیں۔ آپ کی سفارش قبول کی گئی ہے۔ آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ شفاعت عظمٰی، مقامِ محمود اور وسیلہ کا اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ اور اگر وہ لوگ جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے۔ پس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور اللہ کا رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتا تو یقیناً وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے۔ یقینا ہم اپنے نفسوں پر ظلم کر کے (بڑے بڑے گناہ کر کے) اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے دربار میں سفارش فرمایئے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کی سنت پر موت دے اور آپ کی جماعت میں ہمارا حشر کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچا دے اور آپ کے جامِ کوثر سے سیراب کر دے اس حال میں کہ ہم نہ رسوا کئے گئے ہوں اور نہ شرمندہ ہوں، یا رسول اللہ شفاعت، یا رسول اللہ شفاعت، یا رسول اللہ شفاعت اس کو تین مرتبہ کہے (پھر پڑھے) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو کہ ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ مت رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار بے شک آپ بڑے مہربان اور بہت رحم کرنے والے ہیں۔

و تبلغه سلام من اوصاك به فتقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يتشفع بك الى ربك فاشفع له وللمسلمين ثم تصلى عليه و تدعو بما شئت عند وجهه الكريم مستدبر القبلة۔

ترجمہ : اور آپ کو ان لوگوں کا سلام پہنچائے جنہوں نے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہے یوں کہے، اے اللہ کے رسول! آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو۔ (سلام بھیجنے والے کا اور اُس کے والد کا نام لے) وہ آپ سے آپ کے رب کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست کرتا ہے۔ آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت فرمایئے۔ پھر آپ پر درود پڑھے اور دعا مانگے، جو چاہے آپ کے چہرۂ انور کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کرتے ہوئے۔

ثم تتحول قدر ذراع حتى تحاذى رأس الصديق ابى بكر رضى الله تعالى عنه و تقول السلام عليك يا خليفة رسول الله ﷺ السلام عليك يا صاحب رسول الله و انيسه فى الغار و رفيقه فى الاسفار وامينه على الاسرار جزاك الله عنا افضل ما جزى اما ما عن امة نبيه فلقد خلفته باحسن خلف و سلكت طريقه و منهاجه خير مسلك و قاتلت اهل الردة والبدع و مهدت الاسلام و شيدت اركانه فكنت خير امام و وصلت الارحام ولم تزل قائما بالحق ناصراً للدين ولا هله حتى اتاك اليقين سل الله سبحانه لنا دوام حبك والحشر مع حزبك وقبول زيارتنا السلام عليك ورحمة الله وبركاته۔

ترجمہ: پھر ہٹ جائے ایک ہاتھ کے بقدر یہاں تک کہ مقابل میں ہو جائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر کے، اور کہے، اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے رسول ﷺ کے رفیق اور غار میں آپ کے مونس اور سفروں میں آپ کے ساتھی اور راز کی باتوں پر آپ کے امین! آپ پر سلام ہو، بدلہ دے آپ کو اللہ تعالی ہماری طرف سے اس سے بہتر جو ایک امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دیا ہو، پس آپ رسول اللہ ﷺ کے بہترین قائم مقام ہوئے اور آپ ان کے طریقہ پر بہت اچھی طرح چلے اور آپ نے مرتدوں و ربدعتیوں سے قتال کیا اور آپ نے اسلام کو پھیلایا اور اس کے ارکان کو مضبوط کیا۔ پس آپ بہترین امام تھے اور آپ نے صلہ رحمی کی اور آپ برابر حق پر قائم رہے۔ دین اور اہل دین کے مددگار رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (وفات کا وقت) آگیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجیے۔ آپ کی محبت کے دوام کی اور آپ کے گروہ کے ساتھ اُٹھنے کی اور ہماری زیارت کے قبول ہونے کی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

ثم تتحول مثل ذالك حتى تحاذي راس امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه فتقول السلام عليك يا امير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الاسلام السلام عليك يا مكسر الاصنام جزاك الله عنا افضل الجزاء لقد نصرت الاسلام و المسلمين و فتحت معظم البلاد بعد سيد المرسلين و كفلت الايتام و وصلت الارحام و قوى بك الاسلام و كنت للمسلمين اماما مرضيا و هاديا مهديا جمعت شملهم واعنت فقيرهم و جبرت كسيرهم السلام عليك و رحمة الله و بركاته۔

ترجمہ: پھر اسی طرح یعنی ایک ہاتھ ہٹ جائے یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سر کے مقابل میں ہو جائے، پھر کہے اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو، اے اسلام کے ظاہر کرنے والے آپ پر سلام ہو، اے بتوں کو توڑنے والے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی اور آپ نے سید المرسلین ﷺ کے بعد بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور آپ نے صلہ رحمی کی اور آپ کے ذریعہ اسلام قوی ہوا، اور آپ مسلمانوں کے لئے پسندیدہ امام اور ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ تھے، آپ نے مسلمانوں کی متفرق جماعتوں کو جمع کیا اور ان کے محتاجوں کی مدد کی اور ان کی شکستہ حالی کو دور کیا، آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

ثم ترجع قدر نصف ذراع فتقول السلام عليكما يا ضجيعى رسول الله ﷺ ورفيقيه ووزيريه و مشيريه والمعاونين له على القيام بالدين والقائمين بعده بمصالح المسلمين جزا كما الله احسن الجزاء جئنا كما نتوسل بكما الى رسول الله ﷺ ليشفع لنا و يسأل الله ربنا ان يتقبل سعينا و يحيينا على ملته ويميتنا عليها و يحشرنا فى زمرته ثم يدعو لنفسه ولوالديه ولمن اوصاه بالدعاء ولجميع المسلمين۔

ترجمہ: پھر واپس ہو نصف ہاتھ کے بقدر پس کہے، اے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ دونوں لیٹنے والو! اور آپ کے دونوں دوست اور آپ کے دونوں وزیر اور آپ کے دونوں مشیر اور آپ کے مددگار دین کے قائم کرنے پر اور آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے اُٹھنے والے اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم اس لئے آئے ہیں تاکہ وسیلہ اختیار کریں آپ دونوں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں کہ آپ ﷺ ہمارے لئے شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا رب ہے یہ دعا کریں کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہم کو ان کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے اور ان کی جماعت میں ہم کو اُٹھائے۔ پھر دعا کرے اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور اس شخص کے لئے جس نے دعا کرنے کی وصیت کی ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے۔

ثم يقف عند رأس النبي ﷺ كالاول ويقول اللهم انك قلت وقولك الحق ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لو جدوا الله توابا رحيما وقد جئناك سامعين قولك طائعين امرك مستشفعين بنبيك اليك اللهم ربنا اغفرلنا ولأباء نا و امهاتنا و اخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين اٰمنوا ربنا انك رؤف رحيم۔ ربنا اٰتنا فى الدنيا حسنة وفى الأخرة حسنة وقنا عذاب النار سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ويزيد ما شاء ويدعو بما حضره ويوفق له بفضل الله۔

ترجمہ: پھر نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو جیسے کہ پہلے کھڑا ہوا تھا اور کہے، اے اللہ! بے شک، آپ نے فرمایا ہے اور آپ کا فرمان حق ہے کہ ولو انهم یعنی جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اللہ کا رسول بھی ان کے لئے بخشش چاہتا تو یقیناوہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے۔ (اے اللہ) ہم آپ کے پاس آپ کے فرمان کو سن کر حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کے ارشاد کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ آپ کے نبی سے شفاعت کی درخواست کر رہے ہیں۔ اے اللہ، اے ہمارے پروردگار، ہماری مغفرت فرما اور ہمارے باپ دادوں اور ہماری ماؤں کی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور کینہ نہ ہونے دیجئے ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ آپ بڑے مہربان، رحم کرنے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ پاک ہے تیرا رب جو بڑی عزت والا ہے ان چیزوں سے جو اس کے وصف میں (غلط طور سے لوگ) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور زیادہ کر سکتا ہے جو چاہے اور دعا کرے اس سے جو اس کو یاد ہو اور اللہ کے فضل سے جس کی اس کو توفیق دی جائے۔

ثم يأتى اسطوانة ابى لبابة التى ربط بها نفسه حتى تاب الله عليه وهى بين القبر والمنبر ويصلى ما شاء نفلا و يتوب الى الله ويدعو بما شاء۔

ترجمہ : پھر اسطوانہ ابولبابہ کے پاس آئے یہ وہی ستون ہے جس کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور یہ اسطوانہ قبر اطہر اور منبر کے درمیان ہے اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے اور جو چاہے دعا مانگے۔

تشریح : مسجد نبوی میں بہت سے ستون ہیں۔ عربی میں ستون کو اسطوانہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض ستونوں کے ساتھ عہدِ رسالت کے کچھ واقعات منسلک ہیں۔ ان میں سے ایک ستون کا نام اسطوانہ ابولبابہ ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک خطا سرزد ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ جب تک حضور ﷺ مجھے معاف نہیں فرمائیں گے اور خود نہ کھولیں گے، بندھا رہوں گا۔ آخر کار اللہ تعالی نے ان کی خطا معاف فرمائی اور حضور ﷺ نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے کھولا۔ (رفیق ج) یہ ستون ریاض الجنۃ میں قبرِ اطہر اور منبر شریف کے درمیان ہے۔ اس ستون پر اسطوانہ ابولبابہ لکھا ہوا ہے۔ اس ستون کے پاس دوسروں کو تکلیف پہنچائے بغیر جگہ مل جائے تو کم از کم دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالی سے توبہ و استغفار کرے۔ امید ہے کہ اس مبارک جگہ کی برکت و مناسبت سے معافی کا پروانہ مل جائے۔

ویاتی الروضة فیصلی ما شاء ویدعو بما احب ویکثر من التسبیح والتهلیل والثناء والاستغفار۔

ترجمہ : اور روضہ میں آئے پس جتنی چاہے نماز پڑھے اور جو دعا محبوب ہو مانگے اور تسبیح تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور ثنا (اللہ کی تعریف) اور استغفار کی کثرت رکھے۔

تشریح : یعنی اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنے کے بعد ریاض الجنۃ میں نفلیں پڑھے اور دعا و اذکار اور استغفار کرتا رہے اور جس قدر اس میں کثرت ہو سکے بہتر ہے۔ ریاض الجنۃ مسجد شریف کا ایک مخصوص حصہ ہے جو آنخضرت ﷺ کے منبر شریف اور مزار مبارک کے درمیان ہے۔ جس کے متعلق آنخضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ یہ جنت کا باغیچہ ہے اور اسی ریاض الجنۃ میں سات ستون ہیں ان کو ستونہائے رحمت کہا جاتا ہے۔

ثم یاتی المنبر فیضع یده علی الرمانة التی کانت به تبرکا باثر رسول اللہ ﷺ ومکان یده الشریفة اذا خطب لینال برکته ﷺ ویصلی علیه ویسأل اللہ ما شاء۔

ترجمہ : پھر منبر کے پاس آئے۔ پس اپنے ہاتھ کو اس رمانہ پر رکھے جو منبر کے ساتھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اثر مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لئے اور آپ ﷺ کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے جبکہ آپ صلی اللہ خطبہ دیتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی برکت حاصل ہو اور آپ ﷺ پر درود پڑھے اور اللہ تعالی سے مانگے جو چاہے۔

تشریح : رمانہ کے اصل معنی انار کے ہیں ۔ غالباً منبر کا سرا مراد ہے۔ جو انار کی طرح بنایا جاتا ہے۔ آج کل یہ چیز نہیں ہے۔(ایضاح الاصباح)

ثم یاتی الاسطوانۃ الحنانۃ وھی التی فیھا بقیۃ الجذع الذی حن الی النبی ﷺ حین ترکہ وخطب علی المنبر حتی نزل فاحتضنہ فسکن و یتبرک بما بقی من الاٰثار النبویۃ والاماکن الشریفۃ و تجتھد فی احیاء اللیالی مدۃ اقامتہ واغتنام مشاھدۃ الحضرۃ النبویۃ وزیارتہ فی عموم الاوقات۔

ترجمہ : **پھر اسطوانہ حنانہ کے پاس آئے۔ یہ وہ ستون ہے جس میں اس تنہ کا کچھ حصہ ہے۔ جو نبی ﷺ کے پاس رویا تھا۔ جس وقت آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو سینے سے لگایا۔ پس اس کو سکون ہوا اور برکت حاصل کرے مابقیہ آثارِ نبویہ اور مقاماتِ شریف سے اور مدت قیام میں راتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرے اور تمام اوقات میں بارگاہِ نبوت کے دیدار اور اس کی زیارت کی غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔**

تشریح : اسطوانۂ حنانہ محراب النبی ﷺ کی پشت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس ستون کی جگہ ایک کھجور کا تنا تھا۔ جو اس وقت ستون کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ منبر بننے سے پہلے اس پر ٹیک لگا کر نبی ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب لکڑی کا منبر شریف تیار ہو گیا تو آپ ﷺ خطبہ دینے کے لئے اس پر تشریف فرما ہوئے اور اس ستون سے ٹیک لگانا چھوڑ دیا تو اس ستون میں سے بہت زور زور سے رونے کی آواز آئی۔ آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کو بچہ کی طرح اپنے جسدِ اطہر سے لگایا تو اس کا رونا بند ہو گیا۔ یہ کھجور کا ستون اسی جگہ زمین میں دفن کر دیا گیا اور اس کی جگہ پختہ ستون تعمیر کر دیا گیا۔ اسی کا نام اسطوانہ حنانہ (رونے والا ستون ہے) اور اس کے بعد مدینہ منورہ کی خاص خاص مساجد اور کنویں وغیرہ کے پاس حسبِ موقع حاضری دے اور وہاں کی برکتوں سے فیض یاب ہو اور مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران راتوں کو جاگے اور وقت ضائع نہ کرے۔ بلکہ مسجدِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارے اور حضور ﷺ کی زیارت کے لئے کثرت سے حاضری دے اور سلام عرض کرے۔

و یستحب ان یخرج الی البقیع فیاتی المشاھد والمزارات خصوصا قبر سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ : **اور بقیع کی طرف نکلنا مستحب ہے۔ پس مشاہد (شہادت گاہ) و مزارات پر حاضر ہو خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو۔**

تشریح : مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل پر جبلِ احد واقع ہے۔ اس کے دامن میں غزوۂ احد ہوا تھا۔ جس میں تقریباً ستّر صحابہ شہید ہوئے تھے اور وہیں دفن کئے گئے۔ چنانچہ جبلِ احد اور شہداء احد کی زیارت کے لئے جانا خصوصاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہونا مستحب ہے۔

ثم الی البقیع الأخر فیزور العباس و الحسن بن علی و بقیة آلِ الرسول رضی اللہ عنہم و یزور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ و ابراھیم بن النبی ﷺ و ازواج النبی ﷺ و عمته صفیة والصحابة والتابعین رضی اللہ عنہم و یزور شہداء احد و ان تیسر یوم الخمیس فھو احسن و یقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و یقرأ أیة الکرسی والاخلاص احدیٰ عشرة مرة و سورة یٰسین ان تیسر و یھدی ثواب ذالك لجمیع الشھداء و من بجوارھم من المؤمنین۔

ترجمہ: پھر دوسرے بقیع میں حاضر ہو پس زیارت کرے حضرت عباس، حضرت حسن بن علی اور باقی آلِ رسول رضی اللہ عنہم کی زیارت کرے اور زیارت کرے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم ابن النبی ﷺ اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ اور تمام صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کی زیارت کرے اور شہداء احد کی زیارت کرے اور اگر جمعرات کا دن میسر ہو جائے تو بہتر ہے اور کہے آپ پر سلام ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس بہت اچھا ہے آخرت کا مقام اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھے اور اگر ممکن ہو تو سورۂ یٰسین شریف پڑھے اور بخش دے اس کا ثواب تمام شہداء کو اور ان مومنوں کو جو ان کے پاس ہیں۔

تشریح: جنت البقیع مدینہ منورہ کا وہ قبرستان ہے جہاں خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، صاحبزادۂ رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دیگر ہزارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم مدفون ہیں۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے سب یہیں آرام فرما ہیں۔

و یستحب ان یأتی مسجد قباء یوم السبت او غیرہ و یصلی فیه و یقول بعد دعائه بما احب یا صریخ المستصرخین یا غیاث المستغیثین یا مفرج کرب المکروبین یا مجیب دعوة المضطرین صل علی سیدنا محمد و اٰله و اکشف کربی و حزنی کما کشفت عن رسولك حزنه و کربه فی ھٰذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف والاحسان یا دائم النعم یا ارحم الراحمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی اٰله و صحبه وسلم تسلیما دائما ابدا یارب العالمین۔ اٰمین۔

ترجمہ: اور مستحب ہے کہ مسجد قبا میں حاضر ہو سنیچر کے دن یا اس کے علاوہ اور کسی دن، اس میں نماز پڑھے اور جو دعا محبوب ہو اس کو مانگنے کے بعد کہے، اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے! اے فریاد کرنے والے کی فریاد کو پوری کرنے والے! اے مصیبت زدوں کی مصیبت کو دور کرنے والے! اے بے قراروں کی دعائوں کو قبول کرنے والے۔ رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر اور

میرے رنج و غم کو اس مقام پر دور کر دے جیسے کہ تو نے اپنے رسول ﷺ کے غم و رنج کو اس مقام پر دور فرمایا تھا۔ اے بخشنے والے! اے احسان کرنے والے! اے بہت بھلائی و احسان کرنے والے! اے ہمیشہ نعمت عطا کرنے والے! اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور رحمت نازل فرمائے اللہ تعالی ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور صحابہ پر اور سلام ہو ہمیشہ کا سلام اے رب العالمین! اٰمین۔

تمّت بعون اللہ تعالیٰ

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ